60 تقاریر

بابت

خاندان حضرت مسیح موعودؑ

حصہ اوّل

یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"

16

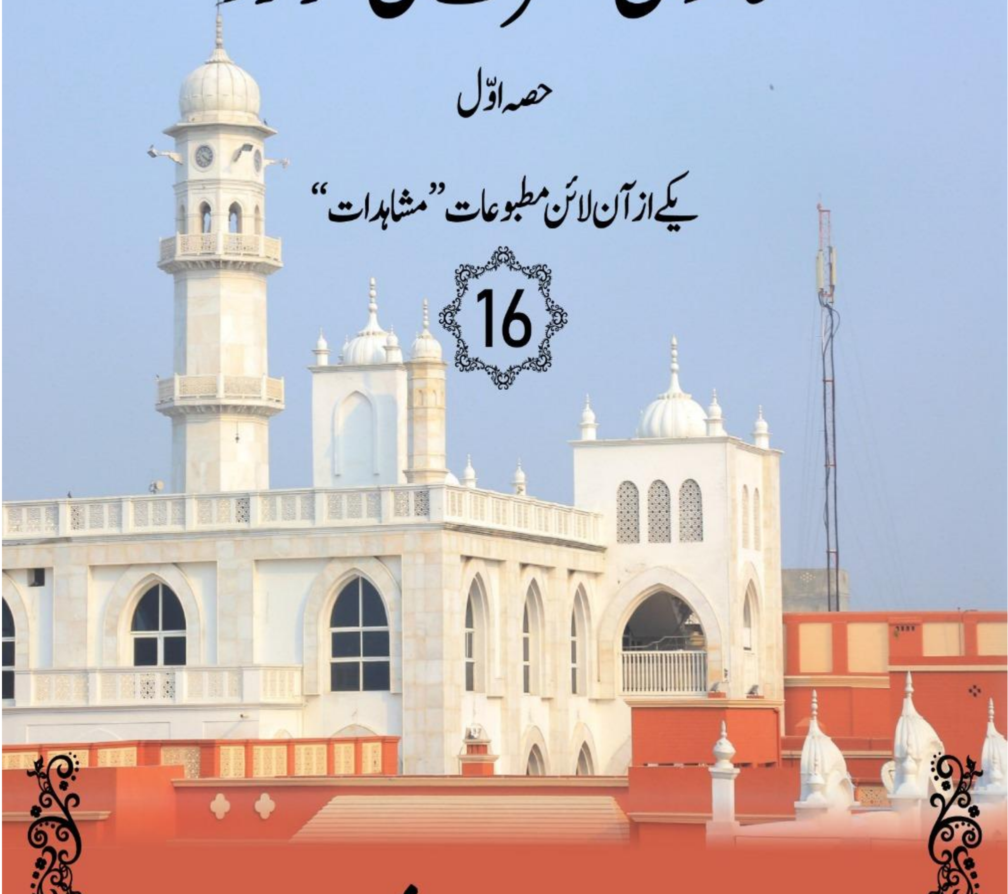

ابوسعید حنیف احمد محمود

میری ہر پیشگوئی خود بنادی

تری نَسلاً بَعِیدًا بھی دکھادی

60 تقاریر

بابت

خاندان حضرت مسیح موعودؑ

یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"

16

ابو سعید حنیف احمد محمود

رابطہ کرنے کے لیے

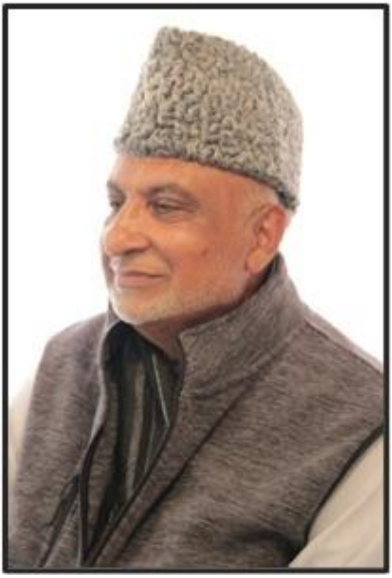

ای میل ایڈریس: hanifahmadmahmood@hotmail.com

ویب سائیٹ: www.mushahedat.com

فون نمبر: +44 73 7615 9966

ذُرِّیَّۃً نَسْلًا بَعِیْدًا

(دریچہ)

الحمدللہ ثم الحمدللہ! مجھ حقیر اور بے نفس انسان کو مامُورِ زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جو غیر معمولی محبت وعقیدت ہے اس کا اظہار خاکسار بہت دفعہ اپنے آپ سے مخاطب ہو کر یوں کرتا رہا ہے کہ کاش! خاکسار بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دَور میں ہوتا۔ مال، وقت، عزت و آبرو کی قربانی کرتا اور ایک پیسہ، دو پیسہ اعلائے کلمۃُ الاسلام کے لیے چندہ دیتا اور میرا نام بھی تا ابد روحانی خزائن کی جلدوں میں لکھا جاتا۔ گویہ مبارک ومقدس موقع میرے لیے مقدر نہ تھا لیکن آج آپؑ سے اِسی محبت وعقیدت کا نتیجہ ہے کہ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی نسلِ طیبہ پر قلم اٹھانے اور 100 سے زائد اپنے نام زندہ کر جانے والوں کی سیرت وسوانح پر تقاریر کی صورت میں مضامین لکھنے کی توفیق ملی اور آج ان میں سے 67 افراد کی سیرت وسوانح پر مشتمل تقاریر کی جلد نمبر 1 منصّہ شہود پر لانے کی توفیق مل رہی ہے۔
اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی اولاد اور نسل کو بڑھانے کی خوشخبریاں دیں۔

کہا "ہرگز نہیں ہوں گے یہ برباد
بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد"

خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ کے حضور یوں التجا کی۔

اہل وقار ہوویں فخر دیار ہوویں
حق پر نثار ہوویں مولیٰ کے یار ہوویں
بابرگ و بار ہوویں اک سے ہزار ہوویں
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

جبکہ آپؑ کے معاندین آپؑ کی اولاد و نسل کی تباہی اور بربادی کی نہ صرف پیشگوئیاں کرتے رہے بلکہ اپنے خدا سے دعا بھی مانگتے رہے۔ مَیں یہاں صرف ایک معاندِ اسلام و احمدیت پنڈت لیکھرام پشاوری کا ذکر کروں گا۔ جس نے حضرت مصلح موعودؓ والی پیشگوئی کے مقابل پر آپؑ کی نسل کی تباہی اور بربادی کے بارے اپنے خود ساختہ الہامات شائع کیے اور بڑی تعلّی سے یہ اعلان کیا کہ میرا الہام تو یہ کہتا ہے کہ مرزا غلام احمد کی ذریت کا جلد خاتمہ ہو جائے گا۔ پھر لکھا کہ آپ کی ذریت بہت جلد منقطع ہو جائے گی۔ غایت درجہ تین سال تک شہرت رہے گی۔ پھر لکھتا ہے کہ میرا خدا کہتا ہے چند روز تک قادیان میں نہایت ذلّت و خواری کے ساتھ کچھ تذکرہ رہے گا پھر معدوم محض ہو جائے گا۔ پھر بڑی تعلّی سے لکھا کہ ہمارا الہام یہ کہتا ہے کہ لڑکا کیا تین سال کے اندر اندر آپ کا خاتمہ ہو جائے گا اور آپ کی ذریت سے کوئی باقی نہ رہے گا۔

(تیغ دعا از حنیف احمد محمود صفحہ 133-134)

ایک طرف "**خدا رسوا کرے گا تم کو**" کا مصداق لیکھرام چند سالوں میں ہی بیوی، اکلوتا بچہ اور چچا سمیت خود واصلِ جہنم ہوا اور دوسری طرف "**مَیں اعزاز پاؤں گا**" کا مصداق حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ کی نسل کی تعداد ایک ہزار کو چھو رہی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی زندگی میں ہی اپنی اولاد کی اولاد بھی دیکھ لی تھی۔

میری ہر پیشگوئی خود بنادی
تَرِیٰ نَسْلاً بَعِیْدًا بھی دکھادی

1997ء میں جب لیکھرام کی پیشگوئی کو 100 سال پورے ہوئے تھے تو خاکسار نے "تیغِ دعا" کے نام سے 374 صفحات پر مشتمل ایک ضخیم کتاب تصنیف کی تھی۔ جس میں یہ دلچسپ موازنہ تحریر کیا تھا کہ ایک طرف لیکھرام کی نسل کا مکمل خاتمہ ہوا تو دوسری طرف ایک صدی میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ کی اَولاد 522 تک پہنچ چکی تھی۔ جن میں سے صرف 117 تو حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کی اولاد تھی اور 330 افراد پر مشتمل کنبہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کا تھا۔

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالَم کو اک عالَم دکھاتی ہے

دوسری بات جس سے آج خاکسار کو بے حد خوشی محسوس ہو رہی ہے وہ سیدنا وامامنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فرمان کی تعمیل ہے آپؐ فرماتے ہیں کہ

”جس شخص نے ایک مومن کی تاریخ لکھی گویا اُسے زندہ کر دیا اور جس نے یہ تاریخ پڑھی گویا اُسے اس مومن کی زیارت نصیب ہوئی۔“

(الاعلان بالتوبیخ، صفحہ 28، تالیف حضرت حافظ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی)

اس عظیم خوشی کی خبر اور ثواب میں میرے ساتھ مکرمہ عائشہ منصور چوہدری اور مکرم زاہد محمود برابر کے شریک ہیں بلکہ مکرمہ عائشہ منصور چوہدری کی تحریر کا تو معتدبہ حصہ تعاون کی صورت میں شامل حال رہا۔ جہاں تک اس ارشاد نبویؐ کے دوسرے حصے یعنی ”جس نے یہ تاریخ پڑھی گویا اُسے اس مومن کی زیارت نصیب ہوئی“ کا تعلق ہے ہم امید رکھتے ہیں کہ اس کتاب میں 67 مؤمنین و مؤمنات کی تاریخ پڑھنے سے ہزاروں قارئین کو اِن نیک اور پاکیزہ بزرگوں کی زیارت نصیب ہو گی، جن میں سب سے بزرگ ہستی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام ہیں۔ اے اللہ! تو ایسا ہی کر۔ آمین

جماعت احمدیہ میں خلفائے کرام نے اپنے اپنے خاندانوں کی تاریخ مدوّن کرنے کی تحریکات فرمائیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ کرامؓ کے حالاتِ زندگی مدوّن کرنے کی تحریک فرمائی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے اپنے خاندان کے بزرگوں کی تاریخ اکٹھا کرنے کی تحریک یوں فرمائی کہ

"ہر خاندان کو اپنے بزرگوں کی تاریخ اکٹھا کرنے کی طرف متوجہ ہونا چاہیے اور اس تاریخ کو ان کی بڑائی کے لیے شائع کرنے کی خاطر نہیں بلکہ اپنے آپ کو بڑائی عطا کرنے کے لیے، اِن کی مثالوں کو زندہ کرنے کے لیے اِن کے واقعات کو محفوظ کریں اور پھر اپنی نسلوں کو بتایا کریں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو تمہارے آباؤ اجداد تھے"

(خطبات طاہر جلد 8 صفحہ 176-178)

پھر ایک موقع پر فرمایا کہ

"چاہیے کہ اپنے خاندان کا ذکرِ خیر اپنی آئندہ نسلوں میں جاری کریں...سب سے زیادہ زور اس بات پر ہونا چاہیے کہ آنے والی نسلوں کو اپنے بزرگ آباؤ اجداد کے اعلیٰ کردار اور اعلیٰ اخلاق کا علم ہو، ان کی قربانیوں کا علم ہو"

(خطبہ جمعہ 30 اپریل 1993ء)

ہمارے موجودہ پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

"حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیاری جماعت میں ایسے ہزاروں لاکھوں نمونے بکھرے پڑے ہیں... جنہوں نے اپنے اخلاص اور قربانیوں کے بڑے اعلیٰ معیار قائم کیے ہیں۔ بہت سے ایسے ہیں جن کے وفا، اخلاص، تعلق، محبت، اطاعت کے واقعات سامنے نہیں آئے۔ یہ لوگ خاموشی سے آئے اور محبت و تعلق، وفا اور اطاعت کی مثالیں رقم کرتے ہوئے خاموشی سے چلے گئے۔ ایسے مخلصین کی اولادوں کو چاہیے کہ اپنے بزرگوں کے واقعات قلمبند کریں"

(خطبات مسرور جلد اول صفحہ 412-413)

حضورِ ایدہ اللہ تعالیٰ نے پیشخبری سناتے ہوئے فرمایا:

"یاد رکھیں! جب تک یہ مثالیں قائم ہوتی رہیں گی زمینی مخالفتیں ہمارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتی"

(خطبات مسرور جلد اول صفحہ 413)

ہم سب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روحانی اولاد ہیں۔ لہذا آپؑ اور آپؑ کی جسمانی اولاد کی سیرت نگاری پر یہ ایک حقیر سی ادنیٰ کوشش کی گئی ہے۔ اس جلد میں 60 تقاریر شامل ہیں تاہم بعض

تقاریر میں میاں اور بیوی دونوں کے حالات بیان ہوئے ہیں اس طرح اس جلد میں 67 بزرگوں کے حالات زندگی شامل ہوئے ہیں جبکہ جلد دوم میں مزید 40 بزرگوں کے حالات زندگی بیان ہوں گے۔

اِنْ شَاءَ اللہ۔ وباللہ التوفیق

اس کتاب کا خوبصورت اور دیدہ زیب ٹائٹل مکرم فضل عمر شاہد آف لٹویا نے تیار کیا ہے۔ اس کے علاوہ معاونین و معاونات میں مکرمہ امۃ الباری ناصر آف امریکہ، مکرم نصیر احمد باجوہ آف جرمنی، مکرم منہاس محمود آف جرمنی شامل ہیں نیز جن احباب وخواتین کے مضامین سے تقاریر کی تیاری میں مدد لی گئی ہے وہ بھی شکریہ کے مستحق ہیں۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ خیراً

ہم امید رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یہ الفاظ آپ کی جسمانی اور روحانی نسل کے حق میں تاابد پورے ہوں۔

"میرا تو اعتقاد ہے کہ ایک آدمی باخدا اور سچا متقی ہو تو اُس کی سات پشت تک بھی خدا رحمت اور برکت کا ہاتھ رکھتا اور ان کی خود حفاظت فرماتا ہے"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 182)

جب یہ تقاریر لکھی اور شیئر کی جارہی تھیں تو بہت سے احبابِ جماعت نے اِن کو پسند فرمایا اور سراہتے رہے حتّٰی کہ ایک خاتون نے لکھا کہ اِن بزرگ ہستیوں میں سے کچھ کے متعلق بعض قیمتی معلومات پہلی بار نظروں سے گزر رہی ہیں۔ مکرم قمر احمد ظفر جرمنی سے لکھتے ہیں:

"آپ کی جانب سے روزانہ کی بنیاد پر لکھے جانے والے مضامین نہ صرف جماعتی تاریخ کے بند دریچوں کو وا کررہے ہیں بلکہ خاندانِ اقدس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اہلِ بیت اور دیگر بزرگانِ دین کی سیرت و کردار کو اُجاگر کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ ہر مضمون ایسا محسوس ہوتا ہے گویا ماضی کی کسی درخشاں قندیل کے سامنے کھڑے ہو کر اُس کے انوار سے دل و دماغ کو روشن کیا جارہا ہو... یہ مضامین دل کو ایمان کی حلاوت بخشتے ہیں اور ذہن کو جماعتی تاریخ کی اہمیت کا ادراک عطا کرتے ہیں۔"

مکرم عامر احمد طارق خان صاحب تحریر کرتے ہیں:

"مکرم ابوسعید حنیف احمد محمود نے علمی جدت کا کام شروع کیا ہے یہ صرف انہی کا خاصا ہے کہ آلِ مسیح پر ایک ایک پر مختصر سیرت و سوانح ایک ایک شخص کی اٹھانا اور اس پر کام کرنا۔ یہ ذہن میں جو خیال ہے یہ

بہت مبارک اور عمدہ ہے۔ آپ کے متعلق یہ تعارفی کلمات اور جذبات کو مَیں الفاظ میں ڈھالنا چاہتا تھا لیکن مجھے خیال آیا کہ پتہ نہیں مشاہدات میں آپ اس کی اجازت دیں یا نہ دیں لیکن خواہش تو تھی اور ہے۔"

میرا اپنا ذاتی تعلق افرادِ خاندان سے بہت گہرا رہا ہے لیکن بعض معلومات اور اِن کی خوبیوں اور اِن بزرگوں کے اندر چُھپے اوصاف سے جان کاری حاصل کر کے اپنے ایمان و ایقان کو بڑھانے کی نہ صرف کوشش کی بلکہ اپنے اندر اِن خوبیوں کو جگہ دینے کے لئے اللہ کے حضور بدستِ دعا بھی رہا۔ انہی نیک جذبات کا اظہار مکرمہ عائشہ چوہدری اور مکرم زاہد محمود میرے سے کرتے رہے۔

یہ سال نو کا قارئین کی خدمت میں پہلا تحفہ ہے۔ گر قبول افتد زہے عزو شرف

یہ "مشاہدات" کے سلسلہ کی 16ویں کتابی کاوش ہے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ط اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

خاکسار

ابوسعید حنیف احمد محمود۔ برطانیہ

(شاہد۔ عربی فاضل، مربّی سلسلہ)

(سابق ایڈیٹر روزنامہ الفضل ربوہ و الفضل آن لائن لندن و نائب ناظر اصلاح و ارشاد مرکزیہ)

یکم ر جنوری 2025ء

ویب سائیٹ: www.mushahedat.com

فون نمبر: +44 73 7615 9966

تقاریر کے حوالے سے چند باتیں

1. خاکسار نے جو تقاریر تیار کیں وہ سات سے آٹھ منٹ دورانیہ کی ہیں اس میں نیت یہ تھی کہ جماعتی و ذیلی تنظیموں کے تربیتی و تبلیغی اجلاسات میں پڑھی جاسکیں۔

2. جہاں تک مقابلہ جات کی تقاریر کا تعلق ہے ان میں ان تقاریر کو ذرا مختصر کر کے حسب پروگرام کی جاسکتی ہیں کیونکہ چھوٹی تحریر کو بڑا کرنا قدرے مشکل ہوتا ہے جبکہ بڑی یا لمبی تحریر بآسانی مختصر کی جاسکتی ہے۔

3. بعض دوست جب کسی عنوان کے تحت تقریر کا مطالبہ کرتے ہیں تو ان کو وہ تقریر عنوان کی قدرے تبدیلی سے جب بھجوائی جاتی ہے وہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ وہ عنوان تو نہیں ہے جبکہ عنوان تبدیل کر کے اگر وہی تقریر کر دی جائے تو وہ عین درست ہوتا ہے جیسے آنحضورؐ کا عفو کا مقام اور آنحضورؐ اور غصہ نہ کرنے کی تعلیم۔

4. تقریر کرتے وقت صاحب صدر یا سامعین کو مخاطب کرتے موقع و محل کو مد نظر رکھنا چاہئے کیونکہ صاحب تحریر کے مد نظر بھائی اور بہنیں دونوں ہوتی ہیں۔ اس طرح مخاطب ضمیر بھی بدل جائے گی۔

5. اور سب سے ضروری بات یہ ہے کہ تقریر خود تیار کرنے کی کوشش کیا کریں۔ اس سے کتب بینی کا بھی موقع میسر آتا ہے۔ مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ کی بھی توفیق ملتی ہے۔ عنوان کو ذہن میں رکھ کر درود شریف اور دعائے قرآنیہ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ بار بار پڑھیں۔ اپنے خدا سے مدد مانگیں اور اگر ممکن ہو تو صدقہ بھی دیں۔ اللہ تعالیٰ مضمون سلجھا دے گا اور تقریر لکھنے میں الٰہی مدد و نصرت بھی ملے گی۔

یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات" بر مشتمل تقاریر

1۔ جماعت احمدیہ و ذیلی تنظیموں کے عہد اور ہماری ذمہ داریاں

2۔ تقاریر سیرت و شمائل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

3۔ 100 تقاریر برائے ممبرات لجنہ اماء اللہ بر موقع صد سالہ جوبلی

4۔ 52 علامات 52 تقاریر بابت پیشگوئی مصلح موعود

5۔ 50 تقاریر بر موقع یوم مسیح موعودؑ

6۔ 30 دروس بابت رمضان المبارک

7۔ 50 تقاریر بر موقع یوم خلافت (حصہ اول)

8۔ 25 تقاریر بابت انفاق فی سبیل اللہ

9۔ 65 تقاریر برائے انصار اللہ

10۔ 20 تقاریر بابت محرم الحرام

11۔ 25 تقاریر بابت اہل بیت رسولؐ اور اُن کا مقام و مرتبہ

12۔ 50 تقاریر بابت سیرت و شمائل حضرت محمد ﷺ (حصہ دوم)

13۔ 70 تقاریر برائے خدام الاحمدیہ

14۔ 50 تقاریر بابت قرآن کریم (حصہ اول)

15۔ 50 تقاریر بابت اخلاقیات (حصہ اول)

16۔ 60 تقاریر بابت افراد خاندان حضرت مسیح موعودؑ (حصہ اول)

❁❁❁❁

زیر ترتیب کتب

17۔ 50 تقاریر بابت اخلاقیات (حصہ دوم)

18۔ 40 تقاریر بابت افراد خاندان حضرت مسیح موعودؑ (حصہ دوم)

19۔ 20 تقاریر بابت الہامی مصرعے و فقرات

20۔ 50 تقاریر بابت فلسفہ دُعا

21۔ 50 تقاریر بابت عبادات

22۔ 50 تقاریر بابت بچگان (واقفین نو ناصرات اور اطفال)

❁❁❁❁

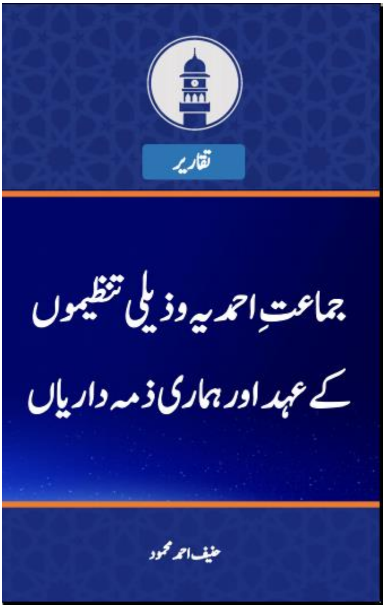
تقاریر
جماعتِ احمدیہ و ذیلی تنظیموں
کے عہد اور ہماری ذمہ داریاں
حنیف احمد محمود

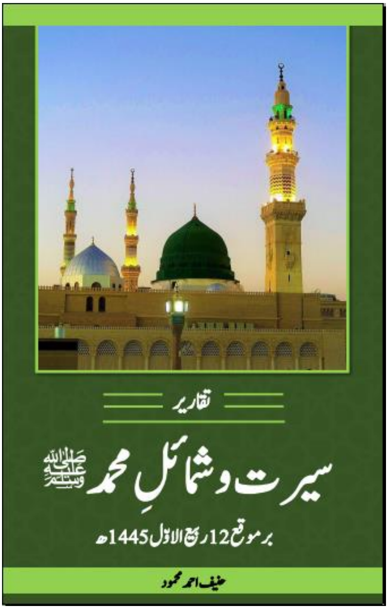
تقاریر
سیرت و شمائلِ محمد ﷺ
بر موقع 12 ربیع الاول 1445ھ
حنیف احمد محمود

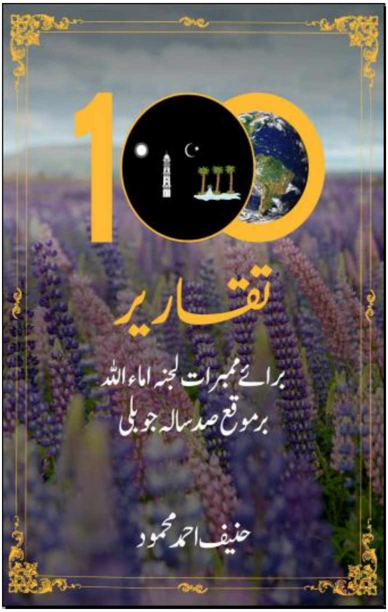
100
تقاریر
برائے ممبرات لجنہ اماء اللہ
بر موقع صد سالہ جوبلی
حنیف احمد محمود

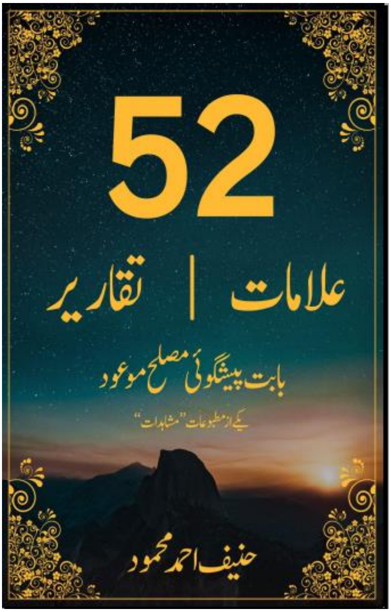
52
علامات | تقاریر
بابت پیشگوئی مصلح موعود
یکے از مطبوعات "مشاہدات"
حنیف احمد محمود

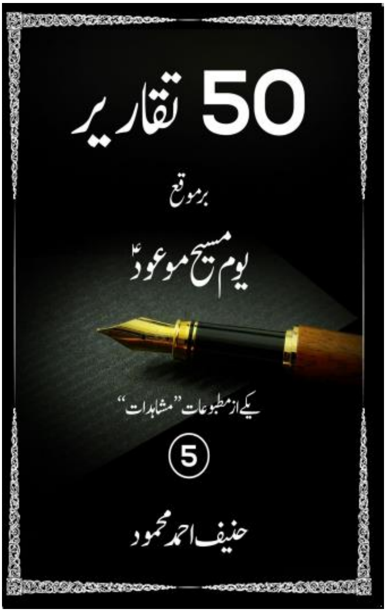
50 تقاریر
برموقع
یوم مسیح موعودؑ
یکے از مطبوعات "مشاہدات"
5
حنیف احمد محمود

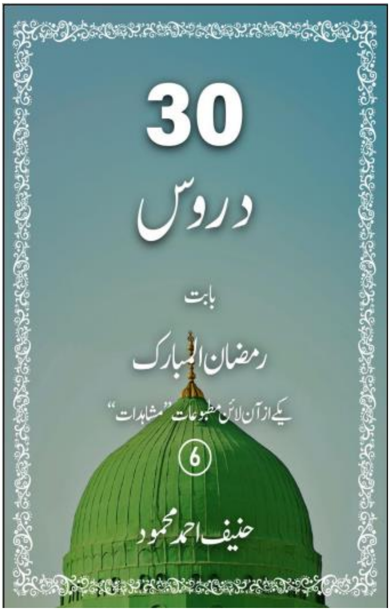
30
دروس
بابت
رمضان المبارک
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
6
حنیف احمد محمود

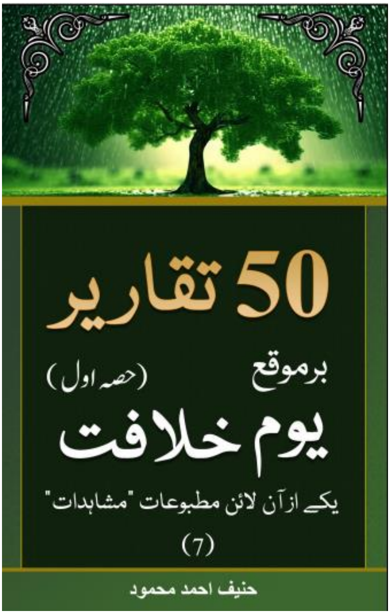
50 تقاریر
برموقع
(حصہ اول)
یوم خلافت
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
(7)
حنیف احمد محمود

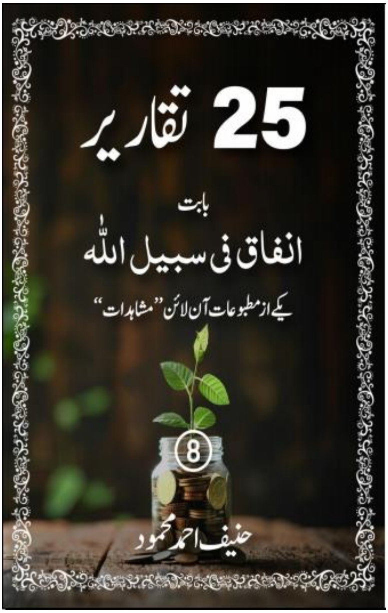
25 تقاریر
بابت
انفاق فی سبیل اللہ
یکے از مطبوعات آن لائن "مشاہدات"
8
حنیف احمد محمود

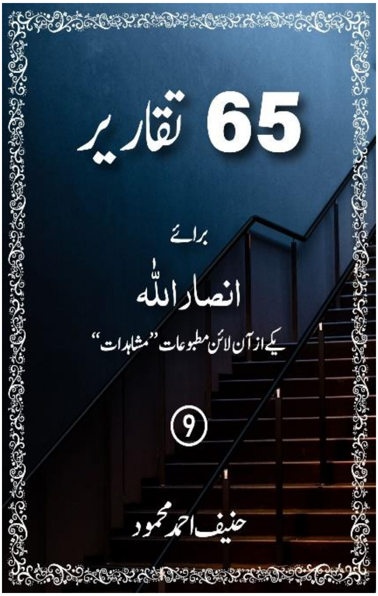
65 تقاریر
برائے
انصار اللہ
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
9
حنیف احمد محمود

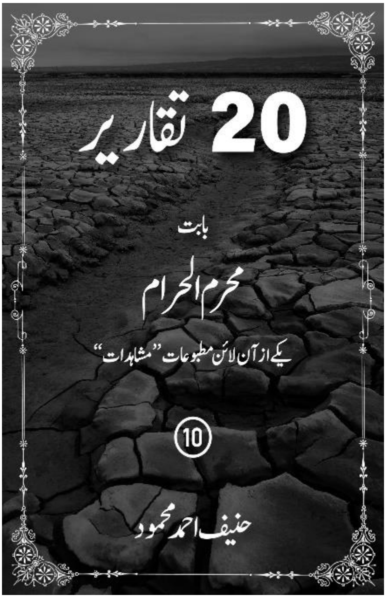
20 تقاریر
بابت
محرم الحرام
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
10
حنیف احمد محمود

25 تقاریر
بابت
اہلِ بیتِ رسولؐ اور اُن کا مقام و مرتبہ
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
11
حنیف احمد محمود

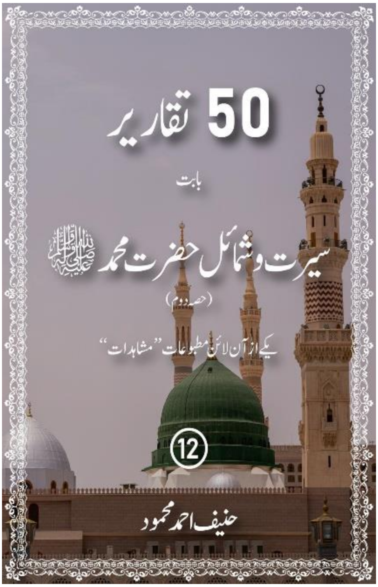
50 تقاریر
بابت
سیرت و شمائل حضرت محمد ﷺ
(حصہ دوم)
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
12
حنیف احمد محمود

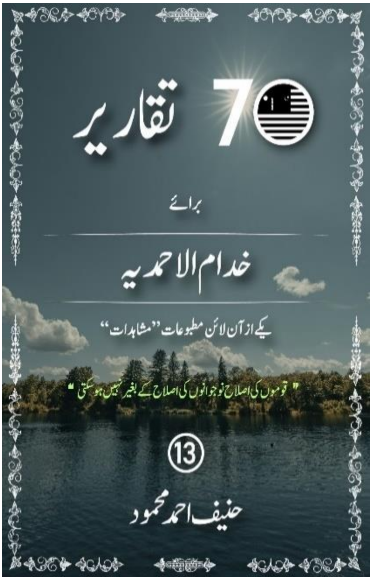
70 تقاریر
برائے
خدام الاحمدیہ
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
" قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی "
13
حنیف احمد محمود

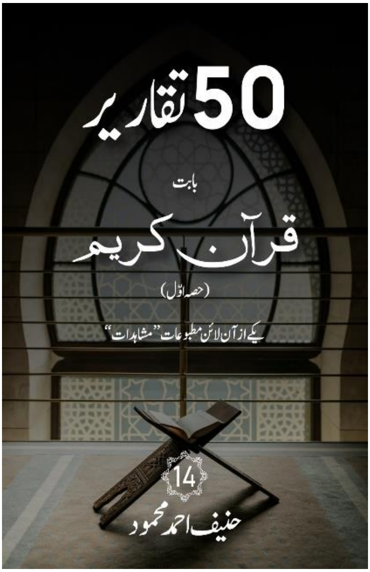
50 تقاریر
بابت
قرآن کریم
(حصہ اوّل)
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
14
حنیف احمد محمود

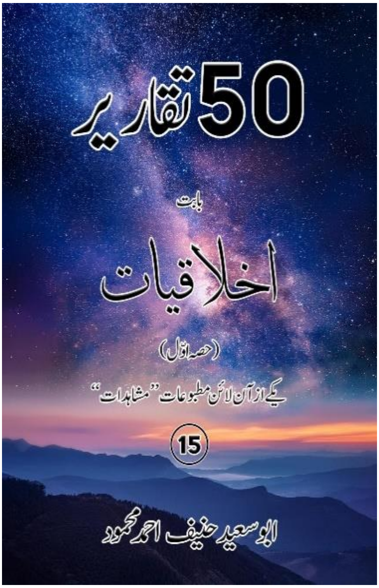
50 تقاریر
بابت
اخلاقیات
(حصہ اوّل)
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
15
ابوسعید حنیف احمد محمود

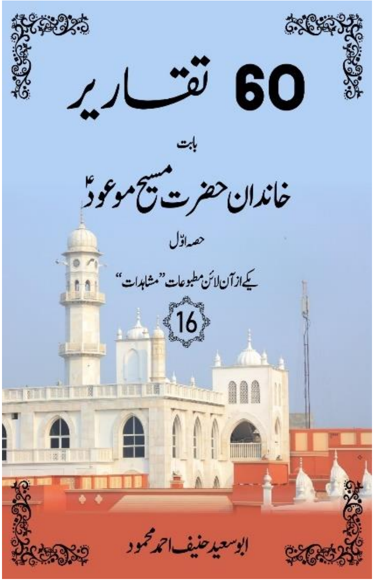
60 تقاریر
بابت
خاندان حضرت مسیح موعودؑ
حصہ اوّل
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
16
ابوسعید حنیف احمد محمود

محفوظ قلعے میں داخل ہونے کی تحریک

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 23 اگست 2024ء میں یہ تحریک فرمائی کہ بڑی عمر کے افراد **200 مرتبہ**، 15 سے 25 سال کے افراد **100 مرتبہ** یہ دعائیں پڑھیں اور چھوٹے بچوں سے والدین **3، 4 دفعہ** دہرائیں

Hazrat Khalifatul Masih V (may Allah be his helper) instructed in his Friday Sermon on August 23rd, 2024, that adults should recite these prayers **200 times**, individuals aged 15 to 25 should recite them **100 times**, and parents should repeat these prayers with young children **three or four times**:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ

پاک ہے اللہ اپنی حمد کے ساتھ۔ پاک ہے اللہ جو بہت عظیم ہے۔ اے اللہ رحمتیں بھیج، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی آل پر۔

Holy is Allah, worthy of all praise and greatness. O Allah, bestow Your blessings upon Muhammad and the people of Muhammad.

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ

100 times daily | 100 دفعہ ورد کریں

میں اللہ اپنے رب سے بخشش طلب کرتا ہوں۔ اور اسی کی طرف جھکتا ہوں۔

I seek forgiveness from Allah, my Lord, for all my sins and turn to Him.

رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِيْ وَانْصُرْنِيْ وَارْحَمْنِيْ

100 times daily | 100 دفعہ ورد کریں

اے میرے رب! ہر ایک چیز تیری خادم ہے۔ اے میرے رب! پس مجھے محفوظ رکھ اور میری مدد فرما اور مجھ پر رحم فرما۔

My Lord, everything is subservient to You! Protect me, help me, and have mercy on me.

ویب سائیٹ: www.mushahedat.com

فون نمبر: +44 73 7615 9966

انڈیکس

صفحہ	عنوان	مشاہدات	نمبر شمار
1	حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ (بانی جماعت احمدیہ)	327	1
13	حضرت مسیح موعودؑ کا حلیہ اور اخلاق و عادات	329	2
17	حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب والدِ ماجد حضرت مسیح موعودؑ	560	3
25	حضرت چراغ بی بی صاحبہ والدہ ماجدہ حضرت مسیح موعودؑ	561	4
30	سیرت حضرت اماں جان نصرت جہاں بیگم رضی اللہ عنہا	493	5
41	حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ	402	6
50	حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی سیرت کے چند درخشندہ پہلو	259	7
65	سیرت حضرت سیّدہ محمودہ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا (حرم اول حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ)	500	8
75	سیرت حضرت سیّدہ امۃ الحئی صاحبہ رضی اللہ عنہا (حرم دوم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ)	501	9
83	سیرت حضرت سیدہ مریم النساء بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا (حرم سوم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ)	502	10
93	سیرت حضرت سیّدہ سارہ بیگم صاحبہ (حرم چہارم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ)	503	11
100	سیرت حضرت سیّدہ عزیزہ بیگم صاحبہ (حرم پنجم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ)	504	12
105	سیرت حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ (حرم ششم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ)	246	13

14	505	سیرت حضرت سیّدہ بُشریٰ بیگم صاحبہ (حرم ہفتم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ)	118
15	495	سیرت حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد رضی اللہ عنہ	124
16	544	حضرت سیّدہ سرور سلطان صاحبہؓ زوجہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ	134
17	496	سیرت حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد رضی اللہ عنہ	141
18	564	حضرت بُو زینب صاحبہؓ زوجہ حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ	151
19	497	سیرت حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا	158
20	562	سیرت حضرت نواب محمد علی خان صاحب رضی اللہ عنہ	168
21	498	سیرت حضرت سیّدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا	176
22	563	سیرت حضرت نواب محمد عبد اللہ خان صاحب رضی اللہ عنہ	187
23	403	حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ	197
24	565	حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ (حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ)	206
25	404	حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ	213
26	566	حضرت سیّدہ آصفہ بیگم صاحبہ (حرم حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)	223
27	567	محترمہ صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ	229
28	578	محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب	237
29	605	محترمہ صاحبزادی امۃ القیوم بیگم صاحبہ	245
30	570	محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب	251
31	640	محترمہ صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ	260

32	641	محترم میاں عبد الرحیم احمد صاحب	266
33	586	محترمہ صاحبزادی امۃ العزیز بیگم صاحبہ	270
34	683	محترم صاحبزادہ مرزا حمید احمد صاحب	275
35	568	محترمہ صاحبزادی امۃ الحکیم بیگم صاحبہ	278
36	622	محترم سیّد داؤد مظفر شاہ صاحب	283
37	582	محترمہ صاحبزادی امۃ الباسط صاحبہ	289
38	610	محترم سید میر داؤد احمد صاحب	296
39	584	محترمہ صاحبزادی امۃ النصیر صاحبہ	305
40	650	محترم پیر معین الدین صاحب	312
41	649	محترمہ صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ	316
42	569	محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب	322
43	668	محترمہ صاحبزادی آمنہ طیبہ صاحبہ زوجہ محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب	328
44	620	محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب	332
45	621	محترمہ صاحبزادی محمودہ بیگم صاحبہ زوجہ محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب	337
46	676	محترم صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب اور زوجہ محترمہ اسماء طاہرہ صاحبہ	343
47	684	محترم صاحبزادہ مرزا حفیظ احمد صاحب اور زوجہ محترمہ سیدہ تنویر الاسلام صاحبہ	349
48	681	محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب وزوجہ محترمہ سیّدہ امۃ السمیع صاحبہ	355
49	585	محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب	361
50	606	محترمہ صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ زوجہ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب	369
51	680	محترم مرزا انور احمد صاحب اور زوجہ محترمہ صاحبزادی صبیحہ امینہ بیگم صاحبہ	377

52	677	محترم صاحبزادہ مرزا اظہر احمد صاحب اور زوجہ محترمہ قیصرہ خانم صاحبہ	383
53	665	محترم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب	389
54	666	محترمہ طاہرہ حنیف صاحبہ زوجہ محترم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب	394
55	674	محترم صاحبزادہ مرزا نعیم احمد صاحب اور زوجہ محترمہ صاحبزادی امۃ المومن صاحبہ	398
56	682	محترم صاحبزادہ مرزا رفیق احمد صاحب اور زوجہ محترمہ سیّدہ فریدہ بیگم صاحبہ	403
57	686	محترم چوہدری ناصر محمد سیال صاحب	407
58	583	محترم صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب	420
59	685	محترمہ صاحبزادی امۃ الشکور صاحبہ	428
60	673	محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب	435

ضروری نوٹ

ہر مقرر یعنی تقریر کرنے والا اپنی تقریر کا آغاز درج ذیل تشہد سے کرے۔

تشہد

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ / خطاب کے آغاز میں تشہد بھی پڑھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جس خطبہ / خطاب میں تشہد نہ ہو وہ یَدِ جَذْمَاء یعنی ایک ٹنڈے (کٹے ہوئے) ہاتھ کی مانند ہے۔
(جامع ترمذی، مشکوۃ المصابیح، باب اعلان النکاح، حدیث نمبر 3015)

اہل وقار ہوویں فخر دیار ہوویں
حق پر نثار ہوویں مولٰی کے یار ہوویں

بابرگ و بار ہوویں اک سے ہزار ہوویں
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

﴿1﴾ ﴿مشاہدات۔327﴾

حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ

(بانی جماعت احمدیہ)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ (المجادلہ:22)

اللہ نے لکھ رکھا ہے کہ ضرور مَیں اور میرے رسول غالب آئیں گے۔ یقیناً اللہ بہت طاقتور (اور) کامل غلبہ والا ہے۔

قوم کے لوگو! اِدھر آؤ کہ نکلا آفتاب
وادیٔ ظلمت میں کیا بیٹھے ہو تم لیل و نہار

سامعین! آج مجھے جلسہ یومِ مسیح موعودؑ پر حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ کے عنوان پر کچھ عرض کرنے کا حکم ہوا ہے۔

بانیٔ جماعتِ احمدیہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا نام مرزا غلام احمد ہے۔ مرزا کا لفظ مغل قوم سے تعلق کی مناسبت سے مستعمل ہے۔ کنیت ابو محمود احمد تھی۔ آپؑ کے والد ماجد کا نام حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحبؒ اور والدہ ماجدہ کا نام حضرت چراغ بی بی صاحبہؒ تھا۔ آپ فارسی الاصل معروف مغل خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ ابن حضرت مرزا غلام مرتضیٰ ابن مرزا عطا محمد ابن مرزا گل محمد صاحب ابن مرزا فیض محمد۔ اور مرزا فیض محمد صاحب سے سلسلہ نسب مرزا ہادی بیگ صاحب تک پہنچتا ہے جو امیر تیمور کے چچا حاجی برلاس کی نسل میں سے تھے۔

(سلسلہ احمدیہ از حضرت مرزا بشیر احمد ایم اے صفحہ 4-7)

سامعین! آخری زمانہ کے مجدد کے بارے تمام سابقہ الہامی کتب میں پیشگوئیاں موجود ہیں جیسا کہ بائبل میں دانیال نبی کی کتاب باب 12 میں اس مجدد کا زمانہ 1290ھ سے 1335ھ کے درمیان ہونے کا ذکر ہے یعنی تیرہویں صدی کا آخر اور چودھویں صدی کا آغاز۔ اسی طرح اسلام میں بھی اس مصلح یعنی مسیح و مہدی کے ظہور پانے کا واضح بیان ملتا ہے۔ قرآن کریم میں سورۃ الجمعہ کی آیت 4 میں مسیح و مہدی کے زمانہ کی تعیین کا بالصراحت ذکر موجود ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الجمعہ کی مذکورہ آیت کے نزول کے وقت حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر مسیح و مہدی کی آمد کی پیشگوئی کرتے ہوئے فرمایا کہ

"جب ایمان ثریاستارے پر اٹھ جائے گا تو اہل فارس میں سے ایک شخص یا فرمایا بہت سے اشخاص ایمان کو دوبارہ دنیا میں قائم کریں گے۔"

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ الجمعہ)

کتب سابقہ، قرآن کریم، احادیث نبویہؐ و اقوالِ بزرگان و علمائے سلف کی بیان فرمودہ تمام نشانیاں آپؑ کے زمانہ مبارک میں پوری ہوئیں اور سورج و چاند کا عظیم الشان نشان آپؑ کے دعویٰ مسیح و مہدی کے بعد ہی پیشگوئی کے عین مطابق وقوع پذیر ہوا اور اس وقت آپؑ کے علاوہ کسی اور مدعی کا موجود نہ ہونا اس بات پر بیّن دلیل ہے کہ آپؑ ہی وہ مسیح و مہدی ہیں جن کے بارہ میں تمام پیشگوئیاں کی گئی تھیں۔ چنانچہ اس مناسبت سے اس مضمون میں چودھویں صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد قادیانی صاحب علیہ السلام کا "مسیح موعود" کے خطاب سے ذکر کیا جائے گا۔

حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ کی ولادت باسعادت 13 فروری 1835ء کو قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور بھارت میں ہوئی۔ علامہ ابن عربیؒ کی پیشگوئی کے مطابق آپؑ کی پیدائش توام صورت میں ہوئی لیکن ساتھ پیدا ہونیوالی لڑکی جلد وفات پا گئی۔

آپؑ کا بچپن نہایت پاکیزہ تھا۔ آپؑ خلوت پسند تھے اور سوچ و بچار کرنے کی عادت تھی۔ ایام طفولیت میں آپؑ کی طبیعت دینی امور کی طرف بہت راغب تھی۔ آپؑ نے بچپن میں تیرنا سیکھا تھا اور کبھی کبھی قادیان کے کچے تالابوں میں تیرا کرتے تھے۔ اسی طرح گھڑ سواری کے ماہر تھے۔ غلیل سے شکار بھی کھیلا

کرتے تھے۔ آپ کئی کئی میل تیز پیدل چلا کرتے تھے جو کہ آپ کا بہترین مشغلہ اور ورزش تھی۔ درستی صحت کی خاطر آپ موگریاں بھی پھیرا کرتے تھے۔ لیکن آپؑ کا محبوب ترین مشغلہ قیام نماز تھا۔

آپؑ اپنے ہم عمر بچوں کو کہا کرتے تھے کہ

''دعا کرو کہ خدا مجھے نماز کا شوق نصیب کرے۔''

اس کے علاوہ آپؑ کو مطالعہ کتب کا بہت شوق تھا۔ حضرت مرزا سلطان احمد صاحبؓ نے بیان کیا

''والد صاحب کا دستور تھا کہ سارا دن الگ بیٹھے پڑھتے رہتے تھے اور ارد گرد کتابوں کا ڈھیر لگا رہتا تھا۔''

(سیرت المہدی جلد اول روایت نمبر 193)

سامعین! آئیں! آپؑ کی ابتدائی تعلیم کے متعلق بھی جان لیں۔ حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام خود ہی اِس حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں:

''بچپن کے زمانہ میں میری تعلیم اس طرح پر ہوئی کہ جب میں چھ سات سال کا تھا تو ایک فارسی خواں معلّم میرے لیے نوکر رکھا گیا۔ جنہوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں مجھے پڑھائیں اور اس بزرگ کا نام فضل الٰہی تھا اور جب میری عمر تقریباً دس برس کے ہوئی تو ایک عربی خواں مولوی صاحب میری تربیت کے لیے مقرر کئے گئے جن کا نام فضل احمد تھا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ چونکہ میری تعلیم خدا تعالیٰ کے فضل کی ایک ابتدائی تخم ریزی تھی اس لیے ان استادوں کے نام کا پہلا لفظ بھی فضل ہی تھا۔ مولوی صاحب موصوف جو ایک دیندار اور بزرگوار آدمی تھے۔ وہ بہت توجہ اور محنت سے پڑھاتے رہے اور مَیں نے صَرف کی بعض کتابیں اور کچھ قواعدِ نَحو اُن سے پڑھے اور بعد اس کے جب مَیں سترہ یا اٹھارہ سال کا ہوا تو ایک اور مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ ان کا نام گل علی شاہ تھا۔ ان کو بھی میرے والد صاحب نے نوکر رکھ کر قادیان میں پڑھانے کے لیے مقرر کیا تھا اور ان آخر الذکر مولوی صاحب سے میں نے نحو اور منطق اور حکمت وغیرہ علومِ مروّجہ کو جہاں تک خدا تعالیٰ نے چاہا حاصل کیا اور بعض طبابت کی کتابیں مَیں نے اپنے والد صاحب سے پڑھیں اور وہ فن طبابت میں بڑے حاذق طبیب تھے اور ان دنوں میں مجھے کتابوں کے دیکھنے کی طرف اس قدر توجہ تھی کہ گویا مَیں دنیا میں نہ تھا۔''

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 179 تا 181 حاشیہ)

سامعین! جوانی کی عمر میں بھی حضرت مسیح موعودؑ کا زیادہ تر وقت مسجد میں قیام اور مطالعہ میں گزرتا تھا۔ نماز کی ادائیگی آپ کا اولین فریضہ تھا۔ قرآن کریم کی تلاوت اور اس پر غور و تدبر بہت زیادہ کرتے تھے۔ سفر و حضر میں کوئی موقع مطالعہ قرآن کا نہ چھوڑتے حتیٰ کہ آپؑ کے والد محترم آپ کو ''مسیتڑ'' کہا کرتے تھے اور فکرمند ہو جاتے کہ آپؑ اپنے اس شغف کی وجہ سے اپنی جان نہ کھو بیٹھیں۔ اندازاً 1850ء یا 1851ء میں آپؑ کی شادی حرمت بی بی صاحبہ سے ہوئی لیکن یہ شادی زیادہ دیر نہ چل سکی۔ اس شادی سے آپؑ کے دو فرزند صاحبزادہ مرزا فضل احمد صاحب اور حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب پیدا ہوئے۔

آپؑ کے والدِ محترم کے مسلسل اصرار اور فرمانبرداری میں اپنی طبیعت کے منافی زمینداری کے کام کی نگرانی میں کچھ عرصہ مصروف رہے اور خاندانی جائیداد کے تنازعات کے مقدمات کی پیروی کرنے لگے۔ اس سلسلہ میں آپ کو ڈلہوزی اور لاہور تک سفر کرنے پڑے۔ لیکن اس دور مقدمات میں بھی آپ نے کبھی اپنی نماز قضا نہ ہونے دی۔ پھر والدِ محترم کی خواہش پر سیالکوٹ میں دفتر ضلع میں کم و بیش چار سال سرکاری ملازمت بھی کی۔ ان چار سالوں میں آپؑ کی مصروفیات میں ملازمت کی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے علاوہ عبادتِ الٰہی، تلاوتِ قرآن کریم، درس و تدریس و خدمتِ خلق، بزرگوں سے ملاقات، علمی و دینی گفتگو، مذہبی مناظرے اور علمی مجالس عرفان شامل رہیں۔ 1867ء میں آپؑ کے والدِ ماجد نے آپؑ کی والدہ ماجدہ کی بیماری پر ملازمت سے استعفیٰ دے کر واپس چلے آنے کا پیغام بھجوایا۔ واپسی پر راستہ میں ہی آپؑ کو والدہ محترمہ کی وفات کی خبر ملی۔ آپؑ کے والد ماجد کی وفات جون 1876ء میں ہوئی۔

سامعین! 1857ء کے بعد سے ہندوستان میں عیسائیت بڑی تیزی سے پھیلنے لگی اور چوٹی کے مسلمان علماء بھی عیسائیت کی آغوش میں آکر پادری بن گئے۔ جیسا کہ آگرہ کی شاہی مسجد کے امام خطیب مولوی عمادالدین صاحب ریورنڈ مولوی عمادالدین کہلائے۔ پادری مولوی رجب علی، پادری مولوی سید احمد شاہ، پادری سلطان محمد خان، پادری عبد الحق، پادری عبد اللہ آتھم، اور پادری حافظ احمد مسیح دہلوی سب مسلمان مولوی تھے۔ چنانچہ صلیبیت کا ہر طرف دور دورہ تھا۔ یہی وہ زمانہ تھا جس کے بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح و مہدی کی آمد کی پیشگوئی فرمائی۔ مسلمان اسلام کو اس فتنے سے بچانے کے لیے نجات

دہندہ اور مسیحا کے منتظر تھے۔ ایسے وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے عین مطابق قوم سلمانؓ سے ایک رجل فارس میدان میں آیا جس نے ایمان کو ثریا سے لاکر دنیا میں قائم کیا اور زندہ مذہب اسلام کی حقانیت اور صداقت کو تمام ادیان باطلہ پر ثابت کر دکھایا اور دشمنانِ اسلام کو چاروں شانے چِت کر دیا۔ وہ جری اللہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی موعودؑ تھے۔ جنہوں نے 1882ء کے اوائل میں مسجد اقصیٰ میں ایک کشف دیکھا کہ ایک باغ لگایا جارہا ہے اور آپؑ اس کے مالی مقرر ہوئے ہیں۔ یہی وہ مبارک دور تھا جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق آپؑ نے قلمی جہاد شروع فرمایا اِسے ہی جہاد قرار دیا کیونکہ اس دور میں عیسائی، ہنود، آریہ وغیرہ اسلام کے خلاف لٹریچر شائع کرکے اپنے اپنے مذہب کا پرچار کررہے تھے اور اسلام اور بانیٔ اسلام کے خلاف قسما قسم کے ناجائز الزامات اور موشگافیوں میں مصروف تھے۔ عیسائیت کی تبلیغ کا بنیادی مرکز پنجاب تھا۔ ان نازک حالات میں حضرت مسیح موعودؑ نے براہین احمدیہ جیسی معرکۃ آراء تصنیف میں اسلام اور بانیٔ اسلام کی صداقت کے سینکڑوں ثبوت پیش کیے اور زندہ خدا کے زندہ نشانات دکھانے کی تمام اہل دنیا کو دعوت دی۔ آپؑ نے کیا ہندو، کیا آریہ، کیا عیسائی، سب مخالفین کو چیلنج دیا کہ وہ اسلام پر اپنے مذہب کی برتری ثابت کر دکھائیں۔ لیکن کسی کو اتنی ہمت نہ ہوئی کہ وہ آپؑ کے اس چیلنج کو قبول کرتا۔

سامعین! آپؑ کو رؤیا میں زیارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ تو 1864ء سے شروع ہو چکا تھا۔ اس رؤیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دینی کتاب آپؑ کے ہاتھ سے لی جو فوراً میوہ بن گئی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تقسیم کرنے کے لیے قاش کرنا چاہا تو اس میں سے اس قدر شہد بہنے لگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مرفق تک شہد سے بھر گیا اور ایک مردہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ سے زندہ ہو گیا۔ پھر براہین احمدیہ حصہ سوم کا حاشیہ تحریر فرمانے کے دوران حالت کشف میں آپؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیارت و معانقہ کا شرف پایا اور دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے نور کی کرنیں نکل نکل کر آپؑ کے اندر داخل ہورہی ہیں۔ اس کے بعد آپؑ پر الہام الٰہی کا سلسلہ بکثرت شروع ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ماموریت کا پہلا الہام نازل ہوا۔

سامعین! حضرت مسیح موعودؑ نے مارچ 1885ء میں اللہ تعالیٰ سے حکم پاکر اپنے مامور اور مجدد وقت ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ حضرت قادر مطلق جل شانہ کی طرف سے مامور ہوئے ہیں تا نبی ناصری اسرائیلی (مسیح) کی طرف پر کمال مسکینی، فروتنی، غربت و تذلل و تواضع سے اصلاح خلق کے لیے کوشش کریں نیز یہ کہ آپ کو جنابِ الٰہی سے یہ علم بھی دیا گیا ہے کہ آپ مجدد وقت ہیں اور روحانی طور پر آپ کمالات مسیح ابن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں اور آپؑ کو خواص انبیاء ورسل کے نمونہ پر محض بہ برکت ومتابعت حضرت خیر البشر وافضل الرسل صلی اللہ علیہ وسلم ان بہتوں پر اکابر اولیاء سے فضیلت دی گئی ہے کہ جو آپ سے پہلے گزر چکے ہیں۔

(تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 253)

اُدھر آپؑ کے معتقدین اور مخلصین کے دلوں میں آپ کی بیعت کی تحریک جاری تھی۔ لدھیانہ کے ایک بزرگ حضرت صوفی احمد جان صاحب جو حضرت مسیح موعودؑ پر حُسنِ اعتقاد رکھتے تھے نے فرمایا:

ہم مریضوں کی ہے تمہی پہ نظر
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

اسی طرح مولوی عبد القادر صاحب کے حضرت اقدسؑ سے بیعت لینے پر آپؑ کا یہی جواب ہوتا: لَسْتُ بِمَاْمُوْرٍ (یعنی میں مامور نہیں ہوں) لیکن یکم دسمبر 1888ء کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیعت لینے کا واضح حکم پر آپؑ نے ''تبلیغ'' کے نام سے اشتہار میں بیعت کا اعلان فرمایا۔ اس اعلان میں حضرت مسیح موعودؑ نے بیعت کے لیے معین رنگ میں کوئی خاص شرائط تحریر نہیں فرمائی تھیں۔ مگر جب حضرت مصلح موعودؓ کی 12 جنوری 1889ء کو ولادت ہوئی تو آپؑ نے 12 جنوری 1889ء کو تکمیل تبلیغ کا اشتہار تحریر فرمایا اور اس میں دس شرائط بیعت تجویز فرمائیں۔ اس لحاظ سے جماعت احمدیہ اور پسر موعود حضرت مصلح موعودؓ کی پیدائش توام (جڑواں) ہے۔

سامعین! 1890ء کے آخر میں حضرت مسیح موعودؑ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ منکشف ہوا کہ حضرت مسیح ناصری جن کے متعلق مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ وہ آسمان پر زندہ ہیں اور آخری زمانہ میں دوبارہ دنیا میں

نزول فرمائیں گے وہ وفات پا چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو ان کا مثیل بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ چنانچہ آپؑ نے اپنی دو کتب میں حضرت مسیح ناصری کے آسمان سے بجسد عنصری نزول کے عقیدہ کا ردّ کر کے وفات مسیح ثابت کرتے ہوئے اپنے دعویٰ مسیحیت کا اعلان فرمایا۔ جس پر آپؑ کی مخالفت کا آغاز ہوا اور مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب آگ بگولا ہو کر آپؑ کی مخالفت کے درپے ہو گئے اور ہندوستان کے علماء کے پاس جا کر اس کے حق میں فتاویٰ حاصل کیے۔ اِس فتاویٰ تکفیر کی وجہ سے مسلمانوں میں ایک ہیجانی کیفیت پیدا ہو گئی اور ان مخالف علماء نے حضرت مسیح موعودؑ کی مخالفت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اور ہر قسم کی مخالفت میں پیش پیش رہے حتیٰ کہ قتل تک کی سازش کی گئی لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک برگزیدہ نبی کو ان تمام ناپاک منصوبوں سے محفوظ رکھا۔ اِن حالات میں حضرت مسیح موعودؑ نے 20 مئی 1891ء کو پادریوں کے لیے وفات مسیح کے بارہ میں تبادلہ خیالات کی دعوت کا اشتہار دیا۔ لیکن آپ کے مقابل پر کوئی پادری نہ آیا۔

اُدھر آپؑ نے 26 مارچ 1891ء کو ہندوستان کے معروف علماء کو تحریری مباحثہ کی دعوت اور چیلنج دیا کہ اگر میرا دعویٰ قال اللہ اور قال الرسولؐ کے خلاف ہے اور ایک عام جلسہ میں آپ مجھ سے تحریری مباحثہ نہ کریں تو آپ اللہ تعالیٰ اور اس کے راستباز بندوں کی نظر میں مخالف ٹھہریں گے۔ لیکن کسی مولوی نے آپ کے اس چیلنج کو قبول نہ کیا۔ البتہ بعد میں مولوی محمد حسین بٹالوی نے لدھیانہ آکر شور مچایا کہ مرزا صاحب کو چاہیے کہ مجھ سے مباحثہ کر لیں۔ حضرت مسیح موعودؑ تو پہلے ہی دعوت مباحثہ دے چکے تھے۔ چنانچہ مباحثہ لدھیانہ 20 سے 29 جولائی 1891ء دس روز تک جاری رہا۔ لدھیانہ کے لوگوں نے وفات و حیات مسیح پر بحث کرنے پر اصرار کیا اور حضرت مسیح موعودؑ نے بھی یہی فرمایا کہ مباحثہ وفات وحیات مسیح پر ہونا ضروری ہے لیکن مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب اس موضوع کی طرف آنا ہی نہیں چاہتے تھے۔ پس وہ اس طرف نہ آئے اور مولوی صاحب کو اس مباحثہ میں شکستِ فاش ہوئی۔ تب 12 کتوبر 1891ء کو حضرت مسیح موعودؑ نے شیخ الکل مولوی سید نذیر حسین صاحب اور شمس العلماء مولوی عبد الحق صاحب حقانی کو تحریری بحث کی دعوت دی اور حلفیہ اقرار بھی کیا کہ اگر اس بحث میں مَیں غلطی پر ثابت ہوا تو اپنے اس دعویٰ سے دستبردار ہو جاؤں گا۔ لیکن ان دونوں علماء نے معذرت کر لی۔ آپؑ

چونکہ حق پر تھے اور تائید الٰہی ساتھ تھی اِس لئے دسمبر 1891ء میں آپؑ نے تمام علماء، مولویوں، صوفیاء، پیروں، سجادہ نشینوں وغیرہ کو روحانی مقابلہ کی دعوت دی اور فرمایا کہ اگر ایک سال کے عرصہ میں کوئی فریق وفات پا جائے تب بھی وہ مغلوب سمجھا جائے گا۔

سامعین! یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ مامورین کے مخالفین ہمیشہ خائب و خاسر ہی ہوئے ہیں۔ اس زمانہ کے مامور حضرت مسیح موعودؑ کے مخالفین کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا۔ آپؑ کو الہام ہوا تھا کہ اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ چنانچہ آپؑ کے تمام مخالفین آپؑ کے زندگی میں ہی ناکام و نامراد ہوئے اور اشد مخالفین اپنے انجام کو پہنچے جن کا تفصیلی ذکر جماعتی لٹریچر میں موجود ہے۔ اس کے بالمقابل اللہ تعالیٰ نے اپنے مامور کے متبعین کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ فرمایا اور جماعت کو غیر معمولی ترقیات سے نوازا اور حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ اسلام کا احیائے نو ہوا اور اسلام کا پیغام دنیا کے کونوں تک پہنچا اور بادشاہوں نے اس سے برکت حاصل کی۔

سامعین! 1894ء میں ماہ رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی اور صلحائے امت کی پیش خبریوں کے عین مطابق چاند اور سورج گرہن کا نشان ظاہر ہوا جو حدیث میں بیان کردہ تاریخوں کے عین مطابق تھا۔ اس نشان کا ہر خاص و عام نے تذکرہ کیا اور اس کے نتیجہ میں ایک کثیر تعداد نے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کی سعادت پائی۔ حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت میں اور بھی کثیر تائیدی نشانات ظہور میں آئے جن میں زلازل کا آنا، طاعون اور دُم دار ستارہ کا طلوع ہونا اور شہب ثاقبہ کا گرنا اور ذرائع رسل ورسائل کا ایجاد ہونا، اونٹوں کا سواری کے لیے استعمال ترک ہونا اور نئی ایجادات کا ظہور پذیر ہونا وغیرہ شامل ہیں۔

سامعین! اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو 1881ء میں نئی شادی کی بشارت عطا فرمائی۔ چنانچہ 1884ء میں آپؑ کی دوسری شادی حضرت میر ناصر نواب صاحب دہلوی کی صاحبزادی حضرت نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ سے ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے موعود کے بارے میں کہ وہ شادی کرے گا اور اس کی اولاد بھی ہوگی کی پیشگوئی فرما رکھی تھی چنانچہ اُمّ المؤمنین حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کے بطن سے حضرت مسیح موعودؑ کے پانچ صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔

1۔ صاحبزادی عصمت

2۔ بشیر اول

3۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفة المسیح الثانیؓ

4۔ صاحبزادی شوکت

5۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے

6۔ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ

7۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ

8۔ حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب

9۔ صاحبزادی امة النصیر صاحبہ

10۔ حضرت صاحبزادی امة الحفیظ بیگم صاحبہؓ

حضرت مسیح موعودؑ کی یہ تمام اولاد مبشر اولاد تھی ان سب کی پیدائش سے قبل الٰہی بشارات دی گئی تھیں۔

حاضرین کرام! 1905ء میں اللہ تعالیٰ نے جب حضرت مسیح موعودؑ کو وفات کے متعلق پیشگی خبر دی اور اس بارہ میں مختلف رؤیا اور الہامات ہوئے۔ ان الٰہی خبروں کی بناء پر آپؑ نے 20 دسمبر 1905ء کو رسالہ ”الوصیت“ میں ان الہامات کا ذکر فرماکر جماعت کو اپنے اندر ایک روحانی انقلاب پیدا کرنے کی تلقین فرمائی اور اپنے بعد قدرت ثانیہ یعنی نظام خلافت کے قیام کی بشارت دی۔

اب مَیں سامعین کو آپؑ کے آخری سفر لاہور کی روئیداد سنانے کی طرف ہوں آپؑ 27 اپریل 1908ء کو قادیان سے لاہور اپنی اہلیہ محترمہ کے علاج کے لئے روانہ ہوئے۔ چونکہ آپؑ کو وفات کی اطلاعیں بار بار مل رہی تھیں اِس لئے آپؑ دن رات اشاعت اسلام میں مصروف ہوگئے۔ زائرین کو شرف ملاقات بخشتے، مجالس عرفان میں پُر معارف نکات بیان فرماتے۔ تمام مذاہب کے رؤساء اور سیاسی لیڈروں اور مذہبی رہنماؤں نے آپؑ سے فیض پایا۔ سعید فطرت لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی سعادت پائی۔ 17 مئی 1908ء کو لاہور کے رؤساء و امراء، وکلاء و بیرسٹروں اور اخبارات کے ایڈیٹروں کو دعوت پر مدعو کیا گیا جس میں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے دعویٰ نبوت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

”میرا دعویٰ صرف یہ ہے کہ موجودہ مفاسد کے باعث خدا نے مجھے بھیجا ہے اور میں اس امر کا اخفاء نہیں کر سکتا کہ مجھے مکالمہ مخاطبہ کا شرف عطا کیا گیا ہے اور خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے اور کثرت سے ہوتا ہے۔ اس کا نام نبوت ہے مگر حقیقی نبوت نہیں..... یہ تو نزاع لفظی ہے۔ کثرت مکالمہ مخاطبہ کو دوسرے الفاظ میں نبوت کہا جاتا ہے۔ دیکھو حضرت عائشہؓ کا یہ قول کہ قُوْلُوْا اَنَّہٗ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اس امر کی وضاحت کرتا ہے۔ نبوت اگر اسلام میں موقوف ہو چکی ہے تو یقین جانو کہ اسلام بھی مر گیا اور پھر کوئی امتیازی نشان بھی نہیں ہے۔“

(الحکم 14 جولائی 1908ء صفحہ 12 کالم نمبر 1-2)

پھر اِس کی وضاحت کرتے ہوئے شائع کروایا کہ

”اللہ نے میرا نام نبی رکھا ہے سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کر سکتا ہوں۔ میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک جو اس دنیا سے گزر جاؤں۔ مگر میں ان معنوں سے نبی نہیں ہوں کہ گویا میں اسلام سے اپنے تئیں الگ کرتا ہوں یا اسلام کا کوئی حکم منسوخ کرتا ہوں۔ میری گردن اس جوئے کے نیچے ہے جو قرآن شریف نے پیش کیا اور کسی کی مجال نہیں کہ ایک نقطہ یا شعشہ قرآن شریف کا منسوخ کر سکے۔“

(بدر 11 جون 1908ء صفحہ 10 کالم 1-2)

25 مئی 1908ء کو آپؑ نے جو آخری تقریر کی اس کے آخر میں فرمایا:

”عیسیٰ کو مرنے دو کہ اس میں اسلام کی حیات ہے۔ ایسا ہی عیسیٰ موسوی کی بجائے عیسیٰ محمدی آنے دو کہ اس میں اسلام کی عظمت ہے۔“

(بدر 11 جون 1908ء، الحکم 18 جولائی 1908 صفحہ 7-8)

25 مئی 1908ء کو حضرت مسیح موعودؑ کی طبیعت ناساز ہوئی اور 26 مئی 1908ء بروز منگل تہتر سال کی عمر میں آپؑ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپؑ کے آخری الفاظ یہ تھے کہ

”اللہ میرے پیارے اللہ“

آپؑ کی وفات کے بعد حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحبؓ جماعت احمدیہ کے پہلے خلیفہ منتخب ہوئے۔

تصانیف اور کارنامے

سامعین! تقریر کے آخر پر نہایت اختصار کے ساتھ آپؑ کے قلمی جہاد کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے چنانچہ آپؑ نے خود اسلام اور بانیٔ اسلام کی صداقت اور جملہ دینی و اخلاقی و معاشی و معاشرتی امور کے متعلق ایسی مایہ ناز معرکہ آراء تصانیف تالیف فرمائیں جن میں ایسے پُر معارف نکات بیان فرمائے جنہوں نے متلاشیانِ حق کو راہ راست پر گامزن کیا اور دیگر مذاہب کی تعلیمات میں مرورِ زمانہ سے پیدا ہونیوالے سُقم کی نشاندہی فرمائی اور اسلامی تعلیمات کی برتری ان پر ثابت فرمائی۔ آپؑ نے 85 سے زائد تصانیف تحریر فرمائیں۔

حضرت بانیٔ جماعت احمدیہؑ جن کا دعویٰ مسیح موعودؑ، مجدد صدی چہاردہم اور امتی نبی ہونے کا ہے۔ آپ نے دینِ اسلام کی اشاعت اور اصلاحِ خلق کے لیے اپنا تن من دھن نچھاور فرمادیا۔ آپؑ نے اسلام کی ایسی خدمات جلیلہ کیں کہ غیروں نے بھی اس کا برملا اعتراف کیا۔ آپؑ نے مسلمانوں کے ایسے عقائد جو مرورزمانہ اور مختلف فتنوں کی وجہ سے غلط رواج پاگئے تھے ان کی الٰہی رہنمائی سے اصلاح فرمائی۔ امتِ مسلمہ میں جاری بدعات کا خاتمہ کیا اور انہیں شریعتِ محمدیہؐ پر گامزن کیا۔ آپؑ نے دیگر ادیان کے لوگوں کو حقیقی اور سچے مذہبِ اسلام کی طرف دعوت دی۔ خدا کے منکرین کو خدا کی ہستی کے دلائل دے کر سچے خدا کے وجود کو ثابت کیا۔ اسلامی شریعت کو تمام شریعتوں پر برتر و بالا قرار دیا اور اس مقصد کے لیے آپ نے ہندوستان کے بہت سے شہروں کے سفر کیے اور لیکچرز دیئے۔ اس کے علاوہ تبلیغ ہدایت کے لیے تمام ذرائع استعمال فرمائے۔ اشتہارات کا شائع فرمانا اور رسالہ جات تحریر فرمانا بھی ایک اہم ذریعہ تبلیغ رہا۔ پھر اخبارات ریویو آف ریلیجنز وغیرہ کا اجراء فرمایا جن کے ذریعہ اسلام کا پیغام مغربی ممالک تک پہنچا۔ اپنے مریدین کی روحانی تربیت کے لیے جلسہ سالانہ کا آغاز فرمایا۔ حکام وقت کو دعوت اسلام دیتے ہوئے ان کو تبلیغی خطوط تحریر فرمائے اور امن وامان کے قیام کے لیے عوام کو حکومت کی اطاعت درمعروف کی تلقین فرمائی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ہر جہت سے عوام الناس کی رہنمائی فرمائی اور اپنے متبعین کو امن پسند جماعت کے طور پر پیش کیا۔ قادیان جو ایک چھوٹی سی بستی تھی وہ آپؑ کی بدولت مرجع خاص وعام ہو گیا۔

غرضیکہ آپ نے تمام جہانوں کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی متبع بن کر اور قرآنی شریعت پر عمل کر کے تمام دنیا کی ہدایت ورہنمائی کا بیڑا اٹھایا اور تمام قوموں کی نجات کا ذریعہ بنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی بروز کامل، امتی نبی اور امت موسویہ میں چودھویں صدی پر آنے والے حضرت عیسیٰؑ کے حقیقی مثیل ثابت ہوئے۔ آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر لاتعداد عظیم الشان پیشگوئیاں فرمائیں جو آپؑ کے بابرکت زمانہ میں بھی پوری ہوئیں اور آپؑ کی وفات سے آپ کے خلفاء کے دور خلافت میں بھی اب تک پوری ہو رہی ہیں اور خلافت خامسہ کے تاریخ ساز عہد خلافت میں جماعت کی عظیم الشان ترقیات دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ غلبہ اسلام کی پیشگوئی بھی ان شاء اللہ جلد پوری ہونے والی ہیں۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین

کیوں عجب کرتے ہو گر میں آگیا ہو کر مسیح
خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ بادِ بہار
آسماں پر دعوتِ حق کیلئے اک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اتار

(اِس تقریر کی تیاری میں مکرم باسل احمد بشارت صاحب کے ایک مضمون سے مدد لی گئی ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ)

﴿2﴾ ﴿مشاہدات۔329﴾

حضرت مسیح موعودؑ کا حُلیہ اور اخلاق و عادات

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَّاٰخَرِیۡنَ مِنۡھُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِھِمۡ ؕ وَھُوَالۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ (الجمعہ:4)

اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی اُن سے نہیں ملے۔ وہ کامل غلبہ والا (اور) صاحبِ حکمت ہے۔

ابتداء سے گوشۂ خلوت رہا مجھ کو پسند
شہرتوں سے مجھ کو نفرت تھی ہر اک عظمت سے عار
پر مجھے تو نے ہی اپنے ہاتھ سے ظاہر کیا
میں نے کب مانگا تھا یہ تیرا ہی ہے سب برگ و بار

معزز سامعین! مجھے آج یومِ مسیح موعودؑ کی اِس مبارک محفل میں حضرت مسیح موعودؑ کا حُلیہ اور اخلاق، عادات و خصائل بیان کرنے ہیں۔

سامعین! حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ایک اعلیٰ درجہ کے مردانہ حُسن کے مالک تھے۔ آپ علیہ السلام کی شکل مبارک ایسی وجیہہ اور دلکش تھی کہ دیکھنے والا اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا تھا۔ آپ علیہ السلام کا چہرہ کتابی تھا اور رنگ سفیدی مائل گندمی تھا اور خدوخال نہایت متناسب تھے۔ سر کے بال نہایت ملائم اور سیدھے تھے مگر بالوں کے آخری حصہ میں کسی قدر خوبصورت خم پڑتا تھا۔ ڈاڑھی گھنی تھی مگر رخسار بالوں سے پاک تھے۔ قد درمیانہ تھا اور جسم خوب سڈول اور متناسب تھا اور ہاتھ پاؤں بھرے بھرے اور ہڈی فراخ اور مضبوط تھی۔ آپ علیہ السلام بہت تیز چلتے۔ زبان بہت صاف تھی مگر کسی لفظ میں کبھی کبھی خفیف سی لکنت پائی جاتی تھی جو صرف ایک چوکس آدمی ہی محسوس کر سکتا تھا۔ اخیر عمر تک

کمر میں خم نہیں آیا اور نہ ہی رفتار میں فرق پڑا۔ دور کی نظر ابتداء سے کمزور تھی البتہ پڑھنے کی نظر آخر تک اچھی رہی اور یومِ وصال تک تصنیف کے کام میں مصروف رہے۔ ابتداء میں جسم ہلکا تھا مگر اخیر عمر میں درمیانہ درجہ کا جسم ہو گیا تھا۔ آنکھیں اکثر اوقات نیم بند اور نیچے کی طرف جھکی رہتی تھیں۔ گفتگو کا انداز یہ تھا کہ ابتداء میں آہستہ آہستہ کلام فرماتے مگر وقت اور موقع کی مناسبت سے آواز بلند ہوتی جاتی تھی۔ چہرے کی جلد نرم تھی اور جذبات کا اثر فوراً ظاہر ہونے لگتا تھا۔ لباس ہمیشہ پرانی ہندوستانی وضع کا پہنتے تھے یعنی عموماً بند گلے کا کوٹ یا جُبّہ، دیسی کاٹ کرتہ یا قمیض اور معروف شرعی ساخت کا پاجامہ جو آخری عمر میں عموماً گرم ہوتا تھا۔ سر پر اکثر سفید ململ کی پگڑی باندھتے تھے جس کے نیچے عموماً نرم قسم کی ٹوپی ہوتی تھی۔ کھانے میں نہایت درجہ سادہ مزاج تھے اور کسی چیز سے شغف نہیں تھا بلکہ جو چیز میسّر آ جاتی بے تکلّف تناول فرما لیتے اور عموماً سادہ غذا پسند فرماتے اور نہایت کم کھاتے مگر جسم اس طرح تھا کہ ہر قسم کی مشقت برداشت کر سکے۔

آپؑ کا صبر واستقلال وشجاعت

کسی بھی روحانی مصلح کا رستہ پھولوں سے نہیں گزرتا بلکہ انہیں سخت دشوار رستوں اور بے آب و گیاہ صحراؤں اور گہرے سمندروں سے گزرتا ہے بلکہ جتنا کسی مصلح کا رستہ مشکل اور وسیع ہوتا ہے اتنا ہی اس کا مشن وسیع اور زیادہ اہم ہوتا ہے۔ اسی طرح آپؑ کی ساری زندگی صبر و استقلال اور شجاعت کا شاندار منظر پیش کرتا ہے۔ لہٰذا جب آپؑ نے دعویٰ کیا تو ہندوستان کی تمام قومیں یک جان ہو کر اُٹھ کھڑی ہوئیں اور یوں نظر آتا تھا کہ ایک چھوٹی سے کشتی جسے ایک کمزور انسان اکیلا بیٹھا ہوا ایک ٹُوٹے چپّو کے ساتھ چلا رہا ہے۔ چاروں طرف سے گہرے سمندر کی لہریں اسے گھیرے ہوئے ہیں اور طوفان کا زور اسے یوں اٹھاتا اور گراتا ہے جیسے کسی تیز طوفان کے سامنے ایک کاغذ اڑتا پھر رہا ہے مگر یہ شخص قطعاً ہراساں نہیں ہوتا بلکہ برابر کشتی چلاتا جا رہا ہے اور اس طوفان کو ذرہ بھر بھی حیثیت نہیں دیتا۔ یہی وہ منظر تھا جس نے دشمنوں کے دل کو بھی موہ لیا حتّٰی کہ معاندین بھی آفرین بول اٹھے۔

محنت اور انہماک

آپؓ ہر وقت کسی نہ کسی مفید کام میں لگے رہتے اور کوئی وقت بیکار نہ گزارتے۔ آپؓ نے ساری زندگی ایک ایک لمحہ ایسے سپاہی کی طرح گزارا ہے جسے کسی عظیم الشان قومی خطرے کے وقت کسی نہایت نازک مقام پر نگران مقرر کر دیا جائے اور ساری قوم کا انحصار اسی ایک سپاہی پر ہو۔ اکثر اوقات آپؓ کام کے انہماک میں کھانا اور سونا تک بھول جاتے۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ آپؓ نے تصنیف کے سلسلے میں ساری ساری رات خرچ کر دی اور ایک منٹ تک آرام نہیں کیا۔ آپؓ کے متعلق تو خدا تعالیٰ نے فرمایا۔" أَنْتَ الشَّيْخُ الْمَسِيْحُ الَّذِي لَا يُضَاعُ وَقْتُهُ "یعنی تُو وہ برگزیدہ مسیح ہے جس کا کوئی وقت بھی ضائع جانے والا نہیں۔

عبادت الٰہی

آپؓ کی عبادت الٰہی کا عالم یہ تھا کہ جوانی کی زندگی جو نفسانی لذات کے زور کا زمانہ ہوتی ہے وہ آپؓ نے ایسے رنگ میں گزار دی کہ دیکھنے والوں میں آپؓ کا نام "مسیتڑ" مشہور ہو گیا کیونکہ آپؓ سارا سارا دن مسجد میں یاد الٰہی اور عبادت الٰہی میں گزار دیتے۔ تہجد میں ایسے پابند تھے کہ ساری زندگی اوّل وقت میں بیدار ہو کر تہجد ادا کرتے حتّٰی کہ بیماری کے وقت بھی جبکہ اٹھنا محال ہو تا بستر پر ہی تہجد ادا کرتے۔ قرآن کریم سے ایسا شغف تھا کہ دیکھنے والے بتاتے ہیں کہ سارا سارا دن مطالعہ قرآن میں گزار دیتے اور قرآن ہی آپؓ کی زندگی کا سہارا تھا حتّٰی کہ خود ہی فرماتے ہیں۔

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

راست گفتاری

آپؓ کی راست گفتاری نہایت نمایاں اور مسلّم تھی۔ عام حالات میں ہر شخص ہی سچ بولتا ہے مگر بوقت امتحان سچ بولنا ہی تقویٰ کی علامت اور قابل داد ہے اور ایسے وقت میں قابل رشک ہے کہ جب سچ بولنے سے اپنی ذات اور رشتہ داروں اور تعلق داروں اور اپنی قوم کو نقصان پہنچتا ہو۔ آپؓ نے ہر موقع پر خواہ کچھ ہو جائے سچ کا دامن نہیں چھوڑا۔ مثلاً ایک فوجداری مقدمہ میں جو محکمہ ڈاک کی طرف سے آپؓ کے

خلاف دائر کیا تھا اور حالات ایسے تھے کہ اگر آپؑ صرف اپنی زبان سے ہی اس کا انکار کر دیتے تو بری ہو جاتے مگر آپؑ نے بڑی دلیری کے ساتھ اس فعل کا اعتراف کیا اور ساتھ ہی اس جرم کے عدم علم کا بھی اظہار کر دیا۔ اس پر مجسٹریٹ نے آپؑ کو بری کر دیا۔ تو یہ تھی آپؑ کی راست گفتاری کہ باوجود وکلاء کے زور دینے کے آپؑ نے سچ کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا۔

تکلّفات سے پاک زندگی آپؑ بالکل سادہ مزاج اور زندگی کے ہر شعبے میں آپؑ کا طریق سادہ اور ہر قسم کے تکلّفات سے بالا تھا۔ خوراک اور لباس کا تذکرہ آپؑ کے ذاتی خصائل میں گزر چکا ہے۔ اگر مجلس کا ذکر کیا جائے تو آپؑ دیگر سجادہ نشینوں سے بالکل مختلف تھے اور کبھی مجلس میں علیحدہ اور نمایاں مسند اختیار نہ کرتے بلکہ سب صحابہؓ کے ساتھ مل کر بیٹھ جاتے اور بسا اوقات ایسا ہوتا کہ آپؑ پائنتی کی طرف بیٹھ جاتے اور دیگر چارپائی کے دوسرے حصّے پر۔ سفر کے لئے نکلتے تو ایک خادم اور ایک گھوڑا ساتھ ہوتا تو بجائے خود سواری پر بیٹھنے کے خادم کو ہی سوار کر دیتے اور خود پیدل چلتے۔ سونے پر سہاگہ یہ کہ سفر خرچ میں سے کھانے کے لئے خود سے زیادہ خرچ اپنے خادم کو نکال کر دیتے اور خود صرف ایک آنے پر گزارہ کر لیتے۔

گھر کے کام کاج خود ہی کرتے اور کسی قسم کا عار محسوس نہ کرتے اور مہمانوں کے لئے خود ہی برتن لگا دیا کرتے اور صفائی بھی خود ہی کر لیا کرتے تھے۔ غرض آپؑ کی مبارک زندگی ہر جہت سے بالکل سادہ اور تکلّفات کی آلائش سے بالکل پاک تھے۔

الغرض حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا وجود ایک مجسم رحمت تھا۔ وہ رحمت تھا اسلام کے لئے، وہ رحمت تھا اہل و عیال کے لئے، وہ رحمت تھا اپنے دوستوں کے لئے ، وہ رحمت تھا اپنے دشمنوں کے لئے بھی۔

باغ میں ملت کے ہے کوئی گل رعنا کھلا
آئی ہے بادِ صبا گلزار سے مستانہ وار

(احمد شرجیل)

۞۞۞۞

﴿3﴾　﴿مشاہدات۔560﴾

حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب
والدِ ماجد حضرت مسیح موعودؑ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا　(بنی اسرائیل:24)

تیرے ربّ نے فیصلہ صادر کر دیا ہے کہ تم اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین سے احسان کا سلوک کرو۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک تیرے پاس بڑھاپے کی عمر کو پہنچے یا وہ دونوں ہی، تو اُنہیں اُف تک نہ کہہ اور انہیں ڈانٹ نہیں اور انہیں نرمی اور عزت کے ساتھ مخاطب کر۔

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے "سیرت حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب والدِ ماجد حضرت مسیح موعود علیہ السلام"

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد بزرگوار کا اسمِ گرامی حضرت مرزا غلام مرتضی صاحب تھا۔ سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ 1791ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مرزا عطا محمد صاحب اپنے اہل و عیال کے ساتھ ریاست کپور تھلہ کے علاقہ میں بمقام بیگو وال چلے گئے اور کئی سال تک یہ خاندان بیگو وال میں رہا اور اسی جگہ آپ کے والد مرزا عطا محمد صاحب نے وفات پائی۔ ان کے بعد مرزا غلام مرتضیٰ صاحب خاندان کے سرپرست قرار پائے۔ آپ اپنے والد کی میت قادیان لائے اور ان کی اپنے خاندانی قبرستان میں تدفین کی۔ مرزا غلام مرتضیٰ صاحب

نے راجہ رنجیت سنگھ کے دربار تک رسائی حاصل کی جس کے بعد راجہ رنجیت سنگھ نے انہیں ان کی جدی ریاست کا صدر قادیان اور پانچ اور دیہات بھی دیے۔

(حیات احمد جلد اوّل صفحہ 46-47)

بعد میں آپ اپنے بھائیوں سمیت مہاراجہ رنجیت سنگھ کی فوج میں داخل ہوگئے اور کشمیر کی سرحد اور دوسرے مقامات پر قابل قدر خدمات انجام دیں۔ نونہال سنگھ، شیر سنگھ اور دربار لاہور کے دور دَورہ میں بھی حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب ہمیشہ فوجی خدمات پر مامور رہے۔ جب 1848ء کی بغاوت ہوئی تو اُس وقت بھی آپ نے اپنی سرکار سے پوری وفاداری کا ثبوت دیا اور اس کی طرف سے لڑے۔

حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحبؒ کی شادی ایمہ مغلاں ضلع ہوشیارپور کے ایک معزز مغل خاندان میں مرزا جمعیت بیگ صاحب کی ہمشیرہ محترمہ چراغ بی بی صاحبہ کے ساتھ ہوئی۔ اس شادی کے نتیجہ میں حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کے ہاں سب سے پہلے ایک بیٹا پیدا ہوا جو چھوٹی عمر میں ہی فوت ہوگیا۔ اس کے بعد ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ جس کا نام مراد بی بی رکھا گیا۔ یہ بہت نیک اور صاحب رؤیا خاتون تھیں۔ ان کے بعد ایک بیٹا پیدا ہوا جن کا نام مرزا غلام قادر صاحب تھا۔ ان کے بعد ایک دو بچے پیدا ہوئے لیکن وہ بچپن کی عمر میں ہی فوت ہوتے گئے۔ آپ کی اہلیہ چراغ بی بی صاحبہ ایک لمبے عرصہ سے ایک ایسے بیٹے کے لئے دعا مانگ رہیں تھیں جو لمبی عمر پائے چنانچہ اس کے بعد حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام جمعہ کی صبح 13، فروری 1835ء کو پیدا ہوئے۔

سامعین! آپ ایک بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ بڑے بڑے انگریز حکمران بھی آپ کے رعب اور دبدبہ اور جرأت سے مرعوب ہوجایا کرتے تھے۔ لیکن آپ کا یہ رعب ایک خوبصورت توازن رکھتا تھا اور یہ رعب خاص طور پر امراء اور متکبر لوگوں کے لیے تو ایک اور رنگ رکھتا تھا لیکن غرباء اور مسکین لوگوں کے لیے یہ رعب محبت اور شفقت اور ہمدردی کے رنگ میں رنگین ہوتا تھا۔

حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کا چہرہ پُر رعب اور پُرشوکت تھا اور کسی شخص کو یہ جرأت نہ تھی کہ ان سے آنکھ ملا کر گفتگو کرسکے اور نہ کسی کا یہ حوصلہ ہوتا تھا کہ بلا تکلف ان کے مکان پر چلا جاوے۔ بلکہ سیڑھیوں پر جانے سے پہلے دریافت کرلیتا اور پھر بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوتے ہوئے ڈرتا تھا۔

بڑے آدمیوں میں چونکہ نخوت اور تکبر ہوتا ہے۔اس لئے اس کی اصلاح کی طرف ہمیشہ متوجہ رہتے۔علاج کے لئے جولوگ آتے ان میں سے بھی غرباء کی طرف پہلے توجہ کرتے اور اگر معمولی ملاقات کے لئے بڑے آدمی (جو اپنے آپ کو بڑا سمجھتے تھے) آتے تو ان کو اپنا حقہ نہیں دیتے تھے...ہاں اپنے معمولی ملازموں اور خادموں تک کو دے دیتے۔اور ان کے ساتھ نہایت شفقت اور خندہ پیشانی سے پیش آتے۔

(حیات احمدؑ جلد اول صفحہ 62۔63)

حضرت مرزا صاحب میں شجاعت، مروّت، عفو و احسان اور مخلوقِ خدا سے ہمدردی جیسی قابلِ قدر خوبیاں تھیں وہاں آپ کے اوصافِ حمیدہ میں ایک نمایاں وصف اخلاقی جرأت بھی تھا اور اس کے ساتھ ہی آپ صادق اور راست باز مشہور تھے۔اگرچہ بعض اوقات امرِ واقعہ کے اظہار نے آپ کو کسی رنگ میں نقصان پہنچایا ہو مگر کہنے سے کبھی مضائقہ نہ کرتے تھے۔اسی طرح حکام سے جب ملتے خواہ وہ کتنے ہی بڑے پایہ کے ہوں، بے تکلف ملتے تھے اور نہایت آزادی سے گفتگو کرتے تھے اور حکام بھی پوری توجہ سے ان کی باتوں کو سنتے تھے اور قدر کرتے تھے۔حکام سے بے تکلفی کے ساتھ صاف گوئی اور اپنے وقار کا بھی خیال رکھتے۔

سامعین! آپ کے رعب اور عزت و تکریم کا ایک اور نظارہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک موقع پر ڈیوس صاحب ضلع گورداسپور میں مہتمم بندوبست تھے۔بٹالہ میں جہاں انار کلی واقع ہے ان کا عملہ کام کرتا تھا۔قادیان کا ایک برہمن جو محکمہ بندوبست میں معمولی ملازم تھا مرزا غلام قادر صاحب کے ساتھ جو مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کے بڑے بیٹے تھے۔گستاخانہ رنگ میں پیش آیا۔مرزا غلام قادر صاحب جو بڑے قوی ہیکل اور سپاہیانہ رنگ کے نوجوان تھے... گستاخانہ لہجہ کو برداشت نہ کر سکے۔انہوں نے وہیں اس گستاخ زبان دراز کو سیدھا کر دیا۔معاملہ بڑھ گیا اور ڈیوس صاحب نے ان پر ایک سو روپیہ جرمانہ کر دیا۔مرزا غلام مرتضیٰ صاحب امرتسر میں تھے۔وہ فوراً ڈیوس صاحب کے پاس گئے اور ان کو اس واقعہ سے اطلاع دی۔انہوں نے جناب مرزا صاحب کی دلجوئی اور اس خاندان کے اعزاز کو قائم رکھنے کے لئے بلا طلب مسل جرمانہ معاف کر دیا۔

(حیات احمد، جلد اول صفحہ 60)

یہ واقعہ اس بات کو بھی ظاہر کرتا ہے کہ آپ کو اپنی اولاد کی عزتِ نفس اور خاندانی وجاہت کا خیال بھی تھا اسی لئے آپ فوری طور پر انگریز افسر کے پاس گئے۔ آپ اپنی اولاد سے ایسی محبت رکھتے تھے جو انہیں ایک فرض شناس، مؤدب اور خوددار انسان بنائے۔ اس ضمن میں ایک واقعہ پیش کرتا ہوں جسے حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ نے اس طرح بیان کیا ہے:

''مرزا غلام قادر صاحب محکمہ پولیس میں سب انسپکٹر تھے اور ضلع گورداسپور میں نسبٹ (NISBAT) صاحب ڈپٹی کمشنر تھے۔ ایک مرتبہ ڈپٹی کمشنر صاحب نے انہیں معطل کر دیا اور پھر جب وہ قادیان آیا اور حضرت مرزا صاحب سے ملاقات ہوئی۔ تو خود نسبٹ صاحب نے کہا کہ میں نے غلام قادر کو معطل کر دیا ہے۔ اس پر حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب نے جو جواب دیا۔ وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے اور نسبٹ صاحب نے جو اس کی قدر کی۔ وہ دنیا میں ہمیشہ واجب العزت رہے گی۔ مرزا صاحب نے فرمایا۔ اگر قصور ثابت ہے تو ایسی سخت سزا دینی چاہیے کہ آئندہ شریف زادے ایسا قصور نہ کریں۔ ڈپٹی کمشنر نے یہ سن کر مسل میں لکھ دیا کہ ''جس کا باپ ایسا ادب دینے والا ہو اس کو سزا دینے کی ضرورت نہیں''

(حیات احمد جلد اول صفحہ 61)

سامعین! حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کا اپنے خدا سے ایک خاص تعلق ہی تھا کہ جس کی بنا پر انہیں اپنے خدا پر ایک بھروسا تھا، ایک توکل تھا، یقین تھا کہ وہ خدا بھی آپ کی لاج رکھتا تھا۔ آپ کی زندگی کا ایک مشہور واقعہ ہے کہ

''آپ ایک دفعہ سخت بیمار ہوئے اور بیماری بہت طوالت پکڑ گئی۔ اسی اثناء میں ان کے ہاں ایک ملاں آیا اور اس نے سمجھا کہ مرض کا بہت زور ہے تو وہ باہر نکل کر کواڑ کے پیچھے اس انتظار میں کھڑا ہو گیا کہ کب دم نکلتا ہے اور عورتیں رونا شروع کرتی ہیں۔ وہ دیر تک اسی حالت میں کھڑا تھا کہ اچانک آپ کی نظر اس پر پڑ گئی۔ فرمانے لگے ملاں! چلے جاؤ ابھی تو میرے بیس سال باقی ہیں تُو کب تک انتظار کرے گا۔ چنانچہ سچ مچ آپ اس کے بعد ایک عرصہ تک زندہ رہے۔''

(تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 142)

سامعین! حضرت مرزغلام مرتضٰی صاحب کو شعر و شاعری سے بھی شغف تھا۔ فارسی میں نہایت عمدہ شعر کہتے تھے۔ آپ تحسین تخلص فرماتے تھے۔ آپ کا کلام کسی دیوان کی صورت میں شائع نہیں ہو سکا۔ آپ کا سارا کلام آپ کے پوتے حضرت خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب نے ایک مرتبہ جمع کیا تھا اور حافظ عمر دراز صاحب ایڈیٹر پنجابی اخبار مرحوم کو دیا تھا لیکن وہ ان سے کہیں گم ہو گیا۔ حضرت مرزا غلام مرتضٰی صاحب ایک عالم بھی تھے اور علم دوست بھی، کتب خانہ کا خاص طور پر شوق تھا اور بہت سی کتابیں آپ کے کتب خانہ میں موجود تھیں۔ آپ کی ایک بہت بڑی لائبریری تھی۔ اپنی اولاد کو بھی تعلیم کے زیور سے آراستہ و پیراستہ کرنے کا از حد خیال تھا۔ اسی لیے آپ نے مختلف علاقوں کے بہترین اساتذہ کا انتخاب کیا اور بھاری معاوضہ دے کر قادیان بلایا کہ وہ یہاں رہ کر ان کو تعلیم دے سکیں۔ مختلف مضامین پڑھانے کے لئے وقتاً فوقتاً تین اساتذہ محترم فضل الٰہی صاحب، محترم فضل احمد صاحب اور محترم گل علی شاہ صاحب قادیان میں رہ کر آپ کے صاحبزادگان کو پڑھاتے رہے۔

حضرت مرزا صاحب کو اپنے بچوں کی تعلیم اور حصول علم کا بہت اشتیاق تھا۔ البتہ تعلیم اور علم کے زیور سے آراستہ کرنے کے ساتھ ساتھ بچوں سے محبت کا یہ پہلو بھی غالب تھا کہ مطالعہ میں اتنا زیادہ شغف نہ ہو کہ خرابیٔ صحت کا اندیشہ ہو۔ آپ اس کا بھی خیال رکھتے۔ چنانچہ حضرت اقدس علیہ السلام کی سوانح میں ہم دیکھتے ہیں کہ آپ علیہ السلام کو مطالعہ میں از حد شغف تھا اور اسی قدر آپ کے والد ماجد آپ کے متعلق فکر مند رہا کرتے تھے۔

سامعین کرام! آپ ایک اچھے طبیب بھی تھے۔ مخلوقِ خدا کی ہمدردی کا جذبہ بھی آپ کے اندر بدرجۂ اتم موجود تھا۔ حضرت مرزا غلام مرتضٰی صاحب باوجود اپنی طبی حذاقت کے بلا تفریق ہندو، مسلمان، امیر، غریب سب کو فیض پہنچاتے تھے اور دور دور سے لوگ ان کے معالجہ سے فائدہ اٹھانے کے لیے آتے تھے۔ اور یہ مسلم بات ہے کہ ان کا ہاتھ دستِ شفا مشہور تھا اور آپ کی طبابت کا ایک غالب عنصر مخلوقِ خداوندی سے ہمدردی بھی تھی۔ ایک ریاست کے سربراہ اور شاہی خاندان کے فرد ہونے کے ساتھ ساتھ آپ انگریزی حکومت کے ایک وفادار ساتھی سمجھے جاتے تھے۔ لیکن ان تمام فضائل کے باوجود آپ غریب اور بے کس لوگوں کے شانہ بشانہ کھڑے ہوتے۔ آپ کی طبابت کے ذکر میں یہ بیان ہوا ہے کہ

آپ بٹالہ میں قیام فرماتھے کہ آپ کو معلوم ہوا کہ قادیان میں چوہڑوں کے محلہ میں ہیضہ کی وبا پھوٹ پڑی ہے تو آپ فوراً واپس تشریف لائے اور سیدھے ان کے محلہ میں گئے وہاں رکے لوگوں سے ہمدردی کا اظہار فرمایا اور دوائی تیار کی اور سب کو دی، جس سے یہ وبا ختم ہو گئی۔

(سیرت المہدی حصہ اوّل روایت نمبر 235)

سامعین! آپ ایک ایسے بزرگ انسان تھے جو باوجود دنیا کے دھندوں میں مصروف رہنے کے اپنے خدا کے ساتھ ایک ایسا تعلق رکھے ہوئے ضرور تھے کہ دنیاوی دھندوں کی دھول تو اس پر پڑتی رہی لیکن آپ کے پاک دل کا ایک گوشہ اپنے خالق اور مالک کی ذات کے ساتھ وابستہ ضرور تھا اور یہ وابستگی آپ کی زندگی میں ایک چنگاری کی طرح رہی جس کی حرارت کبھی قریب رہنے والے اور دیکھنے والے محسوس کرتے اور اہل دل مشاہدہ کرتے رہے۔ لیکن یہی چنگاری ان کی زندگی کے آخری وقت میں بھڑک کر شعلہ سا بن کر سامنے آتی ہے۔ حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کو اپنی زندگی دنیاوی دھندوں میں ضائع کرنے کا ازحد افسوس تھا اور آخری عمر میں آپ اس پر ہم و غم کا اظہار فرماتے رہتے تھے۔ خدا کو آپ کے تاسف اور ندامت کے آنسو ایسے پسند آئے کہ ان کے دل میں قادیان کی بستی کے عین درمیان میں ایک جامع مسجد بنانے کا ارادہ پیدا ہوا۔ انہوں نے نئی زمین خرید کر مسجد بنانے کا ارادہ کیا۔ جہاں اس وقت مسجد اقصیٰ موجود ہے۔ یہ سکھ کارداروں کی حویلی تھی۔ یہ جگہ جب نیلام ہونے لگی تو اہالیان قادیان کو چونکہ معلوم ہو چکا تھا کہ میرزا صاحب اس جگہ مسجد بنانے کا عزم کیے ہوئے ہیں اس لیے ان لوگوں نے حضرت مرزا صاحب کا خوب مقابلہ کیا۔ معمولی سی قیمت والی جگہ کی سینکڑوں روپے تک بولی پہنچ گئی۔ ایسی صورت حال کو دیکھ کر اس اولوالعزم دل نے عہد کیا کہ مجھے اگر اپنی ساری جائداد بھی فروخت کرنا پڑی تو میں وہ فروخت کر دوں گا لیکن خدا کے گھر کی تعمیر کرنے کے لیے یہ جگہ خرید کے رہوں گا۔

(ماخوذ از حیات احمد جلد اول صفحہ 66)

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور یہ مسجد آپ نے بنائی جو مسجد اقصیٰ کے نام سے آج بھی قادیان میں موجود ہے اور آپ کے پاکیزہ عزم و ہمت کی روشن مثال ہے جو قیامت تک ان شاء اللہ قائم رہے گی۔

سامعین! ایک مختصر علالت کے بعد آپ کی وفات جون 1876ء میں ہوئی۔ ایک اور روایت کے مطابق آپ کی وفات کا سنہ 1872ء بھی ہو سکتا ہے۔

(قادیان کے آریہ اور ہم، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 423-424)

جب مسجد اقصیٰ کی تعمیر شروع ہوئی تھی تو آپ نے وصیت کرتے ہوئے مسجد کے صحن کے باہر ایک جگہ نشان کیا کہ میری قبر اس جگہ بنائی جائے اور ملفوظات جلد 5 صفحہ 426 کے مطابق اپنی وفات سے صرف بائیس 22 دن پہلے اپنی قبر کا نشان بتلایا کہ اس جگہ ہو۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ اپنے والد ماجد کے اس جذبہ محبت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قریباً چھ ماہ پہلے حضرت والد صاحب نے اس قصبہ کے وسط میں ایک مسجد تعمیر کی کہ جو اس جگہ کی جامع مسجد ہے اور وصیّت کی کہ مسجد کے ایک گوشہ میں میری قبر ہو تا خدائے عزّ وجلّ کا نام میرے کان میں پڑتا رہے کیا عجب کہ یہی ذریعہ مغفرت ہو۔ چنانچہ جس دن مسجد کی عمارت بہمہ وجوہ مکمل ہو گئی اور شاید فرش کی چند اینٹیں باقی تھیں کہ حضرت والد صاحب صرف چند روز بیمار رہ کر مرض پیچش سے فوت ہو گئے اور اس مسجد کے اسی گوشہ میں جہاں انہوں نے کھڑے ہو کر نشان کیا تھا دفن کئے گئے۔ اللّٰھم ارحمہ و ادخلہ الجنّۃ۔ آمین۔ قریباً اسی 80 یا پچاسی 85 برس کی عمر پائی۔"

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 191 حاشیہ)

آپؒ کی تدفین مسجد اقصیٰ کے صحن سے باہر اس جگہ کی گئی جہاں آپ نے پہلے سے نشاندہی کی ہوئی تھی تب یہ جگہ باہر ہی تھی اور بعد میں جب مسجد اقصیٰ کی توسیع کی گئی تو یہ قبر صحن کے اندر آگئی۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ قبر کافی نیچے ہے موجودہ شکل اس تعویذ کی ہے جو قبر کے اوپر بنایا گیا ہے اور پنڈت دیوی رام جو کہ اس زمانے میں قادیان کے سکول میں نائب مدرس تھے ان کا بیان ہے کہ

"جب آپ کے والد ماجد فوت ہوئے۔ تو اسی مسجد کے صحن میں صندوق میں ڈال کر دفن کئے گئے اور وہ قبر پختہ بنادی گئی۔"

(سیرت المہدی جلد اوّل روایت نمبر 759)

سامعین! خدا تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحبؒ کو جو اعزاز بخشا وہ یہ ہے کہ خدا کا ایک پیغمبر ان کی نسل سے ہوا۔ ان کا ایک بیٹا خدا کا فرستادہ اور رسول ٹھہرا۔ وہ امام مہدی اور مسیح موعودؑ کے طور پر مبعوث ہوا اور اس ناطے خدا کے اس مسیح کے سارے کام ان بزرگ والدین کے لیے صدقہ جاریہ اور بلندیٔ درجات کا باعث بنتے رہیں گے۔

(کمپوزڈ بائی: عائشہ منصور چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿4﴾ ﴿مشاہدات۔561﴾

حضرت چراغ بی بی صاحبہ
والدہ ماجدہ حضرت مسیح موعودؑ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا (بنی اسرائیل:24)

یعنی تیرے ربّ نے فیصلہ صادر کر دیا ہے کہ تم اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین سے احسان کا سلوک کرو۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک تیرے پاس بڑھاپے کی عمر کو پہنچے یا وہ دونوں ہی، تو اُنہیں اُف تک نہ کہہ اور انہیں ڈانٹ نہیں اور انہیں نرمی اور عزت کے ساتھ مخاطب کر۔

سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے "سیرت حضرت چراغ بی بی صاحبہ والدہ ماجدہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام"

حضرت چراغ بی بی صاحبہ ایمہ ضلع ہوشیار پور کے ایک معزز مغل خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپ کی شادی حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کے ساتھ ہوئی جو کہ راجہ رنجیت سنگھ کی فوج میں شامل تھے اور ایک مشہور طبیب بھی تھے۔ اس شادی کے نتیجہ میں حضرت چراغ بی بی کے بطن سے سب سے پہلے ایک بیٹا پیدا ہوا جو چھوٹی عمر میں ہی فوت ہو گیا۔ اس کے بعد ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ جس کا نام مراد بی بی تھا۔ یہ بہت نیک اور صاحب رؤیا خاتون تھیں۔ ان کے بعد ایک بیٹا پیدا ہوا جن کا نام مرزا غلام قادر صاحب تھا۔ ان کے بعد دو بچے پیدا ہوئے لیکن وہ بچپن کی عمر میں ہی فوت ہوتے گئے۔ حضرت چراغ بی بی صاحبہ ایک لمبے عرصہ سے ایک ایسے بیٹے کے لئے دعا مانگ رہیں تھیں جو لمبی عمر پائے چنانچہ اس کے بعد مرزا

غلام احمد حضرت مسیح موعود علیہ السلام جمعہ کی صبح 13ء فروری 1835ء کو پیدا ہوئے۔ ان بزرگ ماں باپ کی دعائیں اور مناجات تھیں کہ خدا نے وہ نور اس بطن سے پیدا کیا کہ جو ہزاروں سالوں سے نسلاً بعد نسل اور بطناً بعد بطن نیک نسلوں میں منتقل ہوتا چلا آیا تھا۔ وہ نور کہ جو اس معصومہ کے بطن میں تھا جو چراغ نام کے ساتھ اسم بامسمیٰ تھیں۔ آپ کے نام میں آنے والے دنیا کے نور کی بشارت تھی۔

حضرت چراغ بی بی صاحبہ ایک دور اندیش اور معاملہ فہم خاتون تھیں۔ اپنے خاوند حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کے لیے ایک بہترین مشیر اور آپ کی غمگسار تھیں۔ حضرت غلام مرتضیٰ صاحب آپ کی باتوں کی بہت احساس کیا کرتے تھے اور ان کی مرضی کے خلاف گھر کے معاملات میں دخل نہیں کرتے تھے۔

سامعین! آپ کی طبیعت میں قناعت، شجاعت، عفت، مروّت، وسعت حوصلہ، استغناء، فیاضی اور مہمان نوازی نمایاں خصوصیات تھیں۔ آپ ہمیشہ بشاش اور متین حالت میں رہتیں۔ بہترین مہمان نواز تھیں۔ وہ لوگ جنہوں نے ان کی مہمان نوازی دیکھی تھی وہ بیان کرتے ہیں کہ انہیں اگر باہر سے اطلاع ملتی کہ چار آدمیوں کے لیے کھانا مطلوب ہے تو اندر سے جب کھانا آتا تو وہ آٹھ آدمیوں سے بھی زائد کے لیے کافی ہوتا تھا۔ غرباء کی ہمدردی اور دستگیری کی وجہ سے وہ سب کے لیے ایک مادرِ مہربان کی طرح تھیں۔ شہر کے مفلوک الحال اور پسماندہ طبقہ کی ضروریات کے مہیا کرنے میں انہیں خاص قلبی وروحانی مسرّت حاصل ہوتی تھی۔ غرباء کے مردوں کو کفن ہمیشہ ان کے ہاں سے ملتا تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چونکہ ابتدا ہی سے خلوت گزینی، ذکرِ الٰہی اور مطالعہ سے ہر لمحہ شغف تھا اور اپنے والد صاحب کے دنیوی مشاغل اور دوسرے کاروبار میں حصہ لینے سے طبعاً متنفر تھے اس لئے کبھی کبھی والد صاحب کی تنقید و تصریح کا نشانہ بنتے تو تھے۔ لیکن آپ کی والدہ محترمہ کو آپ سے بڑی محبت تھی۔ وہ آپ کی نیکی، تقویٰ شعاری، پاک زندگی اور سعادت مندی پر سو جان سے قربان ہو جاتیں اور آپ کی ہر قسم کی ضرورتوں کا از خود خاص خیال رکھتی تھیں۔ کیونکہ وہ ابتدا ہی سے جانتی تھیں کہ آپ اپنے گھر کے دوسرے افراد کے مقابل بالکل درویش طبع ہیں اور اپنی ضروریات کا کسی سے اظہار کرنا آپ

کو ہر گز پسند نہیں اس لیے آپؑ کی ضروریات پر گہری نظر رکھتی تھیں۔اس لیے کبھی بھی کسی بھی ضرورت کے لئے حضرت اقدسؑ کو نہ کہنا پڑا اور نہ پریشان ہونا پڑا۔

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک ہمشیرہ صاحبہ بی بی مراد بیگم صاحبہ تھیں جن کا ذکر اوپر کر آیا ہوں یہ ایک صاحبِ حال اور عابدہ زاہدہ خاتون تھیں۔ خدا تعالیٰ کی مشیت کے ماتحت وہ عین عنفوانِ شباب میں بیوہ ہو گئیں اور قادیان آگئیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرح ان کی زندگی ایک خدا پرست خاتون کی زندگی تھی۔ آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کے آرام و آسائش کا ہر طرح خیال ہوتا تھا۔ اس خدا پرست خاتون کے لئے بھی وہ بہت دردمند اور محبت سے لبریز دل رکھتی تھیں اور ان کی بیوگی کے زمانہ میں اپنی ذمہ واری کی خصوصیات کو محسوس کرتی تھیں۔ ان حالات میں انہوں نے حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کو مشورہ دیا کہ زنان خانہ میں وہ ہمیشہ دن کو تشریف لایا کریں۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب مرحوم کا اس کے بعد معمول ہو گیا کہ وہ صبح کو اندر جاتے اور گھر کے ضروری معاملات پر مشورہ اور ہدایات کے بعد باہر آجاتے۔ آپ نے اپنے اس بیٹے اور بیٹی کے لئے اپنے تمام آرام اور آسائشوں کو قربان کر دیا تھا اور ان کے دن رات ان دونوں عزیزوں کے آرام کے انتظام میں بسر ہوتے تھے۔

سامعین! حضرت چراغ بی بی صاحبہ نہایت خدا رسیدہ اور بزرگ خاتون تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک بار ان کی بزرگی کا ذکر فرمایا جو حضرت اماں جانؓ کی روایت سے محفوظ ہو گیا:

"بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ ان سے حضرت مسیح موعودؑ نے بیان فرمایا کہ جب بڑے مرزا صاحب (یعنی حضرت مسیح موعو علیہ السلام کے والد صاحب) کشمیر میں ملازم تھے تو کئی دفعہ ایسا ہوا کہ ہماری والدہ نے کہا کہ آج میرا دل کہتا ہے کہ کشمیر سے کچھ آئے گا تو اسی دن کشمیر سے آدمی آگیا اور بعض اوقات تو ایسا ہوا کہ اِدھر والدہ صاحبہ نے یہ کہا اور اُدھر دروازہ پر کسی نے دستک دی۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ کشمیر سے آدمی آیا ہے"۔

(سیرت المہدی جلد اول، روایت نمبر 10)

آپؑ کی والدہ ماجدہ جب تک زندہ رہیں آپ کے لئے (ظاہری لحاظ سے) سِپَر بنی رہیں۔ والد خفگی کا اظہار کرتے تو ماں کی مامتا فرطِ محبت سے جوش میں آجاتی۔ حضور جب والد بزرگوار کے اصرار پر سیالکوٹ آگئے

تو با قاعدہ آپ کے لئے کپڑے وغیرہ بنا کر بھجواتی رہیں۔ غرض کہ ان کا وجود آپؑ کے لئے سایہ رحمت تھا۔ دوسری طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی آپ سے بے پناہ محبت تھی۔ جب کبھی ان کا ذکر فرماتے آپؑ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے تھے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ حضرت اقدسؑ کی والدہ صاحبہ کے بارہ میں بیان فرماتے ہیں کہ "ان کو حضرت صاحب سے بہت محبت تھی اور آپ کو ان سے بہت محبت تھی۔ مَیں نے کئی دفعہ دیکھا ہے کہ جب آپ ان کا ذکر فرماتے تھے تو آپ کی آنکھیں ڈبڈبا آتی تھیں۔"

(سیرت المہدی جلد اول روایت نمبر 10)

سامعین! جیسا کہ خاکسار نے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود کو اپنی والدہ ماجدہ سے بہت محبت تھی اور اس بات کو گھر والے بھی جانتے تھے۔ چنانچہ جب آپؑ کی والدہ کا انتقال ہوا تو آپؑ قادیان سے باہر کسی جگہ تھے۔ میراں بخش حجام کو آپؑ کے پاس بھیجا گیا اور اسے کہہ دیا گیا کہ وہ یکدم حضرت مسیح موعودؑ کو آپ کی وفات کی خبر نہ سنائے۔ چنانچہ جس وقت بٹالہ سے نکلے تو اس نے حضرت مسیح موعودؑ کو والدہ کی علالت کی خبر دی۔ یکہ پر سوار ہو کر جب قادیان کی طرف آئے تو اُس نے یکہ والے کو کہا کہ جلدی چلو۔ حضورؑ نے پوچھا کہ اس قدر جلدی کیوں کرتے ہو؟ تو اُس نے کہا کہ ان کی طبیعت بہت ناساز تھی۔ پھر تھوڑی دور چل کر اس نے یکہ والے کو اور تاکید کی اور جلدی لے چلو۔ پھر پوچھنے پر اُس نے بتایا کہ ہاں طبیعت کافی ناساز تھی کچھ نزع کی حالت تھی خدا جانے ہمارے جانے تک زندہ رہیں یا فوت ہو جائیں۔ حضورؑ یہ سن کر خاموش ہو گئے۔ آخر پھر اُس نے یکہ والے کو سخت تاکید شروع کی تو حضورؑ نے کہا کہ تم اصل واقعہ کیوں نہیں بیان کر دیتے کیا معاملہ ہے؟ تب اُس نے کہا کہ اصل میں مائی صاحبہ فوت ہو گئی تھیں۔ اس خیال سے کہ آپ کو صدمہ نہ ہو یک دفعہ خبر نہیں دی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سن کر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّـا اِلَیْہِ رَاجِعونَ پڑھ دیا اور خدا کی رضا میں محو اور مست قلب اس واقعہ پر ہر چند کہ وہ ایک عظیم حادثہ تھا سکون اور تسلی سے بھرا رہا۔

(حیات احمد جلد اوّل صفحہ 219)

حضرت اقدسؑ کی والدہ محترمہ کی تاریخ وفات بالعموم 1868ء بیان ہوتی ہے۔ لیکن اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کا ایک قلمی روزنامچہ حال ہی میں دریافت ہوا ہے اس کی نقل ریسرچ سیل میں بھی محفوظ ہے۔ جس کے اکثر اندراجات مرزا غلام قادر صاحب مرحوم کے قلم سے ہیں۔ انہوں نے اس میں حضرت والدہ صاحبہ کی تاریخ وفات 12ء ذی الحج 1283ھ (مطابق 18 اپریل 1867ء) لکھی ہے۔"

(تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 103)

آپ کا مزار مبارک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدیم خاندانی مقبرہ میں موجود ہے جو مقامی عید گاہ کے پاس قادیان سے مغرب کی طرف واقع ہے۔

سامعین! آخر پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنی والدہ سے محبت کا ایک واقعہ خاکسار بیان کرنا چاہتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مسیح موعودؑ سیر کے لیے اس قبرستان کی طرف نکل گئے جو آپؑ کے خاندان کا پرانا قبرستان موسوم بہ شاہ عبد اللہ غازی مشہور ہے۔ راستہ سے ہٹ کر آپؑ ایک جوش کے ساتھ والدہ صاحبہ کی قبر پر آئے اور بہت دیر تک آپؑ نے اپنی جماعت کو لے کر جو اُس وقت ساتھ تھی دُعا کی۔ حضرت صاحب کا عام معمول اس طرف سیر کو جانے کا نہ تھا مگر اس روز خصوصیت سے آپؑ کا اُدھر جانا اور راستہ سے کترا کر قبرستان میں آکر دُعا کے لیے ہاتھ اٹھانا کسی اندرونی آسمانی تحریک کے بدوں نہیں ہو سکتا۔

(حیات احمد جلد اوّل صفحہ 221)

حضرت اقدسؑ نے ایسی شفیق اور مہربان ماں کی گود میں پرورش پائی تھی جو اپنی صفاتِ عالیہ کے لحاظ سے خواتینِ اسلام میں ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہیں۔ اس خاتون کی عزت و وقار کا کیا کہنا جس کے بطنِ مبارک سے وہ عظیم الشان انسان پیدا ہوا۔ جو نبیوں کا موعود تھا اور جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سلام کہا اور خدا تعالیٰ نے جس کے مدارج اور مناقب میں فرمایا اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ۔''

(حیات احمدؑ جلد اول صفحہ 219-220)

(کمپوزڈ بائی: عائشہ منصور چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿5﴾ ﴿مشاہدات۔ 493﴾

سیرت حضرت اماں جان نصرت جہاں بیگم رضی اللہ عنہا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

مِنْ اٰیٰتِہٖۤ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْۤا اِلَیْھَا وَ جَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّ رَحْمَۃً ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ (الروم:22)

یعنی اس کے نشانات میں سے (یہ بھی) ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس میں سے جوڑے بنائے تا کہ تم اُن کی طرف تسکین (حاصل کرنے) کے لئے جاؤ اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔ یقیناً اس میں ایسی قوم کے لئے جو غور و فکر کرتے ہیں بہت سے نشانات ہیں۔

چن لیا تو نے مجھے اپنے مسیحا کے لئے
سب سے پہلے یہ کرم ہے مرے جاناں تیرا

معزز سامعین! مجھے آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حرم ثانی اُمّ المؤمنین حضرت نصرت جہاں بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا المعروف "حضرت امّاں جانؓ" کی سیرت وسوانح پر کچھ کہنا ہے۔

اسلام کی تاریخ میں ہمیں دو ایسے معزز جوڑے نظر آتے ہیں جن کی ایک ایک بات، ایک ایک قدم ہم سب کے لیے قابلِ مثال ہے۔ ایک جوڑا تو پیارے آقا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم اور اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا ہے اور دوسرا جوڑا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کی زوجہ مطہرہ حضرت نصرت جہاں بیگم رضی اللہ عنہا کا ہے۔ حضرت اُم المومنین نصرت جہاں بیگم صاحبہ کا تعلق سادات سے تھا۔ آپ کے بزرگوں کی ابتدا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک سے ہوئی۔ حضرت اُم المومنین کا خاندان حسینی سادات کا خاندان تھا۔ اس خاندان کے مورث اعلیٰ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

حضرت نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ 1865ء میں دہلی میں پیدا ہوئیں۔ آپؓ کے والد کا نام حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ اور والدہ کا نام حضرت سید بیگم صاحبہؓ تھا۔ ننھیالی سلسلہ میں آپ کا تعلق حضرت خواجہ میر دردؒ کے ساتھ تھا جن کا خاندان تقویٰ اور پرہیز گاری سے بخوبی آگاہ تھا۔ آپؓ کی پیدائش بہت سی برکات لے کر آئی۔ آپؓ کے والد کی بے روزگاری جاتی رہی اور ان کی کھوئی ہوئی جائیداد کا ایک حصہ خود بخود بغیر کسی سعی کے اِن کو مل گیا۔ حضرت اماں جانؓ کا اصلی نام نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ تھا مگر بعد میں حضرت میر صاحبؓ نے آپؓ کا نام 'عائشہ' بھی رکھا۔ ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ لڑکی ایسے شخص کی بیوی بنے گی جسے خداتعالیٰ نے بروز محمدؐ ٹھہرایا ہے۔ آپؓ کا خطاب ''اُمّ المومنین'' اور کنیت ''اُمّ محمود'' ہے۔ حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کے دس بچے چھوٹی عمر میں فوت ہوئے مگر خداتعالیٰ کے فضل سے حضرت اماں جانؓ کے علاوہ دو بیٹوں حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ اور حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ نے لمبی عمر پائی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کے ایک الہام میں آپؓ کو ''میری خدیجہ'' کا نام عطا فرمایا۔ خداتعالیٰ نے آپؑ کو الہاماً فرمایا تھا کہ اُشْکُرْ نِعْمَتِیْ رَاَیْتَ خَدِیْجَتِیْ کہ تُو میری نعمت کا شکر کر کہ تُو نے میری خدیجہ کو پالیا ہے۔ اس بشارت میں خداتعالیٰ نے حضرت اماں جانؓ کو ''میری نعمت'' اور ''میری خدیجہ'' کے مبارک اعزاز سے نوازا۔

حضرت امّاں جان کا بچپن بہت ہی نیک، متقی، پرہیز گار، عبادت گزار والدین کی زیر تربیت گزرا۔ یوں تو خدائی تقدیر کے ماتحت ان کی حفاظت خود خداتعالیٰ کے فرشتے کر رہے تھے کیونکہ فاطمہ کی اس بیٹی نے آگے چل کر مسیح کی دلہن بننا تھا اور اس اولاد کی ماں بننا تھا جس کی خبر خود خداتعالیٰ نے چودہ سو سال پہلے دی تھی کہ یَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ (ترجمہ) وہ شادی کرے گا اور اس کی اولاد ہو گی۔

حضرت امّاں جان کی تعلیم گھر کی چار دیواری میں قرآن کریم اور اردو لکھنے پڑھنے سے شروع ہوئی جو حضرت میر ناصر نواب صاحب نے خود ہی کروائی۔ حضرت اُمّ المومنین بچپن ہی سے زیرک، ذہین و فہیم اور سلیقہ شعار تھیں۔ باوجود پنجاب میں پرورش پانے کے آپ کا طرز زندگی بالکل دہلی کی قدیم تہذیب کے مطابق رہا۔ باوجود اس کے کہ آپ کو پنجابی زبان پر ایک قدرت حاصل تھی۔ لیکن اردو زبان پر بھی آپؓ کو ملکہ حاصل تھا۔

سامعین! حضرت مسیح موعودؑ کی پہلی شادی اپنی ماموں زاد حرمت بی بی صاحبہ سے 1849ء میں ہوئی تھی۔ ان سے آپؑ کے دو صاحبزادے حضرت مرزا سلطان احمد صاحب اور مرزا فضل احمد صاحب پیدا ہوئے تھے۔ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کی والدہ صاحبہ کچھ دنیاداری کی طرف مائل تھیں۔ اس وجہ سے حضرت مسیح موعودؑ کا تعلق ان سے کم ہو گیا تھا۔ حضرت اماں جانؓ سے شادی سے قبل حضرت مسیح موعودؑ کو دوسری شادی کے سلسلہ میں کئی الہام ہوئے۔ ان میں سے ایک یہ ہے:

"میں نے ارادہ کیا ہے کہ تمہاری ایک اَور شادی کروں۔ یہ سب سامان میں خود ہی کروں گا اور تمہیں کسی بات کی تکلیف نہ ہو گی۔"

الہاماتِ الٰہیہ میں اس مبارک خاتون کے نام کی طرف بھی اشارہ کیا گیا تھا۔ چنانچہ براہین احمدیہ کے مذکورہ الہامات میں نصرت کا لفظ دو دفعہ ہے۔ حضور اس لفظ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اس جگہ عربی الہام میں جیسا کہ نصرت کا لفظ واقع ہے اسی طرح میری خاتون کا نام نصرت جہاں بیگم ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ جہاں کو فائدہ پہنچانے کے لئے آسمان سے نصرت شامل حال ہو گی۔"

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 276)

مزید فرمایا:

"میری یہ بیوی جو آئندہ خاندان کی ماں ہو گی اس کا نام نصرت جہاں بیگم ہے یہ تفاؤل کے طور پر الہامات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے تمام جہان کی مدد کے لئے میرے آئندہ خاندان کی بنیاد ڈالی ہے۔"

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 275)

ان الہامات کے مطابق حضور کی دوسری شادی نومبر 1884ء میں سادات خاندان میں حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ بنت حضرت میر ناصر نواب صاحب سے ہوئی۔ حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کے حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان سے اس وقت سے تعلقات تھے جب حضرت میر صاحب ملازمت کے سلسلہ میں قادیان رہے تھے اور وہ حضور علیہ السلام کی نیکی اور تقویٰ کے بہت معتقد تھے۔ وہ پیشگوئیاں اور خدائی وعدے جو حضرت مسیح موعودؑ سے آپ کی دوسری شادی کے متعلق کیے گئے تھے اُن کو پورا کرنے کا انتظام خدا تعالیٰ نے ایسے فرمایا کہ حضرت میر ناصر نواب صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں

ایک خط لکھا کہ مجھے اپنی لڑکی کے واسطے بہت فکر ہے۔ آپ دعا کریں کہ خدا کسی نیک آدمی کے ساتھ تعلق کی صورت پیدا کر دے۔ اس کے جواب میں حضرت مسیح موعودؑ نے تحریر فرمایا میرا تعلق میری بیوی سے گویا نہ ہونے کے برابر ہے۔ مَیں اَور نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے خدا تعالیٰ نے الہام فرمایا ہے کہ جیسا تمہارا عمدہ خاندان ہے ایسا ہی تم کو سادات سے عالی شان خاندان میں سے زوجہ عطا کروں گا اور اس نکاح میں بہت برکت ہوگی...اور یہ بھی لکھا کہ آپ مجھ پر نیک ظنی کر کے اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے کر دیں۔

حضرت میر صاحب لکھتے ہیں پہلے تو میں نے کچھ تامل کیا کیونکہ مرزا صاحب کی عمر کچھ زیادہ تھی اور بیوی بچہ موجود تھے اور ہماری قوم کے بھی نہ تھے۔ مگر پھر حضرت مرزا صاحب کی نیکی اور نیک مزاجی پر نظر کر کے جس کا میں دل سے خواہاں تھا میں نے اپنے دل میں مقرر کر لیا کہ اسی نیک مرد سے اپنی دخترِ نیک اختر کا رشتہ کر دوں۔ آپؓ نے کچھ سوچ بچار اور دعا کے بعد اپنی اہلیہ محترمہ حضرت سید بیگم صاحبہؓ سے مشورہ اور ان کی رضامندی کے بعد یہ رشتہ قبول کر لیا۔ چنانچہ آٹھ دن بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام دہلی پہنچ گئے۔ حافظ حامد علی صاحبؓ بطور خادم اور لالہ ملاوامل صاحب اور ایک دو اَور آدمی ساتھ تھے۔ حضرت میر صاحبؓ کی برادری کے لوگوں کو جب معلوم ہوا تو وہ بہت ناراض ہوئے کہ ایک بوڑھے شخص کو اور پھر ایک پنجابی کو رشتہ دے دیا اور کئی لوگ اس ناراضگی کی وجہ سے شامل بھی نہ ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ساتھ کوئی زیور اور کپڑا نہ لے گئے تھے، صرف ڈھائی سو روپیہ نقد تھا۔ اس پر بھی رشتہ داروں نے بہت طعن کیے۔ حضرت میر صاحبؓ اور ان کے گھر کے لوگ، لوگوں کو یہ جواب دیتے تھے کہ میرزا صاحب کی گھر کی عورتیں ان کی مخالف ہیں۔ پھر وہ جلدی میں آئے ہیں۔ اس حالت میں وہ زیور کپڑا کہاں سے بنوا لاتے۔ مگر برادری کے لوگوں کا طعن و تشنیع کم نہ ہوا۔

حضرت اُمّ المؤمنینؓ نے خود بھی اپنی شادی کے متعلق فرمایا:

حضرت صاحب مجھے بیاہنے دلّی گئے۔ آپؑ کے ساتھ شیخ حامد علی صاحبؓ اور ملاوامل بھی تھے۔ نکاح مولوی نذیر حسین صاحب نے پڑھایا تھا۔ یہ 27؍ محرم 1302 ہجری بروز پیر کی بات ہے۔ اس وقت میری عمر اٹھارہ سال تھی۔ حضرت صاحبؑ نے نکاح کے بعد مولوی نذیر حسین صاحب کو پانچ روپیہ اور ایک مصلّٰہ نذر دیا تھا۔ آپؑ کا حق مہر گیارہ سو روپے مقرر ہوا۔

گو کہ دونوں جانب کے خاندان اس تعلق پر خوش نہیں تھے مگر آسمان پر خدا کے فرشتے حمد وثنا کے گیت گا رہے تھے۔ دنیاوی لحاظ سے اس سادہ ترین رخصتی کے بعد حضرت اماں جان کی ایک نئی زندگی کا آغاز ہوا جس میں ہمیں روحانیت کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر نظر آتا ہے۔

سامعین! آپؓ کی حضرت مسیح موعودؑ سے شادی ایک الہامی شادی تھی یعنی خدا تعالیٰ نے اس کو خود طے فرمایا تھا۔ اس لیے یہ ایک مثالی جوڑا تھا۔ دونوں کو ایک دوسرے سے مثالی محبت تھی۔ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حضرت اماں جانؓ کے بلند اقبال کے متعلق بھی بے شمار بشارتیں دیں جن میں سے ایک پُر شوکت الہام ہے کہ

”تیرا گھر برکت سے بھرے گا۔ مَیں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ میں سے جن میں سے تُو بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی اور میں تیری ذریت کو بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا۔“

خدا تعالیٰ نے حضرت اقدس علیہ السلام کی ایک یہ پیشگوئی بھی حضرت اماں جانؓ کے مبارک وجود کے ذریعہ بڑی شان سے پوری فرمائی کہ تَرٰی نَسْلاً بَعِیْدًا۔ یعنی تُو ایک دُور کی نسل بھی دیکھے گا۔ حضرت مسیح موعودؑ آپؓ کے خاندان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”اس (خدا) نے پسند کیا کہ اس خاندان کی لڑکی میرے نکاح میں لاوے اور اس سے وہ اولاد پیدا کرے جو ان نوروں کو جن کی میرے ہاتھ سے تخمریزی ہوئی ہے دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلا دے“

(تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 275)

خدا تعالیٰ نے آپؑ کو اپنے آقا و مطاع آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز بنایا ایسے ہی حضرت امّاں جانؓ، حضرت خدیجہ ثانیہ تھیں۔ آپؓ کا حضرت اقدسؑ کے ساتھ عقیدت و محبت کا ایک گہرا رشتہ تھا۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا بھی آپؓ سے محبت کا تعلق تھا کیونکہ بعض غیب کی خبریں جو حضرت مسیح موعودؑ کو الہام ہوتیں آپؓ کو رؤیا کے ذریعے ان کا علم ہو جاتا۔ حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں

”کئی دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ جو رؤیا وحی مجھے ہوتی وہی گھر والوں (یعنی حضرت اماں جانؓ) کو بھی رؤیا یا خواب آجاتا۔“

آپؓ کو حضرت اقدسؑ سے بے پناہ عشق تھا۔ آپؓ کا پلنگ ہمیشہ دالان میں بیت الدّعا کے سامنے ہوتا۔ محترمہ امام بی بی صاحبہؓ والدہ مکرم منشی ابراہیم صاحب سناتی تھیں کہ

''میں چھوٹی تھی جب حضرت اماں جانؓ کے گھر رہتی تھی۔ حضورؑ کو جب وحی ہوتی تو آپؑ کو پسینہ بہت آتا اور بعد میں آپؑ کو کمزوری محسوس ہوتی تو حضرت اماں جانؓ آپؑ کے لیے کدو کا حلوہ بنا کر رکھتی تھیں۔ وہ آپؑ کو کھلاتی تھیں۔ آپؓ حضورؑ کے کھانے کا خاص خیال رکھتیں۔ خود پکاتیں یا اپنے سامنے پکواتیں۔ حضرت امّاں جانؓ، حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات کی عینی گواہ تھیں۔ آپؓ نے بارہا الہام ہوتے دیکھا۔''

حضرت امّاں جان کو حضرت مسیح موعودؑ پر پختہ اور بے مثال ایمان تھا۔ آپ کو سب سے قریب سے دیکھنے والی آپ کی اہلیہ، آپ کو آپ کے تمام دعاوی میں صادق اور راستباز یقین کرتیں۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ لکھتے ہیں۔ مَیں نے والدہ صاحبہ سے دریافت کیا کہ آپ نے کب بیعت کی تھی۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا میرے متعلق مشہور ہے کہ میں نے بیعت سے توقف کیا اور کئی سال بعد بیعت کی، غلط ہے، بلکہ میں کبھی بھی آپؑ سے الگ نہیں ہوئی۔ ہمیشہ آپؑ کے ساتھ رہی اور شروع ہی سے اپنے آپ کو بیعت میں سمجھا اور اپنے لیے الگ بیعت کی ضرورت نہیں سمجھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی حضرت نصرت جہاں بیگم رضی اللہ عنہا سے بہت محبت کرتے تھے۔ حضورؑ حضرت اماں جانؓ کے بارہ میں فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ نے مجھے لڑکوں کی بشارت دی وہ اس بی بی کے بطن سے پیدا ہوئے اس لیے میں اسے شعائر اللہ سمجھ کر اس کی خاطر داری رکھتا ہوں اور وہ جو کہے مان لیتا ہوں۔''

حضرت اماں جانؓ کی پاکیزہ نیک فطرت اور پھر حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت اور تربیت نے آپؓ کی شخصیت کو بہت پیارا کر دیا تھا۔ آپؓ نہایت خوش مزاج، سلیقہ شعار، مخلوق خدا کی سچی خیر خواہ، ہمدرد اور خدمت گار، ہر ایک سے محبت کا سلوک کرنے والی تھیں۔ سب یہ سمجھتے تھے کہ بس سب سے زیادہ مجھ سے پیار ہے۔ نہایت درجہ صابر شاکر تھیں، کسی مشکل میں نہ گھبراتیں۔ خدا تعالیٰ پر کامل توکّل تھا۔ مشکل کے وقت دعا میں لگ جاتیں۔ شریعت کی پوری پابند تھیں۔ آخری وقت تک مکمل پردہ کرتی رہیں۔ ایسے دل کش انداز سے تربیت کرتیں کہ سارا خاندان اور دیگر خواتین خوشی سے اطاعت کرتیں۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں کہ حضرت امّاں جانؓ کی نیکی اور دینداری کا مقدّم ترین پہلو نماز اور نوافل میں شغف تھا۔ فرض نمازوں کا کیا کہنا، تہجد اور ضحیٰ کی بھی پابند تھیں اور انہیں اس ذوق شوق سے ادا کرتیں کہ دیکھنے والوں کے دل میں بھی ایک خاص کیفیت پیدا ہونے لگتی۔ مَیں پوری بصیرت سے کہہ سکتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ نفسی) کی پیاری کیفیت کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے حضرت امّاں جانؓ کو بھی اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے ورثے میں ملی تھی۔

صاحبزادی امۃ القیوم صاحبہ تحریر فرماتی ہیں:

اماں جانؓ اتنی عاجزی اور انکساری سے نماز پڑھتیں جیسے سچ مچ اللہ میاں کے پاؤں پکڑے فریاد کر رہی ہیں۔

حضرت امّاں جان کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے حد درجہ محبت تھی۔ جس طرح آپؓ قرآن کریم سنتیں۔ اس طرح صاحبزادگان سے کتب احادیث روزانہ سنتیں۔ کئی یتیم بچیوں سے جن کو آپ نے خود پالا تھا کسی ایک کو پاس بٹھا کر اس سے حدیث پڑھوا کر سنتیں۔ نہ صرف احادیث سنتیں بلکہ بھرپور انداز میں ان پر عمل پیرا بھی ہوتیں۔

آپؓ کی رمضان المبارک کے مہینہ کی کیفیت کے بارے میں حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ بیان فرماتی ہیں:

"رمضان المبارک میں آپ بہت زیادہ خیرات دیتیں۔ تین چار آدمیوں کا کھانا اکثر اپنے ہاتھ سے پکا کر دیتیں۔ ویسے نقدی اور جنس کی صورت میں بھی بے حد خیرات کرتیں۔ رمضان المبارک کے علاوہ محرم میں بھی صدقہ و خیرات بہت فرماتیں اور گھر میں بھی نوکروں وغیرہ کو اچھا کھلاتیں۔ فرماتیں "سال شروع ہے اور حضرت مسیح موعودؑ فرماتے تھے جو شروع سال میں خیرات کرے گا اور اپنے پر فراخی کرے گا اس کو سال بھر فراخی رہے گی۔"

سامعین! آپؓ کی مہمان نوازی کا ذکر کریں تو سب سے پہلی "افسر لنگر خانہ" حضرت اماں جان تھیں۔ خلقت کا ایک ہجوم تھا جو دن اور رات دارالمسیح میں حاضر ہوتا تھا۔ شروع کا ایک لمبا عرصہ تو کھانا حضرت اماں جان کے گھر ہی سے جاتا تھا۔ ملک کے مختلف حصوں سے فرق فرق قوموں اور مزاجوں سے لوگ جمع ہوتے تھے۔ ان سب کی عادتوں اور خواہشوں کے مطابق ان کی مہمان نوازی اور وہ بھی پوری خوش دلی

سے صرف خدا کی رضا کی خاطر ایک انتھک محنت چاہتی تھی اور پھر مالی مشکلات کی صورت میں اپنے زیور تک پیش کر دینا یہ اُمّ المؤمنین کا ہی حصہ تھا۔ جن کو خدا نے خَدِیْجَتِیْ فرمایا تھا۔ آپؓ بھی ہر وقت حضرت خدیجہؓ کی طرح اپنے مال کو خدا اور اس کے مسیح کی خدمت کے لیے حاضر کرنے کو تیار رہتیں۔ ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے موقع پر خرچ نہ رہا۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب نے آکر عرض کی کہ رات کو مہمانوں کے لیے کوئی سالن نہیں ہے۔ حضورؑ نے فرمایا:

بی بی صاحبہ (حضرت اماں جان) سے کوئی زیور لے کر جو کفایت کر سکے فروخت کر کے سامان کر لیں۔

چنانچہ زیور فروخت یا رہن کر کے میر صاحب روپیہ لے آئے اور مہانوں کے لیے سامان بہم پہنچایا۔

صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ تحریر کرتی ہیں:

”ہفتہ میں ایک دن نابینا اور یتیم بچوں کو حضرت امّاں جان رضی اللہ عنہا دوپہر کے کھانے پر بلاتیں جو قطار میں ایک دوسروں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر آتے تھے۔ ان کے لیے دستر خوان بچھتا۔ پلاؤ تو مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ پکتا تھا اور کیا ہوتا تھا مجھے یاد نہیں۔“

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”میری آنکھوں نے خود دیکھا کہ آپ خدا تعالیٰ کی محبت میں اور اسلام کی تعلیم کے عشق میں آٹھ، نو، دس سال کے بچوں کو اپنے پاس رکھتیں تو بعض دفعہ خود اپنے ہاتھ سے انہیں نہلاتیں۔“

سامعین! جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی بیان کیا ہے کہ آپ نہایت درجہ صابر شاکر تھیں۔ کسی مصیبت میں نہ گھبراتیں، خدا تعالیٰ پر کامل توکّل تھا۔ مشکل وقت میں دعا میں لگ جاتیں۔ حضرت یعقوب علی عرفانی صاحب چشم دید واقعہ تحریر کرتے ہیں کہ جب حضرت مسیح موعودؑ کی وفات ہو گئی اور آپ کا جنازہ قادیان میں لایا گیا اور باغ کے کمرہ میں رکھا گیا مَیں حضرت کی آخری خدمت کے لیے وہاں بطور نگران متعیّن تھا۔ کیونکہ لوگ آتے اور زیارت کرتے جاتے تھے۔ اِسی اثناء میں حضرت اماں جان تشریف لے آئیں۔ آپ پائنتی کی طرف کھڑی ہو گئیں اور نہایت دردناک آواز میں فرمایا ”تُو نبیوں کا چاند تھا تیرے سبب میرے گھر میں فرشتے اُترتے تھے۔“

حضرت نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کے بطن سے پانچ صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں پیدا ہوئیں جن میں سے پانچ بچے تو بچپن میں وفات پاگئے جبکہ تین بیٹوں اور دو بیٹیوں کو اللہ تعالیٰ نے لمبی زندگی سے نوازا۔ آپؓ کا ہر بچہ قبل از وقت الہامی اطلاع اور بھاری آسمانی بشارتوں کے ماتحت پیدا ہوا، اسی لیے حضرت مسیح موعودؑ آپؓ کو شعائر اللہ یقین کرتے تھے اور آپؓ کی دلداری کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے۔ حضورؑ فرماتے ہیں:

"خواب میں مَیں نے دیکھا کہ میری بیوی مجھے کہتی ہے کہ مَیں نے خدا کی مرضی کے لیے اپنی مرضی چھوڑ دی ہے۔ اس پر مَیں نے ان کو جواب میں یہ کہا کہ اسی سے تو تم پر حُسن چڑھا ہے۔"

(تذکرہ صفحہ 597)

آپ کی مبشر اولاد میں سب سے بڑے فرزند حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کو خدا تعالیٰ نے خلافت کی ردا پہنانے کے ساتھ ساتھ مصلح موعود کے مقام پر بھی فائز فرمایا۔ جن کے متعلق خدا تعالیٰ نے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا اور وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا... نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خدا تعالیٰ نے قمر الانبیاء قرار دیا یعنی نبیوں کا چاند۔ حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حضور اقدس علیہ السلام فرماتے ہیں کہ شریف احمد کو خواب میں دیکھا کہ اس نے پگڑی باندھی ہوئی ہے اور دو آدمی پاس کھڑے ہیں۔ ایک نے شریف احمد کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ "وہ بادشاہ آیا"۔ دوسرے نے کہا کہ ابھی تو اس نے قاضی بننا ہے۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں حضور علیہ السلام کو الہام ہوا "نواب مبارکہ بیگم"۔ حضرت امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کا الہام تھا "دُختِ کرام"۔ حقیقۃ الوحی میں آپؑ نے اس نشان کو چالیسواں نشان قرار دیا ہے۔

حضرت اماں جان کے پانچ بچے چھوٹی عمروں میں وفات پاگئے مگر ان موقعوں پر آپ نے جس صبر اور رضا کا مظاہرہ کیا وہ بھی تاریخ میں سنہری الفاظ میں لکھے جانے کے قابل ہے۔بشیر اوّل جن کی وفات ایک سال کی عمر میں ہوئی تھی جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپؓ نے نماز پڑھنا شروع کر دی اور بس جب بچہ فوت ہو گیا تو آپ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر خاموش ہو گئیں۔اسی طرح صاحبزادہ مرزا مبارک احمد کی وفات پر جن کی عمر 8 سال سے کچھ اوپر تھی اور وہ حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بہت لاڈلے بیٹے تھے اور جب ان کی وفات ہوئی تو حضرت اماں جان نے فرمایا

”میں خدا کی تقدیر پر راضی ہوں“

آخر اس مبشر اولاد کی یہ مبشر ماں جو خدا کے مسیح کی پیاری بیوی اور خدا کی خدیجہ تھی 20 اپریل 1952ء کو اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہو گئیں۔

مکرم ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب تحریر کرتے ہیں:

”وفات کے دن صبح کے وقت جب میں ٹیکہ کرنے لگا تو آپ نے فرمایا قرآن شریف لے آؤ۔ میں نے عرض کی۔ اماں جان ٹیکہ کر لیں پھر سن لیں۔ جس پر آپ نے اثبات میں سر سے اشارہ کیا۔ چنانچہ ٹیکہ کے بعد میر محمود صاحب نے قرآن شریف پڑھ کر سنایا اور وفات سے ایک گھنٹہ قبل رات 10:30 بجے بھی امّاں جان نے فرمایا قرآن شریف سناؤ۔ جس پر میر محمود صاحب نے قرآن شریف سنایا“۔

حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم رضی اللہ تعالیٰ کی زندگی ہر لحاظ سے ہم سب کے لیے قابل تقلید ہے۔ آپؓ نے حقیقتاً ایک نبی کی زوجہ ہونے کا حق ادا کیا آپ کا خدا پر توکل ہو یا عبادات کا معیار تربیت اولاد ہو یا عائلی معاملات، پردہ ہو یا دیگر اسلامی تعلیمات ہر جگہ آپ نے اسلامی تعلیمات کے مطابق عمل کیا۔

سامعین کرام! حضرت اماں جان نصرت جہاں بیگمؓ کی زندگی کے اتنے پہلو ہیں کہ اس کم وقت میں بیان کرنا بہت مشکل ہے۔ آپؓ کی شخصیت پر یہ شعر مکمل طور پر لاگو ہوتا ہے کہ

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لیے

اللہ کے حضور التجا ہے کہ ہم سب کو حضرت اماں جان کے نقشِ قدم پر چلنے اور اُن کی نیکیوں اور اخلاق کو اپنے اندر پیدا کرنے اور زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم احمدی حضرت اماں جان کی تمام دعاؤں کے وارث ہوں۔ آمین

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

﴿6﴾ ﴿مشاہدات۔402﴾

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔(الانعام:163)

ترجمہ: تو کہہ دے کہ میری عبادت اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

احمدِ مُرسل کے ثانی حسن میں احسان میں
خوبیاں تجھ سی نہیں ہرگز کسی انسان میں
تُو مقدّس باپ کے ہم رنگ اے محمود ہے
نصرتِ اسلام روحِ والد و مولود ہے
یہ حقیقت وہ ہے جو خود شاہد و مشہود ہے
لاجرم لاریب تُو ہی مصلح موعود ہے

معزز سامعین! آج میری تقریر کا موضوع سیرت "حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ" ہے۔

خدا تعالیٰ اس دنیا میں بعض افراد ایسے بھی پیدا کرتا ہے جن کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ وہ قوموں کی تقدیریں بدل دیتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اُن کو دنیا میں ایک نمونہ بنا کر بھیجتا ہے۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا شمار بھی ایسی ہی شخصیات میں سے ہوتا ہے۔

خدا نے خود اسے "فضلِ عمر" کہہ کے پکارا تھا۔ حضرت عمرؓ سا دبدبہ ویسی ہی شوکت اس کو حاصل تھی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق فرمایا فَتَزَوَّجُ وَ یُوْلَدُ لَہٗ (مشکوٰۃ) یعنی مسیح موعود شادی کرے گا اور اس کے ہاں فرزند ہو گا۔ یہاں کسی عام شادی اور اولاد کی بات

نہیں بلکہ مسیح موعود کی خاص شادی اور موعود بیٹے کی خبر دی گئی تھی۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دوسری شادی خاص بشارات کے تحت ہوئی تھی۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی بعثت کے بعد اسلام کو باقی ادیان سے افضل اور زندہ مذہب ثابت کرنے کے لیے لسانی اور قلمی جدوجہد کا آغاز کیا تو بعض آریہ سماج کے لیڈروں نے آپؑ سے اسلام کے زندہ مذہب ہونے کا کوئی نشان طلب کیا۔ حضور علیہ السلام نے یہ چیلنج قبول کیا اور خدا تعالیٰ کے حضور عجز و نیاز کے ساتھ دعائیں کیں۔ 1886ء میں آپؑ نے ہوشیار پور کا سفر اختیار کیا اور وہاں چالیس روز چلہ کشی کی جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو ایک موعود بیٹے کی خوشخبری دی۔ چنانچہ آپؑ نے 20 فروری 1886ء کو ایک اشتہار شائع فرمایا جس میں وہ پیش گوئی تھی۔

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہو گا اک دن محبوب میرا

اس مشہور و معروف پیشگوئی کے الفاظ سامعین یہ ہیں کہ

"اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا۔ وہ دُنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور رُوح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کریگا۔ وہ کلمۃُ اللہ ہے کیونکہ خُدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ **سخت ذہین و فہیم ہو گا اور دِل کا حلیم اور علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائیگا** اور وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا (اسکے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَ الْاٰخِرِ۔ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَآءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا۔ نُور آتا ہے نُور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی رُوح ڈالیں گے اور خُدا کا سایہ اس کے سر پر ہو گا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا۔ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔"

(اشتہار 20 ء فروری 1886ء)

اُولوالعزم و جواں ہمت تھا وہ عالی گہر ایسا
زمانے بھر سے ٹکرانے کی ہمت اس کو حاصل تھی
رضا کے عطر سے ممسوح کر کے اُس کو بھیجا تھا
وہ ایسا گُل تھا کہ ہر گُل کی نکہت اس کو حاصل تھی

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ مورخہ 12 جنوری 1889ء بروز ہفتہ قادیان میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت مسیح موعودؑ کی حرم ثانی حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کے بطن سے حضور کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت الٰہی بشارتوں کے مطابق ہوئی جو ہستی باری تعالیٰ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ الہام الٰہی میں آپ کا نام محمود، بشیر ثانی اور فضل عمر بھی رکھا گیا اور کلمۃ اللہ نیز فخر رُسل کے خطابات سے نوازا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں الہاماً یہ بھی بتایا گیا کہ وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا، خدا کا سایہ اس کے سر پر ہو گا، وہ جلد جلد بڑھے گا، اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا، زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے آپؓ کی پیدائش پر ایک اشتہار شائع کیا جس میں آپؓ کی پیدائش کی خوشخبری دیتے ہوئے دس شرائط بیعت کا بھی اعلان فرمایا اور کچھ عرصہ کے بعد 1889ء میں پہلی بیعت کا آغاز فرمایا گویا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی پیدائش اور جماعت احمدیہ کا آغاز ایک ہی وقت میں ہوئے۔

چونکہ آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بہت سی بشارات ملی تھیں اِس لئے حضور علیہ السلام آپ رضی اللہ عنہ کا بہت خیال رکھتے۔ بچپن سے ہی آپ رضی اللہ عنہ کی طبیعت میں دین کی طرف رغبت تھی۔ دُعا میں شغف تھا اور نمازیں بہت توجہ سے ادا کرتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ تعلیم کی عمر کو پہنچے تو مقامی سکول میں آپ کو داخل کرایا گیا مگر طالب علمی کے زمانہ میں چونکہ آپ کی صحت خراب رہتی تھی اس لئے آپ کو دنیاوی تعلیم سے زیادہ دلچسپی نہیں تھی۔ آپ کے استاد حضرت مسیح موعودؑ سے آپ کی تعلیمی حالت کا ذکر کرتے تو حضور فرمایا کرتے تھے کہ اس کی صحت اچھی نہیں ہے۔

جتنا یہ شوق سے پڑھے اسے پڑھنے دو، زیادہ زور نہ دو۔ خدا تعالیٰ نے پیش گوئی کے مطابق خود آپ کو ظاہری و باطنی تعلیم دی۔ جس کو دنیا نے دیکھا۔

(جماعت احمدیہ کی مختصر تاریخ از شیخ خورشید احمد صفحہ 65-67)

حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں ہی آپؓ کو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے اپنی خاص تربیت میں لے لیا۔ آپ نے ان کی صحبت اور فیض سے بہت فائدہ اٹھایا۔ قرآن شریف، حدیثوں کی بعض کتابیں آپ نے حضرت مولوی صاحب سے ہی پڑھیں۔ قرآن کریم کا ترجمہ تین ماہ میں پڑھا دیا۔ پھر بخاری بھی تین ماہ میں پڑھا دی، کچھ طب بھی پڑھائی اور چند عربی کے رسالے پڑھائے۔ قرآنی علوم کا انکشاف تو موہبت الٰہی ہوتی ہے مگر یہ درست ہے کہ قرآن کریم کا شوق حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے ہی پیدا کیا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کی عمر 17، 18 سال کی تھی ایک دن خواب میں ایک فرشتہ ظاہر ہوا اور اس نے سورۃ فاتحہ کی تفسیر سکھائی۔ اس کے بعد سے تفسیر قرآن کا علم خدا تعالیٰ خود عطا کرتا چلا گیا۔

سامعین! 26 مئی 1908ء کو جب حضرت مسیح موعودؑ وفات پا گئے۔ آپ 19 برس کے تھے۔ اس وقت آپ نے یہ عظیم الشان عہد کیا کہ الٰہی! اگر سارے لوگ بھی حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کو چھوڑ جائیں گے تو پھر بھی میں اپنے عہد پر قائم رہوں گا اور حضرت مسیح موعودؑ جس مقصد کے لئے مبعوث ہوئے تھے اسے پورا کرنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ یہ عہد آپ رضی اللہ عنہ کی اولوالعزمی اور غیرتِ دینی کی ایک روشن دلیل ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ زندگی کا ایک ایک دن اس امر کا گواہ ہے جو آپ نے عہد کیا وہ پورا کر دکھایا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو خدا تعالیٰ سے بے انتہا محبت تھی۔ آپ کی تمام زندگی قرآن مجید کی آیت کے مطابق گزری کہ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ لہٰذا آپؓ کے دور خلافت کا ایک ایک دن شاہد ہے کہ مخالفتوں کی آندھیاں چلیں، فتنے اٹھے، جماعت کو نیست و نابود کرنے کی کوششیں کی گئیں مگر آپ کو اللہ تعالیٰ پر کامل توکل رہا اور اللہ تعالیٰ کا سایہ بھی ہر آن آپ پر رہا۔

اسی طرح قرآن مجید سے آپ کو بے نظیر عشق تھا۔ آپؓ نے قرآن مجید کی تفسیر تاریخ احمدیت کا روشن باب ہے۔ جن دنوں آپ نے تفسیر کبیر لکھ رہے تھے آپؓ کو نہ اپنے آرام کا خیال رہتا تھا نہ سونے کا نہ

کھانے کا۔ بس ایک دھن تھی کہ کام ختم ہو جائے رات کو عشاء کی نماز کے بعد لکھنے بیٹھتے ہیں تو کوئی دفعہ ایسا ہوا کہ صبح کی اذان ہو گئی اور لکھتے چلے گئے۔ ڈاکٹر کہتے تھے کہ آرام کریں زیادہ محنت نہ کریں مگر آپ کو ایک دھن تھی کہ قرآن کے ترجمہ کا کام ختم ہو جائے۔

13 مارچ 1914ء کو جب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فوت ہوئے تو اس دن عصر کی نماز کے وقت سب لوگ مسجد نور قادیان میں جمع ہو گئے جہاں حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وصیت پڑھ کر سنائی اور لوگوں سے درخواست کی کہ وصیت کے مطابق کسی شخص کو خلیفہ مقرر کریں۔ اس پر آپؓ کا نام پیش ہوا پہلے تو آپؓ نے انکار کیا لیکن لوگوں کا جوش اور اصرار دیکھ کر آپؓ سمجھ گئے کہ خدا تعالیٰ کا یہی فیصلہ ہے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے بیعت لے لی۔ غیر مبائعین نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وفات پر خلافت کو ختم کرنے کے لیے بہت زور لگایا لیکن خدا کے فضل سے ان کی کوئی کوشش کامیاب نہ ہو سکی۔

سامعین کرام! حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا عہدِ خلافت اسلام کی ترقی اور بے نظیر کامیابیوں کا درخشاں دَور ہے۔ اس باون سالہ دور میں خدا تعالیٰ کی غیر معمولی نصرتوں کے ایسے عجیب در عجیب نشانات ظاہر ہوئے کہ ایک دنیا ورطہ حیرت میں پڑ گئی اور دشمن کو بھی یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہ رہا کہ اس زمانہ میں سلسلہ عالیہ احمدیہ نے غیر معمولی ترقی کی ہے اور یہ کہ امام جماعت احمدیہ بے نظیر صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے اس باون سالہ عہدِ خلافت میں مخالفتوں کے بہت سے طوفان اٹھے۔ اندرونی اور بیرونی فتنوں نے سر اٹھایا مگر آپ رضی اللہ عنہ کے پائے استقلال میں ذرا سی جنبش نہ ہوئی اور یہ الٰہی قافلہ خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ اپنی منزل کی جانب بدستور بڑھتا گیا۔ ہر فتنہ کے بعد جماعت میں قربانی اور فدائیت کی روح میں نمایاں ترقی ہوئی اور قدم آگے ہی آگے بڑھتا گیا۔ جس وقت منکرینِ خلافت مرکز سلسلہ کو چھوڑ کر گئے اس وقت انجمن کے خزانے میں چند آنوں کے سوا کچھ نہ تھا لیکن جس وقت آپ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا اس وقت صدر انجمن اور تحریک جدید کا بجٹ 71 لاکھ نواسی ہزار تک پہنچ چکا تھا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے حضرت

مسیح موعود علیہ السلام کو بتلایا تھا وہ لفظاً لفظاً پورا ہوا۔ حضرت فضل عمر جلد جلد بڑھے اور دنیا کے کناروں تک اشاعتِ اسلام کے مراکز قائم کر کے شہرت پائی۔

خلافت اُولیٰ کے دور میں آپ نے ہندوستان کے مختلف علاقوں نیز بلادِ عرب و مصر کا سفر کیا۔ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ 1911ء میں آپ نے مجلس انصار اللہ قائم فرمائی اور 1913ء میں اخبار الفضل جاری کیا اور اس کی ادارت کے فرائض اپنی خلافت کے دَور تک نہایت عمدگی اور قابلیت سے سر انجام دیئے۔ بیرونی ممالک میں تبلیغ کے کام کو وسیع پیمانے پر چلانے کیلئے 1934ء میں تحریک جدید جاری فرمائی۔

1947ء میں پاکستان قائم ہونے پر ملک میں خطرناک فسادات شروع ہو گئے۔ قادیان کو بھارت میں شامل کر دیا گیا۔ جہاں اور لوگ لاکھوں کی تعداد میں لُوٹے اور مارے گئے وہاں احمدی جماعت کے اکثر افراد حضور رضی اللہ عنہ کی راہنمائی میں بڑی عمدگی اور حفاظت کے ساتھ ایک خاص انتظام کے تحت پاکستان پہنچ گئے لیکن پاکستان پہنچنے کے بعد جگہ جگہ بکھر گئے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے تھوڑے عرصہ میں ہی ربوہ کی زمین حکومت سے خرید کر وہاں جماعت احمدیہ کے نئے مرکز کی بنیاد رکھی اور اس کا نام ربوہ رکھا گیا۔ یورپ، ایشیا، افریقہ اور امریکہ کے مختلف ممالک اور جزائر میں نئے تبلیغی مشن قائم ہوئے، سینکڑوں مساجد تعمیر ہوئیں، قرآن کریم کے مختلف زبانوں میں تراجم ہوئے اور کثرت کے ساتھ اسلامی لٹریچر مختلف زبانوں میں شائع کیا گیا اور لاکھوں افراد اسلام کے نور سے منور ہوئے۔ اندرون ملک دیہاتی علاقوں میں تبلیغ کے کام کو مؤثر رنگ میں چلانے کے لئے 1957ء میں "وقفِ جدید انجمن احمدیہ" کے نام سے تیسری انجمن قائم کی۔

جماعت میں قوتِ عمل کو بیدار رکھنے کیلئے آپ رضی اللہ عنہ نے جماعت میں ذیلی تنظیمیں یعنی انصار اللہ، خدام الاحمدیہ، اطفال الاحمدیہ، لجنہ اماء اللہ اور ناصرات الاحمدیہ قائم فرمائیں تا کہ مرد اور عورتیں، بچے اور جوان سب اپنے اپنے رنگ میں آزادانہ طور پر تعلیم و تربیت کا کام جاری رکھ سکیں اور نئی نسل میں قیادت کی صلاحیتیں اُجاگر ہوں۔ ان تنظیموں کا قیام جماعت پر احسانِ عظیم ہے۔

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے طبقہ نسواں پر عظیم الشان احسانات ہیں۔ آپ کے دور خلافت میں احمدی عورت نے علم میں، عمل میں، قربانی میں، نیکی وطہارت میں آپ کے زیر سایہ جس قدر ترقی کی اس کی مثال کسی قوم میں نہیں مل سکتی۔ 1922ء میں آپ نے لجنہ اماء اللہ کا قیام فرما کر مستورات میں یہ احساس پیدا کیا کہ وہ بنی نوع انسان کا ایک جزولاینفک ہیں۔ اور قوموں کی ترقی میں ان کا بھی ہاتھ ہے۔ آپؓ نے فرمایا تھا کہ "اگر پچاس فیصد عورتوں کی اصلاح کر لو تو اسلام کو ترقی حاصل ہو جائے گی" اور ہم دیکھتے ہیں کہ آج یہ بات کس قدر سچ ہو رہی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جماعت میں اسلامی نظامِ شوریٰ کو زندہ رکھنے کیلئے مجلس شوریٰ کا قیام فرمایا۔ قرآنی علوم کی اشاعت اور ترویج کے لئے درس قرآن کا سلسلہ جماعت میں جاری رکھا۔ تفسیر کبیر کے نام سے کئی جلدوں میں قرآن کریم کی ایک ضخیم تفسیر لکھی جس میں قرآنی حقائق و معارف کو ایسے اچھوتے انداز میں پیش کیا کہ دل تسلی پاتے اور اسلام کی حقانیت خوب واضح ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ہر طبقہ کے لوگوں میں قرآنی علوم کو چسکا پیدا کرنے کے لئے قرآن کریم کی ایک نہایت مختصر مگر عام فہم تفسیر الگ تحریر فرمائی جس کا نام "تفسیر صغیر" ہے۔

سامعین کرام! 1954ء میں آپ رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ علاج سے زخم تو بظاہر مندمل ہو گئے لیکن تکلیف جاری رہی اس لئے 1955ء میں آپ رضی اللہ عنہ دوسری مرتبہ بغرض علاج یورپ تشریف لے گئے۔ مندرجہ بالا سانحہ کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کی صحت برابر گرتی چلی گئی یہاں تک کہ وہ المناک گھڑی آ پہنچی جب آپ رضی اللہ عنہ تقدیر الٰہی کے ماتحت اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ یہ 7 اور 8 نومبر 1965ء کی درمیانی شب تھی۔ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث نے 9 نومبر کو بہشتی مقبرہ ربوہ کے وسیع احاطہ میں نماز جنازہ پڑھائی اور پچاس ہزار افراد نے دلی دعاؤں اور اشکبار آنکھوں کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کو سپرد خاک کیا۔

(دینی معلومات کا بنیادی نصاب صفحہ 183 شائع کردہ مجلس انصار اللہ پاکستان)

چل دیا آج وہ فخرِ عصرِ رواں
جس کی ہستی پہ اِس دَور کو ناز تھا

معزز سامعین! خلافت ثانیہ کا مبارک دور 14 مارچ 1914ء کو شروع ہوا اور 8 نومبر 1965ء کو ختم ہوا۔ یہ ایک تاریخ ساز دور تھا حضرت مصلح موعودؓ نے اسلام اور سلسلہ احمدیہ کی ترقی کے لئے عظیم الشان کارنامے سرانجام دیئے جس نے جماعت کی علمی و روحانی ترقی اور تعلیم و تربیت میں نہایت اہم کردار ادا کیا اور خدا تعالیٰ کے فضلوں کے ساتھ جماعت کامیابی و کامرانی کے ساتھ فتح و نصرت کی نئی منزلوں کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے دل میں اسلام اور جماعت کی ترقی کا ہمیشہ خیال رہتا تھا۔ آپؓ فرماتے ہیں:

”آپ لوگ جو میرے اس اعلان کے مصدق ہیں آپ کا اولین فرض یہ ہے کہ اپنے اندر تبدیلی پیدا کریں اور اپنے خون کا آخری قطرہ تک اسلام اور احمدیت کی فتح اور کامیابی کے لئے بہانے کو تیار ہو جائیں... اگر تم ترقی کرنا چاہتے ہو، اگر تم اپنی ذمہ داریوں کو صحیح طور پر سمجھتے ہو تو قدم بقدم اور شانہ بشانہ میرے ساتھ بڑھتے چلے آؤ تا کہ ہم کفر کے قلب میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا اگاڑ دیں اور باطل کو ہمیشہ کے لئے صفحہ عالم سے نیست و نابود کر دیں اور ان شاءاللہ ایسا ہی ہو گا۔ زمین اور آسمان ٹل سکتے ہیں مگر خدا تعالیٰ کی باتیں کبھی ٹل نہیں سکتیں“

(الموعود۔ انوار العلوم جلد 17 صفحہ 615،616)

یوم مصلح موعودؓ کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہمیں ہماری ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

”پس آج ہمارا بھی کام ہے کہ اپنے اپنے دائرے میں مصلح بننے کی کوشش کریں۔ اپنے علم سے، اپنے قول سے، اپنے عمل سے اسلام کے خوبصورت پیغام کو ہر طرف پھیلا دیں۔ اصلاح نفس کی طرف بھی توجہ دیں۔ اصلاح اولاد کی طرف بھی توجہ دیں اور اصلاح معاشرہ کی طرف بھی توجہ دیں۔ اور اس اصلاح اور پیغام کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے بھرپور کوشش کریں۔ جس کا منبع اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا تھا۔ پس اگر ہم اس سوچ کے ساتھ اپنی زندگیاں گزارنے والے ہوں گے تو یوم مصلح موعود کا حق ادا کرنے والے ہوں گے۔“ (خطبات مسرور جلد 9 صفحہ 91)

بالیقیں اپنی اولوالعزمی میں تو اک فرد ہے
اے خدا کے شیر! تو اک آسمانی مرد ہے
تیرے دم سے اے مسیحی روح فاروقی دماغ
خانہ اسلام کا روشن ہوا دھندلا چراغ

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

﴿7﴾ ﴿مشاہدات۔259﴾

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی سیرت کے چند درخشندہ پہلو

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا

(الکہف:110)

کہہ دے کہ اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لئے روشنائی بن جائیں تو سمندر ضرور ختم ہو جائیں گے پیشتر اس کے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں خواہ ہم بطور مدد اس جیسے اور (سمندر) لے آئیں۔

بشارت دی کہ اِک بیٹا ہے تیرا
جو ہو گا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اُس مَہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اِک عالَم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اِک دل کی غذا دی
فَسُبحَانَ الَّذِی اَخزَی الاَعَادِی

سامعین کرام! آج مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی سیرت کے چند درخشندہ پہلو بیان کرنے ہیں۔

حضرت سیدہ مریم صدیقہ اُمِّ متین صاحبہ مرحومہ کو حضرت مصلح موعودؓ کی تیس سال سے زائد شریکِ حیات رہنے کا شرف حاصل رہا۔ آپ مرحومہ نے حضورؓ کی وفات کے بعد آپؓ کی سیرت و شمائل پر تقاریر بھی کیں اور مضامین بھی لکھے جو جماعتی جرائد، اخبارات اور میگزینز میں شائع ہوتے رہے۔ آج اِس محفل میں آپ ہی کے مضامین سے حضورؓ کے سیرت سے چند پھول چُن کر آپ حاضرین کے سامنے پیش کروں گا۔

اللہ تعالیٰ سے محبت

اللہ تعالیٰ سے محبت کے حوالے سے جب بھی کسی پر لکھنے کے لئے قلم کو حرکت دیں تو قرآنی آیت قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ کا مضمون سامنے آتا ہے بالخصوص اپنے پیاروں کے متعلق۔ حضرت مصلح موعودؓ بھی اپنے پیارے اللہ سے محبت کے سچے اور حقیقی دعویدار تھے جنہوں مندرج بالا آیہ کریمہ پر کماحقہ عمل کر کے اپنے آقا و مولی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی تا اللہ آپ سے محبت کرے۔ اِس بارہ میں حضرت چھوٹی آپا فرماتی ہیں:

”آپ کو اللہ تعالیٰ سے کتنی محبت تھی، اسلام کے لیے کتنی تڑپ تھی اس کی مثال کے طور پر ایک واقعہ لکھتی ہوں۔ عموماً شادیاں ہوتی ہیں دولہا دلہن ملتے ہیں تو سوائے عشق و محبت کی باتوں کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ مجھے یاد ہے کہ میری شادی کی پہلی رات بے شک عشق و محبت کی باتیں بھی ہوئیں مگر زیادہ تر عشق الٰہی کی باتیں تھیں۔ آپ کی باتوں کا لب لباب یہ تھا اور مجھ سے ایک طرح عہد لیا جا رہا تھا کہ میں ذکر الٰہی اور دعاؤں کی عادت ڈالوں۔ دین کی خدمت کروں۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانیؓ کی عظیم ذمہ داریوں میں آپ کا ہاتھ بٹاؤں۔ بار بار آپ نے اس کا اظہار فرمایا کہ میں نے تم سے شادی اسی غرض سے کی ہے اور میں خود بھی اپنے والدین کے گھر سے یہی جذبہ لے کر آئی تھی۔“

پھر لکھتی ہیں۔

”آپ کی تمام زندگی قرآن مجید کی آیت اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کے مطابق گزری ہے۔ آپ کی تیس سالہ رفاقت میں مَیں نے تو یہی مشاہدہ کیا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی ہستی پر جیسا عظیم الشان ایمان تھا وہ سوائے انبیاء کے اور کسی وجود میں نظر نہیں آتا۔ آپ کے 52 سالہ دور خلافت میں کئی فتنے اٹھے۔ بظاہر ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ دنیا نے سمجھ لیا کہ اب یہ جماعت منتشر ہو جائے گی۔ اس کا اتحاد ٹوٹ جائے گا لیکن خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کی ہستی پر یقینِ کامل تھا اور یہ یقین تھا کہ یہ ردا اس نے پہنائی ہے اسے کوئی اتار نہیں سکتا۔ بڑے سے بڑا فتنہ اٹھے، بڑے سے بڑا دشمن مقابل میں آئے وہ بہر حال شکست کھائے گا۔ سب سے پہلے پیغامیوں کا فتنہ اٹھا۔ ان کو زعم تھا کہ جماعت کے سرکردہ ہمارے ساتھ ہیں آہستہ آہستہ ساری جماعت ہمارے ساتھ ہو جائے گی لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ

المسیح الثانیؓ کو الہاماً بتا چکا تھا کہ وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا کے اطاعت گزار آپ کے نہ ماننے والوں پر ہمیشہ غالب رہیں گے۔

چنانچہ آپ نے علی الاعلان ان کو چیلنج دیا کہ

پھیر لو جتنی جماعت ہے میری بیعت میں
باندھ لو ساروں کو تم مکر کی زنجیروں سے
پھر بھی مغلوب رہو گے مرے تا یوم البعث
ہے یہ تقدیر خداوند کی تقد یروں سے

اور دنیا نے دیکھ لیا کہ اس پاک وجود کے سر پر واقعی خدا کا سایہ تھا جنہوں نے اس کی مخالفت کی وہ ناکام رہا اور جس نے اس مسیحی نفس سے تعلق رکھا اس نے روح الحق کی برکت سے بیماریوں سے نجات پائی۔“

سامعین! اللہ تعالیٰ پر جو آپ کو ایمان تھا اس کی ابتدا جس رنگ میں ہوئی اس کا بیان حضرت چھوٹی آپا حضور کے ہی الفاظ میں تحریر کرتی ہیں۔ حضور فرماتے ہیں:

”1900ء میرے قلب کو اسلامی احکام کی طرف توجہ دلانے کا موجب ہوا ہے۔ میں 11 سال کا تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لیے کوئی شخص چھینٹ کی قسم کے کپڑے کا ایک جبہ لایا تھا۔ میں نے آپ سے وہ جبہ لے لیا تھا کسی اور خیال سے نہیں بلکہ اس لیے کہ اس کا رنگ اور اس کے نقش مجھے پسند تھے۔ میں اسے پہن نہیں سکتا تھا کیونکہ اس کے دامن میرے پاؤں سے نیچے لٹکتے رہتے تھے۔ جب میں 11 سال کا ہوا اور 1900ء نے دنیا میں قدم رکھا تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں خدا تعالیٰ پر کیوں ایمان لاتا ہوں۔ اس کے وجود کا کیا ثبوت ہے؟۔ مَیں دیر تک رات کے وقت اس مسئلہ پر سوچتا رہا۔ آخر 10-11 بجے میرے دل نے فیصلہ کیا کہ ہاں ایک خدا ہے۔ وہ گھڑی میرے لیے کیسی خوشی کی گھڑی تھی جس طرح کہ ایک بچے کو اس کی ماں مل جائے تو اسے خوشی ہوتی ہے اسی طرح مجھے خوشی تھی کہ میرا پیدا کرنے والا مجھے مل گیا۔ سماعی ایمان، علمی ایمان سے تبدیل ہو گیا۔ میں نے اس وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور ایک عرصے تک کرتا رہا کہ خدایا! مجھے تیری ذات کے متعلق کبھی شک پیدا نہ ہو۔ اس وقت میں 11 سال کا تھا......... مگر

آج بھی اس دعا کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ میں آج بھی یہی کہتا ہوں کہ خدایا! تیری ذات کے متعلق مجھے کبھی شک پیدا نہ ہو۔ ہاں اس وقت میں بچہ تھا اب مجھے زیادہ تجربہ ہے۔ اب میں اس قدر زیادتی کرتا ہوں کہ خدایا! مجھے تیری ذات کے متعلق حق الیقین پیدا ہو۔"

تاریخ خلافت ثانیہ شاہد ہے دوست بھی اور دشمن بھی کہ آپ کبھی کسی بڑے سے بڑے ابتلاء پر نہیں گھبرائے۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ پر کامل توکل رہا اور اپنے اسی یقین کو بڑے تحدی سے دنیا کے سامنے پیش فرماتے رہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہاماً بتادیا کہ آپ ہی مصلح موعود ہیں تو آپ نے فرمایا:

"خدا نے مجھے اس غرض کے لیے کھڑا کیا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں اور اسلام کے مقابلہ میں دنیا کے تمام باطل ادیان کو ہمیشہ کی شکست دے دوں۔ دنیا زور لگالے وہ اپنی تمام طاقتوں اور جمعیتوں کو اکٹھا کرلے، عیسائی بادشاہ بھی اور ان کی حکومتیں بھی مل جائیں، یورپ بھی اور امریکہ بھی اکٹھا ہو جائے، دنیا کی تمام بڑی بڑی مالدار طاقت اور قومیں اکٹھی ہو جائیں اور وہ مجھے اس مقصد میں ناکام کرنے کے لیے متحد ہو جائیں پھر بھی میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ میرے مقابلہ میں ناکام رہیں گی اور خدا میری دعاؤں اور تدابیر کے سامنے ان کے تمام منصوبوں اور مکروں اور فریبوں کو ملیامیٹ کر دے گا۔"

آپ کے 52 سالہ دور خلافت کا ایک ایک دن شاہد ہے زمین اور آسمان گواہ ہیں کہ مخالفتوں کی آندھیاں چلیں، فتنے اٹھے، جماعت کو نیست ونابود کرنے کی کوششیں کی گئیں، آپ کی جان پر حملہ کیا گیا مگر آپ کو اللہ تعالیٰ پر کامل توکل رہا اور اللہ تعالیٰ کا سایہ ہر آن آپ پر رہا جب تک کہ نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھائے جانے کا وقت نہ آگیا۔

سامعین! حضرت چھوٹی آپا بیان کرتی ہیں کہ انسان جس ہستی سے محبت کرتا ہے اس سے ناز بھی کرتا ہے اور وہ اپنی محبوب ہستی کے ناز بھی اٹھاتا ہے۔ حضور کے ایک مضمون کا اقتباس پیش ہے جس سے اس مضمون پر روشنی پڑتی ہے۔ حضور تحریر فرماتے ہیں۔

"کچھ دن ہوئے ایک ایسی بات پیش آئی کہ جس کا کوئی علاج میری سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ اس وقت میں نے کہا کہ ہر چیز کا علاج خدا تعالیٰ ہی ہے اس سے ہی اس کا علاج پوچھنا چاہیے۔ اس وقت میں نے دعا کی اور وہ

ایسی حالت تھی کہ میں نفل پڑھ کر زمین پر ہی لیٹ گیا اور جیسے بچہ ماں باپ سے ناز کرتا ہے اسی طرح میں نے کہا۔ اے خدا! میں چارپائی پر نہیں زمین پر ہی سوؤں گا۔ اس وقت مجھے بھی یہ بھی خیال آیا کہ حضرت خلیفہ اول نے مجھے کہا ہوا ہے تمہارا معدہ خراب ہے اور زمین پہ سونے سے معدہ اور زیادہ خراب ہو جائے گا لیکن میں نے کہا آج تو میں زمین پر ہی سوؤں گا...... جب میں زمین پر سو گیا تو دیکھا خدا کی نصرت اور مدد کی صفت جوش میں آئی اور متمثل ہو کر عورت کی شکل میں زمین پر اتری۔ ایک عورت تھی اس کو اس نے سوٹی دی اور کہا اسے مار اور کہو جا کر چارپائی پر سو۔ میں نے اس عورت سے سوٹی چھین لی۔ اس پر اس نے خدا تعالیٰ کی اس مجسم صفت نے سوٹی پکڑ لی اور مجھے مارنے لگی اور میں نے کہا لو مار لو مگر جب اس نے مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا تو زور سے سوٹی کو گھٹنے تک لا کر چھوڑ دیا اور کہا دیکھ محمود! مَیں تجھے مارتی نہیں پھر کہا جا اٹھ کر سو رہو یا نماز پڑھ۔ میں اسی وقت کود کر چارپائی پر چلا گیا اور جا کر سو رہا۔ میں نے اس وقت سمجھا کہ اس حکم کی تعمیل میں سونا ہی بہت بڑی برکات کا موجب ہے۔ تو خدا تعالیٰ جس سے محبت کرتا ہے اس کے سامنے سب کچھ ہیچ ہو جاتا ہے۔ تم اس کے لیے کوشش کرو کہ خدا تعالیٰ تم سے محبت کرے تاکہ اس کی مدد اور نصرت تم کو مل جائے اور جب اس کی نصرت تمہارے ساتھ شامل ہو جائے تو پھر ساری دنیا ہے کیا چیز وہ تو ایک کیڑے کی بھی حیثیت نہیں رکھتی۔"

1953ء میں جب پنجاب میں فسادات رونما ہوئے۔ احمدیت کی شدید مخالفت کی گئی احمدیوں کے گھروں میں تو آگیں لگائی گئیں اور اس قسم کی افواہیں سننے میں آئیں کہ کہیں آپؓ پر بھی ہاتھ نہ ڈالا جائے اور گرفتار نہ کر لیا جائے۔ چنانچہ ان دنوں میں قصرِ خلافت کی تلاشی بھی لی گئی لیکن آپؓ کی طبیعت میں ذرا بھر بھی گھبراہٹ نہ تھی سکون سے اپنے کام جاری تھے جو لوگ آپ سے محبت کرتے تھے انہوں نے مشورہ دیا کہ آپ چند روز کے لیے باہر چلے جائیں بلکہ گھبرا کر کراچی کے بعض ذمہ دار دوست آپ کو لینے بھی آ گئے کہ آپ وہاں چلے چلیں چند دن میں یہ شورش ختم ہو جائے گی آپ نے ان دوستوں کا ہمدردانہ مشورہ سنا۔ تھوڑی دیر کے لیے اندر آئے اور آ کر دعا شروع کر دی۔ دعا ختم کر کے باہر تشریف لے گئے اور جا کر دوستوں سے کہا کہ میں ہرگز جانے کے لیے تیار نہیں جو خدا وہاں ہے وہی یہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ میری یہی حفاظت کرے گا اور جو مجھ پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کرے گا وہ خدا تعالیٰ کے عذاب اور گرفت سے

ڈرے۔ چنانچہ چند ہی دن میں ملک میں انقلاب آ گیا۔ جو مخالفت میں اُٹھے تھے جھاگ کی طرح بیٹھ گئے اور جو ان کے سر کردہ تھے وہ الٰہی گرفت میں آئے۔

صداقت کو پھیلانے کی تڑپ

حضرت چھوٹی آپا بیان کرتی ہیں:

''شدید تڑپ تھی کہ دنیا جلد سے جلد صداقت کو قبول کرے اس سلسلہ میں اپنی ذاتی مشاہدہ بیان کرتی ہوں۔ 1938ء کا واقعہ ہے کہ میری طرف حضور کی باری تھی کہ رات کو آپؓ نے رؤیا دیکھا۔ اس میں آپؓ نے ایک زبردست طوفان کا نظارہ دیکھا۔ آپؓ جاگ اٹھے۔ مجھے جگایا اور فرمایا کہ مَیں نے رؤیا دیکھا ہے۔ مَیں لکھواتا ہوں ابھی لکھ لو۔ آپ کا دستور تھا کہ جب بھی کوئی رؤیا دیکھتے عموماً اُسی وقت جگا کر لکھوا دیتے تھے۔ رؤیا لکھوانے کے بعد آپ کی طبیعت میں بے چینی پیدا ہو گئی۔ کمرہ سے باہر صحن میں نکل گئے اور ٹہل ٹہل کر نہایت رقّت اور سوز و گداز سے قرآن مجید کی یہ آیات تلاوت کرنے لگے

قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ دَعَوۡتُ قَوۡمِیۡ لَیۡلًا وَّنَہَارًا ۝ فَلَمۡ یَزِدۡہُمۡ دُعَآءِیۡۤ اِلَّا فِرَارًا ۝ وَاِنِّیۡ کُلَّمَا دَعَوۡتُہُمۡ لِتَغۡفِرَ لَہُمۡ جَعَلُوۡۤا اَصَابِعَہُمۡ فِیۡۤ اٰذَانِہِمۡ وَاسۡتَغۡشَوۡا ثِیَابَہُمۡ وَاَصَرُّوۡا وَاسۡتَکۡبَرُوا اسۡتِکۡبَارًا ۚ ۝ ثُمَّ اِنِّیۡ دَعَوۡتُہُمۡ جِہَارًا ۝ ثُمَّ اِنِّیۡۤ اَعۡلَنۡتُ لَہُمۡ وَاَسۡرَرۡتُ لَہُمۡ اِسۡرَارًا ۝ فَقُلۡتُ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ ؕ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا ۝ یُّرۡسِلِ السَّمَآءَ عَلَیۡکُمۡ مِّدۡرَارًا ۝ وَّیُمۡدِدۡکُمۡ بِاَمۡوَالٍ وَّبَنِیۡنَ وَیَجۡعَلۡ لَّکُمۡ جَنّٰتٍ وَّیَجۡعَلۡ لَّکُمۡ اَنۡہٰرًا ۝ مَا لَکُمۡ لَا تَرۡجُوۡنَ لِلّٰہِ وَقَارًا

(الانعام:6-14)

آپ کا پڑھنے کا انداز اور جس تڑپ سے آپؓ ان آیات کو بار بار پڑھ رہے تھے اتنا لمبا عرصہ گزر جانے پر بھی نہیں بھول سکتی۔ یوں لگتا تھا کہ آپ کا دل پھٹ جائے گا۔ آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور لگتا تھا کہ آپ کی فریاد عرشِ الٰہی کو ہلا دے گی۔ پڑھتے پڑھتے آپؓ کی آواز اتنی اونچی ہو گئی کہ قریب کے گھروں کے لوگ جاگ اٹھے۔ اگلے دن صبح میری چچی جان مرحومہ بیگم حضرت میر محمد اسحاق صاحب جو ان دنوں مہمان خانہ کے کوارٹرز میں مقیم تھیں آئیں اور کہنے لگیں کہ آج رات حضرت صاحب آدھی رات کو بڑی اونچی تلاوت کر رہے تھے ہمیں اپنے گھر میں آواز آ رہی تھی۔ اس پر میں نے ان کو سارا واقعہ بتایا۔''

اللہ سے مضبوط تعلق

آپؓ کی تمام کتب اور تقاریر پڑھ جائیں ان کا لب لباب یہی ہے کہ بندوں کا تعلق اللہ تعالیٰ سے مضبوط ہو۔شروع خلافت سے لے کر آخر تک آپؓ اسی کی تلقین کرتے رہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا تعلق پختہ کرو۔

حضور فرماتے ہیں:

”اب میں بتاتا ہوں کہ وہ کیا شے ہے جس کی طرف میں آپ لوگوں کو بتلاتا ہوں اور وہ کون سا نقطہ ہے جس کی طرف آپ کو متوجہ کرتا ہوں ۔ سنو وہ ایک لفظ ہے زیادہ نہیں صرف ایک ہی لفظ ہے اور وہ ”**اللہ**“ ہے۔اس کی طرف میں تم سب کو بلاتا ہوں اور اپنے نفس کو بھی اسی کی طرف بلاتا ہوں۔اسی کے لیے میری پکار ہے اور اسی کی طرف جانے کے لیے میں بگل بجاتا ہوں۔بس جس کو خدا تعالیٰ توفیق دے اور جس کو خدا تعالی ہدایت دے وہ اسے قبول کرے۔“

آنحضرتؐ سے بے انتہا عشق

سامعین!اسلامی اور مذہبی دنیا میں کسی کی سیرت لکھنی ہو یا مطالعہ کرنی ہو تو اللہ سے محبت کے بعد اُس کے رسول کے ساتھ تعلقات اور محبت کو دیکھنا ہوتا ہے۔آپؓ کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے بے انتہا عشق تھا۔حضرت چھوٹی آپا بیان کرتی ہیں کہ مجھے کبھی یاد نہیں کہ آپؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا ہو اور آپؓ کی آواز میں لرزش اور آپؓ کی آنکھوں میں آنسو نہ آگئے ہوں۔آپؓ کے مندرجہ ذیل اشعار جو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کہے گئے ہیں آپؓ کی محبت پر روشنی ڈالتے ہیں۔

مجھے اس بات پر ہے فخر محمود
مرا معشوق محبوب خدا ہے
ہو اس کے نام پر قرباں سب کچھ
کہ وہ شہنشاہ ہر دوسرا ہے
اسی سے مراد دل پاتا ہے تسکین
وہی آرام میری روح کا ہے

خدا کو اس سے مل کر ہم نے پایا
وہی ایک راہ دین کا رہنما ہے

اسی طرح آپؓ کی مندرجہ ذیل تحریر بھی آپؓ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت پر روشنی ڈالنے کے لیے کافی ہے۔

”نادان انسان ہم پر الزام لگاتا ہے کہ مسیح موعود کو نبی مان کر گویا ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں۔ اسے کسی کے دل کا حال کیا معلوم ،اُسے اُس محبت اور پیار اور عشق کا علم کس طرح ہو جو میرے دل کے ہر گوشہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے۔ وہ کیا جانے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میرے اندر کس طرح سرایت کر گئی ہے۔ وہ میری جان ہے، میرا دل ہے، میری مراد ہے ،میرا مطلوب ہے،اس کی غلامی میرے لیے عزت کا باعث ہے اور اس کی کفش برداری مجھے تخت شاہی سے بڑھ کر معلوم ہوتی ہے۔ اس کے گھر کی جاروب کشی کے مقابلے میں بادشاہت ہفت اقلیم ہیچ ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کا پیارا ہے پھر میں کیوں اس سے پیار نہ کروں۔ وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے پھر میں اُس سے کیوں محبت نہ کروں۔ وہ خدا تعالیٰ کا مقرب ہے پھر میں کیوں اس کا قرب نہ تلاش کروں۔ میرا حال مسیح موعودؑ کے اس شعر کے مطابق ہے۔

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

قرآن مجید سے عشق

سامعین! حضرت چھوٹی آپا بیان کرتی ہیں:

”اسی طرح قرآن مجید سے آپؓ کو جو عشق تھا اور جس طرح آپؓ نے اس کی تفسیریں لکھ کر اس کی اشاعت کی وہ تاریخ احمدیت کا ایک روشن باب ہے۔ خدا تعالیٰ کی آپؓ کے متعلق پیش گوئی کہ کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اپنی پوری شان کے ساتھ پوری ہوئی۔ جن دنوں میں تفسیر کبیر لکھی نہ آرام کا خیال رہتا

تھا، نہ سونے کا، نہ کھانے کا بس ایک دھن تھی کہ کام ختم ہو جائے۔ رات کو عشاء کی نماز کے بعد لکھنے بیٹھے ہیں تو کئی دفعہ ایسا ہوا کہ صبح کی آذان ہو گئی اور لکھتے چلے گئے۔ تفسیر صغیر تو لکھی ہی آپؓ نے بیماری کے پہلے حملے کے بعد یعنی 1956ء میں۔ آپؓ کو ایک دھن تھی کہ قرآن کے ترجمہ کا کام ختم ہو جائے۔ بعض دن صبح سے شام ہو جاتی اور لکھواتے رہتے۔ ہم لوگ نخلہ میں تھے وہیں تفسیر صغیر مکمل ہوئی تھی مجھے بہت تیز بخار ہو گیا۔ میرا دل چاہتا تھا کہ متواتر کئی دن سے مجھ سے ہی ترجمہ لکھوا رہے ہیں میرے ہاتھوں یہ مقدس کام ختم ہو۔ میں بخار سے مجبور تھی ان سے کہا کہ میں نے دوائی کھالی ہے آج یا کل بخار اتر جائے گا۔ دو دن آپ بھی آرام کر لیں آخری حصہ مجھ سے ہی لکھوائیں تا میں ثواب حاصل کر سکوں۔ نہیں مانے کہ میری زندگی کا کیا اعتبار تمہارا بخار اترنے کے انتظار میں اگر مجھے موت آجائے تو؟ سارا دن ترجمہ اور نوٹس لکھواتے رہے اور شام کے قریب تفسیر صغیر کا کام ختم ہو گیا۔"

سامعین! حضرت چھوٹی آپا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی تلاوت قرآن کریم کی روٹین کے متعلق فرماتی ہیں:

" قرآن مجید کی تلاوت کا کوئی وقت مقرر نہ تھا۔ جب بھی وقت ملا تلاوت کر لی یہ نہیں کہ دن میں صرف ایک بار یا دو بار۔ عموماً یہ ہوتا تھا کہ صبح اٹھ کر ناشتہ سے فارغ ہو کر ملاقاتوں کی اطلاع ہوئی آپ انتظار میں ٹہل رہے ہیں قرآن مجید ہاتھ میں ہے۔ لوگ ملنے آگئے قرآن مجید رکھ دیا مل کر چلے گئے پڑھنا شروع کر دیا۔ تین تین چار چار دن میں عموماً مَیں نے قرآن کو ختم کرتے دیکھا ہے۔ ہاں جب کام زیادہ ہوتا تھا تو زیادہ دن میں بھی۔ لیکن ایسا بھی ہوتا تھا کہ صبح سے قرآن مجید ہاتھ میں ہے ٹہل رہے ہیں اور ایک ورق بھی نہیں الٹا دوسرے دن دیکھا تو پھر وہی صفحہ۔ میں نے کہنا کہ آپ کے ہاتھ میں قرآن مجید ہے لیکن آپ پڑھ نہیں رہے تو فرماتے۔ ایک آیت پر اٹک گیا ہوں جب تک اس کے مطالب حل نہیں ہوتے آگے کس طرح چلوں۔

ایک دفعہ یوں ہی خدا جانے مجھے کیا خیال آیا میں نے پوچھا کہ آپ نے کبھی موٹر بھی چلانی سیکھی؟ کہنے لگے ہاں! ایک دفعہ کوشش کی تھی مگر اس خیال سے ارادہ ترک کر دیا کہ ٹکر نہ مار دوں۔ ہاتھ سٹیئرنگ پر تھے اور دماغ قرآن مجید کی کسی آیت کی تفسیر میں الجھا ہوا تھا موٹر کیسے چلاتا۔ سبحان اللہ"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے محبت

آپؓ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت اُم المؤمنین سے بے حد محبت تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذکر پر بھی اکثر آنکھیں بھیگ جاتی تھیں۔ آپ کی یاد میں مندرجہ ذیل اشعار آپؓ کے دل کی ترجمانی کرتے ہیں۔

اے مسیحا! تیرے سودائی جو ہیں
ہوش میں بتلا کہ ان کو لائے کون
تُو تو ہاں جنت میں خوش اور شاد ہے
ان غریبوں کی خبر کو آئے کون
اے مسیحا ہم سے گو تو چھٹ گیا
دل سے پر الفت تیری چھڑوائے کون
جانتا ہوں صبر کرنا ہے ثواب
اس دلِ ناداں کو بہلائے کون

حضرت اماں جان کی عزت واحترام

حضرت چھوٹی آپا، حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا سے تعلق کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

”حضرت اُم المومنین رضی اللہ عنہ کی عزت اور احترام کا مشاہدہ تو اپنی آنکھوں سے کیا ہے۔ ایک دفعہ ایک عورت نے آپؓ سے شکایت کی کہ میرا بیٹا میرا خیال نہیں رکھتا آپ سمجھائیں۔ آپؓ بے اختیار رو پڑے اور کہنے لگے مجھے سمجھ نہیں آتی کہ کوئی بیٹا ماں سے بُرا سلوک کر ہی کیسے سکتا ہے۔ حضرت ام المومنینؓ کا خود باوجود عدیم الفرصتی کے بہت خیال رکھتے تھے اور اپنی بیویوں سے بھی یہی امید رکھتے تھے کہ وہ حضرت اماں جانؓ کا خیال رکھیں۔ کبھی فراغت ہوئی تو حضرت اماں جانؓ کے پاس بیٹھ جاتے۔ آپ کو کوئی واقعہ یا کہانی سناتے۔ سفروں میں اکثر اپنے ساتھ رکھتے۔ جس موٹر میں خود بیٹھتے اس میں

حضرت اماں جان کو اپنے ساتھ بٹھاتے۔ کہیں باہر سے آنا تو سب سے پہلے حضرت اماں جان سے ملتے اور آپؓ کی خدمت میں تحفہ پیش کرتے۔ اپنے بہن بھائیوں سے بھی بہت پیار تھا۔ہجرت کے وقت حضورؓ پاکستان تشریف لا چکے تھے اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ابھی قادیان میں ہی تھے۔حالات خراب ہو رہے تھے آپ کو ان کے متعلق بہت تشویش تھی۔ ٹہل ٹہل کر دعائیں کرتے رہتے تھے۔جس دن حضرت مرزا بشیر احمد صاحب لاہور پہنچے اور گھر میں داخل ہوئے تو آپؓ پہلے تو فوراً سجدہ میں گر پڑے اور پھر حضرت میاں صاحب کا ہاتھ پکڑا اور سیدھے حضرت اماں جانؓ کے کمرہ میں تشریف لے گئے اور فرمانے لگے۔لیں! اماں جان آپ کا بیٹا آ گیا۔"

انتہائی شفیق باپ اور بچوں کی تعلیم وتربیت

حضرت چھوٹی آپا، حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے اپنے بچوں سے تعلق کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

"بچوں کے لیے انتہائی شفیق باپ تھے۔ تربیت کی خاطر لڑکوں پر وقتاً فوقتاً سختی بھی کی لیکن ان کی عزت نفس کا خیال رکھا۔ بیٹیوں سے بہت زیادہ محبت کا اظہار کرتے تھے لیکن جہاں دین کا معاملہ آجائے آنکھوں میں خون اُتر آتا تھا۔ نماز کی سستی بالکل برداشت نہ تھی۔ اگر ڈانٹا ہے تو نماز وقت پر نہ پڑھنے پر۔ بچوں کے دلوں میں شروع دن سے یہی ڈالا کہ سب دین کے لیے وقف ہیں۔ 1918ء میں شدید انفلوئنزا کے شدید حملہ کے دوران یہ وصیت فرمائی کہ "بچوں کو دینی اور دنیاوی تعلیم ایسے رنگ میں دلائی جائے کہ وہ آزاد پیشہ ہو کر خدمت دین کر سکیں۔ جہاں تک ہو سکے لڑکوں کو حفظ قرآن کر دیا جائے۔" 59ء میں بیماری کے دوبارہ حملہ پر بھی ایک وصیت کی تھی اس میں بھی یہی تاکید تھی کہ "وہ ہمیشہ اپنی کوششوں کو خدا اور اس کے رسول کے لیے خرچ کرتے رہیں۔ خدا کرے قیامت تک وہ اس نصیحت پر عمل کریں اور اللہ تعالیٰ اس دنیا میں ان کو قیامت تک اسلام کا سچا خادم بنائے اور اسلام کے ہر دشمن کے لیے حق کا ایک زبردست پنجہ ثابت ہوں اور ان کی زندگیوں میں کوئی شخص اسلام کو ٹیڑھی نظر سے نہ دیکھ سکے۔"

حضور کا ایک عہد

حضور رضی اللہ عنہ نے خاندان مسیح موعود کو خدمتِ دین کی طرف توجہ دلانے کے لئے یہ عہد بھی کیا تھا۔

”آج 14 تاریخ (مئی 39ء) کو میں مرزا بشیر الدین محمود احمد اللہ تعالیٰ کی قسم اس پر کھاتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسل سیّدہ سے جو بھی اپنی زندگی سلسلہ کی خدمت میں خرچ نہیں کر رہا میں اس کے گھر کا کھانا نہیں کھاؤں گا اور اگر مجبوری یا مصلحت کی وجہ سے مجھے ایسا کرنا پڑے تو میں ایک روزہ بطور کفارہ رکھوں گا یا پانچ روپے بطور صدقہ ادا کروں گا۔ یہ عہد سر دست ایک سال کے لیے ہو گا۔“

عرش پر نور سے لکھا گیا نامِ محمود
میرے محمود نے پایا ہے مقامِ محمود

افراد جماعت سے غیر معمولی محبت

سامعین! حضرت چھوٹی آپا مرحومہ لکھتی ہیں کہ

”جماعت کے افراد کا تو کہنا ہی کیا۔ یہ حقیقت ہے کہ جماعت کے افراد آپؓ کو اپنی بیویوں، اپنے بچوں اور اپنے عزیزوں سے بہت زیادہ پیارے تھے۔ ان کی خوشی سے آپ کو خوشی پہنچتی تھی اور ان کے دکھ سے میں نے بارہا آپ کو کرب میں مبتلا ہوتے دیکھا۔ جب آپ خلیفہ ہوئے تو اسی سال جلسہ سالانہ پر تقریر کرتے ہوئے آپؓ نے فرمایا تھا:

”مگر خدارا غور کرو۔ کیا تمہاری آزادی میں پہلے کی نسبت کچھ فرق پڑ گیا ہے۔ کیا کوئی تم سے غلامی کرواتا ہے یا تم پر حکومت کرتا ہے یا تم سے ماتحتوں غلاموں اور قیدیوں کی طرح سلوک کرتا ہے۔ کیا تم میں اور ان میں جنہوں نے خلافت سے روگردانی کی ہے کوئی فرق ہے؟ کوئی بھی فرق نہیں لیکن نہیں ایک بہت بڑا فرق بھی ہے اور وہ یہ کہ تمہارے لیے ایک شخص تمہارا درد رکھنے والا تمہاری تکلیف کو اپنی تکلیف جاننے والا تمہارے لیے خدا کے حضور دعائیں کرنے والا ہے مگر ان کے لیے نہیں۔ تمہارا اُسے فکر ہے درد ہے اور وہ تمہارے لیے اپنے مولا کے حضور تڑپتا رہتا ہے لیکن ان کے لیے ایسا کوئی نہیں ہے۔ کسی کا اگر ایک بیمار ہو تو اس کو چین نہیں آتا لیکن کیا تم ایسے انسان کی حالت کا اندازہ لگا سکتے ہو جس کے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں بیمار ہوں۔“

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ زور ایتائ ذی القربیٰ پر دیا ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا وجود سراپا رحمت و شفقت تھا۔ اپنا ہر عزیز، بیویوں کے عزیز، عزیزوں کے عزیز غرض کوئی نہ تھا جس نے آپ کی شفقت سے بے پایاں حصہ نہ پایا ہو۔ جس کا ہر قدم پر آپ نے خیال نہ رکھا ہو۔ ہر مشکل کے وقت آپؓ کا وجود ان کے لیے بڑا سہارا ہوتا تھا۔ اصل سہارا تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے لیکن اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ سے ان کی ضروریات پوری فرماتا تھا۔

ہر نصیحت اور ہر تحریک پر پہلے خود عمل کر کے دکھایا

آپؓ کی سیرت میں یہ وصف بھی نمایاں نظر آتا تھا کہ جس امر کی تلقین آپ نے جماعت کو کی، جو کام کرنے کو کہا خود اس پر عمل کر کے دکھایا۔ سلسلہ کی خدمت کرنے کے لیے وقف زندگی کی تحریک جماعت کے سامنے پیش کی تو سب سے پہلے اپنے بیٹوں کو وقف کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر لحاظ سے آپؓ پر اپنی رحمتوں اور برکتوں کے باب وا کیے۔ مالی لحاظ سے خدا تعالیٰ نے بارش کی طرح روپیہ برسایا لیکن آپ نے جو کچھ اپنے رب سے پایا اس کا بیشتر حصہ اپنے رب کے حضور میں پیش کر دیا۔ اپنی بیویوں اور اپنے بچوں کی ضرورتیں بے شک پوری کیں لیکن اسی حد تک جس حد تک انسانی زندگی اور صحت کو قائم رکھنے کے لیے ضروری تھا۔ کبھی زیادہ خرچ نہ دیا بلکہ ایک حد تک کفایت شعاری اور تنگی سے گزارا کرنے کا سبق دیتے رہے۔ خود سادہ زندگی گزاری اور اس کی تلقین ہمیشہ اپنی اولاد کو، بیویوں کو فرماتے رہے۔ سادہ لباس، سادہ غذا، سادہ طرز رہائش آپ کا طریق رہا۔ تکلفات سے نفرت تھی۔ دنیا کی ہر نعمت اور ہر اچھی چیز جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی اسے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے استعمال فرمایا لیکن مقصود زندگی کبھی کسی چیز کو نہ سمجھا۔

دل کے حلیم

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اپنے اصولوں اور عزائم میں نہایت پختہ تھے اور سلسلہ کے کاموں کے سلسلہ میں تھوڑی سی غفلت اور کوتاہی بھی برداشت نہ کر سکتے تھے۔ اگر کوئی کارکن اپنے فرائض میں سستی یا غفلت کرتا تو حضورؓ کی ناراضگی کا شکار ہوتا۔ آپؓ کا ہر لمحہ اسلام اور احمدیت کی ترقی کے لیے خرچ ہو رہا تھا۔ وقت کا ضیاع اور سلسلہ کے کسی کام میں ذرا سا تساہل اور غفلت برداشت کر ہی نہ سکتے تھے۔ لیکن خدائی پیشگوئیوں کے مطابق دل کے حلیم تھے اگر کسی کارکن پر ناراض ہوتے تو اس کے لیے آپؓ ساتھ ہی

رنجیدہ ہو جاتے۔ دل کڑھتا۔ کوئی کام ختم نہ ہونے پر آپ نے کسی کارکن کو سزا دی کہ چھٹی نہیں کرنی جب تک یہ کام ختم نہ ہو جائے لیکن ساتھ ہی گھر آ کر کہا کہ اسے کھانا بھجوا دو یا چائے بھجوا دو بیچارہ کام کر رہا ہے بھوکا ہو گا۔

گھر کے ملازمین کے لیے آپ کا وجود ایک باپ سے کہیں بڑھ کر شفیق رہا۔ ہمیشہ تاکید رہتی کہ پہلے ان کو کھانا دے دیا کرو پھر گھر کے لوگ کھائیں۔ کہیں باہر جانا ہوتا تو ملازمین کے لیے تحائف ضرور لاتے خصوصاً پرانے ملازمین اور وہ تعلق والے جن کا تعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ سے آپؓ کے گھرانہ سے تھا۔

نئے مرکز کا قیام

حضرت چھوٹی آپا فرماتی ہیں:

"پاکستان آتے ہی حضورؓ کو سب سے پہلے یہ فکر تھی کہ بکھرے ہوئے لوگ ایک مرکز کی صورت میں اکٹھے ہو جائیں تاکہ دین اسلام کی تبلیغ کی جو مہم جاری ہے اس کا سلسلہ جاری رہے۔ چنانچہ ربوہ کی زمین حضور نے خرید فرمائی۔ مجھے یاد ہے کہ بہت سے لوگوں نے اس مقام کی مخالفت بھی کی تھی پانی نہیں ہے زمین میں شور ہے اس سے زیادہ اچھی جگہ اگر کوشش کی جائے تو مل سکتی ہے۔ لیکن حضورؓ نے فرمایا کہ خواہ کوئی جگہ ہو لیکن مرکز بن جانا سب سے اہم ہے۔ پھر ربوہ کے متعلق تو حضرت مصلح موعود کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتایا بھی جا چکا تھا۔ ربوہ کی بنیاد رکھے جانے کے بعد جب مسجد مبارک کی بنیاد رکھنی تھی اور ساتھ ہی چندہ کی اپیل ہوئی تو بہت سے لوگ مجبوری کے باعث اس مبارک موقع پر پہنچ نہ سکے تھے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ جانتے تھے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو کسی تحریک پر بھی کبھی پیچھے نہیں رہے۔ ایسے جس شخص کا بھی پتہ لگتا تو آپ اس کی طرف سے پانچ روپے کا چندہ کا وعدہ لکھوا دیتے تا اس وقت ان کی شمولیت ہو جائے بعد میں وہ اپنا چندہ بڑھا دے گا۔ وہ احباب جو اس وقت آنہ سکتے تھے جب ان کو اس کا علم ہوا تو ان کے دل حضرت مصلح موعودؓ کے لیے تشکر کے جذبات سے لبریز ہو گئے کہ ایسے موقع مبارک موقع پر حضور نے ان کو اپنی دعاؤں اور قربانی میں شریک کرنے کا خود انتظام فرمایا۔"

عورتوں کی تعلیم وتربیت کا فکر

عورتوں کی تربیت کا آپؓ کو از حد خیال تھا۔ 1914ء میں حضرت مصلح موعودؓ جب خلیفہ ہوئے تو جماعت میں تعلیم بہت کم تھی۔ حضور نے لڑکیوں کی تعلیم پر بے حد زور دیا اور اس یقین کا اظہار بار بار فرمایا کہ لڑکیوں کی دینی تعلیم اور تربیت سے ہی جماعت کی آئندہ ترقی وابستہ ہے۔ حضور نے ایک طرف لجنہ اماء اللہ کی تنظیم کا قیام فرما کر عورتوں کی تربیت فرمائی، ان کے لیے خصوصی تحریکات فرمائیں، ان میں دین کے لیے قربانی کرنے کا جذبہ پیدا کیا دوسری طرف بچیوں کی تعلیم کا انتظام فرمایا اور اس سلسلہ میں ہر طرح کی سہولت مہیا فرمائی۔ نہ صرف دنیاوی اعلیٰ تعلیم کا بلکہ دینی تعلیم کا بھی عورتوں کے لیے مدرسۃ الخواتین جاری فرمایا۔ بچیوں کے لیے دینیات کلاسز، ربوہ آکر جامعہ نصرت میں دینیات کا مضمون لازمی قرار دیتے ہوئے اس پر بہت زور دیا۔ لجنہ اما اللہ کے کاموں میں اپنے گھر کی خواتین پر کاموں کی زیادہ ذمہ داری ڈالی۔ اسی طرح جلسہ سالانہ کے موقع پر حضور کی تاکید ہوتی تھی کہ گھر کا ہر فرد مہمان نوازی میں حصہ لے اور اپنے گھروں کے زیادہ سے زیادہ کمرے مہمانوں کے لیے خالی کر دے چنانچہ ایسا ہی ہوتا تھا۔

اللہ تعالیٰ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی سیرت کے پہلوؤں سے ہمیں استفادہ کرنے کی توفیق دے۔ آمین

مسیحِ خدا کو ملی یہ بشارت
مقدر ہے تیرے لئے ایک نعمت
عطا ہوگا فرزندِ دلبند تجھ کو
وہ برہانِ قربت وہ برہانِ رحمت
ذہین و فہیم و حلیم و مقرب
وجیہہ و ذکی صاحبِ شان و شوکت

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

﴿8﴾ ﴿مشاہدات۔500﴾

سیرت حضرت سیّدہ محمودہ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا

(حرم اول حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ (النور:27)

ترجمہ: پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لئے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لئے ہیں۔

سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے ”سیرت حضرت سیّدہ محمودہ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا“

حضرت سیدہ محمودہ بیگم صاحبہؓ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بہو، حضرت مصلح موعودؓ کی حرم اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی والدہ تھیں۔ حضرت سیدہ محمودہ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا کا شمار لجنہ کی ابتدائی چودہ ممبرات میں ہوتا ہے۔ آپؓ حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب کی صاحبزادی تھیں۔ آپؓ کی والدہ کا نام مراد بیگم صاحبہؓ تھا۔ والد صاحب کی طرف سے آپؓ کا شجرہ نسب حضرت ابو بکر صدیقؓ سے جا کر ملتا ہے۔ آپؓ کی کنیت ’اُمِّ ناصر‘ تھی۔ آپؓ کے دادا خلیفہ حمید الدین صاحب اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم، متقی اور شاہی مسجد کے امام تھے جنہوں نے انجمن حمایت اسلام اور اسلامیہ سکول کی بنیاد ڈالی۔ اُن کو قرآن کریم سے بے انتہا محبت تھی لہٰذا خود بھی حافظ قرآن تھے اور اپنے تمام بیٹوں اور ایک بیٹی کو قرآن کریم حفظ کروایا۔ والدین نے آپؓ کا نام رشیدہ رکھا تھا لیکن شادی کے بعد حضرت اماں جانؓ نے آپؓ کو ’محمودہ‘ کے نام سے نوازا اور یوں حضرت مصلح موعودؓ کے نام کے ساتھ ملا دیا۔

گو دنیاوی لحاظ سے آپؓ نے کسی مدرسہ سے تعلیم حاصل نہ کی تھی لیکن حضرت مصلح موعودؓ کی صحبت طیبہ اور تعلیم کے زیر اثر آپؓ کا وجود دینی تعلیم اور سلسلہ سے اخلاص میں ایک قابل تقلید نمونہ تھا۔ آپؓ کو قرآن کریم اور دینی تعلیم پر عبور حاصل تھا چنانچہ حضرت اُمِّ ناصر سیّدہ محمودہ بیگم حرم حضرت خلیفۃ المسیح

الثانیؓ کا گھر بھی ایک درسگاہ تھا۔ قرآن مجید اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کا درس دیتیں ۔ سینکڑوں لڑکیوں نے آپ سے قرآن مجید پڑھا۔ آپ "احمدی خاتون" کے لیے مضامین بھی لکھتی تھیں ۔ آپ وہ مبارک ہستی تھیں جن کو حضرت مسیح موعودؑ سے فیض تربیت حاصل ہوا۔ جسے حضرت مصلح موعودؓ نے مزید صیقل کیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل سے آپ نے اپنی اولاد کی ایسی تربیت فرمائی کہ ایک سے ایک روشن چاند ستاروں کی طرح چمکے ہیں۔

(محسنات مصنفہ بشریٰ بشیر صفحہ 48)

سامعین! 1895ء میں جب حضرت مصلح موعودؓ کی عمر صرف 7 برس تھی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ کے باطنی اخلاص پر نظر کرتے ہوئے اُن کے نام اپنے ایک مکتوب میں اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ اُن کی کسی لڑکی سے حضرت اقدسؑ کا کوئی بیٹا منسوب ہو۔ نیز فرمایا کہ "اس خیال کو ابھی قابل ذکر نہ سمجھا جائے کہ خود بچے بہت کمسن ہیں، ابھی بلوغ تک زمانہ پڑا ہے، وہی ہو گا جو خدا کی طرف اور اس کی نظر میں پسندیدہ ہے۔"

اکتوبر 1903ء میں حضور علیہ السلام کے خیال نے عملی صورت اختیار کرلی اور حضرت سیدہ محمودہ بیگم صاحبہؓ کی شادی حضرت مصلح موعودؓ سے ہوگئی۔ آپؓ جب بیاہ کر قادیان آئیں تو سب سے پہلے دروازے پر حضور علیہ السلام نے آگے بڑھ کر محبت سے آپؓ کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ حضرت اماں جانؓ نے آپؓ کو پہلی رات اپنے ساتھ سلایا کہ یہ بچی ہے اُداس ہو جائے گی۔ آپؓ فرماتی ہیں کہ حضرت امّاں جانؓ نے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مجھے اتنا پیار دیا اور میرا خیال رکھا کہ آپؓ کی محبت کی وجہ سے مَیں اپنا میکہ بھول گئی۔

(سیرت حضرت اماں جانؓ شائع شدہ خدام الاحمدیہ ربوہ صفحہ 47)

آپ رضی اللہ عنہا کے والدین بھی حضرت مسیح موعودؑ کی بہو ہونے کی وجہ سے آپؓ کی قدر کرتے تھے۔ آپؓ بیان کرتی ہیں کہ

"ابا جان (حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ۔ ناقل) نے اپنی اولاد کے دل میں حضرت مسیح موعودؑ کا پیار کُوٹ کُوٹ کر ڈالا تھا اور جب مَیں بیاہ کر حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان میں گئی تو اکثر کہا

کرتے تھے کہ بیٹی کے ناطے اسلام کی تعلیم کے مطابق آپ مجھے پیاری تو لگتی ہیں لیکن اب سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ کی بہو ہونے کے ناطے آپ کا احترام مجھ پر واجب ہے۔"

(سیرت و سوانح حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدینؓ از حنیف احمد محمود صفحہ 9)

سامعین! حضرت اُمّ ناصرؓ بیان فرماتی ہیں:

کافی عرصہ تک میرے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی تب میں نے رؤیا میں دیکھا کہ حضرت صاحبؑ تشریف لائے ہیں اور مجھے اشارہ سے قریب بلایا اور اپنی جھولی سے مختلف قسم کے بہترین اور نہایت عمدہ پھل میری جھولی میں ڈال دیے ہیں۔ مجھے اس وقت خیال ہوا کہ خدا مجھے بے حد اولاد دے گا۔

آپؓ کو اللہ تعالیٰ نے سات بیٹے اور دو بیٹیاں عطا فرمائیں جن میں حضرت مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالثؒ)، صاحبزادہ مرزا مبارک احمد، صاحبزادہ مرزا منور احمد، صاحبزادہ مرزا حفیظ احمد، صاحبزادہ مرزا انور احمد، صاحبزادہ مرزا اظہر احمد، صاحبزادہ مرزا رفیق احمد، صاحبزادی امۃ العزیز اور محترمہ صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ (والدہ محترمہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ) شامل ہیں۔ حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے حوالہ سے حضرت سیدہ محمودہ بیگم صاحبہؓ امّ ناصر کے نام سے معروف ہوئیں۔

حضرت اقدسؑ کے متعدد الہامات آپؓ کے وجود سے پورے ہوئے۔ پیشگوئی تَرىٰ نَسْلًا بَعِيْدًا بھی اس طرح پوری ہوئی کہ آپؓ کے ہاں پہلے بچے صاحبزادہ نصیر احمد کی ولادت حضورؑ کی زندگی میں ہوگئی تھی۔

میری ہر پیشگوئی خود بنادی
تَرىٰ نَسْلًا بَعِيْدًا بھی دکھادی

اسی طرح پیشگوئی کے مطابق 'موعود نافلہ' یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ بھی آپؓ کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے۔

سامعین کرام! حضرت اُم ناصرؓ بہت سی خوبیوں کی مالک تھیں۔ سب خاندان والوں سے حسب مراتب پیار و محبت کا سلوک کرتیں۔ شوہر کی مزاج شناس تھیں۔ وفا شعار اور خدمت کرنے والی بیوی تھیں۔ ہر چھوٹی بڑی ضرورت کا خیال رکھتیں جب آپ کو علم ہوا کہ آپ دوسری شادی کا ارادہ رکھتے ہیں تو صرف

ایک فرمائش کی کہ آپ کے ذاتی کام صرف میں ہی کیا کروں گی۔ اپنے ہاں باری کے روز حضور کے لیے خود صفائی ستھرائی کا خیال رکھتیں حضورؓ کی پسند کا کھانا اہتمام سے بناتیں۔ حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ لکھتی ہیں:

"اپنے ہاتھ سے گوشت کی ایک ایک بوٹی دھوتیں۔ سبزی بھی خود ہی بناتیں اور خود ہی دھوتیں۔ اپنے سامنے انگیٹھی رکھوا کر خود تیار بھی کرتیں۔ جب آپ کی صحت ٹھیک تھی اس وقت باورچی خانے میں ہی جا کر تیار کرتیں حضرت ابا جان کو بھی امی جان کا کھانا بہت پسند تھا۔"

(سیرت و سوانح حضرت سیدہ ام ناصرؓ۔ شائع کردہ لجنہ اماء اللہ بھارت صفحہ 26)

حضرت مصلح موعودؓ کے لباس کا انتظام ہمیشہ آپؓ کے سپرد ہی رہا۔ اس اہم ذمہ داری کو آپؓ نے نہایت خوش اسلوبی سے نبھایا جبکہ بعض اوقات آپؓ کی طبیعت خراب بھی ہوتی تھی لیکن اس سلسلہ میں حضورؓ کو کبھی کسی وقت بھی مشکل کا سامنا نہیں ہوا، نہ کبھی حضورؓ کو، آپؓ کو یاددہانی کروانی پڑی۔ پوری توجہ سے حضورؓ کے لباس کا خیال رکھتیں، دھوبی سے کپڑے دُھل کر آتے تو سب کو دیکھتیں اور بٹن وغیرہ درست کرتیں۔ حضورؓ کی پگڑیاں گھر پر ہی دھلواتی تھیں۔ حضورؓ عموماً رات بارہ بجے، کبھی ایک بجے دفتر سے آتے۔ آپؓ اس وقت تک جاگ رہی ہوتی تھیں۔ آپؓ ویسے بھی بہت کم سوتی تھیں، دوپہر کو لیٹی ہوتیں لیکن سوتے کبھی نہیں دیکھا۔

حضرت اماں جانؓ آپ سے بہت محبت کرتی تھیں۔ ساس بہو کے مثالی پیار سے بھی گھر میں سکون کی فضا رہتی۔ پہلے بچے کی وفات کے بعد جب حضرت مرزا ناصر احمد صاحب پیدا ہوئے تو حضرت اماں جانؓ کی گود میں ڈال دیے۔ یہ آپس کی محبت کی ایک عمدہ مثال تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ کی کسی نہ کسی خدمت کی بہت خواہش رہتی تھی، وضو فرمانے لگتے تو لوٹا اٹھا کر پانی ہی ڈالنے لگتیں۔

سامعین! آپؓ کو خدا تعالیٰ نے نمایاں خدمت دین کی توفیق عطا فرمائی۔ آپؓ لجنہ اماء اللہ کی پہلی صدر منتخب ہوئیں اور قریباً 36 سال اس عہدہ پر فائز رہیں۔ خلافت جوبلی کے موقع پر لوائے احمدیت کے سُوت کاتنے والی صحابیات میں آپؓ بھی شامل تھیں۔ 1914ء میں عورتوں کو تبلیغ کے لیے زنانہ دعوۃ الی الخیر فنڈ کی تحریک ہوئی۔ پہلی فہرست جو شائع ہوئی اس میں دوسرے نمبر پر آپؓ کا نام ہے۔ حضرت محمودہ بیگم صاحبہؓ

کی عظیم الشان قربانی جو تاریخ احمدیت میں نمایاں حیثیت رکھتی ہے وہ اخبار الفضل کے لئے اپنا زیور پیش کرنا ہے۔ اخبار الفضل کا اجرا 18 جون 1913ء کو ہوا۔ آپ خواتین میں علم پھیلانے کی اپنے شوہر کی لگن کو خوب سمجھتی تھیں۔ آپ نے اپنا گھر، اپنی صلاحیت، اپنا وقت سب کچھ وقف کر دیا اور مال تو بہت زیادہ قربان کیا۔ حضرت مصلح موعودؓ، آپؓ کی قربانی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

”خدا تعالیٰ نے میری بیوی کے دل میں اسی طرح تحریک کی جس طرح خدیجہؓ کے دل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی تحریک کی تھی۔ انہوں نے اس امر کو جانتے ہوئے کہ اخبار میں روپیہ لگانا ایسا ہی ہے جیسے کنویں میں پھینک دینا اور خصوصاً اس اخبار میں جس کا جاری کرنے والا محمود ہو جو اس زمانہ میں شاید سب سے زیادہ مذموم تھا، اپنے دو زیور مجھے دے دیئے کہ میں ان کو فروخت کر کے اخبار جاری کر دوں۔ ان میں سے ایک تو ان کے اپنے کڑے تھے اور دوسرے ان کے بچپن کے کڑے تھے جو انہوں نے اپنی اور میری لڑکی عزیزہ ناصرہ بیگم سلّمہا اللہ تعالیٰ کے استعمال کے لئے رکھے ہوئے تھے۔ میں زیورات کو لے کر اسی وقت لاہور گیا اور پونے پانچ سو کے وہ دونوں کڑے فروخت ہوئے یہ ابتدائی سرمایہ الفضل کا تھا۔ الفضل اپنے ساتھ میری بے بسی کی حالت اور میری بیوی کی قربانی کو تازہ رکھے گا... اس حسن سلوک نے نہ صرف مجھے ہاتھ دیئے جس سے میں دین کی خدمت کرنے کے قابل ہوا اور میرے لئے زندگی کا نیا ورق الٹ دیا بلکہ ساری جماعت کی زندگی کے لئے بھی ایک بہت بڑا سبب پیدا کر دیا... میں حیران ہوتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ یہ سامان پیدا نہ کرتا تو مَیں کیا کرتا اور میرے لئے خدمت کا کونسا دروازہ کھولا جاتا اور جماعت میں روزمرہ بڑھنے والا فتنہ کس طرح دُور کیا جا سکتا“

(یاد ایام، انوار العلوم جلد 8 صفحہ 369-370)

1953ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے خواتین کو اپنے ہاتھ کی کمائی سے زائد آمد پیدا کرنے کا ارشاد فرمایا تو آپؓ نے اپنے ہاتھ سے ایک دوائی بنا کر فروخت کی اور اس کی آمد اشاعتِ اسلام کی خاطر پیش کر دی۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ آپؓ کے اوصاف حمیدہ کا ذکر یوں فرماتے ہیں کہ

”سیدہ اُمّ ناصر صاحبہ نہایت ملنسار، سب کے ساتھ بڑی محبت اور کشادہ پیشانی سے ملنے والی، حقیقتاً حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے گھر کی رونق تھیں اور حضرت اماں جانؓ کی وفات کے بعد جماعت کی مستورات کا گویا

وہی مرکز تھیں۔ بہت بے شر طبیعت پائی تھی۔ اُن کے وجود سے کبھی کسی کو تکلیف نہیں پہنچی اور ان کا وجود ساری عمر اس نوع کی معصومیت کا مرکز بنا رہا۔ نیکی اور تقویٰ میں بھی مرحومہ کا مقام بہت بلند تھا۔ حضورؓ کی طرف سے جو جیب خرچ آپ کو ملتا وہ سب چندہ میں دے دیتی تھیں اور اوّلین موصیوں میں سے تھیں۔ جب تک طاقت رہی باقاعدہ روزے رکھے بعد میں بہت التزام کے ساتھ فدیہ ادا کرتی رہیں۔ یہ انہی کی نیک تربیت کا اثر تھا اُن کی اولاد خداتعالیٰ کے فضل سے نمازوں اور دعاؤں میں خاص شغف رکھتی ہے۔“

(سیرت وسوانح خاتون مبارکہ حضرت سیّدہ اُم ناصر صاحبہؓ از پروفیسر سیدہ نسیم صفحہ 47)

اللہ تعالیٰ سے آپؓ کا بہت محبت کا تعلق تھا۔ عبادت پورے انہماک سے کرتیں۔ وقت پر نماز ادا کرتیں، ہر نماز کے بعد تسبیح و تحمید کر کے پھر کسی سے بات کرتیں۔ آپؓ مستجاب الدعوات تھیں۔ اکثر ایسا ہوتا کہ اِدھر دعا کی اُدھر قبول ہو جاتی۔ ایک بار شدّت کی گرمی تھی۔ آپؓ صحن میں عصر کی نماز پڑھ چکیں تو اچانک ہوا چلنی شروع ہوگئی۔ فرمانے لگیں : سبحان اللہ! مَیں نے ابھی اللہ میاں سے دعا کی تھی کہ الٰہی! بڑی سخت گرمی ہے تُو ہوا بھیج دے سو اس نے فضل کر دیا۔ اس وقت اگر میں کوئی اَور دعا بھی کرتی تو وہ بھی قبول ہو جاتی۔ اس طرح آپؓ اپنی دعا کی قبولیت پر خوش ہو کر پھر خدا کے شکر اور تسبیح و تحمید میں مصروف ہو گئیں۔

(خدیجہ 2013ء شمارہ نمبر 1 صفحہ 218)

سامعین! حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ بیان فرماتی ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ، حضرت اُمی جانؓ کا بہت خیال رکھتے تھے اور حضرت اُمی جانؓ کو بھی حضرت اقدسؑ سے بہت محبت تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ کی یاد میں کبھی کبھی گڑ والے چاول پکوا کر سب کو کِھلاتی تھیں۔ پارٹیشن کے بعد قادیان سے لاہور آئیں تو اپنے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کے تبرکات خاص طور پر سنبھال کر لائیں۔ آپؓ کے پاس حضورؑ کا ایک چمچہ تھا جس سے حضورؑ دوائی پیا کرتے تھے۔ آپؓ فرماتیں کہ مجھے دیر سے اس بات کا خیال تھا کہ اگر میرا کوئی بیٹا ڈاکٹر بنا تو اسے دے دوں گی۔ خدا نے آپؓ کی یہ خواہش پوری کر دی اور آپؓ کے لڑکے صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب کو ڈاکٹر بنا دیا اور اس طرح حضرت صاحبؑ کا یہ تبرک آپؓ نے ان کو دے دیا۔ آپؓ کے

پاس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک قلم تھا۔ آپؓ اکثر اوقات فرماتی تھیں کہ قلم کے متعلق بھی مَیں سوچا کرتی تھی کہ اپنے کسی مبلغ بیٹے کو دوں گی۔ غالباً وہ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کو دیا۔

(سیرت و سوانح خاتون مبارکہ حضرت اُم ناصر صاحبہؓ از پروفیسر سیدہ نسیم سعید صفحہ 14)

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے مزید بیان فرمایا:

"آپؓ اکثر حضرت مسیح موعودؑ کے سامنے بڑے ہی ادب و احترام کے ساتھ سر پر دوہرا دوپٹہ اوڑھے آتیں اور ہمیشہ حضورؑ کی خدمت کرنے کی کوشش میں رہتیں۔ اسی طرح ایک شام حضورؑ وضو فرمانے لگے تو میں نے لوٹا ہاتھ میں لیا کہ وضو کرواؤں، آپؓ آئیں اور نظریں جھکائے ہوئے بڑے ادب اور محبت سے لوٹا میرے ہاتھ سے لے کر حضورؑ کو وضو کروانے لگیں۔ ان دنوں کچھ لوگ اِدھر اُدھر سے ذکر کر رہے تھے کہ حضرت بھائی جان (یعنی حضرت مصلح موعودؓ) اَور شادی کریں گے۔ کچھ اس قسم کی خبر آپؓ تک پہنچی ہوئی تھی چنانچہ آپؓ افسردہ تھیں۔ جب آپؓ حضورؑ کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہی تھیں کہ حضورؑ نے بڑے پیار سے آپؓ کو دلاسا دیا اور فرمایا میری زندگی میں تم کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ چنانچہ وہ بات پوری ہوئی۔ شادیاں تو مقدّر تھیں، ہو کر رہیں مگر حضرت اقدسؑ کی زندگی میں نہیں ہوئیں۔ حضرت اقدسؑ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ شادی نہیں کریں گے بلکہ یہ فرمایا کہ میری زندگی میں تم کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ حضورؑ کو علم تھا کہ حضرت مصلح موعودؓ اَور شادیاں کریں گے اور آپؓ نے بھی محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اَور شادیاں کیں۔ آپؓ دن رات دین کی خدمت میں اتنے مصروف رہتے تھے کہ اس صورت میں جماعت کی مستورات کی تربیت کے لیے یہ بہت ضروری تھا اور یہ کہ جب آپؓ کی بیویاں وفات پا گئیں تو ان کے بچوں کی نگرانی کے لیے بھی بعض اوقات آپؓ کو شادیاں کرنی پڑیں۔

(ماخوذ سیرت و سوانح حضرت سیدہ اُم ناصر صاحبہؓ از پروفیسر سیدہ نسیم احمد صفحہ 11-12)

سامعین! آپؓ کی موجودگی میں حضرت مصلح موعودؓ نے متعدد شادیاں کیں۔ آپؓ نے آنے والی بیویوں کو بہنوں کی طرح رکھا۔ گھر کے ماحول کو پرسکون رکھنے میں ان کی فراست کا بڑا ہاتھ تھا۔ حضرت سارہ بیگم کا

انتقال ہوا تو ان کے بچوں کو اپنے بچے سمجھا۔ انہیں محبت سے پالا۔ انہیں خوبیوں کی وجہ سے ان کا ایک مقام تھا۔ محترم مرزا حنیف احمد صاحب نے ایک انٹرویو میں بیان کیا کہ ہم مختلف ماؤں سے جو بہن بھائی تھے، ہمارا آپس میں محبت، عزت اور پیار کا رشتہ تھا۔ ہمیں سگے سوتیلے کے فرق کا کوئی علم نہ تھا۔ پھر حضرت اُم ناصر صاحبہؓ کی بہت تعریف کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے ہمیں بہت پیار دیا تھا۔ آپؓ نے حضرت سیّدہ سارہ بیگم صاحبہؓ کی صاحبزادی امۃ النصیر صاحبہ کی شادی بڑی محبت سے کی۔ حضورؓ کی باقی بیگمات کے ساتھ حضرت اُمّ ناصرؓ کا سلوک بہت اچھا تھا۔ حضرت سیدہ مہر آپا مرحومہ فرماتی ہیں:

حضرت سیدہ اُمّ ناصرؓ بہت اعلیٰ اخلاق و کردار کی مالک تھیں۔ میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا کرتی تھیں۔ جب کبھی میری طبیعت خراب ہوتی تو حال دریافت کرنے آتیں تو ہمیشہ یہ نصیحت کرتیں لڑکی اپنی صحت کا خیال رکھا کرو۔ دیکھو! ہم نے اپنی صحت کا خیال نہیں رکھا تو کیا حال ہوا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی زندگی میں آپؓ کا ایک بڑا مقام تھا۔ ایک بار جب آپؓ کی طبیعت ناساز تھی اور آپؓ نچلی منزل میں واقع سٹور میں راشن تلوا رہی تھیں تو ایک خادمہ نے پوچھا کہ حضورؓ کی اَور بھی ازواج ہیں کیا حضور آپ کا اسی طرح خیال رکھتے ہیں جیسے پہلے رکھتے تھے؟ آپؓ نے فوری طور پر جواب دینے کی بجائے خاموشی سے ایک لڑکی کو حضورؓ کی خدمت میں یہ پیغام دے کر بھجوا دیا کہ میری طبیعت خراب ہے۔ پیغام ملتے ہی حضورؓ فوراً آپؓ کے گھر آئے اور آپؓ کو تلاش کرتے نیچے سٹور تک پہنچ گئے اور فرمایا:

”آپ کی طبیعت خراب ہے تو یہاں کیوں آئی ہیں، فوراً اوپر چلیں اور آرام کریں۔“

خادمہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئی تو آپؓ نے فرمایا: دیکھ لیا تم نے!

(خدیجہ 2013ء شمارہ نمبر 1 صفحہ 215-216)

آپؓ کو کبھی کسی کی شکایت کرتے نہیں سنا، کبھی کسی کے معاملہ میں مداخلت نہیں کی، نہ ہی تجسّس کی کوئی عادت تھی۔ آپؓ اپنے عزیزوں اور بہوؤں کے لیے دن رات دعائیں کرتیں۔ آپؓ کی زندگی میں چھ بہوئیں آچکی تھیں لیکن کبھی کسی پر کوئی بوجھ نہیں ڈالا، نہ کسی کے گھر جا کر رہتیں، ملنے ضرور جاتیں۔ صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کی بیگم آپؓ کے گھر میں اوپر کی منزل میں رہتی تھیں۔ کھانے کے وقت آپؓ

ان کو پیغام بھجواتیں اور وہ خوشی خوشی تیار ہو کر نیچے آجاتیں۔ سب اُن کے آنے پر کھانا شروع کرتے۔ حضرت اُمِ ناصرؓ ان کو دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہی ہوتیں۔

آپ رضی اللہ عنہ حضرت اماں جانؓ کے بعد خواتین مبارکہ میں سب سے بڑی تھیں۔ خدا تعالیٰ نے آپؓ کو بے حساب فضلوں سے نوازا تھا۔ جس دن آپؓ کے گھر حضرت مصلح موعودؓ کی باری ہوتی تھی تو اس دن خواتین اپنے مسائل لے کر آتی تھیں۔ آپؓ آنے والی خواتین کو کبھی منع نہیں فرماتیں تھیں کہ وقت بے وقت کیوں آگئی ہو۔ آپؓ بہت شائستہ گفتگو کرتیں تھیں۔ اپنے عزیزوں رشتہ داروں کی کوئی بات اچھی لگتی تو اُس کا ذکر بار بار کرتیں۔ آپؓ ایک سگھڑ خاتون تھیں۔ آپؓ کھانا ضائع نہیں ہونے دیتی تھیں۔ اس وقت فریج نہیں تھا، اس لیے بچا ہوا سالن پرات میں پانی ڈال کر اس میں رکھتیں اور دوسرے وقت گرم کرکے کھانے کے لیے رکھ دیتیں۔ سردیوں میں جب نیا گُڑ بنتا تو آپؓ بادام، کشمش، گری، مونگ پھلی اور گھی وغیرہ ڈلوا کر گُڑ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بنوا کر رکھتیں۔ جلسہ سالانہ سے پہلے حضرت اُمِّ متین اور آپؓ گندم اُبال کر خشک کرکے بھنواتیں اور اُس میں گڑ میوہ جات ڈال کر لڈو بنوا کر رکھے جاتے اور اِس طرح جلسہ پر آنے والے مہمانوں کی خاطر تواضع کی جاتی۔ اس کے علاوہ بھی آپؓ مہمانوں کے لیے کچھ نہ کچھ تیار رکھتیں۔ جلسہ پر آپؓ کا گھر مہمانوں سے بھرا ہوتا۔

سامعین! حضرت سیدہ محمودہ بیگم صاحبہؓ کی وفات 31؍جولائی 1958ء کو ہوئی۔ حضرت مصلح موعودؓ اُس وقت جابہ میں قیام فرماتھے جب حضورؓ کو حضرت سیدہؓ کی مری میں تشویشناک علالت کی اطلاع ملی۔ حضورؓ مری تشریف لے گئے لیکن حضورؓ کی تشریف آوری سے چند گھنٹے قبل ہی آپؓ کی وفات ہو چکی تھی۔ حضورؓ نے مری میں نماز جنازہ پڑھائی اور پھر جنازہ ربوہ لے جایا گیا جہاں حضورؓ نے دوبارہ نماز جنازہ پڑھائی اور آپؓ کو حضرت اماں جانؓ کے مزار کے قرب میں سپرد خاک کردیا گیا۔

آپ رضی اللہ عنہا کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بہو کی حیثیت سے تقریباً چھ سال حضور علیہ السلام کے قرب سے فیضیاب ہوئیں اور آپؓ کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تقریباً چھپن سال گزارنے کا موقع ملا۔

مغفرت	بے	حساب	ہو	جائے
مرحمت	لا	جواب	ہو	جائے
قربِ	رحمت	مآب	حاصل	ہو
وصلِ	عالی	جناب	ہو	جائے

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿9﴾ ﴿مشاہدات۔501﴾

سیرت حضرت سیّدہ امۃ الحیٔ صاحبہ رضی اللہ عنہا

(حرم دوم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (ال عمران:111)

ترجمہ: تم بہترین امّت ہو جو تمام انسانوں کے فائدہ کے لئے نکالی گئی ہو۔

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے "سیرت حضرت سیّدہ امۃ الحیٔ صاحبہ رضی اللہ عنہا"

حضرت سیدہ امۃ الحیٔ بیگم صاحبہؓ، حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاولؓ کی بیٹی تھیں جو آپ کی دوسری اہلیہ حضرت اماں جی صغریٰ بیگم صاحبہ کے بطن سے یکم اگست 1901ء کو پیدا ہوئیں۔ آپؓ حضرت منشی احمد جان صاحب آف لدھیانہ (جن کے مکان پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پہلی بیعت لی تھی) کی نواسی تھیں۔ آپ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی دوسری حرم محترم تھیں۔ آپؓ بچپن سے ہی نہایت ذہین اور زیرک تھیں۔ حضورؓ آپ کی بچپن کی عادات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں" : ہماری ایک چھوٹی سی بچی ہے وہ عقل نہیں رکھتی پر ہمیں دیکھ کر کاغذ، قلم، دوات سے لکیریں ڈالتی رہتی ہے"۔

حضرت حافظ غلام رسول صاحب لنگوی آپؓ کی ذہانت کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک روز نماز فجر کے بعد حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ، مولوی محمد احسن صاحبؓ امروہی اور دیگر صحابہؓ بھی موجود تھے۔ حضرت امۃ الحیٔ مرحومہ کی عمر اُس وقت قریباً چار سال کی تھی اور وہ اپنے آپ کو ڈاکٹر کہتی تھیں۔ میں نے حضرت اقدس کا یہ شعر پڑھا:

آسماں اے غافلو! اب آگ برسانے کو ہے

اور سادگی سے غافِلو کی بجائے غافلو پڑھ دیا۔ حضرت امۃ الحئیٔ صاحبہ نے میرے منہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ نہیں مولوی صاحب! غافَلو نہیں بلکہ غافِلو ہے۔ حضرت خلیفہ اولؓ نے مجھے فرمایا کہ اس نے تو آپ کی غلطی نکال لی۔ اس پر حضرت اقدسؑ نے فرمایا: دیکھو! کس قدر فہیم بچی ہے اور اس کا ذہن رسا کیسا ہے۔ میں نادم ساہوا، اس پر حضرت اقدسؑ نے فرمایا: ندامت کی کوئی بات نہیں انسان سے سہو ہو ہی جاتا ہے۔

سامعین! آپؓ کے والد محترم کا زیادہ وقت حضورؑ کی خدمت میں گزرتا یہ بچی بھی ساتھ ساتھ رہتی.... وہ گھر وہ ماحول، وہ ملنے جلنے والے، وہ محفلیں اور صُبح شام کی گفتگو سب کا موضوع قرآن پاک اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابرکت ذات ہوتی۔ ذکرِ الٰہی کی اس فضا میں سیدہ امۃ الحئیٔ صاحبہ نے ہوش سنبھالنے سے پہلے ہی بہت کچھ سیکھ لیا تھا۔ آپ ساڑھے پانچ سال کی تھیں لکھنا نہیں جانتی تھیں، ایک بزرگ سے کہا کہ مَیں جو بولتی جاؤں لکھتے جائیں۔ اب دیکھیے آپ کیا لکھواتی ہیں:

"اللہ ایک ہے۔ اللہ بے عیب ہے۔ اللہ رحمٰن اور رحیم ہے۔ ہمارا سب کا مالک ہے۔ قرآن سیکھنا چاہیے اس پر چلنا چاہیے۔ چوری نہیں کرنا۔ کسی سے مانگنا نہیں اللہ کے سوا۔ حرص نہیں کرنا۔ غریبوں کی خبر گیری کرنا اور اُن سے نیک سلوک کرتے رہو۔ جس مکان پر منڈیر نہ ہو اس پر ہرگز نہ سونا، بھائی بہن نہ لڑیں۔"

(حضرت سیّدہ امۃ الحئیٔ صاحبہؓ از امۃ الباری ناصر صفحہ 3-4)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے بچپن ہی سے آپ کی تعلیم و تربیت کا خاص خیال رکھا۔ آپؓ کو عشقِ قرآن ورثہ میں ملا تھا۔ ایک بار آپؓ سے فرمایا:

"اگر تم سورۃ بقرہ ہماری منشاء کے مطابق ہم کو سنا دو تو ہم تم کو سردست دو سو روپیہ بطور انعام دیں گے۔

چنانچہ حضرت سیدہ نے یہ انعام حاصل کر لیا۔

سامعین! حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحبؓ کی اہلیہ خلافت اولیٰ کے زمانہ میں پہلی بار قادیان آئیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ اُس وقت سیدہ امۃ الحئیٔ کی عمر آٹھ نو سال کی ہو گی اور آپ اپنے بھائیوں کے ساتھ نیزہ بازی کا کھیل کھیلا کرتی تھیں اور سر پر ایک سفید رومال باندھے رکھتی تھیں کیونکہ حضورؓ اُن کو ننگے سر پھرنے سے منع کرتے تھے۔ ماہ رمضان میں عبدالمحی عرب سحری کے وقت حضورؓ کے گھر پر تراویح پڑھایا کرتے تھے اور بہت خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھتے تھے۔ سیدہ امۃ الحئیٔ باوجود چھوٹی عمر ہونے کے روزانہ باقاعدہ

تراویح پڑھتی تھیں اور دینی کاموں کو بہت شوق سے کرتی تھیں۔ آپ کو حضورؓ کا درس سننے کا بھی بہت شوق تھا۔ جب بھی حضورؓ عورتوں میں درس دیتے تو فوراً قرآن شریف لے کر آ بیٹھتیں۔

(روزنامہ ''الفضل'' ربوہ8، فروری2007ء)

31، مئی 1914ء کو آپؓ کا نکاح حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ انجام پایا۔ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب بیان کرتے ہیں: ایک دن حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کے سامنے ذکر ہوا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے کسی دوست کو اپنی لڑکی کا رشتہ کسی احمدی سے کرنے کو ارشاد فرمایا مگر وہ دوست راضی نہ ہوا۔ اتفاقاً اس وقت امۃ الحیٔ صاحبہ، جو اس وقت بہت چھوٹی تھیں، سامنے آ گئیں۔ آپؓ نے بڑے جوش سے فرمایا کہ مجھے تو اگر مرزا کہے کہ اپنی اس لڑکی کو نہالی (ایک مہترانی) کے لڑکے کو دیدو تو میں بغیر کسی انقباض کے فوراً دیدوں گا۔ یہ کلمہ سخت عشق و محبت کا تھا مگر نتیجہ دیکھ لیں کہ بالآخر وہی لڑکی حضور کی بہو بنی اور اس شخص کی زوجیت میں آئی جو خود حضرت مسیح موعودؑ کا حسن واحسان میں نظیر ہے۔

آپؓ کا نکاح سلسلہ کے مشہور بزرگ اور عالمِ دین حضرت مولانا سیّد سرور شاہ صاحبؓ نے ایک ہزار روپے حق مہر پر پڑھایا۔ قرآن پاک کی تعلیم کے شوق نے حضرت مصلح موعودؓ کو متاثر کیا ذہین خاتون تھیں خدمتِ دین کے لیے انتھک کام کرنے کا جذبہ رکھتی تھیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت حضرت امۃ الحیٔ صاحبہؓ سے اپنی شادی کا مقصد بتاتے ہوئے فرمایا کہ

'' مَیں نے ان سے جب شادی کی اس وقت میری نیت بطور احسان کے تھی کہ ان کے ذریعے بآسانی عورتوں میں تعلیم دے سکوں گا۔ اس لیے میں نے ارادہ کیا کہ فوراً ان کو تعلیم دوں مگر وہ اس شوق میں مجھ سے بھی آگے بڑھی ہوئی نکلیں۔ ابتداءً مَیں کبھی سبقوں میں ناغے بھی کر دیتا تھا مگر وہ کہہ کر اور زور دے کر اپنی تعلیم کو جاری رکھتی تھیں اور اس میں انہوں نے بہت ترقی کی۔ وہ قرآن شریف کا ترجمہ اچھی طرح پڑھا لیتی تھیں۔ بلوغ المرام پڑھاتی تھیں، اسی طرح اَور دینی کتب لڑکیوں کو پڑھاتی تھیں اور وفات سے چار پانچ روز ہی پہلے مجھ سے مشورہ کر رہی تھیں کہ لڑکیوں کو مشکوٰۃ پڑھانی ہے۔ تو تعلیم کی یہ خواہش جو اُن میں تھی وہ دیگر عورتوں میں نظر نہیں آتی۔''

(انوار العلوم جلد9 صفحہ 8-9)

سامعین! آپؓ حضرت مصلح موعودؓ کی مزاج شناس تھیں۔ حضرت مصلح موعودؓ آپس کی ہم آہنگی کی نہایت خوب صورت قابل رشک الفاظ میں تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاہے۔ اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَۃٌ کہ روحیں ایک دوسرے سے وابستہ اور پیوستہ ہوتی ہیں۔ یعنی بعض کا بعض سے تعلق ہوتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ میری روح کو امۃ الحئی کی روح سے ایک پیوستگی حاصل تھی... میں نہیں جانتا تھا یہ میری نیک نیتی اور اپنے اُستاد اور آقا کی خواہش کو پورا کرنے کی آرزو ایسے اعلیٰ درجہ کے پھل لائے گی اور میرے لیے اس سے ایسے راحت کے سامان پیدا ہوں گے۔ مجھے بہت سی شادیوں کے تجربے ہیں۔ میں نے خود بھی کئی شادیاں کی ہیں اور بحیثیت ایک جماعت کا امام ہونے کے ہزاروں شادیوں سے تعلق ہے اور ہزاروں واقعات مجھ تک پہنچتے رہتے ہیں مگر میں نے عمر بھر کوئی کامیاب شادی اور خوش کرنے والی شادی نہیں دیکھی جیسی میری یہ شادی تھی۔"

(خطباتِ محمود جلد 3 صفحہ 204۔205)

حضرت سیّدہ امۃ الحئی صاحبہؓ کے بارے میں حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ

"امۃ الحئی اپنی ذات میں بھی نہایت اچھی بیوی تھی مگر ان میں ایک خاص بات بھی تھی ان کی شکل اپنے والد، میرے محسن، میرے پیارے استاد حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ سے بہت ملتی تھی۔ نسوانی نقش جس حد تک مردانہ خوبصورتی کو ظاہر کر سکتے ہیں اس حد تک وہ اپنے والد کی یاد دلاتی تھیں۔ میرے لیے وہ یاد نہایت پیاری اور وہ شباہت نہایت محبوب تھی پھر ان کا علمی مشغلہ، وہ بیماری اور کمزوری میں عورتوں کو پڑھانا، وہ علمی ترقی کا شوق نہایت درجہ تک جاذبِ قلب تھا۔"

(انوار العلوم جلد 13 صفحہ 74-75)

سامعین! جب آپؓ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے عقد میں آئیں تو یہ رشتہ بے شمار خیر وبرکات کا موجب بنا۔ جیسا کہ خاکسار نے ابتداء میں تلاوت کی تھی کہ "کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تم بہترین امّت ہو جو تمام انسانوں کے فائدہ کے لئے نکالی گئی ہو" کی بہترین مصداق تھیں آپؓ کی ساری زندگی دین کی خدمت کرتے گزری۔ آپؓ نے ہی حضرت مصلح موعودؓ کو احمدی خواتین کی ترقی کیلئے لجنہ اماء اللہ بنانے کی تحریک کی اور اس کی سب سے پہلی سیکرٹری بھی آپؓ ہی تھیں۔ آپؓ نے ساری زندگی احمدی خواتین کی تعلیم وتربیت

کی طرف اپنی توجہ مرکوز رکھی۔ آپؓ کی نیکیوں سے بہت سے چراغ روشن ہوئے اور خواتین میں علم کی روشنی پھیلی۔

آپؓ کو اللہ تعالیٰ نے دو بیٹیوں اور ایک بیٹے سے نوازا جن میں محترمہ صاحبزادی امۃ القیوم صاحبہ، محترمہ صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ اور محترم صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب شامل ہیں۔

سامعین کرام! حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وفات پر اپنے والد محترم کی ایک وصیت کہ میرا جانشین عورتوں میں بھی درس قرآن جاری رکھے، حضرت سیّدہ امۃ الحیٔ صاحبہؓ نے ہی ایک خط کے ذریعے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ تک پہنچایا۔ چنانچہ حضورؓ نے اگلے دن سے ہی مستورات میں درس دینا شروع کر دیا۔ اس بارے میں حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ

”عورتوں پر خصوصیت سے میری اس بیوی کا احسان ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وفات کے بعد میرا منشاء نہیں تھا کہ مَیں عورتوں میں درس دیا کروں۔ لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ بہت ہی بڑی ہمت کا کام ہے کہ ایسے عظیم الشان والد کی وفات کے تیسرے روز ہی امۃ الحی نے مجھ کو رقعہ لکھا کہ مولوی صاحب مرحوم اپنی زندگی میں ہمیشہ عورتوں میں قرآن کریم کا درس دیا کرتے تھے اب آپ کو خدا نے خلیفہ بنایا ہے حضرت مولوی صاحب نے اپنی آخری ساعت میں مجھے نصیحت فرمائی کہ میرے مرنے کے بعد میاں سے کہہ دینا کہ وہ عورتوں میں درس دیا کریں اس لیے مَیں اپنے والد صاحب کی وصیت آپ تک پہنچاتی ہوں۔ وہ کام جو میرے والد صاحب کیا کرتے تھے اب آپ اس کام کو جاری رکھیں۔ وہ رقعہ ہی تھا جس کی بنا پر میں نے عورتوں میں درس دینا شروع کیا۔ اگر اس درس کی وجہ سے کوئی فائدہ عورتوں کو پہنچا ہو تو یقیناً اس ثواب کی مستحق بھی مرحومہ ہی ہے۔ حق تو یہ ہے کہ عورتوں میں خطبہ لیکچرز اور سوسائٹیاں اور ہر ایک خیال جو عورتوں کے متعلق ہو سکتا ہے اس کی محرّک وہی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جماعت کے تمام افراد سے ہی ان کو ایسی محبت تھی جو اَور عورتوں میں بہت کم پائی جاتی ہے۔ مجھ پر تو ان کا اتنا حق ہے کہ میں کسی طرح اس حق سے عہدہ بر آ نہیں ہو سکتا۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ ان کا اخلاص اور ان کی محبت ساری جماعت کی عورتوں کے لیے بلکہ بہت سے مردوں کے لیے بھی قابل رشک ہے۔“

(خطبات محمود جلد 8 صفحہ 539-540)

آپؓ ہی نے حضورؓ کو احمدی خواتین کی ترقی کے لئے ایک انجمن یعنی لجنہ اماء اللہ بنانے کی تحریک کی۔ آپؓ لجنہ اماء اللہ کی پہلی سیکرٹری بھی تھیں۔ آپؓ لجنہ اماء اللہ کی فعال کارکن تھیں اور آپؓ ہی کی کوششوں سے جلسہ سالانہ پر عورتوں کے لئے علیحدہ اور با قاعدہ قیام وطعام اور تقریروں کا انتظام ہوا۔ آپؓ جلسہ سالانہ پر تقریر بھی کرتی رہیں اور لجنہ کے رسائل میں مضامین بھی لکھتی رہیں۔ آپؓ نے خدمت کرتے ہوئے کبھی بیماری کی پرواہ نہیں کی۔ لجنہ اماء اللہ کی طرف سے حضرت سیّدہ امۃ الحئی صاحبہؓ نے عید کے موقع پر ان راجپوت عورتوں کے لیے دوپٹوں کے تحفے بھیجے جنہوں نے فتنہ ارتداد کا جواں مردی سے مقابلہ کیا۔

(ماخوذ از تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد اوّل صفحہ 122-123 ایڈیشن 2009ء)

ایک خاتون اہلیہ محمد حسین بٹ صاحب نے اپنے جوشِ تبلیغ کو بیان کرنے کے بعد لکھا کہ میں خیال کرتی ہوں کہ اس کا تمام ثواب حضرت سیدہ امۃ الحئی صاحبہ مرحومہ کو ملے گا جنہوں نے کمال شوق سے طبقہ اِناث میں تعلیم احمدیت کو حضور کی ہدایات کے مطابق رواج دیا۔

سامعین! آج لجنہ اماء اللہ کی تنظیم جو ساری دنیا میں پھیل چکی ہے اور خواتین میں تعلیم وتربیت کی شمع روشن کرتی چلی جارہی ہے اس کی ابتداء بھی حضرت سیدہ امۃ الحئی صاحبہؓ کی وجہ سے ہوئی۔ اکیس سال کی امۃ الحئی صاحبہؓ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے بات کی کہ خواتین کو پڑھانا اور خدمتِ دین کے لائق بنانا بہت ضروری ہے اس کے لیے کوئی طریق، کوئی تنظیم بنانی چاہیے۔ حضورؓ نے اپنی بیگم کی اس بات پر غور کیا اور باقاعدہ اغراض ومقاصد ترتیب دے کر عورتوں کی تنظیم ''لجنہ اماء اللہ'' کے نام سے بنانے کا 1922ء میں اعلان فرمایا۔

آپؓ بہت سادگی سے گزارا کرتیں حتٰی کہ جو تحفے تحائف آپ کو ملتے تھے وہ بھی آپ غریب عورتوں میں بانٹ دیتی تھیں۔ ہر ایک سے ملنساری اور خاکساری سے ملتیں، دلداری کرنے اور دل رکھنے کا بہت سلیقہ تھا۔ آپ نے ایک درویش، صوفی اور فقیر خاتون کی طرح اپنی زندگی بسر کی۔ گھر میں بڑوں کا ادب اور چھوٹوں کی شفقت میں امیر غریب کا فرق نہ رکھتی تھیں۔ بڑی عمر کی خادماؤں کو بھی عزت سے بلاتیں۔ آپؓ بہت مہمان نواز تھیں۔ مہمانوں کا خاص خیال رکھتیں۔ جب پتہ چلتا کہ کوئی مہمان آیا ہے اور آپ

کھانا کھا رہی ہوتیں تو اپنے آگے سے کھانا اٹھوا دیتیں اور کہتیں کہ پہلے مہمان کو کھلادو پھر بعد میں ہمیں دینا۔

آپؓ نے جلسہ سالانہ کے انتظامات کو بہتر بنانے کے لیے مستورات کے جلسہ کا الگ سے پروگرام رکھنے کی تجویز پیش کی۔ چنانچہ پہلی دفعہ 1917ء میں مستورات کے پروگرام کا الگ انتظام کیا گیا۔ 1920ء کے جلسہ سالانہ میں جو مسجد اقصیٰ قادیان میں ہوا، مردانہ جلسہ گاہ میں پردہ لگا کر عورتوں کا الگ انتظام کیا گیا اس میں خواتین نے بھی تقاریر کیں۔

آپؓ شادی کے بعد دس سال زندہ رہیں اور یہ سارا عرصہ خدمت دین سرانجام دیتی رہیں۔ 10ء دسمبر 1924ء کو قادیان میں آپؓ نے وفات پائی جبکہ حضورؓ اپنے پہلے سفر یورپ سے ابھی واپس آئے ہی تھے۔ حضرت سیّدہ امۃ الحیٔ صاحبہؓ کی وفات سے حضورؓ کو بہت صدمہ پہنچا۔ آپؓ نے فرمایا:

"میرے اپنے خیال اور ارادہ میں جس ہستی کے اوپر میرا ہاتھ تھا اور جس پر مجھے بڑی امیدیں تھیں وہ ہستی مجھ سے جدا ہوگئی ہے اس وجہ سے مجھے غم ہے.....اس کی وفات کے متعلق تو مجھے پہلے سے ہی اطلاع ہوگئی تھی۔ تین سال ہوئے کہ مَیں نے خواب دیکھا کہ وہ سفید کپڑے پہنے ہوئے میرے پاس آئی ہے اور السلام علیکم کہہ کر کہنے لگی 'مَیں جاتی ہوں' اور اس کے بعد جلدی جلدی گھر سے نکل گئی۔ مَیں نے میر محمد اسماعیل صاحبؓ کو اس کے پیچھے روانہ کیا تو انہوں نے واپس آکر بتایا کہ وہ بہشتی مقبرہ کی طرف چلی گئی ہیں۔

پھر مبارکہ بیگم نے بتایا کہ ایک دفعہ امۃ الحیٔ نے ایک مصرعہ کہا جس کا مفہوم غالباً یہ تھا

اے بلبل بوستان تُو خاموش کیوں ہے

اور مجھ سے کہا کہ مَیں جب فوت ہو جاؤں گی تو آپ اس پر مصرعے لگانا۔ مبارکہ کہتی ہیں کہ مَیں نے کہا کہ نہیں مَیں آپ سے پہلے فوت ہوں گی۔ میری وفات پر آپ نے اس پر مصرعے جوڑنے ہوں گے۔ تو امۃ الحیٔ نے کہا نہیں، مَیں ناراض ہو جاؤں گی اگر آپ نے پھر ایسا کہا۔ مَیں پہلے وفات پاؤں گی، میری وفات پر اس مصرع پر ضرور مصرعے لگانے ہوں گے۔

مرحومہ فوت ہو گئیں اور میرے دل کا ایک کونہ خالی ہو گیا۔ اللہ کے فضل ہوں اس قدر اِس کے والد پر اور اِس مرحومہ پر، ہاں اِس قدر کہ وہ دونوں حیران ہو کر اپنے ربّ سے پوچھیں کہ آج کیا ہے کہ تیری رحمت کا دروازہ اس رنگ میں ہم پر کھل رہا ہے اور ان کا ربّ ان کو بتائے کہ میرے بندے محمود نے اپنا ٹوٹا ہوا دل اور اشک بار آنکھیں میرے قدموں پر رکھ کر مجھ سے درخواست کی ہے کہ مَیں تم پر خاص درود بھیجوں اور یہ اسی درود کی ضیاباریاں ہیں جو تم پر نازل ہو رہی ہیں۔‘‘

(انوار العلوم جلد 13 صفحہ 73-74)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے آپؓ کی وفات کے بعد ایک مرتبہ فرمایا:

’’آج تک میں نے کوئی نماز ایسی نہیں پڑھی جس میں امۃ الحیٔ مرحومہ کے لیے دعا نہیں کی۔‘‘

(خطباتِ محمود جلد 3 صفحہ 203)

بچھڑے ہوؤں کو جنتِ فردوس میں ملا
جَسْرِ صراط سے بہ سہولت گذار دے

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿10﴾ ﴿مشاہدات۔502﴾

سیرت حضرت سیدہ مریم النساء بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا

(حرم سوم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۟ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (الحشر:10)

ترجمہ: اور اپنے سینوں میں اس کی کچھ حاجت نہیں پاتے تھے جو اُن (مہاجروں) کو دیا گیا اور خود اپنی جانوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے تھے باوجود اس کے کہ انہیں خود تنگی درپیش تھی۔ پس جو کوئی بھی نفس کی خساست سے بچایا جائے تو یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

معزز سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے ”سیرت حضرت سیدہ مریم النساء بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا“

حضرت سیدہ مریم بیگمؓ (المعروف اُمّ طاہر) اوائل 1905ء میں رعیہ ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئیں۔ آپؓ کے والد ماجد حضرت ڈاکٹر سید عبد الستار شاہ صاحب وہاں کے سرکاری ہسپتال کے انچارج ڈاکٹر تھے۔ آپؓ آٹھ بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹی تھیں۔ آپؓ کے والد محترم کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بہت قریبی تعلق تھا۔ حضرت زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ نے ہماری والدہ ماجدہ سے فرمایا:

”یہ آپ کا گھر ہے۔ آپ کو جو ضرورت ہو بغیر تکلّف آپ اس کے متعلق مجھے اطلاع دیں۔ آپ کے ساتھ ہمارے تین تعلق ہیں۔ ایک تو آپ ہمارے مرید ہیں، دوسرے آپ سادات سے ہیں، تیسرا ایک اَور تعلق ہے۔“ یہ کہہ کر حضورؑ خاموش ہو گئے۔ والدہ صاحبہؓ کو اس آخری فقرے سے حیرانگی سی ہوئی اور ڈاکٹر صاحبؓ سے آکر ذکر کیا۔ اس وقت ہمشیرہ مریم بیگم صاحبہ پیدا نہیں ہوئی تھیں۔ ڈاکٹر صاحبؓ نے

جواب دیا کوئی روحانی تعلق ہو گا لیکن حضورؑ کا یہ قول ظاہری معنوں میں بھی لمبے عرصہ بعد پورا ہو گیا۔ ہمشیرہ سیدہ مریم بیگم صاحبہ کی ولادت اور پھر ان کے رشتہ کی وجہ سے۔"

(سیرت حضرت سیدہ اُمِّ طاہرؓ از ملک صلاح الدین صفحہ 22-23)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ رضی اللہ عنہا کے خاندان کو بہشتی کنبہ بھی قرار دیا۔ آپؓ کے والد حضرت شاہ صاحبؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ سخت بیمار ہوگئے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بکروں کا صدقہ دیا۔ مَیں اس وقت قادیان میں موجود تھا۔ مَیں رات کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے پاس ہی رہا اور دوا پلاتا رہا۔ صبح کو حضورؑ تشریف لائے۔ حضرت خلیفہ اولؓ نے فرمایا کہ حضور! ڈاکٹر صاحب ساری رات میرے پاس بیدار رہے ہیں اور دوا وغیرہ اہتمام سے پلاتے رہے ہیں۔ حضورؑ بہت خوش ہوئے اور فرمایا: ہم کو بھی ان پر رشک آتا ہے۔ یہ بہشتی کنبہ ہے۔ یہ الفاظ آپؑ نے چند بار دہرائے بھی۔

(سیرت المہدی جلد اوّل حصہ سوم از حضرت مرزا بشیر احمدؓ روایت 563)

سامعین! حضور علیہ السلام کے ہاں صاحبزادہ مرزا مبارک احمد 14 جون 1899ء کو پیدا ہوئے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں: مبارک احمد حضرت مسیح موعودؑ کو بہت پیارا تھا، وہ شدید ٹائیفائیڈ سے بیمار ہوا۔ اس وقت قادیان میں دو ڈاکٹر موجود تھے۔ ایک حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ اور دوسرے حضرت ڈاکٹر سید عبد الستار شاہ صاحبؓ جو رخصت پر یہاں آئے ہوئے تھے۔ حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ بھی ان کے ساتھ مل کر علاج کر رہے تھے۔ مبارک احمد کی بیماری میں کسی نے خواب دیکھا کہ اس کی شادی ہو رہی ہے۔ یہ خواب سن کر حضورؑ نے فرمایا کہ "معبرّین نے لکھا ہے کہ ایسی خواب کی تعبیر تو موت ہے مگر اسے ظاہری رنگ میں پورا کر دینے سے بعض دفعہ تعبیر ٹل جاتی ہے۔ اس لیے آؤ! مبارک احمد کی شادی کر دیں۔" اس وقت اتفاقاً حضرت ڈاکٹر سید عبد الستار شاہ صاحبؓ کی اہلیہ صاحبہ صحن میں نظر آئیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے انہیں بلا کر فرمایا کہ "ہمارا یہ منشاء ہے کہ مبارک احمد کی شادی کر دیں۔ آپ کی لڑکی مریم ہے۔ اگر آپ پسند کریں تو اس سے مبارک احمد کی شادی کر دی جائے۔" انہوں نے کہا کہ مجھے کوئی عذر نہیں لیکن اگر حضورؑ کچھ مہلت دیں تو میں ڈاکٹر صاحب سے پوچھ لوں؟ یہ

خاندان نیچے گول کمرہ میں ٹھہرا ہوا تھا۔ باہر سے ڈاکٹر صاحبؓ آئے تو انہوں نے اس رنگ میں بات کی کہ بعض دفعہ ایمان کی آزمائش بھی ہوتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ آپ کے ایمان کی آزمائش کرے گا تو کیا آپ پکے رہیں گے؟ ڈاکٹر صاحبؓ نے جواب دیا کہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ استقامت عطا کرے گا۔ اس پر انہوں نے ڈاکٹر صاحبؓ کو ساری بات سنائی تو ڈاکٹر صاحبؓ نے کہا کہ اچھی بات ہے۔ اگر حضرت مسیح موعودؑ کو یہ پسند ہے تو ہمیں اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔

(سیرت حضرت سیدہ اُمِّ طاہرؓ از ملک صلاح الدین صفحہ 78 تا 80)

چنانچہ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کا (جو آٹھ سال کی عمر کے تھے) سیدہ مریم بیگم صاحبہ سے (جو دو اڑھائی برس کی تھیں) نکاح 30 اگست 1907ء کو حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ نے پڑھا۔ نکاح کے چند روز بعد 16 ستمبر 1907ء کو صاحبزادہ صاحب کی وفات ہو گئی۔

سامعین! حضرت سیدہ مریم النساء بیگم صاحبہؓ کی شادی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ساتھ کیسے انجام پائی یہ بھی ایک دلچسپ واقعہ ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ خود بیان فرماتے ہیں کہ "شاید 1917ء میں امۃ الحیٔ مرحومہ کے مکان میں مَیں نے ایک دُبلی پتلی سفید کپڑوں میں ملبوس لڑکی کو دیکھا تو پوچھنے پر امۃ الحیٔ مرحومہ نے بتایا کہ ڈاکٹر عبدالستار شاہ صاحبؓ کی لڑکی مریم ہے۔ مَیں نے پوچھا کہ کیا مریم کی شادی کی کہیں تجویز ہے؟ جس کا جواب مجھے یہ ملا کہ "ہم سادات ہیں ہمارے ہاں بیوہ کا نکاح نہیں ہوتا۔ اگر حضرت مسیح موعودؑ کے گھر میں کسی جگہ شادی ہو گئی تو کر دیں گے ورنہ لڑکی اسی طرح بیٹھی رہے گی۔" میرے لیے یہ سخت صدمہ کی بات تھی۔ میں نے بہت کوشش کی کہ مریم کا نکاح کسی اَور جگہ ہو جائے مگر ناکامی کے سوا کچھ اَور نتیجہ نہ نکلا۔ آخر مَیں نے مختلف ذرائع سے اپنے بھائیوں سے تحریک کی کہ اس طرح اس کی عمر ضائع نہ ہونی چاہیے، ان میں سے کوئی مریم سے نکاح کر لے۔ لیکن اس کا جواب بھی نفی میں ملا۔ تب میں نے اس وجہ سے کہ حضرت مسیح موعودؑ کا فعل کسی جان کی تباہی کا موجب نہ ہونا چاہیے اور اس وجہ سے کہ ان کے دو بھائیوں سید حبیب اللہ شاہ صاحبؓ اور سید محمود اللہ شاہ صاحبؓ سے مجھے بہت محبت تھی۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں مریم سے خود نکاح کر لوں گا۔

(سوانح فضلِ عمر حصہ پنجم صفحہ 334)

حضرت اُمّ المومنینؓ کی روایت ہے کہ جب مبارک احمد فوت ہو گیا اور مریم بیگم بیوہ رہ گئی تو حضرت مسیح موعودؑ نے گھر میں ایک دفعہ یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ یہ لڑکی ہمارے گھر میں ہی آئے تو اچھا ہے۔یعنی ہمارے بچوں میں سے ہی کوئی اس کے ساتھ شادی کرلے تو بہتر ہے۔

اور اس طرح اللہ کے اِذن سے 7 فروری 1921ء کو حضرت سیدہ مریم بیگم صاحبہؓ کا نکاح حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ساتھ ایک ہزار روپیہ حق مہر کے عوض حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحبؓ نے پڑھایا۔ حضورؓ فرماتے ہیں کہ

"21 فروری 1921ء کو نہایت سادگی سے جاکر مَیں مریم کو گھر لے آیا اور حضرت اماں جانؓ کے گھر میں اُن کو اتارا۔ جنہوں نے ایک کمرہ اُن کو دے دیا جس میں اُن کی باری میں ہم رہتے تھے۔"

(سوانح فضلِ عمر جلد پنجم صفحہ 335)

آپؓ کے بطن سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع مرزا طاہر احمد صاحبؒ نے جنم لیا۔ آپؓ کے علاوہ صاحبزادی امۃ الحکیم بیگم صاحبہ۔ صاحبزادی امۃ الباسط بیگم صاحبہ اور صاحبزادی امۃ الجمیل بیگم صاحب حضرت اُمّ طاہرؓ کی اَولاد میں شامل ہیں۔

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ فرماتی ہیں:

مریم بیگم مرحومہ ہمارے گھر بہو بن کر آئیں اور بیٹی بن کر رہیں۔ حضورؓ، اماں جانؓ کی بہت تابعدار، چاہنے والی، جاں نثار، خدمت گزار اور ہم سب بہن بھائیوں سے بلا مبالغہ عاشقانہ محبت رکھنے والی۔ اپنے شوہر نامدار حضرت خلیفہ ثانیؓ کی دل و جان سے شیدا، ہنس مکھ، گھر کی رونق، سب عزیزوں سے اپنی سب اولاد سے دلی تعلق یعنی جو دوسری بیویوں کے بطن سے اولاد تھی ان کی بھی بہی خواہ اور دل سے محبت کرنے والی رہیں۔ کہا کرتی تھیں کہ مَیں صرف اپنے میاں کی حیثیت سے اُن سے اور آپ سب سے اور بچوں سے اتنی محبت نہیں کرتی، مَیں تو حضرت مسیح موعودؑ کی اولاد جان کر کرتی ہوں اور سب کے لیے جان فدا کرنے کو حاضر ہوں۔ ان کی والدہ محترمہ بہت نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ یہ اخلاص و ایمان انہوں نے ماں کے دودھ سے ہی حاصل کیا۔

(سیرت حضرت سیدہ اُمِ طاہرؓ از ملک صلاح الدین صفحہ 6-7)

حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ فرماتی ہیں کہ

"حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت اماں جانؓ سے حضرت اُمّ طاہرؓ کو جس قدر اور جس رنگ میں عشق تھا اس کی مثال ہی نہیں ملتی۔ آپؓ کا نام مبارک آتے ہی چہرہ محبت و عشق کے جذبات سے تمتما اٹھتا۔ آپؓ کی وہ کیفیت احاطہ تحریر میں نہیں آسکتی۔ ہزاروں سلام اور ہزاروں درود حضرت مسیح موعودؑ پر بھیجتیں۔ اس حالت میں آنکھوں میں آنسو ہوتے۔ شدید پیار سے کرب کی کیفیت اُن پر وارد ہو جاتی۔ اسی طرح حضرت اماں جانؓ سے جو پیار اور احترام تھا مَیں نے کسی اَور میں اس نوعیت کا نہیں دیکھا۔"

(سیرت حضرت سیدہ اُمِ طاہرؓ از ملک صلاح الدین صفحہ 220)

سامعین! جب آپؓ بیاہ کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے گھر تشریف لائیں تو آپؓ کو شوہر کی طرف سے مرحومہ بیوی کے تین بچے سنبھالنے کی ذمہ داری ملی جو آپ نے اتنی عمدگی سے ادا کی کہ دل جیت لیے۔ دل جیتنے کے فن کا ذکر حضرت صاحب کی تحریروں میں کئی جگہ ملتا ہے۔ محبت بھرے الفاظ میں آپؓ کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"میں نے اُن سے وعدہ کیا کہ مریم! تم ان بے ماں کے بچوں کو پالو میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں تم سے بہت محبت کروں گا اور میں نے خدا تعالیٰ سے رو رو کر دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کی محبت میرے دل میں پیدا کر دے اور اس نے میری دعا سن لی... علمی باتیں نہ کر سکتی تھیں مگر علمی باتوں کا مزا خوب لیتی تھیں۔ جمعہ کے دن اگر کسی خاص مضمون پر خطبہ ہوتا تھا تو واپسی پر میں اس یقین کے ساتھ گھر میں گھستا تھا کہ مریم کا چہرہ چمک رہا ہو گا اور وہ جاتے ہی تعریفوں کے پُل باندھ دیں گی اور کہیں گی کہ آج بہت مزا آیا اور یہ میرا قیاس شاذ ہی غلط نکلتا۔ میں دروازے میں انہیں منتظر پاتا۔ ان کے جسم کے اندر ایک تھرتھراہٹ سی پیدا ہو رہی ہوتی تھی۔ مریم ایک بہادر عورت تھیں جب کوئی نازک موقع آتا میں یقین کے ساتھ ان پر اعتبار کر سکتا تھا۔ ان کی نسوانی کمزوری اس وقت دب جاتی تھی چہرہ پر استقلال اور عزم کے آثار پائے جاتے تھے اور دیکھنے والا کہہ سکتا تھا اب موت یا کامیابی کے سوا اس عورت کے سامنے کوئی تیسری چیز نہیں ہے۔ یہ مر جائے گی مگر کام سے پیچھے نہ ہٹے گی۔ ضرورت کے وقت راتوں اس میری محبوبہ نے میرے ساتھ کام کیا ہے اور تھکان کی شکایت نہیں کی۔ انہیں صرف اتنا کہنا کافی ہوتا تھا کہ یہ سلسلہ کا کام ہے یا سلسلہ کے لیے

کوئی خطرہ یا بدنامی ہے اور وہ شیرنی کی طرح لپک کر کھڑی ہو جاتیں اور بھول جاتیں اپنے آپ کو بھول جاتیں کھانے پینے کو۔ بھول جاتیں اپنے بچوں کو۔ بلکہ بھول جاتیں مجھ کو بھی اور صرف وہ کام ہی یاد رہ جاتا اور اس کے بعد وہ ہوتیں اور گرم پانی کی بوتلیں۔"

(انوار العلوم جلد 17 صفحہ 352-354)

سامعین! حضرت سیدہ مریم صاحبہؓ کی نرینہ اولاد صرف حضرت مرزا طاہر احمدؒ ہی تھے۔ آپؓ ہر وقت تڑپ کر خود بھی دعا کرتیں اور دوسروں سے کرواتیں کہ میرا ایک ہی بیٹا ہے۔ خدا کرے یہ خادمِ دین ہو۔ میں نے اسے خدا کے راستے میں وقف کیا ہے اللہ تعالیٰ اسے حقیقی معنوں میں واقف بنائے۔

پھر آنسوؤں کے ساتھ یہ جملے بار بار دہراتیں:

"خدایا! میرا طاری تیرا پرستار ہو۔ یہ عابد و زاہد ہو۔ اسے خادم دین بنائیو۔ اسے اپنے عشق، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق اور حضرت مسیح موعودؑ کے عشق سے سرشار کیجیو۔"

حضرت مصلح موعودؓ نے کئی بار بڑی رقّت سے اس بات کا اظہار فرمایا کہ

"میرا طاری! مریم مرحومہ کی دلی آرزوؤں کا بہترین ثمر ہے۔ اُن کو اس بات کی تڑپ تھی کہ ان کا یہ اکلوتا بیٹا صحیح معنوں میں دین کا خادم ہو۔"

مارچ 1925ء کو دارالمسیح میں جب مدرسۃ الخواتین جاری ہوا تو آپ بھی شریکِ تعلیم ہوئیں اور مدرسۃ الخواتین کے مقصد کو آپ نے کما حقّہٗ پورا کیا۔ خدمات سلسلہ کے لئے ہمیشہ تیار رہتیں۔ حضورؓ کی ہدایت پر 1930ء میں نصرت گرلز سکول کی نگرانی کے لئے قائم ہونے والی کمیٹی کی رکن تھیں۔ آپؓ کو خواتین کی اصلاح اور تربیت کا ہر وقت خیال تھا۔ 1930ء تا 1937ء تک جلسہ سالانہ خواتین کی منتظمہ رہیں۔ آپ نے حضورؓ کی ہدایت پر قادیان میں محلّہ وار کمیٹیاں بنائیں۔ آپ نے اپنا مکان خواتین کے اجلاسوں کے لئے وقف کر رکھا تھا چنانچہ آپ کے مکان پر ہی حضرت مصلح موعودؓ درس قرآن وحدیث دیتے تھے۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسے، سیرت پیشوایان مذاہب، عہدیداران لجنہ اور لجنہ کے عام اجلاس اور مصباح کی قائم شدہ کمیٹی کے اجلاس آپ کے ہی مکان پر ہوتے۔ آپ نے تحریک جدید کو کامیاب بنانے لئے دیوانہ وار کوشش کی۔ خلافت جوبلی فنڈ میں ذاتی طور پر شرکت کے علاوہ آپ کی مساعی

قابل تعریف تھی۔ جلسہ سالانہ جوبلی پر حضورؓ کی خدمت میں لجنہ اماء اللہ قادیان کا تہنیت نامہ بطور جنرل سیکرٹری آپؓ نے پیش کیا۔

آپ کی مالی قربانیاں ہمیشہ اعلیٰ معیار کی تھیں۔ پہلے چھٹے حصہ کی وصیت فرمائی لیکن 1927ء میں اس کو بڑھا کر تیسرا حصہ کر دیا۔ برلن مسجد کی تعمیر کے لئے ڈیڑھ سو روپیہ ادا کیا۔ 1931ء میں مسجد فضل لندن کی مرمت کے لئے 25روپے پیش کئے۔ 1936ء میں جلسہ سالانہ کے لئے ایک دیگ فراہم کی۔ 1938ء میں خلافت جوبلی فنڈ میں دو سو روپیہ دیا۔ 1942ء میں غرباء کی امداد کی تحریک پر پانچ مَن غلہ پیش کیا۔ آپ نے کئی یتیم بچوں اور بچیوں اپنے گھر میں پالا۔

سامعین کرام! آپؓ کی جماعتی خدمات کے متعلق حضرت مرزا بشیر احمدؓ فرماتے ہیں:

''حضرت اُمّ طاہرؓ بہت سی غیر معمولی خوبیوں کی مالک تھیں۔ مرحومہ کا نمایاں وصف دینی اور جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا تھا۔ یہ وصف اس قدر ممتاز تھا کہ ان کا نمونہ اکثر مجاہد مَردوں کے لیے بھی قابل رشک تھا۔ صحت کی خرابی کے باوجود یوں نظر آتا تھا کہ گویا ان کی روح جماعتی کاموں میں حصہ لینے کے لیے ہر وقت چوکس سپاہی کی طرح ایستادہ اور چشم براہ رہتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح یا جماعت کی طرف سے جو تحریک بھی ہوتی تھی، آپؓ نہایت جوش اور اخلاص کے ساتھ اس کا خیر مقدم کرتی تھیں اور پھر اپنے ذاتی اثر اور دن رات کی جدوجہد کے ساتھ اس کے متعلق مستورات میں ایک غیر معمولی حرکت پیدا کر دیتی تھیں۔ احمدی خواتین کا جھنڈا اُن کی ذاتی توجہ سے بنا۔ اس کا ڈیزائن حضرت صاحبؓ سے منظور کرایا اور پھر جھنڈا تیار کرانا اور خواتین کے جلسہ میں اس کا نصب ہونا اور لہرانا سب کچھ انہی کی کوشش کا نتیجہ تھا۔ اس کے علاوہ لوائے احمدیت کی تیاری میں بھی ہماری اس بہن کا وافر حصہ تھا۔ حضرت صاحب کے ارشاد پر صحابیات سے اس کے لیے آپؓ نے سوت کتوایا۔ صحابیات کو اطلاع کروائی، چرخوں کا انتظام فرمایا اور پھر دارالمسیح میں سارا سوت کتوا کر وقت پر مجھے بھجوا دیا۔ مالی قربانی میں بھی سیدہ موصوفہ کو خداتعالیٰ نے ممتاز حیثیت عطا کی تھی اور مَیں جب ان کے چندوں کو دیکھتا تھا تو حیران ہوتا تھا کہ اس قلیل آمد پر اتنے بھاری چندے کس طرح ادا کرتی ہیں۔ حضور کی طرف سے جو ماہوار خرچ گھروں میں ملتا ہے وہ بہت ہی نپا تلا ہوتا ہے۔ مگر باوجود اس کے سیدہ موصوفہ نامعلوم کس طرح اپنے گھر کے اخراجات سے رقمیں کاٹ

کر ہر تحریک میں پیش پیش رہی تھیں۔ حتیٰ کہ تحریک جدید کے امانت ذاتی کے شعبہ میں بھی محض شرکتِ ثواب کی خاطر حصہ لے رکھا تھا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ سوائے حضرت خلیفۃ المسیح والی باری کے دن کے، عموماً گھر کا کھانا پینا نہایت درجہ سادہ بلکہ غریبانہ ہوتا تھا۔ مرحومہ موصیہ تو شروع سے ہی تھیں مگر کئی سال سے اپنے حصہ وصیت کو دسویں حصہ سے بڑھا کر ایک تہائی کر دیا تھا۔"

(سیرت حضرت سیدہ اُمِ طاہرؓ از ملک صلاح الدین صفحہ 252-254)

سامعین! حضرت اُمِ طاہرؓ نے ساری زندگی دوسروں کے دکھ درد میں اُن کا ساتھ دیا اور آپ جیسا کہ خاکسار نے ابتداء میں آیت تلاوت کی کہ وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِھِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤی اَنْفُسِھِمْ وَلَوْ کَانَ بِھِمْ خَصَاصَةٌ کی مجسم تصویر تھیں خود اور اپنی اولاد کو تنگی میں رکھ کر بھی دوسروں کی مدد کر کے خوش ہوتی تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اپنی والدہ کے متعلق اپنی یادوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

" آپ نے مالی قربانی بھی بہت کی، جانی بھی اور جذباتی بھی۔ آپ خود تلاش کر کے ضرورت مندوں کی ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش کرتی تھیں اور چونکہ تحریک جدید کے اجرا کے بعد خاص طور سے حضورؓ کی طرف سے خرچ جچا تلا ملتا تھا اس لیے مالی لحاظ سے ہمیشہ تنگ رہتی تھیں۔ ایک طرف جماعتی چندوں میں بڑھ چڑھ کے حصہ لینے کا شوق، دوسری طرف یہ بے قرار تمنا کہ ہر حاجت مند کی حاجت پوری کر دوں، اس کا لازمی نتیجہ یہی نکلتا تھا کہ اپنے گھر میں خوب ہاتھ کس کر خرچ کریں۔ پس جن دنوں مہمان نہ ہوں گھر کا کھانا اتنا سادہ اور بے قیمت ہو جاتا تھا۔"

اسی طرح حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ آپؓ میں رحم کا جذبہ بدرجہ اتم تھا۔ اگر کوئی اپنے دکھ کا ذکر کرتا تو آپؓ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے۔ آپؓ چین نہ لیتیں جب تک اُس کی ہر قسم کی مدد نہ کرتیں اور اس کے لیے اس قدر بے دریغ خرچ کرتیں کہ اس بات کا مطلق احساس نہ رہتا کہ اپنے اخراجات بھی نگاہ میں رکھنے چاہئیں۔ یہ رحم کا جذبہ صرف انسانوں کے لیے ہی نہیں تھا بلکہ ہر مخلوق کے لیے تھا۔ آپؓ کو بنفس نفیس عملاً خود کام کرتے ہوئے ہم نے دیکھا ہے۔ سارا سارا دن مشین پر بیٹھی ہوئی ہوتیں۔ خدمت کی شوقین دوسری مستورات کو لگایا ہوتا اور غرباء کے لیے لحاف، کپڑے بن رہے ہوتے۔ طبیعت میں ذرا بھر نمائش اور نمود کا نام نہ تھا۔ سب کچھ خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیا کرتیں۔

حضرت اُم طاہرؓ بے حد مہمان نواز خاتون تھیں۔ حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ بیان کرتی ہیں: آپؓ کے گھر میں مہمانوں کا سلسلہ رات دن رواں دواں رہتا۔ بعض مہمان تو کئی کئی ماہ قیام کرتے اور آپؓ کی خاطر مدارت کا یہ عالم ہوتا کہ دیکھنے والے یہ سمجھتے کہ یہ مہمان ابھی اور اسی وقت آئے ہیں۔ روزمرہ لوگوں کی آمدورفت کا یہ عالم تھا کہ چائے اور کھانا جو گھر کے افراد کے لیے پکتا اس سے دوچند کا ہمیشہ اہتمام ہوتا۔ وہ تمام کا تمام کھانا ختم ہو جاتا اور اکثر مزید کھانا تیار کرنا پڑتا اور یہ سلسلہ صرف کھانے کا ہی نہ ہوتا بلکہ چائے وغیرہ کے اوقات پر بھی یہی سلسلہ رہتا۔ بعض اوقات کام کرنے والے چڑ جاتے کہ سب کچھ ختم ہو کر پھر بھی پوری نہیں پڑتی، بار بار کھانا پکانا پڑتا ہے۔ تو پھر مسکرا کر فرماتیں: خوشی خوشی مہمانوں کو خوش آمدید کہا کرو اور ان کی خدمت کیا کرو، یہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کے پیغامبر ہیں۔

سامعین! حضرت اُمِ طاہر کی آخری بیماری میں طبّی مشورہ کے ماتحت حضورؓ، آپؓ کو لاہور لے گئے۔ پہلے لیڈی ولنگٹن ہسپتال اور پھر سر گنگا رام ہسپتال میں داخل رہیں لیکن حالت نہ سنبھلی اور آخر 5 مارچ 1944ء کو 39 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ حضورؓ نے پہلے لاہور میں اور پھر قادیان میں نماز جنازہ پڑھائی جہاں دس ہزار افراد شامل ہوئے۔

محترم سید بشیر احمد شاہ صاحب (کارکن دواخانہ خدمت خلق) کا بیان ہے کہ ایک ہمسایہ بیوہ ہندو عورت کا آپؓ بہت خیال رکھتی تھیں اور اس کی مالی امداد خوب کرتی تھیں۔ آپؓ کی تدفین سے واپسی پر مَیں نے اسے سڑک بہشتی مقبرہ کے پُل پر بیٹھے دیکھا کہ وہ رو رو کر کہہ رہی تھی کہ ہائے! میری ماں تو اب فوت ہوئی ہے۔ میَں اب بیوہ ہوئی ہوں پہلے نہیں تھی۔

(سیرت حضرت سیدہ اُمِ طاہرؓ از ملک صلاح الدین صفحہ 210)

حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ

”آپؓ کی یادوں کے ہر اول دستوں میں ہمیشہ مجھے آپؓ کا جذبۂ خدمت خلق نظر آتا ہے۔ بیکسوں، یتیموں، مساکین، مصیبت زدگان اور مظلوموں سے گہری ہمدردی آپؓ کی شخصیت کا ایک لاینفک جزو تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ یہ جذبۂ ہمدردی ان کے خون میں گھل مل کر ان کی زندگی کا حصہ بن چکا تھا۔ یہ ہمدردی

جذباتی بھی تھی، قولی بھی اور فعلی بھی اور یہ رنگ ایسا غالب تھا گویا سیرت کے دوسرے تمام پہلوؤں میں سرایت کر گیا تھا۔"

(سیرت حضرت سیدہ اُمِ طاہرؓ از ملک صلاح الدین صفحہ 227)

گھر سے میرے وہ گلعذار گیا
دل کا چین اور قرار گیا
مسکراتے ہوئے ہوا رخصت
ساتھ اس کے مَیں اشکبار گیا

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿11﴾ ﴿مشاہدات۔503﴾

سیرت حضرت سیّدہ سارہ بیگم صاحبہ

(حرم چہارم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

لَآ اُضِیۡعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنۡکُمۡ مِّنۡ ذَکَرٍ اَوۡ اُنۡثٰی (ال عمران:196)

ترجمہ: میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ہرگز ضائع نہیں کروں گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے "سیرت حضرت سیّدہ سارہ بیگم صاحبہ"

حضرت سیّدہ سارہ بیگم صاحبہ مرحومہ ایک بہت معزز اور علمی گھرانے میں پیدا ہوئیں۔ آپ کے والد کا نام حضرت مولانا عبد الماجد صاحب بھاگلپوری تھا۔ آپ کی والدہ صاحبہ ایک نہایت مخلص اور ولیہ تھیں۔ ایمان میں اُن کو صدق حاصل تھا۔ آپ کو بچپن سے ہی علم حاصل کرنے کا شوق تھا۔ آپ نے اپنے عالم فاضل والد محترم سے عربی و فارسی سیکھی اور صحیح بخاری اور قرآن شریف کا ترجمہ بھی پڑھا۔ عربی میں صرف و نحو انہیں خوب آتی تھی، حتّٰی کہ وہ بعض وقت اپنے نئے استادوں کو دق کر دیتی تھیں۔ فارسی شعر انہیں بہت یاد تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب پر بھی کافی عبور حاصل تھا۔ حضرت سیّدہ محترمہ کے ایک استاد مکرم ماسٹر محمد حسین صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے ہمیشہ دیکھا کہ مطالعے میں اُن کی خود فراموشی کی سی حالت رہتی تھی۔

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے آپ کا نکاح 12؍ اپریل 1925ء کو اور رخصتانہ 3؍ مئی 1925ء کو ہوا۔

حضرت سارہ بیگم صاحبہ سے اپنے نکاح کی تحریک کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

" غالباً 1924ء کا شروع تھا یا 1923ء تھا جب برادرم پروفیسر عبدالقادر صاحب ایم۔ اے، قادیان تشریف لائے ہوئے تھے۔ وہ کچھ بیمار ہوئے اور ان کیلئے ہومیو پیتھک دوا لینے کیلئے اُن کی چھوٹی ہمشیرہ میرے پاس آئیں انہوں نے اپنے بھائی کی بیماری کے اسباب کے متعلق کچھ اس فلسفیانہ رنگ میں مجھ سے گفتگو کی کہ میرے دل پر اس کا ایک گہرا نقش پڑا۔ جب وہ دوا لے کر چلی گئیں۔ میں اوپر دوسرے گھر کی طرف گیا جس میں میری مرحومہ بیوی رہا کرتی تھیں۔ وہاں کچھ مذہبی تذکرہ ہوا اور ایک برقعہ میں سے ایک سنجیدہ آواز نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کسی ڈائری کا حوالہ دیا کہ آپ اس موقع پر اس اس طرح فرماتے ہیں۔ یہ آواز پروفیسر صاحب کی ہمشیرہ ہی کی تھی اور حوالہ ایسا برجستہ تھا کہ میں دنگ رہ گیا۔ میری حیرت کو دیکھ کر امۃ الحیٔ مرحومہ نے کہا انہیں حضرت صاحب کی ڈائریوں اور کتب کے حوالے بہت یاد ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فارسی شعر بھی۔ یہ کہتی ہیں کہ میں نے الحکم اور بدر میں سے اکثر ڈائریاں پڑھی ہیں اور مجھے یاد ہیں۔ میرے دل نے کہا یہ بچی ایک دن خدا تعالیٰ کے فضل سے سلسلہ کیلئے مفید وجود بنے گی۔ میں وہاں سے چلا گیا اور وہ بات بھول گئی۔ جب امۃ الحیٔ مرحومہ کی وفات کے بعد مجھے سلسلہ کی مستورات کی تعلیم کی نسبت فکر پیدا ہوئی تو مجھے اس بچی کا خیال آیا۔ اتفاق سے اس کے والد مولانا عبدالماجد صاحب بھاگلپوری جلسہ پر تشریف لائے ہوئے تھے میں نے ان سے اس کا ذکر کیا اور انہوں نے مہربانی فرما کر میری درخواست کو قبول کیا۔ 1925ء میں اس سال کی مجلس شوریٰ کے موقع پر سارہ میرے نکاح میں آ گئیں۔ ان کا خطبہ نکاح میں نے خود پڑھا اور اس طرح ایک مردہ سنت زندہ ہو گئی۔"

(انوار العلوم جلد 13 صفحہ 74)

اس شادی میں بھی پیش نظر جماعتی مفاد اور خواتین کی تعلیم تھی۔ آپؓ فرماتے ہیں

”یہ شادی محض جماعت کے بعض کاموں کو ترقی دینے کے لیے کی جا رہی ہے تو خدا تعالیٰ سے یہ بھی دعا ہے کہ وہ اس شادی کو میرے لیے بھی مبارک کرے ...پھر وہ اس کمزور اور متروک صنف کے لیے بھی جو عورتوں کا صنف ہے مبارک کرے جس کے حقوق سینکڑوں سال سے تلف کیے جا رہے ہیں۔“

(خطبات محمود جلد 3 صفحہ 208)

حضورؓ فرماتے ہیں ”مرحومہ امۃ الحئی کی وفات سے جو ایک قومی نقصان مجھے نظر آتا تھا اس کی ذہنی اذیت نے مجھے اس بات کیلئے بیتاب کر دیا کہ سارہ بیگم کے قادیان آنے سے پہلے ہی انہیں ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاؤں چنانچہ میں نے انہیں ایک خط لکھا جس میں بالا جمال آنے والی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی اور امید ظاہر کی کہ وہ میرے لئے مشکلات کا نہیں بلکہ راحت کا موجب بنیں گی۔“

اس خط کے جواب میں حضرت سارہ بیگم صاحبہ نے تحریر فرمایا کہ

”اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مجھے بہ حیثیت آپ کی بیوی ہونے کے اپنے عظیم الشان فرائض کی ادائیگی کی ہمت و طاقت عطا فرمائے اور ہر ایک تنگی و ترشی کو اس راہ میں برداشت کرنے کی توفیق دے۔ میں اپنے رب سے دعا کرتی ہوں کہ وہ میری ہمت و طاقت و علم و ایمان و ایقان و صحت میں بیش از پیش برکت عطا فرما کر مجھے اس مقصد عالی کے حصول میں کامیاب فرمائے۔ میں اپنی زندگی کا مسلک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ ذیل فرمان کے مطابق بنانے کا فیصلہ کر چکی ہوں۔ اللہ تعالیٰ میرا معین و مددگار ہو۔“

سامعین! آپ نے پھر اپنے الفاظ کو اپنی زندگی کا لائحہ عمل بنالیا۔ شادی کے آٹھ سالہ دَور میں حضرت سیّدہ صاحبہ نے ایک مجاہدہ کی زندگی گزاری کیونکہ ایک طرف بچوں کی پیدائش تو دوسری طرف خلیفۂ وقت کی بیوی ہونے کے فرائض کی ادائیگی۔ تیسری طرف گھر کے کاموں کا انصرام۔ چوتھی خاوند کی خدمت، اس پر مستزاد ایک ایسی تعلیم جو بالکل فارغ رہنے والے طالب علموں کو بھی گھبرا دیتی ہے گویا آپ نے سرکاری نصاب کا اٹھارہ سالہ کورس آٹھ سال میں ختم کیا۔۔ حضرت سیّدہ سارہ بیگم صاحبہ جو چند دن کی ابھی دلہن تھیں لیکن اپنا مشن اور مہم جانتی تھیں چنانچہ چند دن کی دلہن نے پڑھائی شروع کر دی اور تا دمِ مرگ حصولِ علم میں لگی رہیں تاکہ اپنے آپ کو اُس اعلیٰ مقصد کے لیے تیار کر سکیں۔ 1929ء میں پنجاب

یونیورسٹی سے مولوی کا امتحان دیا اور پنجاب بھر میں سوم آئیں۔ 1931ء میں آپ نے میٹرک کا امتحان دیا اور دو سال میں ہی گویا پانچ سال کی پڑھائی ختم کر کے اچھے نمبروں پر انٹرنس کر لیا۔ ایف اے کی تیاری کے لیے خاطر خواہ اساتذہ کا بندوبست نہ ہونے کی وجہ سے بہت سی مشکلات پیش آئیں۔ اس طرح محنت، فکر اور گھبراہٹ نے آپ کی صحت پر بُرا اثر ڈالا مگر آپ نے ہمت نہ ہاری۔ بیچ میں کئی دفعہ بیمار پڑیں اور بعض حصے کتابوں کے بالکل رہ گئے جس کے لیے آخری ایام میں آپ کو دوہری محنت اُٹھانا پڑی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں کہ اُن کا خط بہت سے مَردوں سے بھی زیادہ اچھا تھا اور خوب تیز لکھ سکتی تھیں۔ اچھی خاصی زود نویس تھیں۔ تحریر بھی بہت اچھی تھی۔ چنانچہ حضورؓ کے اکثر مضامین تیزی سے لکھتی جاتی تھیں اور خود بھی عورتوں کی فلاح و بہبود کے لیے اکثر مضامین رسائل میں لکھتی رہتیں۔

آپ کے حصولِ علم کے جذبے کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بیان فرماتے ہیں:

”اس سے بھی زیادہ فرق ان کی تعلیم اور دوسروں کی تعلیم میں یہ تھا کہ دوسری عورتیں اپنے نفس یا اپنی قوم کیلئے تعلیم حاصل کرتی ہیں انہوں نے اپنے آخری سالوں میں محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے، اسلام کی خدمت کیلئے تعلیم حاصل کی۔ اس لئے اس بوجھ کو اٹھایا کہ جماعت کی مستورات کی دینی اور دنیوی ترقی کیلئے مفید ہو سکیں۔ غرض پیدائش اور موت کے علاوہ ان کا سب وقت دوسروں کے فائدہ کیلئے خرچ ہوا۔ انہوں نے اپنی زندگی سے ایک ذرہ بھر بھی فائدہ نہیں اٹھایا۔“

(انوار العلوم جلد 13 صفحہ 84)

آپ کے پانچ بچوں میں سے دو ایّام حمل میں ہی ضائع ہو گئے۔ تین بچوں میں سے آپ کی وفات پر محترم مرزا رفیع احمد صاحب تقریباً چھ سال کے، محترمہ امۃ النصیر صاحبہ تقریباً ساڑھے تین سال کی اور محترم مرزا حنیف احمد صاحب تقریباً سوا سال کے تھے۔

سامعین کرام! جیسا کہ خاکسار نے ابتدا میں تلاوت کی تھی کہ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى یعنی مَیں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ہرگز ضائع نہیں کروں گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ تو حضرت سارہ بیگم کا ہر عمل اپنے خدا اور دین کی محبت کے لیے تھا حتٰی کہ آپ نے اس کے لیے اپنے بچوں کی جدائی بھی برداشت کی۔ ان کی طبیعت میں بچوں کی محبت عام عورتوں سے بھی زیادہ تھی، بچوں کے دکھ

کو دیکھ کر بہت بے تاب ہو جاتی تھیں لیکن باوجود ایسے جذبات کے انہوں نے محض تعلیم کیلئے بچوں کی جدائی کو برداشت کیا۔ ان کے سے احساسات رکھنے والی عورت کیلئے یہ ایک عظیم الشان قربانی تھی۔

سامعین! آپ اوصافِ حسنہ سے متصف تھیں۔ نہایت نیک، صوم وصلوٰۃ کی پابند، منکسر المزاج اور ہمدردانہ رنگ رکھنے والی تھیں۔ ان کی طبیعت میں تکلّف یا نمائش نہ تھی، فضول خرچ نہ تھیں۔ کم گو تھیں اور طبیعت میں ضد نہ تھی۔ استہزاسے اُن کو نفرت تھی۔ امراء اور غرباء کو ایک نظر سے دیکھتیں۔ اوقات کا اکثر حصہ تعلیم کے حصول میں خرچ کرتیں۔ نہایت علم دوست تھیں۔ ہر ایک سے جو علم میں ترقی کرنے کا شائق ہوتا محبت کرتیں اور مزید ترقی کی طرف حوصلہ افزائی فرماتیں، اُن کے لیے دُعا بھی کرتیں۔ طبقہ ٔخواتین کی خیر خواہی ان کا مقصد تھا۔ نہایت پاک باطن اور نیک خُو تھیں مسابقت الی الخیر میں کوشاں رہتیں۔ خاموش منکسر المزاج اور ہمدردانہ رنگ رکھنے والی تھیں۔ تکلّف ان کی طبیعت میں نہ تھا، نمائش نہ تھی، وہ جو کچھ دیتیں، خدا کیلئے دیتیں تھیں۔ نہایت کم گو تھیں لیکن تقریر کر سکتی تھیں، مضمون اچھا لکھ سکتی تھیں، آیاتِ قرآنیہ سے استدلال کر سکتی تھیں، بحث مباحثہ بھی کر لیتی تھیں، طبیعت میں ضد نہ تھی، اگر معقول بات کی جائے تو اسے تسلیم کر لیتی تھیں، فضول خرچ نہ تھیں ہمیشہ اپنی آمد کے مطابق خرچ کرتیں، بعض ہم عصر کنجوسی وغیرہ کا الزام لگاتیں لیکن اس کی پرواہ نہ کرتیں، ہمیشہ اپنی آمد کے اندر خرچ رکھتیں۔ حضرت سیّدہ سارہ صاحبہؓ نے حضورؓ کی کامل فرمانبرداری کی۔ آپ اور آپ کے خاندان کا رویہ نہایت اعلیٰ اور ہمیشہ مقامِ ادب پر قائم رہنے والا تھا کہ حضورؓ کی نظروں میں قابلِ قدر ٹھہرا اور حضورؓ نے ان کے لیے اور ان کی نسلوں کے لیے دنیا و آخرت میں اس عمل کا نیک بدلہ پانے کی دعا کی۔ سلسلہ کے لیے آپ کے دل میں بڑی غیرت تھی۔ سلسلہ کی کامیابیوں پر جو خوشی آپ کو ہوتی وہ دیکھنے کے قابل ہوتی تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ کا ادب انتہا درجہ کا تھا اور اس سبب سے حضرت اماں جانؓ اور حضرت مصلح موعودؓ کی ہمشیرگان کا بھی بے حد ادب کرتی تھیں۔

آپ کو زیادہ عملی کام کا موقع نہیں ملا کہ عمر نے وفا نہ کی۔ پھر بھی آپ کچھ عرصہ لجنہ کی سیکرٹری رہیں اور لجنہ کی تنظیم اور تعلیم کی اسکیم کے لیے سعی کرتی رہیں۔ آپ کی وفات کے بعد ایک خاتون نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو پیغام بھجوایا کہ آپ بیماری کی حالت میں کہتی تھیں کہ ”میں نے توسیع مسجد اقصیٰ کے لئے

ایک سَو روپیہ چندہ دینے کی نیت کی ہوئی ہے اور اپنا گلو بند بیچ کر اس میں سے اس رقم کو ادا کرنا ہے اگر میں مر گئی تو حضرت صاحب سے کہنا کہ میری طرف سے میرا گلو بند فروخت کر کے سو روپیہ چندہ توسیع مسجد اقصیٰ میں دے دیں۔"

حضرت چودھری عبداللہ خان صاحب (برادر حضرت چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ) لکھتے ہیں کہ محترمہ سیّدہ سارہ بیگم صاحبہ ایک لعلِ بے بہا اور درخشندہ گوہر تھیں، وہ ایک انمول موتی تھیں، وہ سلسلہ عالیہ میں ایک بہت بڑا رکن تھیں۔ تمام عورتوں کے لیے ان کی زندگی مشعلِ راہ ہے۔ امورِ خانہ داری، بچوں کی دیکھ بھال، لجنہ کا کام، پھر تعلیم حاصل کرنے کا اِس قدر شوق، یہ سب کچھ اُن کی ذات ہی سے ہو سکتا تھا۔

سامعین! حضرت سیدہ سارہ بیگم صاحبہ کی وفات 13ء مئی 1933ء کو ہوئی۔ آپ کی وفات کا حضورؓ کو بہت صدمہ ہوا جس کا اظہار آپ نے اپنے خطابات میں برملا کیا اور جانے والی کے لیے جاں گداز دعائیں کیں۔ فرماتے ہیں:

"سارہ بیگم کی زندگی کا اگر خلاصہ کیا جائے تو وہ ان تین لفظوں میں آجاتا ہے پیدائش، پڑھائی اور موت"

"میری سارہ" کے نام سے الفضل 27ء جون 1933ء میں چھپنے والا حضورؓ کا مضمون قابل رشک خراجِ تحسین ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کے لیے بہت ساری دعائیں کی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ "اے اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ! اے بندے کے تھوڑے عمل کو قبول کرنے والے! اے نیتوں کا بدلہ دینے والے ربّ! جس کے دروازے سے کوئی سوالی واپس نہیں جاتا تُو اس فعل کے بدلے میں جب کہ تیرے لیے سارہ بیگم نے اپنی عمر سے کوئی فائدہ بظاہر نہیں اٹھایا تُو ان کو اگلے جہان میں اعلیٰ مقامات عطا فرما، اپنے قرب میں جگہ دے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی بہو کی حیثیت سے انہیں قبول کر اور اپنے خُسر کے پاس اَعْلیٰ عِلِّیِّیْنَ میں جگہ دے کہ تیرے فضلوں سے یہ بات کچھ بعید نہیں اور تیری شان کے یہ بالکل شایان ہے۔ اٰمِیْن اَللّٰھُمَّ اٰمِیْن"

(انوار العلوم جلد 13 صفحہ 207)

آپ کی وفات پر ایک غیر مذہب کی معزز خاتون جو ایف۔ اے کے امتحان کی نگران ہو کر آئی تھیں، یعنی مسز سنگھا جو مسٹر سنگھا کنٹرولر آف اگزیمینیشن پنجاب یونیورسٹی کی اہلیہ صاحبہ ہیں تحریر فرماتی ہیں:

''سارہ بیگم ایک نہایت ہی بااخلاق عورت تھیں۔ مجھے انہیں صرف چند دن دیکھنے کا موقع ملا۔ (یعنی جب وہ امتحان کی نگرانی کیلئے تشریف لائی تھیں) لیکن انہوں نے میرے دل میں اس حد تک اپنا گھر بنا لیا کہ میرے لئے یہ خیال کرنا بھی ناممکن ہے کہ وہ اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔''

(انوار العلوم جلد 13 صفحہ 89)

دعا ہے کہ آپ کا کوئی بھی نیک عمل ضائع نہ جائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو ہر نیک عمل کا اجر عطا ہو۔ آمین

سونپا ہے تمہیں خالق و مالک کی اماں میں
سوئے ہو یہاں، آنکھ کھلے باغِ جناں میں

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

﴿12﴾ ﴿مشاہدات۔504﴾

سیرت حضرت سیّدہ عزیزہ بیگم صاحبہ

(حرم پنجم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (الروم:22)

ترجمہ: اور اس کے نشانات میں سے (یہ بھی) ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس میں سے جوڑے بنائے تاکہ تم اُن کی طرف تسکین (حاصل کرنے) کے لئے جاؤ اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔ یقیناً اس میں ایسی قوم کے لئے جو غور و فکر کرتے ہیں بہت سے نشانات ہیں۔

سامعین! آج میری تقریر کا موضوع ہے ”سیرت حضرت سیّدہ عزیزہ بیگم صاحبہ“

حضرت سیّدہ عزیزہ بیگم صاحبہ، حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی پانچویں حرم تھیں۔ آپ حضرت سیٹھ محمد ابو بکر یوسف صاحبؓ متوطن جدّہ عرب اور الحاج حضرت عائشہ بیگمؓ کی بیٹی تھیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اس خواہش کا اظہار فرمایا تھا کہ مسلمانوں کی دوسری زبان عربی ہونی چاہیے۔ چونکہ آپ کی مادری زبان عربی تھی عربی زبان رائج کرنے کی خاطر ایک طریق یہ بھی تھا کہ بچوں میں عربی کا چرچا ہو۔ حضرت سیدہ عزیزہ بیگم صاحبہ یکم فروری 1926ء کو حضرت مصلح موعودؓ کے عقد میں آئیں۔ آپ کا نکاح حضرت مولانا محمد سرور شاہ صاحبؓ نے پڑھا۔

سامعین! اس شادی کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے روزنامہ الفضل 29 جنوری 1926ء میں ”چند ضروری باتیں“ کے عنوان سے ایک بیان تحریر فرمایا جس میں آپؓ نے فرمایا کہ

”1914ء میں جب میری شادی امۃ الحی مرحومہ سے ہوئی تھی اس وقت مکرمی ابو بکر صاحب جمال یوسف تاجر جدہ نے مجھے لکھا تھا کہ ”جب سے میرے ہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے میری خواہش تھی کہ میں اس کی شادی آپ سے کروں لیکن اس خیال سے کہ شاید آپ کو نکاح ثانی پسند نہ ہو خاموش تھا لیکن اب جبکہ آپ نے دوسری شادی کر لی ہے مَیں اس خواہش کا اظہار کر دیتا ہوں۔“مَیں نے انہیں تو کوئی جواب نہ دیا لیکن چونکہ میرا ہوش سنبھالتے ہی یہ خیال تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش کو کہ ”مسلمانوں کی دوسری زبان عربی ہونی چاہیے“پورا کرنے کا یہ بہترین طریق ہے کہ عربی بولنے والی عورتوں سے شادی کی جائے تا بچوں میں عربی کا چرچا ہو اس لیے مَیں نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ مَیں اس جگہ ممکن ہوا تو شادی کروں گا اور اس کا اظہار بھی کرتا رہا جس کی اطلاع انہیں بھی ملتی رہی۔ 1924ء میں سیٹھ صاحب قادیان تشریف لے آئے اور گو میرے حالات اس وقت شادی کے متقاضی نہ تھے مگر چونکہ ایک رنگ کا وعدہ ہو چکا تھا۔ میں نے حافظ روشن علی صاحب کی معرفت اس مسئلہ کو طے کرنا چاہا۔ معاملہ ایک حد تک طے ہو چکا تھا کہ امۃ الحی صاحبہ کی طبیعت یکدم زیادہ بگڑ گئی اور دو چار دن میں فوت ہو گئیں۔ اس سے بات درمیان میں رہ گئی۔ لیکن اس دوران میں مَیں نے بعض خوابیں دیکھیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اس جگہ شادی ہونی مقدّر ہے مگر خوابیں چونکہ تعبیر طلب ہوتی ہیں۔ مَیں نے خیال نہ کیا لیکن جلسہ کے قریب جبکہ پہلے خیال کو مَیں قطعی طور پر دل سے نکال چکا تھا مَیں نے پھر اسی قسم کی رؤیا دیکھی اور اُدھر والدہ صاحبہ (حضرت اماں جانؓ) نے جو اُن دنوں شملہ میں تھیں اس قسم کی رؤیا دیکھی جس سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ شادی مقدّر ہے لیکن تب بھی مَیں نے کوئی زیادہ توجہ نہ کی۔ لیکن جلسہ کے موقع پر اور اس کے بعد چند اَور لوگوں نے جن کو کچھ بھی اس امر کی واقفیت نہ تھی ایسی رؤیا سنائیں جن سے اس امر کا اظہار ہوتا تھا اس لیے میں نے استخارہ کر کے دوستوں سے مشورہ کیا اور اکثر دوستوں نے یہی مشورہ دیا کہ مجھے پچھلے وعدوں اور خوابوں کو مدّ نظر رکھتے ہوئے یہ شادی بھی کر لینی چاہیے۔ چونکہ خوابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قضائے الٰہی یہی ہے اور مَیں خدا تعالیٰ سے دعا

کرتا ہوں کہ رضائے الٰہی بھی یہی ہو اس لیے میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ مَیں اس جگہ نکاح کر لوں۔ سیٹھ صاحب مذکور نہایت مخلص آدمی ہیں اور ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اخلاص کو دیکھ کر ان کی خواہش کو پورا کرنے کے لیے یہ سامان کیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس رشتہ میں کوئی ایسا فائدہ ہو جو اس وقت مجھے نظر نہیں آتا اور آئندہ ظاہر ہو۔ وَاللّٰہ اَعْلَمُ“

حضورؓ نے مزید تحریر فرمایا کہ

”سر دست تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ سیٹھ صاحب کے اخلاص کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے متواتر اور کئی آدمیوں کو رؤیا کے ذریعہ سے اس امر کے منشائے الٰہی ہونے کا علم دیا ہے۔ سیٹھ صاحب کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ یکمشت جو بڑی سے بڑی رقم سلسلہ کو ملی ہے وہ انہی کی ہے۔ انہوں نے سترہ ہزار روپیہ 1918ء میں سلسلہ کی مدد کے لیے دیا تھا۔ غرض کہ مَیں سمجھتا ہوں کہ ان کے اخلاص کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے ان کی خواہش کو پورا کرانے کے لیے خوابوں کا ایسا سلسلہ شروع کر دیا کہ جس سے میری توجہ مجبوراً پھر اس امر کی طرف پھر گئی۔“

سامعین! حضورؓ مزید فرماتے ہیں کہ

”جن دوستوں سے مَیں نے مشورہ کیا ہے ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ لوگ اعتراض کریں کہ اس رشتہ کی کیا ضرورت تھی؟ مَیں سمجھتا ہوں اعتراض یا دشمن کر سکتا ہے یا دوست۔ دشمن کے اعتراض کی تو کچھ پرواہ ہی نہیں، وہ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض نہیں کرتا؟ باقی رہے دوست، سو دوستوں کو مَیں ایسا نہیں سمجھتا کہ وہ اس کام پر جو رؤیا کی بنا پر کیا جاتا ہے اعتراض کریں.....مجھے تو صرف خدا تعالیٰ کی رضا بس ہے اور اس کی رضا کو پورا کرنے کے لیے دشمن تو الگ رہے اپنے دوستوں سے بھی مجھے الگ ہونا پڑے تو مجھے ایک ذرّہ بھر بھی ملال نہ ہو۔“

حضرت سیّدہ عزیزہ بیگم صاحبہ کے بطن سے دو بیٹے مکرم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم۔ مکرم صاحبزادہ مرزا نعیم احمد صاحب مرحوم پیدا ہوئے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی وجہ سے آپ اُمِّ وسیم کے نام سے جانی گئیں۔

جس روز آپ کے ہاں سیدنا حضورؓ کی باری ہوتی اس دن بڑی مستعدی اور لگاؤ اور خاص اہتمام سے گھر کی ہر خدمت میں جُتی رہتیں۔ آپ کو اپنی بزرگ والدہ ماجدہ کی، جو کئی سال سے معذور ہو کر بستر علالت سے لگی رہیں اور آپ کے پاس ہی رہتی تھیں، کی خدمت کی توفیق بھی ملی۔ ایسے ہی اپنے والد بزرگوار کی آخری علالت کے ایام میں بھی خدمت کی توفیق پائی جو آپ ہی کے گھر آگئے تھے۔ آپ کے فرزند اکبر حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب جو مرکز قادیان کے مقدّس تبرّکات کی حفاظت پر خادمانہ زندگی گزارتے رہے۔ ان کی تقریباً سولہ سالہ جدائی کو آپ محسوس تو کرتی ہوں گی مگر زبان سے اس کا اظہار بہت کم کرتی تھیں۔ گھر کے جملہ اخراجات کے لیے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی جیب خاص سے 130 روپے کے لگ بھگ نَپا تُلا بجٹ ملتا۔ خدا کے فضل سے اس رقم میں ایسی برکت تھی کہ نہ صرف یہ کہ باحسن ساری ضروریاتِ زندگی پوری ہو جاتیں بلکہ مہمان نوازی، غریب پروری وغیرہ کے علاوہ جماعت کی تمام مالی تحریکات میں بھی حصہ لینے کی توفیق ملتی۔ آپ قمیض کے ساتھ ہمیشہ تنگ پائجامہ پہنتی تھیں۔ ربوہ میں گھر سے باہر پیدل تو شاذ ہی جانا ہوتا۔ اگر کہیں جاتیں تو ان کا نقاب اوڑھنے کا طریق عرب خواتین کی طرح کا ہوتا جس سے صاف ظاہر ہوتا کہ یہ ہندوستان کی کوئی خاتون نہیں ہیں۔ سنگھار، پٹی کے تکلّفات بھی نہیں تھے.... سادہ سی انگوٹھی پہنتی تھیں۔ خوشبو کے لیے حضرت مصلح موعودؓ کے اپنے تیار کردہ عطریات آپ کے استعمال میں رہتے۔ گرمیوں میں چھت کے پنکھے کی سہولت تھی۔ بیٹھک میں ایک سادہ سا صوفہ سیٹ تھا جو کراچی کے کسی فرنیچر کے تاجر نے ہدیۃً دیا ہوا تھا۔ آپ کے اپنے کمرہ میں نہ کوئی ٹی وی تھا اور نہ کوئی ریڈیو۔

(خدیجہ 2013ء شمارہ نمبر 1 صفحہ 246)

سامعین! مبلغ سلسلہ احمدیہ مکرم سید کمال یوسف صاحب کی آپ بڑی پھوپھی جان تھیں اور آپ کو تقریباً دو سال کا عرصہ براہ راست حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی زیر کفالت اور آپ موصوفہ کے زیر سایہ عطوفت قصر خلافت میں گزارنے کا موقع ملا۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ

"جامعۃ المبشرین سے فارغ ہو کر ظہر کی نماز سے قبل گھر (قصر خلافت) آنا ہوتا تو نماز ظہر کا وقت اتنا قریب ہوتا کہ کھانے میں ذرا سی تاخیر سے بھی ظہر کی باجماعت نماز سے محروم ہونے کا دھڑکا لگا رہتا۔ خاکسار کو یاد

نہیں کہ خاکسار کے تقریباً اڑھائی سال کے قیام کے عرصہ میں کبھی ایک دفعہ بھی ایسا ہوا ہو کہ خاکسار کو ظہر کی نماز باجماعت نہ ملی ہو یا اس سے پہلے ظہرانہ بروقت نہ ملا ہو۔ حضرت اُمّ وسیم صاحبہ خاکسار کی نماز باجماعت کا اس قدر خیال رکھتیں کہ خاکسار کے گھر میں قدم رکھتے ہی ملازمہ کو آواز لگاتیں کہ جلد کھانا نکال لاؤ کہیں نماز میں تاخیر نہ ہو جائے۔

آپ کی یہ عادت بھی تھی کہ جب خاکسار عصر کی نماز کے بعد گھر حاضر ہوتا تو آپ بلاناغہ فرماتیں کہ فلاں فلاں صحابہ کرامؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر میری طرف سے دعا کی درخواست کر کے آؤ۔ ربوہ میں مقیم تمام صحابہ کرامؓ کے اسماء گرامی اور جائے رہائش آپ کو ازبر تھے۔ اُس زمانہ کی اہم دعاؤں میں ایک خاص دعا تو حضرت مصلح موعودؓ کی صحت و سلامتی کے لیے ہوتی۔ اس کے علاوہ موصوفہ اپنی ذات کے لیے جو خاص دعا کیا کرتیں اور اس دعا کا بہت تکرار کرتیں وہ یہ ہوتی کہ آپ کی وفات آپ کے شوہر نامدار کی زندگی میں ہو اور آپ کو اپنی اس دعا کے قبول ہونے کا اس قدر یقین تھا کہ اکثر فرمایا کرتیں کہ ”ہم تو چراغ سحری ہیں۔“ بہر حال خدا تعالیٰ نے آپ کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور آپ کی وفات حضرت مصلح موعودؓ کی زندگی میں ہوئی۔“

(خدیجہ 2013ء شمارہ نمبر 1 صفحہ 245)

سامعین! آپ لمبا عرصہ ذیابیطس اور ہائی بلڈ پریشر کی وجہ سے بیمار رہیں اور آخر حضورؓ کی 37 سالہ رفاقت کے بعد 5-6، دسمبر 1963ء کی شب وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور آپ کی خدمات کو قبول فرمائے۔ آمین

تمہاری صبح حسیں ہو رُخ سحر کی طرح
تمہاری رات منور ہو شب قمر کی طرح
کوئی بہشت کا پوچھے تو کہہ سکوں ہنس کر
کہ وہ خوب جگہ ہے ہمارے گھر کی طرح

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿13﴾ ﴿مشاہدات۔246﴾

سیرت حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ

(حرم ششم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (الروم:22)

ترجمہ: اور اس کے نشانات میں سے (یہ بھی) ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس میں سے جوڑے بنائے تاکہ تم اُن کی طرف تسکین (حاصل کرنے) کے لئے جاؤ اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔ یقیناً اس میں ایسی قوم کے لئے جو غور و فکر کرتے ہیں بہت سے نشانات ہیں۔

لجنہ کی رُوح رواں تھیں سیدہ امّ متین
اس تنِ زندہ کی جاں تھیں سیدہ امّ متین
علم و حکمت کا جہاں تھیں سیدہ امّ متین
گویا تابندہ نشاں تھیں سیدہ امّ متین

سامعین! آج مجھے **"سیرت حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ"** پر گفتگو کرنی ہے۔

آپ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ کی سب سے بڑی بیٹی تھیں۔ حضرت اماں جان نصرت جہاں بیگمؓ کے بھائی حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمعیلؓ کی دوسری بیوی مکرمہ امۃ اللطیف صاحبہ سے پہلی اولاد توام بیٹیاں 7 اکتوبر 1918ء کو پیدا ہوئیں۔ ایک کا نام مریم دوسری کا صدیقہ رکھا گیا۔ صدیقہ اللہ کو پیاری ہو گئی تو وہ نام بھی مریم کو دے دیا گیا۔ اس طرح آپ مریم صدیقہ کہلائیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ میں مریمی اور صدیقی صفات جمع کر دیں یہ وجود پُر دَرد دعاؤں کے جِلَو میں دنیا میں آیا۔ آپ کے والد حضرت میر صاحب

نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو قریب سے دیکھا اور آپؑ کا خدا تعالیٰ سے عاشقانہ تعلق مشاہدہ کیا تھا۔ خود بھی فنا فی اللہ اور فنا فی الرسولؐ صوفی منش بزرگ تھے۔ اس ماحول میں جو بچے پلے اور پھلے پھولے ان میں ایک ہی لگن اور تڑپ تھی یعنی دین کا کام اور جماعت کی خدمت۔

حضرت سیدہ چھوٹی آپا مرحومہ 17 ۔اکتوبر 1918ء کو پیدا ہوئیں اور 3۔نومبر 1999ء کو آپ کی وفات ہوئی۔ گویا 81 سال عمر پائی۔ آپ تین سال کی ہوئیں جب والد محترم حضرت میر صاحب نے آپ کی ڈائری میں لکھا:

"مریم صدیقہ جب تم پیدا ہوئیں تو میں نے تمہارا نام مریم اس نیت سے رکھا تھا کہ تم کو خدا تعالیٰ اور اس سلسلے کے لئے وقف کر دوں اسی وجہ سے تمہارا دوسرا نام 'نذرِ الٰہی' بھی تھا"۔

(الفضل 25۔مارچ 1966ء)

آپ صرف چھ سال کی تھیں جب آپ نے یہ دعائیہ نظم لکھی۔ یہ دعائیں حرف حرف آپ کے حق میں پوری ہوئیں۔

الٰہی! مجھے سیدھا رستہ دکھادے
مری زندگی پاک و طیب بنادے
مرا نام ابا نے رکھا ہے مریم
الٰہی! مجھے تو صدیقہ بنا دے

بچپن میں تربیت کے بارے میں حضرت چھوٹی آپاؒ لکھتی ہیں:

"ملازمت کے دوران اباجانؓ بہت معمورالاوقات تھے۔ ہم نے تو آپ کے بڑھاپے ہی کو دیکھا ہے آپ بچوں کو نماز باجماعت کی بہت تاکید فرماتے تھے۔ گھر میں نماز ادا فرماتے تو ہمیں سامنے کھڑا کر لیتے دعائیں یاد کراتے بچوں سے پیار بھی تھا۔ لیکن کڑی نظر رکھتے تھے۔ میں نے پانچویں تک گھر میں پڑھا۔ آج تک آپ کے پڑھانے کا دلنشین انداز یاد ہے۔ مجھے پڑھانے کے بعد آپ فرماتے اب چھوٹے بہن بھائیوں کو پڑھاؤ۔ میں سب سے بڑی تھی"

آپ کی شادی

حضرت اماں جانؓ کی بڑی خواہش تھی کہ بھائی کے گھر بیٹی ہو تو محمود سے بیاہ کر اپنی بیٹی بنالوں چنانچہ جب آپ بڑی ہوئیں تو اپنے بیٹے کا رشتہ مانگنے اپنے سے سولہ سال چھوٹے بھائی کے گھر بنفس نفیس تشریف لے گئیں اور اپنے بھائی سے کہا میں تمہاری لڑکی مانگنے آئی ہوں۔

اپنی بہن کی اطاعت اور محبت میں اس پر جان چھڑکنے والے بھائی نے عرض کیا:

"میں آپ کی بات واپس نہیں کر سکتا۔ لے جائیں"

اللہ تعالیٰ نے حضرت میر صاحب کی وقف کی نیت کو پھل لگایا اور خوش نصیب مریم صدیقہ 30ء ستمبر 1935ء کو حضرت اقدسؑ کی بہو اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی شریک حیات بن گئیں۔

حضرت میر صاحبؓ کے والد صاحب حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کو اپنی عاجزانہ دعاؤں کا صلہ، بزرگ، صالح متقی خدا کا مسیح و مہدی، نبی اللہ و رسول، داماد مل گیا۔ آپ کو اپنی بیٹی کے لیے فرزندِ مسیح مصلح موعود مل گیا۔ حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ اللہ تعالیٰ کی اس رحمت پر بہت خوش ہوئے اور اپنی بیٹی کو رخصت کرتے ہوئے نصیحت کی:

"مریم صدیقہ! تم اندازہ نہیں کر سکتیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح پر خدمتِ دین کا کتنا بوجھ ہے اور اس کے ساتھ کس قدر ذمہ داریاں اور تفکرات اور ہموم و غم وابستہ ہیں اور کس طرح وہ اکیلے تمام دنیا سے برسرِ پیکار ہیں اور اسلام کی ترقی اور سلسلہ احمدیہ کی بہبودی کا خیال ان کی زندگی کا مرکزی نکتہ ہے پس مبارک وجود کو اگر تم کبھی خوشی دے سکو اور کچھ بھی ان کی تکان اور تفکرات کو اپنی بات چیت، خدمت گزاری اور اطاعت سے ہلکا کر سکو تو سمجھ لو کہ تمہاری شادی اور تمہاری زندگی بڑی کامیاب ہے اور تمہارے نامۂ اعمال میں وہ ثواب لکھا جائے گا جو بڑے سے بڑے مجاہدین کو ملتا ہے... مریم صدیقہ! تمہاری زندگی اب خلیفہ کی رضاجوئی اور خدا تعالیٰ کی محبت کے لئے ہے"

(الفضل 25ء مارچ 1966ء)

سترہ سال کی عمر میں نصیحتوں سے لدی پھندی اس دلہن کا استقبال شادی کی رات شوہر نے اس طرح کیا۔

حضرت چھوٹی آپا تحریر فرماتی ہیں:

”عموماً شادیاں ہوتی ہیں دلہا دلہن ملتے ہیں تو سوائے عشق و محبت کی باتوں کے کچھ نہیں ہوتا لیکن مجھے یاد ہے کہ میری شادی کی پہلی رات بے شک عشق و محبت کی باتیں بھی ہوئیں مگر زیادہ تر عشق الٰہی کی باتیں تھیں آپ کی باتوں کا لب لباب یہ تھا اور مجھ سے ایک طرح عہد لیا جارہا تھا کہ میں دعاؤں اور ذکر الٰہی کی عادت ڈالوں، دین کی خدمت کروں اور حضرت خلیفۃ المسیح کی ذمہ داریوں میں ان کا ہاتھ بٹاؤں بار بار آپ نے اظہار فرمایا کہ میں نے تم سے شادی اسی غرض سے طے کی ہے“

(الفضل 25مارچ 1966ء)

حضورؓ حضرت چھوٹی آپا کو صدیقہ کہہ کر بلاتے تھے۔ آپ تیس سال حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ حقیقی صدیقہ بن کر رہیں۔ آپ کی ذات میں ایک خاص رعب اور وجاہت تھی جس کی شان اس وقت نمایاں ہو کر سامنے آتی جب آپ خواتین میں درس قرآن، اجتماع یا جلسے میں حضرت مصلح موعودؓ کے خطاب کے وقت ساتھ تشریف لاتیں۔ ایک مستعد چاق و چوبند سپاہی کی طرح ساتھ ساتھ رہتیں۔ حضورؓ کسی وقت کچھ بھی دریافت فرماتے آپ حاضر دماغی سے مکمل جواب دیتیں۔

سامعین! آپ کے خصائل حسنہ اور اوصاف جمیلہ کے بیان میں خلاصۃً یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ مرحومہ بظاہر ایک وجود تھیں لیکن اپنی ذات میں ایک مکمل ادارہ اور انسٹیٹیوٹ تھیں۔ خواتین مبارکہ کی پاکیزہ صحبت اور تربیت آپ کو میسر رہی۔ آپ فرشتہ خصلت، دُعا گو اور سراپا شفقت و محبت تھیں مگر ساتھ ساتھ خداداد رعب اور پُر وقار شخصیت تھیں۔ نہایت جوہر شناس تھیں۔ آپ بہت معمور الاوقات خاتون اور انتہائی محنت کرنے کی عادی تھیں۔ عفو و درگزر سے کام لینا بھی آپ کی ایک خاص صفت تھی۔ بلا امتیاز سب کی خوشیوں اور غموں میں شریک ہوتی تھیں۔ دوسرے کی رائے کو بھی توجہ سے سنتی تھیں۔ پردے کی پابندی کرتیں اور کرواتی تھیں۔ خلفائے کرام کا خاص احترام کرتیں اور ان کی تحریکات کو کامیاب کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتی تھیں۔ لین دین بہت صاف ستھرا تھا۔ دوسروں کی دلداری کرنے کا ایک خاص انداز تھا۔ غرض آپ بہت سے غیر معمولی اوصاف کی مالک تھیں اور آپ کی یہی خوبیاں تھیں جو آپ کے ساتھ کام کرنے والوں کے دل موہ لیا کرتی تھیں۔ اپنے عظیم شوہر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی

طرح اور ان کی خواہش کے عین مطابق آپ میں بھی تمام قائدانہ صلاحیتیں موجود تھیں۔ آپ عمر بھر احمدی خواتین کی جو دنیا بھر میں پھیلی ہوئی تھیں راہنمائی کرتی رہیں۔ آپ میں عفو و درگزر کی بہت بڑی خوبی تھی۔ لڑائی جھگڑا، غلطی کرنے والوں سے جب آپ بعد میں ملتیں تو یوں لگتا تھا جیسے کوئی بات ہوئی ہی نہیں تھی۔

آپ نے 55 سال کے طویل عرصہ تک پہلے لجنہ اماءاللہ کی جنرل سیکرٹری کے طور پر اور پھر صدر لجنہ اماءاللہ مرکزیہ کی حیثیت سے نہایت محنت اور جاں فشانی سے لجنہ کے پودے کی ایسی آبیاری فرمائی کہ اب اس کی شاخیں دنیا بھر میں پھیل چکی ہیں اور نہایت مضبوط جڑوں کے ساتھ استوار ہو چکی ہیں۔ الحمد للہ

حضرت چھوٹی آپا جب شادی ہو کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حرم بن کر آئیں تو وہاں ماشاء اللہ بہت بڑی فیملی تھی۔ آپ نے اپنے اخلاق سے سب کا دل موہ لیا۔ بڑوں کی عزت کی، بچوں سے پیار کیا۔ بڑے اور چھوٹے سب آپ سے خوش تھے۔ آپ کی نندیں حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ سے بہت محبت اور پیار کرتیں۔ قادیان میں حضرت اماں جان نصرت جہاں بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ آپ کی رہائش تھی۔ آپ کے گھر بہت سے رشتہ دار آتے جاتے رہتے جن کا کھلے دل سے استقبال اور مہمان نوازی کرتیں۔ عمدہ کھانے پکواتیں عزیزوں کے گھروں میں بھجواتیں۔ ربوہ کے ابتدائی دنوں میں حالات کی مجبوری کی وجہ سے لوگ قربانی نہیں کر سکتے تھے۔ آپ عید کی نماز کے بعد بہت جلدی قربانی کروا کر گوشت تقسیم کرواتیں تاکہ لوگ جلد از جلد عید کا کھانا پکا سکیں۔ بعض خاص کھانے پکوا کر عزیز و اقارب کے گھروں میں بھجواتیں۔ موسم کے مطابق مہمان نوازی کرتیں۔

حضور کی دوسری بیویوں سے بہنوں کی طرح سلوک تھا اور ان کے بچوں سے بھی بہت پیار کیا۔ آپ کی ایک ہی بیٹی سیدہ امۃ المتین صاحبہ تھیں جن کی وجہ سے آپ اُمِّ متین کی کنیت سے مشہور ہو گئیں۔

حضور خلیفہ ثانیؓ کی ساری اولاد آپ کو اپنی مشفق اور مہربان ماں سمجھتی تھی۔ سب بچوں نے آپ سے پیار لیا۔ اپنے مسائل بتاتے، آپ سے سفارشیں کروا کر اپنی باتیں اپنی ماؤں اور بسا اوقات اپنے باپ یعنی حضورؓ سے بھی منواتے۔ جب بچے شادی شدہ ہو گئے تو اگلی پود بھی اپنے مسائل حل کروانے کے لیے مشورہ اور

دعا کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتی تھی۔ آپ بھی اپنے نواسے نواسیوں، پوتے پوتیوں سے بہت پیار کرتیں۔ ہر کوئی آپ سے خوش تھا۔ سب کو تحائف دیتیں، بچوں کی تربیت کا خاص خیال رکھتیں۔ نماز کی پابندی، قرآن مجید کی تعلیم اور بڑوں کا ادب کرنا سکھاتیں۔ گھر کے چھوٹے موٹے کام بھی بچوں سے کرواتیں۔ آپ کی اس خاص تربیت سے صرف آپ کے بچوں نے ہی فائدہ نہیں اٹھایا بلکہ جماعت کے مرد، عورتیں اور بچے بھی اپنی ضرورت کے مطابق ان کے فیض سے حصہ پاتے رہے۔ بہت سی لڑکیوں نے آپ کے گھر رہ کر اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ آپ ان کو اپنے بچوں کی طرح سمجھتی تھیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی ایک دلی خواہش

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی آغاز ہی سے یہ دلی خواہش اور تڑپ تھی کہ حضورؓ کے حرم میں ایک ایسا وجود ہو جو اعلیٰ دینی اور دنیوی تعلیم سے مزین ہونے کے بعد حضورؓ کی زیر ہدایت احمدی خواتین کی قیادت کے فرائض سرانجام دے سکے۔ چنانچہ جب حضرت سیدہ امۃ الحیٔ صاحبہ کی وفات ہوئی تو حضورؓ نے فرمایا:

”میں نے جو ان سے شادی کی تو اس وقت میری نیت بطور احسان کے یہ تھی کہ ان کے ذریعہ بآسانی عورتوں میں تعلیم دے سکوں گا۔“

(تاریخ لجنہ، جلد اول صفحہ 143)

حضرت سیدہ سارہ بیگم صاحبہ سے نکاح کے موقع پر بھی حضورؓ نے فرمایا:

”میری توجہ اس طرف مائل ہوئی کہ عورتوں میں اعلیٰ تعلیم کو رواج دینے اور ان میں سلسلہ کی روح پیدا کرنے کے لیے کسی ایسی لڑکی سے شادی کروں جو تعلیم یافتہ ہو اور جسے میں صرف تربیت دے کر تعلیمی کام کرنے کے قابل بنا سکوں۔“

(تاریخ لجنہ جلد اوّل صفحہ 125)

حضرت سیدہ اُمّ طاہر نے حضورؓ کی خواہش کے مطابق لجنہ کے لیے بہت قربانی دی، انتھک محنت کی، بہت کام کیا اور کروایا۔ مگر افسوس کہ ان کو بہت مختصر زندگی ملی۔ ان کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کو حضورؓ کی اس دیرینہ خواہش کو پورا کرنے کی توفیق دی۔ شادی کے بعد اپنی تمام

مصروفیات کے باوجود ایف اے، بی اے اور پھر ایم اے تک اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور پھر اپنے آپ کو سلسلہ کی خدمت اور احمدی خواتین کی تعلیم و تربیت اور ان کی علمی اور تعلیمی ترقی کے لیے ہمیشہ وقف رکھا۔

آپ کی دینی مصروفیات

سامعین! آپ جماعت کی خواتین کے مسائل حضورؓ کی خدمت میں پیش کر کے حضورؓ سے مناسب ہدایات لیتیں۔ دفتری ڈاک اور حضورؓ کی تقاریر کے نوٹس بھی لیتیں۔ چونکہ دن میں بہت مصروف رہتیں اس لیے حضورؓ رات کو قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر لکھواتے تھے اور اکثر اسی مصروفیت میں صبح ہو جاتی تھی۔ آپ کی لکھائی اور قلم دونوں خوبصورت تھے۔ زیادہ سے زیادہ لکھنے کے باوجود آپ کی لکھائی میں یکسانیت اور خوبصورتی قائم رہتی اور کبھی کوئی ایسا لفظ نہ ہوتا جو پڑھا نہ جاسکے۔ لمبی سے لمبی تقریریں جو خود آپ اپنے لیے لکھتی تھیں وہ اکثر بیس سے پچیس صفحات پر مشتمل ہوتیں۔ ان میں کبھی کانٹ چھانٹ یا دوبارا سے لکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔

جب حضورؓ کی علالت لمبی ہوگئی اور طبیعت کمزور ہوگئی تو پھر حضرت چھوٹی آپا جان کی ذمہ داریوں میں مزید اضافہ ہوگیا۔ لجنہ اماء اللہ کے کاموں کے ساتھ حضورؓ کے دفتری کاموں میں حضورؓ کی مدد کرتیں۔ ڈاکٹروں کی ہدایات کے مطابق حضورؓ کی تیمارداری کرتیں۔ کثرت سے عیادت کے لیے آنے والے افرادِ جماعت اور رشتہ داروں کی تعداد بڑھ گئی تھی۔ ان سے ملاقاتیں کرواتیں اور مہمان نوازی بھی کرتیں۔ بیرون از ربوہ دورہ جات اور لجنہ کے ضروری جلسوں پر بھی جاتیں۔

خلفاء کا احترام

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ہی لجنہ اماء اللہ کی تنظیم کے بانی تھے۔ اس تنظیم کے جو تقاضے اصولی طور پر ہوتے ہیں ان کے مطابق آپ حضورؓ سے لائحہ عمل اور ضروری کاموں کی منظوری کے لیے باقاعدگی سے تحریری اجازت لیتی تھیں۔ باوجود اس کے کہ آپ کو حضورؓ کی قربت حاصل تھی لیکن کام کے اصول کو ہمیشہ مدنظر رکھتی تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی وفات کے بعد حضورؓ کے دو بیٹے یکے بعد دیگرے خلیفہ ہوئے۔

آپ نے ان دونوں کا بے حد احترام کیا۔ لجنہ کے اور دیگر سب دینی اور دنیاوی کاموں میں ان کا مشورہ اور اجازت حاصل کرتی تھیں۔

آپ کی ڈاک

آپ سے تعلق رکھنے والوں اور ملنے ملانے والوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ جماعتی لحاظ سے اور لجنہ کے متعلق اپنے عزیز و اقارب کی طرف سے پاکستان اور بیرونی ممالک سے بکثرت آپ کو خطوط ملتے تھے۔ آپ کی ذاتی ڈاک بہت زیادہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آپ سب خطوط کے باقاعدگی اور التزام کے ساتھ اپنے ہاتھ سے لکھ کر جواب دیا کرتی تھیں۔ اس لیے لوگ بڑے شوق کے ساتھ آپ کو خط لکھتے اور جواب آنے پر بہت خوش ہوتے تھے۔ آپ کی ڈاک ہر مسئلہ کے متعلق ہوتی۔ لوگ اپنے لیے، اپنے بچوں کے لیے، پھر رشتوں کے لیے مشورہ طلب کرتے اور دعا کی درخواست کرتے۔ پھر تعلیمی مشورے اور باہمی اختلافات غرض آپ کی ڈاک ہر طرح کے مسائل پر مشتمل ہوتی۔ آپ بڑے پیار اور محبت سے تمام خطوط کا جواب دیتیں۔ بچوں اور عزیزوں کی خیریت دریافت کرتیں اور انہیں پیار و سلام لکھتیں۔ جماعت اور لجنہ کی نئی خبروں کا ذکر کرتیں۔

آپ کے بعض نمایاں کام

سامعین! آپ جامعہ نصرت کی ڈائریکٹر تھیں۔ پھر اس ادارے میں سائنس بلاک کا اجرا ہوا جس کے لیے آپ نے بہت جدوجہد کی۔ مندرجہ ذیل ادارے بھی آپ کی یادگار ہیں۔ نصرت انڈسٹریل سکول، فضل عمر ہائی سکول، مریم میڈیکل سکول گھٹیالیاں، چک منگلا سکول، دفتر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ، مسجد مبارک ہیگ ہالینڈ اور مسجد نصرت جہاں ڈنمارک احمدی خواتین کے چندہ سے تعمیر ہوئیں۔ ان کے لیے بھی آپ نے خاص سعی فرمائی اور دیگر بہت سے اہم کام بھی سرانجام دیے۔ جن میں تاریخ لجنہ پانچ جلدیں، اَلْاَزْھَارُ لِذَوَاتِ الْخِمَارِ یعنی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی عورتوں کے متعلق تقاریر کا مجموعہ، المصابیح یعنی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی تقاریر کا مجموعہ، تربیتی نصاب دو حصے، یادِ محمودؓ، رسومات کے متعلق اسلامی تعلیم، مقامات النساء، ہمارا دستور، راہ ایمان، مختصر تاریخ احمدیت، قواعد و ضوابط، سالانہ رپورٹ کی اشاعت شامل ہے۔

جب تاریخ لجنہ کا کام شروع ہوا تو سب سے پہلے اُن ابتدائی چودہ ممبرات کے ناموں کی تلاش شروع ہوئی جنہوں نے لجنہ کے قیام کے پہلے دن بطور ممبر حسب ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ رجسٹر پر دستخط کیے تھے۔ اس سلسلہ میں زبانی روایات اور خطوط کے ذریعہ جو معلومات موصول ہوئیں ان میں بہت تضاد تھا۔ قادیان سے موصولہ ایک رسالہ ''احمدی خاتون'' کو دیکھ کر بہت خوش ہوئیں اور اپنے اللہ کا شکر ادا کیا جس میں لجنہ کے قیام کا اعلان اور پہلے دن کی کارروائی بھی موجود تھی ان میں ابتدائی چودہ ممبرات کے نام بھی تھے۔

تاریخ لجنہ کا کام

لجنہ اماء اللہ کے قیام پر چالیس سال گزر چکے تھے۔ لجنہ کے قیام کے ابتدائی حالات بھولتے جارہے تھے اور روایات میں تضاد پیدا ہو رہا تھا۔ آپ کو خیال آیا کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تاریخ کے نقوش دھندلے ہوتے جارہے ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ لجنہ کی تاریخ مرتب کی جائے۔ چنانچہ آپ نے 1962ء میں تاریخ لکھنے کا کام شروع کر دیا۔

گھریلو ملازماؤں سے حسن سلوک

گھریلو ملازمین زیادہ تر ایک ہی گھر میں ٹکا نہیں کرتے۔ مگر جو ملازم ایک دفعہ آپ کے گھر آجاتا وہ آپ کے حسن سلوک، ہمدردی اور شفقت کو دیکھ کر مستقل طور پر یہیں کا ہو جاتا۔ آج سے 55 سال سے ایک لڑکی فاطمہ نامی آپ کے پاس رہتی تھی۔ آپ کے پاس ہی اس کی شادی ہوئی۔ وہ شادی کے بعد بھی آپ کے پاس ہی رہی۔ اس طرح کئی اور ملازم عورتیں آپ کے گھر رہیں۔ ان لڑکیوں کو بھی آپ نے تعلیم دلوائی اور ساتھ قرآن مجید باترجمہ آپ نے پڑھایا اور ہر طرح کا سلیقہ سکھایا۔ پھر ان کی شادیاں کیں اور بعد میں بھی ہر موقع پر ان کا خیال رکھا اور تحائف دیتی رہیں۔

آپ کی ایک غیر معمولی خوبی اور چند ذاتی واقعات

آپ کی ایک غیر معمولی خوبی یہ تھی کہ آپ بعض اوقات بظاہر ایک بالکل معمولی سی تعلیم اور لیاقت رکھنے والی کارکن کے سپرد بڑے بڑے اہم کام کر دیا کرتی تھیں اور اس پر اعتماد کرتی تھیں اور پھر وہ کام محض

خدا تعالیٰ کے فضل اور آپ کی توجہ اور دعا کے ساتھ بخیر و خوبی انجام پاتے تھے۔ گویا آپ خواتین کو ٹرینڈ کر کے کام اور خدمت کرنے کے قابل بنا دیتیں۔

آپ کا حسن سلوک اور شفقت

ایک خوبی آپ کی یہ تھی کہ آپ سلسلہ کے کارکنوں کے ساتھ اور بالخصوص لجنہ کی کارکنات کے ساتھ نہایت شفقت کا سلوک فرماتی تھیں۔ جنہیں آپ کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملتا تھا نہ صرف ان کا بلکہ ان کے عزیزوں کا بھی خیال رکھتیں۔ ان کے ذاتی مسائل میں گہری دلچسپی لیتیں اور انہیں مفید مشوروں سے نوازتیں۔

حضرت چھوٹی آپا بطور ایک ماں

آپ نے احمدی خواتین اور نوجوان بچیوں کی ایسی تعلیم و تربیت فرمائی کہ ایک روشن چراغ سے اَن گنت چراغ جلتے اور روشن ہوتے گئے۔ اُس دور کی خواتین آپ کو بطور ماں محسوس کرتی تھیں جو اپنے بچوں کو انگلی پکڑ کر چلنا سکھلائے۔

محترمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ آپ کے اپنے نام ایک خط کا ذکر کرتی ہوئیں لکھتی ہیں۔

”عورتوں کے متعلق ادبی، اصلاحی، معاشرتی، مذہبی ہر قسم کے مضامین لکھے جا سکتے ہیں۔ پھر انگریزی رسالوں Readers Digest وغیرہ میں سے اچھے مضامین کا ترجمہ دیا جا سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کا مطالعہ کر کے اقتباسات وغیرہ بھی اور ان کا خلاصہ بھی لکھنا شروع کر دو۔ عنوان خود ملتے جائیں گے۔ مصباح کا معیار اس وقت بہت نیچا ہے اکثر مردوں کے مضامین شائع ہوتے ہیں اور یہ چیز عورتوں کے ایک رسالہ کے شایان شان نہیں ہے۔ سوال جواب کے رنگ میں دینی معلومات کا سلسلہ بھی شروع کیا جا سکتا ہے۔ اسلامی تاریخ اور احمدیت کی تاریخ کے باب کے عنوان سے بھی چیدہ چیدہ واقعات اور خاص طور پر عورتوں میں جوش پیدا کرنے والے ہوں دیے جا سکتے ہیں۔ تمہاری عبارت میں روانی اور سلاست ہے اگر لکھنا شروع کر دو تو زبان میں پختگی آ جائے گی۔ دوسرے رسائل جو کالج یا امۃ الحی لائبریری میں آتے ہیں اُن کا مطالعہ کیا کرو۔“

پیغام برائے النصرت مجلہ جامعہ نصرت

حضرت چھوٹی آپا تحریر فرماتی ہیں:

”ہر زمانہ کا ادب اس کی اخلاقی اقدار کا آئینہ دار ہوتا ہے تمہارا فرض ہے کہ تمہارا رسالہ اُسی تہذیب کا علمبر دار ہو جو آج سے چودہ سو سال قبل سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے اور جس کا ڈنکا مسلمانوں نے نصف دنیا میں بجادیا۔ یورپ اپنی تہذیب اور ترقی کے لئے مسلمانوں کا مرہونِ منت ہے مگر خود مسلمان اپنی اخلاقی اقدار کو بھول گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی غرض بھی جیسا کہ آپؑ کو الہاماً بتایا گیا۔ یُحۡیِ الدِّیۡنَ وَ یُقِیۡمُ الشَّرِیۡعَۃَ۔ پس تمہیں چاہئے کہ اپنے رسالہ کے ذریعہ سے دنیا کو اسلامی تہذیب سکھاؤ۔ رعبِ دجّال سے بچنے کی تلقین کرو اور خود بھی مغرب پرستی کی لعنت سے بچو۔ اسلام اور مغربیت دو تلواریں ہیں جو ایک میان میں نہیں رہ سکتیں۔“

محترمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ کو مخاطب کر کے تحریر فرمایا:

”تم ماشاء اللہ پڑھی لکھی ہو تحریر بہت اچھی ہے۔ کچھ لکھا کرو الفضل کے لئے خصوصاً مصباح کے لئے۔ لوگ شکایت تو کرتے ہیں کہ مصباح کا معیار بلند نہیں، جب چھٹی ساتویں پاس کے مضمون شائع ہونگے تو معیار کیسے بلند ہو گا۔“

ہماری خوش قسمتی کہ آپ کی علم و عرفان سے بھرپور تقاریر کے مجموعے چھپ چکے ہیں جن سے فائدہ اُٹھا کر ہم ان کا فیض جاری رکھ سکتے ہیں۔ یہاں صرف ایک دو نصائح کا ذکر مقصود ہے۔

”ایک دفعہ کسی مجلس میں خاندانی جھگڑے زیرِ بحث تھے۔ آپ نے فرمایا میرا زندگی بھر کا تجربہ یہی ہے کہ ننانوے فیصد عورتوں کو ہی جھکنا پڑتا ہے پھر ہی گھر بچتے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کو انا کا مسئلہ نہ بنایا جائے۔ جھکاؤ، لچک، برداشت اور درگزر سے گھروں کا سکون حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔“

سامعات! حرف آخر کے طور پر حضرت چھوٹی آپا جان کا ہی پیغام پیش ہے جو آپ نے کراچی کے مجلہ المحراب صد سالہ جشن تشکر نمبر کے لیے بھیجا تھا:

”لجنہ اماء اللہ کراچی صد سالہ جشن تشکر کے موقع پر ایک مجلہ شائع کر رہی ہے جس کا نام ’المحراب‘ رکھا گیا ہے عربی میں محراب گھر کے بہترین حصے کو کہتے ہیں۔ المحراب کے نام سے مجلہ شائع کرنے کا مطلب ہے

کہ آپ بہترین دور میں داخل ہو رہی ہیں اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان اور فضل ہے کہ اس نے ہمیں یہ مبارک دن دکھایا کہ ہماری جماعت پہلی صدی ختم کر کے دوسری صدی جو انشاء اللہ غلبۂ اسلام کی صدی ہو گی میں داخل ہو چکی ہے۔

اسلام ان عظیم ہستیوں پر جنھوں نے پہلی صدی میں مہدی کو پہچان لینے کی وجہ سے ہر قسم کی سختی سہی۔ دکھ اور آزار اٹھائے۔ انواع واقسام کے مصائب کا سامنا کرنا پڑا آزمائشیں آئیں مگر وہ اللہ تعالیٰ کے وفادار بندے ثابت ہوئے اور خدا تعالیٰ کی نگاہ میں صادق اور راست باز ٹھہرے۔ آنے والی نسلیں ان پر رشک کریں گی۔ اب آپ دوسری صدی میں داخل ہو چکی ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے بشارت پا کر جماعت کو بشارت دی تھی:

”سچائی کی فتح ہو گی اور اسلام کے لئے پھر اسی تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آچکا اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ چڑھے گا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے لیکن ابھی ایسا نہیں ضرور ہے کہ آسمان اسے چڑھنے سے روکے رہے جب تک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں اور ہم سارے آراموں کو اس کے ظہور کے لئے نہ کھو دیں اور اعزازِ اسلام کے لئے ساری ذلتیں قبول نہ کر لیں۔ اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے وہ کیا ہے ہمارا اسی راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی۔ مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلّی موقوف ہے“ (فتح اسلام)

پس میری بہنو! نئی صدی ہمارے لئے بھاری ذمہ داریاں لا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بھی ارشاد ہے کہ انسان کو چاہیے دیکھتا رہے کہ اس نے کل کے لیے کیا تیاری کی ہے پس ہمیں جائزہ لینا چاہیے کہ کیا ہم نے اپنے آپ کو، اپنی اولاد کو یہ ذمہ داریاں اٹھانے کے لئے تیار کیا ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو آپ کے لیے یہ لمحہ فکریہ ہے۔ وہی قوم زندہ رہتی ہے جس کی اگلی نسل پہلی نسل کے کام کے تسلسل کو جاری رکھے۔ پس ہمارے قدم رُکیں نہیں چلتے جائیں بڑھتے جائیں اور اپنے ساتھ اگلی نسل کو بھی لے کر چلیں۔ ان کے دلوں میں دین کے لیے غیرت، اللہ تعالیٰ سے پیار اور آنحضرت ﷺ سے عشق پیدا کریں۔ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا جذبہ پیدا کریں۔

اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر کریں کہ اس نے یہ مبارک دن دکھائے۔ خوشی ہم پر نیند طاری نہ کرے بلکہ زیادہ چست کر دے یہاں تک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون ہو جائیں۔ دعائیں کریں کثرت سے کہ قربانیوں کی توفیق بھی اس کے فضل کے بغیر نہیں ملتی۔ دعائیں کریں کہ خزاں کا دور بہار سے بدل جائے اور نسیم عنایات یار سے پھر چلنے لگ جائے۔ آمین اللّٰھم آمین"

مصلح موعود نے از خود تراشا تھا جسے
ایسا ہیرا بے گماں تھیں سیّدہ اُم متین
عمر بھر قرآن سیکھا اور سکھایا آپ نے
معرفت کا آسماں تھیں سیّدہ اُم متین
سخت محنت زندگی بھر آپ کا معمول تھا
پختہ عمری میں جواں تھیں سیّدہ اُم متین
سیّدہ کو اہل جنت میں بھی سرداری ملے
یاں بھی میر کارواں تھیں سیّدہ اُم متین

(اِس مضمون کی تیاری میں مسز امۃ اللطیف خورشید اور مسز امۃ الباری ناصر کے دو الگ الگ لکھے مضامین سے استفادہ کیا گیا۔ فجزاھما اللہ تعالیٰ)

﴿14﴾ ﴿مشاہدات۔505﴾

سیرت حضرت سیّدہ بُشریٰ بیگم صاحبہ

(حرم ہفتم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآاِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (حٰم سجدہ:34)

ترجمہ: اور بات کہنے میں اس سے بہتر کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک اعمال بجالائے اور کہے کہ میں یقیناً کامل فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

سامعین! میری آج کی تقریر کا موضوع ہے **"سیرت حضرت سیّدہ بُشریٰ بیگم صاحبہ"**

حضرت سیّدہ بشریٰ بیگم صاحبہ 7 اپریل 1919 ء میں پنجاب کے مشہور شہر جہلم میں پیدا ہوئیں۔ آپ کا اصل نام سیدہ حمامۃ البشریٰ تھا۔ آپ کے والد کا نام مکرم سیّد عزیز احمد شاہ صاحب تھا۔ آپ حضرت ڈاکٹر عبد الستار شاہ صاحبؓ کی پوتی تھیں۔ آپؓ کا شمار جماعت احمدیہ کے ممتاز اہلِ کشوف و الہام میں سے ہوتا ہے۔

حضرت بشریٰ بیگم صاحبہ نے 1944ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا اور ساتھ ہی قادیان میں ہونے والی دینیات کی دو جماعتیں بھی پاس کیں۔ اس کے بعد جامعہ نصرت ربوہ سے ایف اے کیا۔

آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ساتویں اور آخری حرم تھیں۔ آپ کا نکاح 24 جولائی 1944ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے ایک ہزار روپے حق مہر پر ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے خطبہ نکاح میں حضرت اُمِ طاہر کی وفات کے نتیجے میں پیدا ہونے والی صورت حال کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ

"حضرت اُم طاہر کے بچوں کی نگہداشت کے لیے شادی کی ضرورت تھی۔ چنانچہ طے پایا کہ حضرت سیّدہ اُم طاہر کے خاندان سے رشتہ کیا جائے"

آپ کی شادی کی تقریب 24 اگست 1944ء کو عمل میں آئی۔ یہ تقریب مکرم سیّد عزیز احمد شاہ صاحب کے گھر واقع دارالانوار قادیان میں منعقد ہوئی۔ حضورؓ نے دُعا کروائی۔

سامعین! حضرت سیّدہ اُم طاہر کی وفات کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کے بعض الہامات کی روشنی میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ منشاء معلوم ہوتا ہے کہ بچوں کی نگہداشت کی خاطر دوسری شادی کرنا بہتر ہوگا۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ

"اتفاقاً ایک روز مَیں نے تذکرہ کھولا اس میں لفظ "بشریٰ" موٹے حروف میں لکھا نظر آیا۔ اسے دیکھ کر میرا ذہن اس طرف گیا کہ میر محمد اسحاق صاحبؓ کی لڑکی کا نام بشریٰ ہے مگر اس سے تو میری شادی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ میر صاحبؓ مرحوم نے حضرت اماں جانؓ کا دودھ پیا ہے پس بشریٰ میری بھتیجی ہے۔.... میرا ذہن اس طرف گیا کہ مریم مرحومہ کے خاندان میں بھی ایک لڑکی بشریٰ نام کی ہے اور اتفاق کی بات ہے کہ بعض بیماریوں کی وجہ سے اس کی شادی اُس وقت تک نہیں ہو سکی چنانچہ سیّد ولی اللہ شاہ صاحب جو (رشتہ) کا پیغام لے کر گئے تھے واپس آئے تو انہوں نے مجھے بتایا کہ لڑکی کے والد تو راضی ہیں مگر لڑکی کہتی ہے کہ میں تو شادی کے قابل نہیں (بعض تکالیف کی وجہ سے آپ کے ہاں اولاد نہیں ہو سکتی تھی)......سید حبیب اللہ شاہ صاحب نے کہا کہ مَیں نے کشفاً دیکھا ہے کہ بشریٰ بیگم سفید لباس میں ملبوس میرے سامنے کھڑی ہے اور حضورؓ کو بھی دیکھا کہ قریب ہی ایک طرف کھڑے ہیں اور یہ القاہوا "بشریٰ بیگم صاحبہ حضرت (خلیفۃ المسیح الثانیؓ) کے لیے ہیں۔"

حضرت مہر آپا کو یہ خاص اعزاز حاصل ہے کہ آپ کے بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو ایک رؤیا میں خبر دی گئی تھی "ایک فرشتہ آواز دے رہا ہے کہ مہر آپا کو بلاؤ" یعنی محبت کرنے والی آپا۔ اس مناسبت سے آپ کو مہر آپا کے نام سے پکارا جانے لگا۔

سامعین! حضرت مہر آپا خود اپنی شادی سے پہلے کا ایک خواب بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

"بہت خوبصورت جوڑا مَیں نے پہنا ہوا ہے جس کا رنگ بہت پیارا ہے اور تمام جوڑے پر چمکدار خوبصورت کام کیا ہوا ہے۔ جوڑے کے اوپر ایک بہت بھاری جبہ پہنا ہوا ہے جو بہت خوبصورت ہے مگر یہ لباس اس قدر بوجھل اور بھاری ہے کہ اس کو پہن کر کندھوں کو یوں یوں کر رہی ہوں یعنی اس کے بوجھ کی وجہ سے

کسمساہٹ (بے چینی۔بے آرامی) محسوس کر رہی ہوں، کانوں میں دلکش آویزے (بُندے) ہیں جو گردن تک آتے ہیں ان میں سفید اور سرخ نگینے ہیں۔ آئینہ میں دیکھتی ہوں تو سب چیزیں بہت پیاری معلوم ہوتی ہیں۔"

(مصباح 1998ء)

شادی کے بعد حضرت سیّدہ مہر آپا حضورؓ کے اعتماد پر پوری اتریں اور آپ نے حضرت سیّدہ اُمّ طاہر کے بچوں کا بہت خیال رکھا اور ہر ممکن پیار اُن کو دیا۔ آپ بہت خوش مزاج خاتون تھیں ادب سے لگاؤ تھا۔گھریلو زندگی کے کئی واقعات تحریر کیے۔ آگے تعلیم جاری رکھنے کے لیے آپ نے بی اے میں داخلہ بھی لیا لیکن حضورؓ کی علالت میں خدمت کی خاطر اپنی تعلیم کا سلسلہ ترک کر دیا۔ حضرت سیّدہ مہر آپا کی نمایاں صفت غریبوں اور مسکینوں سے ہمدردی اور مہمان نوازی تھی۔ ایک غریب پرور خاتون تھیں۔ بہت صفائی پسند تھیں۔ صبر و تحمل کا پیکر تھیں، قریبی عزیزوں، بھائیوں کے صدمات بڑے صبر و حوصلہ سے برداشت کئے۔ بہت عبادت گزار تھیں۔ تہجد اور صوم وصلوٰۃ کی پابند تھیں۔

آپ دینی خدمت میں بہت مستعد تھیں۔ آپ لجنہ اماء اللہ کی جنرل سیکرٹری، سیکرٹری خدمت خلق اور سیکرٹری تربیت واصلاح رہیں۔1966ء تا 1990ء تک نائب صدر لجنہ مرکزیہ کے عہدہ پر بھی فائز رہیں۔ حضرت سیدہ مہر آپا صاحبہ کی طبیعت اپنے الہامی نام کی طرح مہر و محبت والی تھی۔ بہت خوش ذوق اور خوش پوش تھیں۔ ہمیشہ بہت محبت اور پیار کے ساتھ خواتین سے ملتیں۔ اپنے گھر میں کام کرنے والی لڑکیوں کا بہت خیال رکھتیں اور ان کی تعلیم و تربیت کی طرف بھی توجہ فرماتی تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے تمام بچوں کے ساتھ محبت اور شفقت سے پیش آتیں۔ بڑے بچوں سے محبت کے علاوہ ان کا احترام بھی بہت کرتیں تھیں۔ آپ بڑی دُعا گو اور تہجد گزار تھیں۔ دین کی خاطر ہر طرح کی قربانی کرتیں۔ آپ کے پاس جو بھی زیور یا روپیہ پیسہ ہوتا اور جماعت کو کوئی ضرورت ہوتی تو فوراً پیش کر دیتیں کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی۔

آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے لیے بہت محبت اور غیرت رکھتی تھیں۔ ان کی انتہائی فرمانبردار اور خدمت گزار تھیں۔ ہمسائیوں کے گھر بھی تحائف کے پیکٹ بھیجتی رہتی تھیں اور کہتی تھیں کہ یہ

ہمسائیوں کا حق ہے۔ آپ کھانا بہت اچھا پکاتی تھیں اور باوجود ملازموں کے کوئی نہ کوئی چیز خود بھی تیار کرتیں اور سب کو کھلا کر خوش ہوتیں۔ آپ بہت صفائی پسند تھیں اور گھر کو بھی سلیقے سے سجا کر رکھتیں۔ سیر کی شوقین تھیں صبح سویرے واک کے لیے جاتیں۔

حضرت سیّدہ بشریٰ بیگم صاحبہ ایک لمبی بیماری کے بعد 22 مئی 1997ء کو اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئیں۔

سامعین! حضرت مہر آپا نے اپنی زندگی میں ہی اپنی تمام جائیداد اور مال و دولت اللہ کی راہ میں وقف کر گئیں تھیں ۔ آپ کی وفات پر حضرت حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا آپ کو پیش کیا خراج تحسین سب کے لیے قابلِ رشک ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے آپ کی اس مالی قربانی کا مصرف مساجد کی تعمیر میں آپ کا حصہ ڈالنا سوچا اور جیسا کہ خاکسار نے ابتداء میں آیت تلاوت کی کہ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (حٰم سجدہ:34) اور بات کہنے میں اس سے بہتر کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک اعمال بجالائے اور کہے کہ میں یقیناً کامل فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ **تو سامعین!** مساجد بھی خدا کی طرف لوگوں کو بلانے کا ایک ذریعہ ہیں۔ آپ کے اعمال بھی نیک تھے اور لوگوں کو توحید کی طرف بلانے کا انتظام بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف سے کر دیا۔

حضورؒ آپ کی اس مالی قربانی کے مصرف کے بارہ میں فرمایا:

”سیدہ مہر آپا کی وفات کی اطلاع چونکہ مجھے جرمنی میں ملی ہے اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ آپ کی طرف سے جو روپیہ یہاں موجود ہے اس میں سے اور کچھ باہر سے منگوا کر تین لاکھ جرمن مارک جماعت احمدیہ جرمنی کے سپرد کروں گا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ سو مساجد کی جو تحریک ہے اس میں سے ہر سَو میں سے تین ہزار اُن کی طرف سے ہو گا.... جماعت جرمنی کو جو توحید کے نشان کے طور پر مسجدیں بنانا ہیں اس کی مَیں آج سیدہ مہر آپا کی وفات کے ساتھ تحریک کرتا ہوں ..... اس میں جیسا کہ مَیں نے عرض کیا ہے سیّدہ بُشریٰ بیگم مہر آپا کا ایک مستقل حصہ ہو گا۔ گویا ہر مسجد میں اُن کی طرف سے کچھ نہ کچھ ہو گا .....

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر وفات کو زندہ کرنے کی توفیق بخشے۔ جو بھی ہم میں سے مرے صفات باری تعالیٰ کو پیچھے روایات کی صورت میں زندہ چھوڑتا چلا جائے۔ آمین

(الفضل انٹر نیشنل 11 جولائی 1997ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی خطبہ جمعہ 16 جون 2006 میں مہر آپا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

''حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 1997ء میں ہی یہ بھی اعلان فرمایا تھا کہ حضرت سیدہ مہر آپا مرحومہ (جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیگم تھیں) کی طرف سے مساجد کے لئے وعدہ ادا ہو گا۔ کیونکہ حضرت سیدہ مہر آپا نے اپنی جو ساری جائیداد تھی وہ جماعت کے نام کر دی تھی تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا تھا کہ جو بھی اس کی آمد ہو گی اس میں سے ہر سال کچھ نہ کچھ ادائیگی ہوتی رہے گی۔ (کوئی معین وعدہ کیا تھا جو اس وقت میرے ذہن میں نہیں)۔ اور وہ ادائیگی بہر حال ہوتی رہی ہے۔ امید ہے کہ جب تک آپ مسجدیں بنا نہیں لیتے، انکی طرف سے بھی ہر سال دس ہزار یورو کا وعدہ آتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کی جائیداد میں برکت ڈالے۔''

اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی بے شمار برکتیں اور رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اُسے دے چکے مال و جان بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار

لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿15﴾ ﴿مشاہدات۔495﴾

سیرت حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد رضی اللہ عنہ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِىْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِىٌّ عَزِيْزٌ (المجادلہ:22)

اللہ نے لکھ رکھا ہے کہ ضرور مَیں اور میرے رسول غالب آئیں گے۔ یقیناً اللہ بہت طاقتور (اور) کامل غلبہ والا ہے۔

یہ تین جو پسر ہیں تجھ سے ہی یہ ثمر ہیں
یہ میرے بار و بر ہیں تیرے غلام در ہیں
تو سچے وعدوں والا منکر کہاں کدھر ہیں
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ”سیرت حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب“ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ انبیاء اور اولیاء کو اولاد کی بشارت صرف اسی صورت میں دیتا ہے جبکہ ان کا صالح ہونا مقدّر ہو۔ حضرت مصلح موعودؓ کی پیدائش کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کو ایک اَور فرزند کی بشارت دی گئی جسے حضورؑ نے ”آئینہ کمالات اسلام“ میں شائع فرمایا۔ اس عربی الہام کا ترجمہ یہ ہے:

نبیوں کا چاند آئے گا اور تیرا کام تجھے حاصل ہو جائے گا۔ خدا تیرے منہ کو بشاش کرے گا اور تیرے برہان کو روشن کر دے گا اور تجھے ایک بیٹا عطا ہو گا اور فضل تجھ سے قریب کیا جائے گا۔

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ 267 ایڈیشن 2009ء)

حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں کو قبول فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بابرکت بیٹے کی خوشخبری کے نتیجہ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ 30 اپریل 1893ء میں پیدا ہوئے۔ آپؓ کی ولادت کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ

”پینتیسواں نشان یہ ہے کہ پہلا لڑکا محمود احمد پیدا ہونے کے بعد میرے گھر میں ایک اَور لڑکا پیدا ہونے کی خدا نے مجھے بشارت دی اور اس کا اشتہار بھی لوگوں میں شائع کیا گیا چنانچہ دوسرا لڑکا پیدا ہوا اس کا نام بشیر احمد رکھا گیا۔“

(حقیقۃ الوحی صفحہ 227)

حضرت مسیح موعودؑ نے ”کشتی نوح“ میں اپنی جماعت کو جن ہدایات پر کاربند رہنے کے لئے فرمایا ہے، حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی زندگی اُس تعلیم کا عملی نمونہ تھی۔ آپؓ کے اندر علم اور عمل کے کمالات تھے۔ عفو و درگزر، تحمل اور برداشت، زُہد و تقویٰ، اپنوں اور بیگانوں کی خیر خواہی اور ہمدردی، شجاعت اور انتظامی قابلیت، مہمانی امور اور مشکل حالات میں ہمیشہ خدا تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا، یہ وہ اخلاق عالیہ تھے جن کو ایک دنیا نے مشاہدہ کیا اور اپنی انہی صفات کی بنا پر آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے رفیق اور دست راست تھے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ کی شکل نورانی، قد لانبا، وجیہ چہرہ، موٹی موٹی مگر نیم وا آنکھیں، اُبھری ہوئی ناک، بھرے بھرے ہاتھ پاؤں اور جسیم و پُر وقار وجود تھا۔ لباس نہایت سادہ ہوتا۔ سفید قمیض، سفید شلوار، لمبا کھلا کوٹ اور پگڑی پہنتے تھے۔ تنگ لباس پسند نہیں فرماتے تھے۔ اوائل سے لے کر جوانی تک دیسی جوتا پہنا کرتے تھے بعد میں گرگابی طرز کا کھلا بغیر تسموں والا بوٹ پہنتے تھے۔ خوراک بھی بہت سادہ ہوا کرتی۔ پُر تکلّف اور مرغن کھانوں کے دلدادہ نہیں تھے۔ کھمبی اور پالک گوشت شوق سے کھایا کرتے تھے۔ ہجرت کے بعد مشکلات کا زمانہ آیا تو صبح چائے کے ساتھ بھنے ہوئے چنے کھا کر گزارا کر لیتے۔ پھل بھی پسند فرماتے۔ خصوصاً عمدہ قسم کے آم اور کیلے آپؓ کو بہت پسند تھے۔

(حیات بشیر از عبد القادر سابق سوداگر مل صفحہ 199-201)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی آنکھیں بچپن میں خراب ہو گئیں تھیں اور یہ تکلیف آپؓ کو سات سال تک رہی۔ کئی سال تک انگریزی اور یونانی علاج کیا گیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا بلکہ حالت اور تشویش ناک ہو گئی۔ آخر حضرت مسیح موعودؑ نے دعا کی تو حضورؑ کو الہام ہوا" بَرَّقَ طِفْلِیْ بشیر "(میرے لڑکے بشیر احمد کی آنکھیں اچھی ہو گئیں) چنانچہ ایک ہفتہ میں اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو کامل شفا بخشی اور نہ صرف بصارت بلکہ بصیرت کی آنکھیں بھی ایسی روشن ہوئیں کہ مادی اور روحانی علوم کے دروازے آپؓ پر کھل گئے۔

(تاریخ احمدیت جلد اوّل صفحہ 478)

سامعین! جب اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو معجزانہ شفا عطا فرمائی تو آپؓ باقاعدہ طور پر تعلیم الاسلام سکول میں داخل ہوئے۔ 1910ء میں آپؓ میٹرک کے امتحان میں سکول میں اوّل آئے۔ پھر گورنمنٹ کالج لاہور سے 1912ء میں ایف اے کیا۔ آپؓ بی اے میں زیر تعلیم تھے کہ اچانک کالج چھوڑ دیا اور قادیان آکر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ سے قرآن و حدیث پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔ محترم میر محمود احمد صاحب ناصر کی روایت ہے کہ کسی طالب علم نے اسلام یا احمدیت کے متعلق کوئی ایسا سوال کیا جس کا آپؓ فوری جواب نہ دے سکے تو اس کا آپؓ کی طبیعت پر ایسا اثر ہوا کہ آپؓ نے یہ فیصلہ کیا کہ جب تک مَیں قرآن پورے طور پر نہ پڑھ لوں گا کالج نہیں جاؤں گا۔ حضرت قاضی محمد اکمل صاحبؓ سے فرمایا: "کالج تو پھر بھی مل جائے گا مگر زندگی کا کچھ اعتبار نہیں، ممکن ہے کہ قرآن مجید و حدیث پڑھنے کا موقع، وہ بھی نورالدین ایسے پاک انسان سے پھر نہ مل سکے۔"

(حیات بشیر از مکرم عبد القادر سابق سوداگر مل صفحہ 61)

1914ء میں آپؓ نے بی اے اور 1916ء میں ایم اے عربی کر لیا۔ اس طرح حضرت مسیح موعودؑ کی خواہش اور پیشگوئی پوری ہو گئی۔ آپؓ سے حضرت امّاں جانؓ نے بیان فرمایا تھا کہ جب تم شاید دوسری جماعت میں ہو گے کہ ایک دفعہ چارپائی پر الٹی سیدھی چھلانگیں مارتے دیکھ کر حضرت اقدسؑ نے تبسم فرمایا اور پھر فرمایا: اس کو ایم اے کرانا۔

(سیرت المہدی جلد اوّل از حضرت مرزا بشیر احمدؓ صفحہ 47)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپؓ سے بہت محبت کرتے تھے۔ یہاں میں ایک مشہور واقعہ بیان کرنا چلوں۔ یہ حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ کی روایت ہے کہ

"حضرت مرزا بشیر احمدؓ جب چھوٹے تھے تو اُن کو ایک زمانہ میں شکر کھانے کی عادت ہو گئی تھی۔ ہمیشہ حضرت اقدس علیہ السلام کے پاس پہنچتے اور ہاتھ پھیلا کر کہتے "اباچِٹّی" حضرت صاحب تصنیف میں بھی مصروف ہوتے تو کام چھوڑ کر فوراً اُٹھتے۔ کوٹھری میں جاتے شکر نکال کر اُن کو دیتے اور پھر تصنیف میں مصروف ہو جاتے۔ تھوڑی دیر میں میاں صاحب موصوف پھر دست سوال دراز کرتے ہوئے پہنچ جاتے اور کہتے "اباچِٹّی" (چِٹّی شکر کو کہتے کیونکہ بولنا پورا نہیں آتا تھا اور مراد یہ تھی کہ سفید رنگ کی شکر لینی ہے) حضرت صاحبؑ پھر اُٹھ کر سوال پورا کر دیتے۔"

(حیات بشیر صفحہ 45-46)

حضرت امّاں جانؓ آپؓ کو خاص محبت اور پیار کی نگاہ سے دیکھتی تھیں اور بشیر کی بجائے بشریٰ کہہ کر پکارتی تھیں۔ کبھی کبھی 'منجھلے میاں' بھی کہا کرتی تھیں۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ بیان فرماتی ہیں آپؓ کو حضرت امّاں جانؓ سے بے حد محبت تھی۔ روز آکر بیٹھنے کے علاوہ مسجد میں جاتے آتے بھی خیریت پوچھ کر جاتے۔ اپنے دل کا ہر درد دکھ امّاں جانؓ سے بیان کرتے اور اُن کی دعا، پیار و محبت کی تسلی سے تسکین پاتے۔ جب آمدنی کم اور گزارہ اپنا بھی مشکل ہوتا تھا تو بھی ہر ماہ کچھ رقم حضرت امّاں جانؓ کے ہاتھ میں ادب اور خاموشی سے دے دیتے۔ انہیں ضرورت تو نہیں تھی لیکن آپؓ کی محبت میں رکھ لیتیں۔

سامعین! 12 ستمبر 1902ء کو آپؓ کا نکاح حضرت مولوی غلام حسن خان صاحب پشاوریؓ کی صاحبزادی محترمہ سرور سلطان صاحبہ سے ایک ہزار روپیہ مہر پر پڑھا گیا۔ خطبہ نکاح حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے پڑھا اور ایجاب و قبول کے بعد کھجوریں تقسیم کی گئیں۔

مئی 1906ء میں آپؓ کی شادی کی تقریب عمل میں آئی آپؓ حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ، حضرت مصلح موعودؓ اور دیگر احباب کے ساتھ قادیان سے 10ء مئی 1906ء کو پشاور روانہ ہوئے اور 16ء مئی کو واپس قادیان پہنچ گئے۔

(حیات بشیر از مکرم عبدالقادر سابق سوداگر مل صفحہ 51 اور 54)

صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر احمدؓ کی عمر تیرہ سال تھی جب آپؓ کی پہلی صاحبزادی امۃ السلام صاحبہؓ پیدا ہوئیں۔ آپؓ کو خدا تعالیٰ نے کُل گیارہ بچے عطا فرمائے جن میں سے دو صغر سنی میں فوت ہو گئے۔ آپؓ کے صاحبزادے مرزا مظفر احمد صاحب ذکر کرتے ہیں کہ آپؓ کی زندگی کا ایک اور نمایاں پہلو بنی نوع انسان کی ہمدردی تھا۔ میں نے آپ جیسا شفیق انسان اور کوئی نہیں دیکھا۔ ہر آن اسی کوشش میں رہتے تھے کہ کسی نہ کسی رنگ میں لوگوں کے کام آسکیں۔ آپ کا دروازہ ہر دردمند کے لئے کھلا رہتا تھا۔ لوگوں کی تکالیف اور ان کی پریشانیوں کے بیان کو بڑے تحمل سے سنتے تھے اور اپنی طاقت اور موقع کے مطابق امداد فرماتے تھے۔ کسی کو اس کے بچوں کے تعلیم کے لئے مشورہ دے رہے ہیں کسی کو ملازمت کے لئے۔ کسی کو علاج معالجہ کے لئے۔ کسی کو مقدمات کی پریشانی کے بارے میں۔ کسی کو کاروبار اور تجارت میں۔ کسی کو رشتہ کے بارے میں۔ ہر ضرورت مند آپ کے پاس آتا تھا اور آپ بڑے اطمینان سے اس کی بات سنتے اور اس کی حتی المقدور امداد فرماتے تھے۔ غرباء کی طرف بالخصوص توجہ دیتے تھے اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ آپ ایسے مواقع کوشش سے ڈھونڈتے تھے کہ میں کسی طور سے لوگوں کے بوجھ ہلکے کر سکوں اور ان کی پریشانیوں میں ایک گھر کا فرد ہو کر شامل ہو سکوں۔

ہم بہن بھائیوں سے بھی بہت شفقت کا سلوک فرماتے تھے۔ اولاد کا احترام کرتے تھے اور جب کبھی ہم باہر سے جلسہ وغیرہ اور دوسرے مواقع پر گھر جاتے تھے تو ہر ایک کے لئے بہت اہتمام فرماتے تھے۔ خود تسلی کرتے تھے کہ سونے والے کمرہ میں بستر وغیرہ ہر چیز موجود ہے۔ غسل خانے میں پانی صابن تولیہ موجود ہے۔ یوں احساس ہوتا تھا جیسا کسی برات کا اہتمام ہو رہا ہے اور ہمیں شرم آتی تھی لیکن خود ذوقاً یہ اہتمام فرماتے تھے۔ ہم واپس چلے جاتے تو کمرے میں آکر دیکھتے کہ کوئی چیز بھول کر چھوڑ تو نہیں گئے۔ اگر کچھ ہوتا تو اسے حفاظت سے رکھوا دیتے اور ہمیں اطلاع ضرور دیتے کہ فلاں چیز تم یہاں چھوڑ گئے ہو۔ میں نے رکھوالی ہے۔ پھر آؤ تو یاد سے لے لینا۔ ہمیں جب بھی نصیحت فرماتے تو اس میں اس بات کو ملحوظ رکھتے کہ سُبکی کا پہلو نہ ہو۔ فرمایا کرتے تھا کہ اگر نصیحت ایسے رنگ میں کی جاوے کہ دوسرے کی خفت ہو تو وہ ٹھیک اثر پیدا نہیں کرتی بلکہ بعض دفعہ الٹا نتیجہ پیدا کرتی ہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ بچوں کی تربیت کے معاملہ میں میرا وہی طریق ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کا تھا۔ میں انہیں نصیحت کرتا رہتا ہوں لیکن دراصل

سہارا خدا کی ذات ہے جس کے آگے دعا گو رہتا ہوں کہ انہیں اپنی رضا پر چلنے کی توفیق دے اور دین کا خادم بنادے۔

(حیات بشیر صفحہ 222-223)

سامعین کرام! آپؓ ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کرتے تھے۔ آپؓ کی کتب مولوی فخر الدین صاحب ملتانی شائع کرتے تھے۔ آپؓ نے کبھی کسی تصنیف کے بدلہ میں ان سے کسی رنگ میں کچھ نہیں لیا۔ حتیٰ کہ اپنی تصنیف کردہ کتاب کا نسخہ بھی قیمتاً خریدتے۔ وہ اصرار کرتے کہ اپنی تصنیف کا کم از کم ایک نسخہ تو ہدیۃً لے لیا کریں۔ مگر آپؓ ہمیشہ یہ کہہ کر انکار کر دیتے کہ یہ بھی ایک گونہ معاوضہ ہے اور مَیں اس معاملہ میں اپنے ثواب کو مکدّر نہیں کرنا چاہتا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رَضِیَ اللہ عنہ سے بھی بے حد محبت کرتے تھے اور حضور کے خلافت پر فائز ہونے کے بعد اپنا جسمانی رشتہ اپنے نئے روحانی رشتہ کے ہمیشہ تابع رکھا۔ دینی معاملات کا تو خیر سوال ہی کیا تھا دنیاوی امور میں بھی یہی کوشش فرماتے تھے کہ حضور کی مرضی کے خلاف کوئی بات نہ ہو۔ حضور کی تکریم کے علاوہ کمال درجہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا نمونہ پیش کرتے تھے۔ حضور کا سلوک بھی آپ سے بہت شفقت کا تھا اور ہمیشہ خاص خیال رکھتے تھے اور اہم معاملات میں مشورہ بھی لیتے تھے۔ ضروری تحریرات خصوصاً جو گورنمنٹ کو جانی ہوتی تھیں۔ ان کے مسودات آپ کو بھی دکھاتے تھے اور اس کے علاوہ اہم فیصلہ جات اور سکیم پر عمل درآمد کا کام اکثر آپ کے سپرد کرتے تھے اور اس بات پر مطمئن ہوتے تھے کہ یہ کام حسب منشاء اور خوش اسلوبی سے ہو جائیگا۔

آپؓ کو اللہ تعالیٰ نے انتظامی قابلیت بہت دے رکھی تھی اور ہر انتظامی معاملہ میں بڑی تفصیل میں جاتے تھے اور اس کے کسی پہلو کو نظر انداز نہ ہونے دیتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ موٹی موٹی باتیں تو ذہن میں آہی جاتی ہیں لیکن انتظامی ناکامی چھوٹی باتوں کی طرف سے غفلت کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے۔ معاملہ کے بہت صاف تھے ہر چیز کا باقاعدہ حساب رکھتے اور اس معاملہ میں کسی قسم کی کوتاہی نہ خود کرتے اور نہ دوسرے کی طرف سے پسند فرماتے۔ قرض سے بہت بچتے تھے۔ خود تنگی برداشت کر لیتے لیکن قرض سے حتی الوسع گریز کرتے اور اگر کبھی ناگزیر ہو جائے تو اس کی ادائیگی میں کمال باقاعدگی سے کام لیتے۔ طبیعت

کا یہ خاصہ صرف مالی لین دین تک محدود نہ تھا بلکہ ہر شعبہ میں نمایاں ہوتا۔ سیدھی بات کو پسند فرماتے اور پیچدار بات سے بیزاری کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔

سامعین! صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر احمدؓ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی عشق تھا۔ محترم مرزا مظفر احمد صاحب فرماتے ہیں۔ آپؓ گھر کی مجالس میں احادیث، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے واقعات اور حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کے حالات اکثر بیان فرماتے رہتے تھے۔ میرے اپنے تجربے میں یہ ذکر سینکڑوں مرتبہ کیا ہوگا۔ لیکن مجھے یاد نہیں کہ کبھی ایک مرتبہ بھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت مسیح موعودؑ کے ذکر پر آپؓ کی آنکھیں آبدیدہ نہ ہوئی ہوں۔ بڑی محبت اور سوز سے یہ باتیں بیان فرماتے تھے اور پھر ان کی روشنی میں کوئی نصیحت کرتے تھے۔

مکرم مختار احمد صاحب ہاشمی جو کہ ہیڈ کلرک دفتر خدمت درویشاں تھے کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت میاں صاحبؓ نے مجھے ایک مسودہ املاء کرایا تو اس میں مَیں نے جلدی میں صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے 'صلعم' لکھ دیا۔ آپؓ نے فرمایا کہ 'صلعم' لکھنا ناپسندیدہ ہے، جب اتنی طویل و عریض عبارتیں لکھی جاسکتی ہیں تو صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ ہی تخفیف کا خیال کیوں آجاتا ہے۔ پھر اپنی قلم سے " صلی اللہ علیہ وسلم " لکھ دیا اور مزید فرمایا کہ مجھے انگریزی میں محمدؐ کا مخفف MOHD لکھا ہوا دیکھ کر ہمیشہ ہی رنج پہنچا ہے، نامعلوم کس نے یہ مکروہ ایجاد کی ہے۔

سامعین! جب 22 ستمبر 1947ء کو حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ قادیان سے لاہور پہنچے تو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے 'حفاظتِ مرکز' کے نام سے درویشانِ قادیان کے لیے ایک صیغہ قائم فرمایا جس کا ناظر آپؓ کو مقرر فرمایا۔ درویشان قادیان اور ان کے متعلقین کے لیے اس قدر شفقت آپؓ کے دل میں تھی کہ سخت تکلیف اور شدید مصروفیت میں بھی اگر کوئی درویش ملنا چاہتا تو فوراً باہر تشریف لے آتے اور اگر اٹھ کر باہر جانے کی طاقت نہ ہوتی تو اسے اندر بلا لیتے اور ہر ممکن اعزاز فرماتے۔ اس کی باتوں کو غور سے سنتے، حالات دریافت فرماتے اور اصرار کرتے کہ کوئی کام ہو یا ضرورت ہو تو بے تکلّف کہیں۔ آپؓ چونکہ درویشان کی عظیم قربانی سے باخبر تھے اس لیے اُن کے بچوں کے حالات سے بھی باخبر رہتے اور ان سے اپنے بچوں کی طرح پیار کرتے۔

سامعین! حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی علمی خدمات بھی مثالی ہیں۔ آپؓ کو علم حدیث اور تاریخ اسلام سے فطری تعلق تھا۔ کتاب ''سیرۃ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم'' میں آپؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کا غیر معمولی اظہار کیا ہے۔ غیروں کی طرف سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کردارکشی کی ہر کوشش کا ردّ فرمانے کے علاوہ کئی علمی مسائل مثلاً جمع وترتیب قرآن کریم، معجزہ کی حقیقت، جہاد بالسیف، غیر مسلموں سے رواداری، جزیہ، غلامی، عورتوں کے حقوق، تعدّدِ ازواج، شادی اور طلاق کے متعلق اسلامی قوانین اور اسلام کی عادلانہ جمہوری طرز حکومت پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔

کتاب ''سیرت المہدیؑ'' کے تین حصے آپؓ کی زندگی میں شائع ہوئے۔ آپؓ کا ارادہ تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی ایک مفصل سوانح عمری لکھیں گے۔ آپؓ نے اسی ارادہ کے ماتحت ذکر حبیب پر متعدد تقاریر فرمائیں جو سیرت طیبہ، درّ منثور، دُرّ مکنون اور آئینہ جمال کے نام سے شائع ہوئیں۔

''سلسلہ احمدیہ'' بھی آپؓ کی یادگار تالیف ہے۔ دیگر کتب میں کلمۃ الفصل، تصدیق المسیح، الحجۃ البالغ، ہمارا خدا، تبلیغ ہدایت، ختم نبوت کی حقیقت، چالیس جواہر پارے وغیرہ شامل ہیں۔ آپؓ کی ہر تالیف یا مضمون کو اپنے موضوع کے اعتبار سے مشعل راہ کی حیثیت حاصل ہے۔

اس کے علاوہ آپؓ کی خدمات کی ایک لمبی فہرست ہے۔ افسوس کہ وقت کم ہے۔ آپؓ نے ہوش سنبھالتے ہی خدمت دین کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے آپؓ کو صدر انجمن احمدیہ کی مجلس معتمدین کا ممبر نامزد فرمایا۔ خلافتِ ثانیہ کے ابتدا میں آپؓ 'الفضل' کے مدیر رہے۔ رسالہ 'ریویو آف ریلیجنز' کی خدمت بھی ایک عرصہ تک آپؓ کے سپرد رہی۔ مدرسہ احمدیہ کے ہیڈ ماسٹر، کئی صیغوں کے سالہا سال تک نگران نیز ناظر اعلیٰ بھی رہے۔ انگریزی ترجمۃ القرآن کے کام میں بھی نمایاں حصہ لیا۔ قیام پاکستان کے سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہدایات کے تحت شاندار خدمات انجام دیں۔ حضورؓ نے 31؍ اگست 1947ء کو قادیان سے ہجرت کرتے وقت آپؓ کو امیر مقامی مقرر فرمایا۔ پاکستان آنے کے بعد حفاظتِ مرکز کا اہم شعبہ آپؓ کے سپرد ہوا۔ حضورؓ کی بیماری کے ایّام میں آپؓ نگران بورڈ کے صدر بھی رہے۔ مشکلات اور مصائب کے اندر آپ کے علمی اور عملی جوہر اَور زیادہ روشن ہو

جاتے تھے اور جس مجلس میں آپ موجود ہوں آپ کے رفقائے کار کو یقین اور اطمینان ہوتا تھا کہ پیش آمدہ مشکل پر ان شاء اللہ قابو پالیا جائے گا۔

آپ قرآن و حدیث کے متبحر عالم تھے اور زبان عربی، انگریزی اور اردو پر پوری قدرت رکھتے تھے۔ تحریر ہو یا تقریر، کوئی ایسا لفظ استعمال نہیں کرتے تھے جو رکیک یا دلآزار ہو اور میانہ روی کے خلاف ہو۔ آپؓ کے ساتھ کام کرنے والے گواہ ہیں کہ بیماری اور کمزوری کی حالت میں بھی آپؓ کام کو جاری رکھتے اور ہمارے یہ عرض کرنے پر کہ آپ کمزور ہیں یا آپ کو بخار ہے آپ تکلیف نہ فرمائیں۔ آپؓ اس بات کو قبول نہ فرماتے اور کام کو اٹھا نہ رکھتے بلکہ اسے ختم کر کے ہی اٹھتے۔ اختلاف رائے کو خندہ پیشانی سے برداشت فرماتے اور اس کی قدر کرتے اور ہر ایک رائے سے عمدہ حصہ لے کر تمام آراء کو ہموار کرتے۔ آپؓ کی محبت، حکمت اور دانائی سے نفسیاتی اثرات پیدا ہوتے تھے جس سے آپؓ کے ساتھیوں میں یہ جذبہ پیدا ہوتا تھا کہ آپ کے ساتھ کام کرنا اور مشقّت اٹھانا راحت ہے۔

سامعین! اس عظیم ہستی کی وفات کے بارے میں آپؓ کے صاحبزادے مرزا مظفر احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ چند ماہ سے آپؓ کو متعدد منذر خوابیں اپنی وفات کے متعلق آرہی تھیں۔ اس کا پہلا اشارہ مجھے مئی میں کیا جب مَیں عید کے بعد واپس راولپنڈی کے لیے رخصت ہو رہا تھا۔ پھر 24ء اگست کے قریب لاہور گیا تو فرمانے لگے: ”اب تو چل چلاؤ ہی ہے۔“ بہر حال آپؓ کی طبیعت پر یہ گمان غالب تھا کہ آپؓ کی وفات کا وقت قریب ہے۔ چنانچہ جون میں ربوہ سے لاہور روانگی کے وقت اپنی تجہیز و تکفین کے لیے علیحدہ رقم گھر میں دے دی۔ پھر لاہور سے مزید رقم یہ کہہ کر ارسال کی کہ میری وفات پر دوست آئیں گے، گھر کے عام خرچ سے زیادہ اخراجات ان دنوں ہوں گے اس لیے بھجوا رہا ہوں۔ مجھ سے آخری ملاقات غنودگی سے پہلے 30 / 31 اگست کو ہوئی 2 ستمبر 1963ء کو چھاتی کے ایکسرے اور خون کے ٹیسٹ سے نمونیہ اور پھیپھڑوں کی انفیکشن کی تصدیق ہوئی۔ باوجود تمام کوششوں کے سانس کی تکلیف اور غنودگی بڑھتی گئی۔ اور اُسی روز جبکہ بہت سے احباب کوٹھی 23 ریس کورس کے احاطہ میں نماز مغرب ادا کر رہے تھے کہ آپؓ کی طبیعت زیادہ خراب ہوگئی اور چند منٹ میں وفات ہوگئی۔ آپؓ کا جسد خاکی اسی رات ربوہ لایا گیا۔ ریڈیو پر آپؓ کی وفات کی خبر نشر ہوتے ہی احباب جماعت بڑی تعداد میں ربوہ پہنچنا شروع ہوگئے۔ ساڑھے پانچ بجے

جنازہ آپؓ کی کوٹھی "البشریٰ" سے اُٹھایا گیا اور بہشتی مقبرہ کے احاطے میں حضورؓ کے ارشاد کے ماتحت حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحبؒ نے نماز جنازہ پڑھائی اور قبر تیار ہونے پر پُر سوز دعا کرائی۔

محترم مرزا مظفر احمد صاحب لکھتے ہیں کہ ذاتی دعاؤں میں ابا جان دو باتوں کے لیے بہت دعا کیا کرتے تھے۔ اول یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رضا کے راستہ پر چلنے کی توفیق بخشے اور دوم انجام بخیر ہو۔ اس آخری امر کے لیے بہت تڑپ رکھتے تھے۔ مجھے کئی بار فرمایا کہ ایک انسان ساری عمر نیکی کے کام کرتا ہے لیکن آخر میں کوئی ایسی بات کر بیٹھتا ہے جو خدا کی ناراضگی کا مورد ہو جاتی ہے اور جہنم کے گڑھے کے سامنے آ کھڑا ہوتا ہے۔ ایک دوسرا انسان ساری عمر بد اعمال میں گزارتا ہے لیکن آخر میں ایسا کام کر جاتا ہے جو خدا کی خوشنودی کا باعث ہو جاتا ہے۔ سو اصل چیز انجام بخیر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپؓ کی دعائیں قبول فرمائیں اور آپؓ کا انجام بخیر ہوا اور آپؓ اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ

اے میرے دل کے پیارے اے مہرباں ہمارے
کر انکے نام روشن جیسے کہ ہیں ستارے
یہ فضل کر کہ ہوویں نیکو گہر یہ سارے
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ
اے میری جاں کے جانی اے شاہ دو جہانی
کر ایسی مہربانی ان کا نہ ہووے ثانی
دے بخت جاودانی اور فیض آسمانی
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

﴿16﴾ ﴿مشاہدات۔544﴾

حضرت سیّدہ سرور سلطان صاحبہؓ

زوجہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ (البقرہ:154)

یعنی یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اَلَّذِیۡنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتۡ قُلُوۡبُہُمۡ وَالصّٰبِرِیۡنَ عَلٰی مَاۤ اَصَابَہُمۡ (الحج:36)

یعنی ان لوگوں کو کہ جب اللہ کا ذکر بلند کیا جاتا ہے تو ان کے دل مرعوب ہو جاتے ہیں اور جو اس تکلیف پر جو انہیں پہنچی ہو صبر کرنے والے ہیں۔

ہوئے خوب ان کے بھی وارے نیارے
کہ تھے ان کی قسمت کے روشن ستارے

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے **"حضرت سیّدہ سرور سلطان صاحبہؓ زوجہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ"**

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا کہ

"تیرا گھر برکت سے بھر دے گا اور مَیں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ میں سے جن میں سے تُو بعض کو اُس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہو گی"

حضرت سیّدہ سرور سلطان صاحبہ بھی اُن خوش نصیب خواتین میں شمار ہوتی ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بہو بنیں اور حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں ہی آپ کے بطن سے صاحبزادی امۃ السلام

صاحبہ 17 اگست 1907ء کو پیدا ہوئیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے دور کی نسل کی پوتی کو دیکھا اور اس طرح "تریٰ نسلاً بعیدًا" کا الہام ظاہری طور پر پورا ہوا۔

آپؓ کے والد حضرت مولوی غلام حسن خان صاحب پشاوریؓ تھے۔ آپ پیشہ کے اعتبار سے استاد تھے۔ انہوں نے 1890ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تھی۔ حضورؑ نے ان کے بارے میں فرمایا: "حِبّی فی اللہ مولوی غلام حسن صاحب پشاوری اس وقت لدھیانہ میں میرے پاس موجود ہیں۔ محض ملاقات کی غرض سے پشاور سے تشریف لائے ہیں۔ مَیں یقین رکھتا ہوں کہ وہ وفادار مخلص ہیں اور لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَائِمٍ میں داخل ہیں۔ جوش ہمدردی کی راہ سے دو روپیہ ماہواری چندہ دیتے ہیں۔ مجھے اُمید ہے کہ وہ بہت جلد للّٰہی راہوں اور دینی معارف میں ترقی کریں گے کیونکہ فطرت نورانی رکھتے ہیں۔"

(ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ 540)

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے دوسرے صاحبزادے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا رشتہ کرنا چاہتے تھے اس سلسلہ میں آپ علیہ السلام نے حضرت مولوی غلام حسن صاحبؓ کے خاندان میں اُن کا رشتہ کرنے کا ارادہ کیا اور ایک خط حضرت مولوی غلام حسن صاحبؓ کو بھیجا، اس میں آپؑ نے تحریر فرمایا:

"اس سے پہلے اخویم مولوی عبد الکریم صاحب نے برخوردار محمود احمد کے رشتہ ناطہ کے لیے عام دوستوں میں تحریک کی تھی اور آپ کے خط کے پہنچنے سے پہلے ایک دوست نے اپنی لڑکی کے لیے لکھا اور محمود نے اس تعلق کو قبول کرلیا۔ بعد اس کے آج تک میرے دل میں تھا کہ بشیر احمد، اپنے درمیانی لڑکے، کے لیے تحریک کروں جس کی عمر دس برس کی ہے اور صحت اور متانت، مزاج اور ہر ایک بات میں اُس کے آثار اچھے معلوم ہوتے ہیں اور آپ کی تحریر کے موافق عمریں بھی باہم ملتی ہیں۔ اس لیے یہ خط آپ کو لکھتا ہوں اور مَیں قریب ایّام میں اس بارہ میں استخارہ بھی کروں گا اور بصورت رضامندی یہ ضروری ہو گا کہ ہمارے خاندان کے طریق کے موافق آپ لڑکی کو ضروریات علمِ دین سے مطلع فرمادیں اور اس قدر علم ہو کہ قرآن شریف باترجمہ پڑھ لے، نماز اور روزہ اور زکوٰۃ اور حج کے مسائل سے باخبر ہو اور نیز بآسانی خط لکھ سکے اور لڑکی کے نام سے مطلع فرمادیں۔"

نیز آپ علیہ السلام نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ ”چونکہ دونوں کی عمریں چھوٹی ہیں تین برس تک شادی میں توقف ہو گا۔“

12 ستمبر 1902ء کو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کا نکاح حضرت مولوی غلام حسن خان صاحب پشاوریؓ کی صاحبزادی محترمہ سرور سلطان صاحبہ سے ایک ہزار روپیہ مہر پر پڑھا گیا۔ خطبہ نکاح حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے پڑھا اور ایجاب و قبول کے بعد کھجوریں تقسیم کی گئیں۔ اخبار الحکم کے ایڈیٹر حضرت شیخ یعقوب علی صاحب ترابؓ نے اخبار کا ایک خاص نمبر شائع کیا جس میں اس بابرکت تقریب کی تمام کیفیت تفصیل کے ساتھ رقم فرمائی۔

مئی 1906ء میں آپؓ کی شادی کی تقریب عمل میں آئی۔ آپؓ حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ، حضرت مصلح موعودؓ اور دیگر احباب کے ساتھ قادیان سے 10ء مئی 1906ء کو پشاور روانہ ہوئے اور 16ء مئی کو واپس قادیان پہنچ گئے۔

(حیات بشیر از عبد القادر سابق سوداگر مل صفحہ 51اور54)

دونوں خاندانوں کے رہن سہن میں بہت فرق تھا لیکن آپؓ کو اُم المومنین حضرت نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ نے بڑی خوبی سے سنبھال لیا اور اپنے گھر کے نئے ماحول سے آشنا کرنے کے لیے بہت پیار اور محبت سے آپؓ کو سمجھاتیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی آپؓ کے بطن سے پہلا بیٹا پیدا ہوا جس کا نام حمید احمد رکھا گیا لیکن یہ بیٹا اچانک ہنستا کھیلتا ہی فوت ہو گیا۔ آپ نے پہلے تو صبر رکھا لیکن آخر ایک دلدوز آہ اور چیخ اُن کے منہ سے نکلی۔ حضرت اماں جانؓ کو بھی پوتے کی وفات کا بہت دکھ تھا مگر خدا کی رضا پر راضی تھیں۔ حضرت اُم المومنینؓ باہر سے آپؓ کے کمرے میں تشریف لائیں۔ بہو کو گلے سے لگایا اور فرمایا رونا نہیں، چیخ مارنا، بیتاب ہونا! یہ تو اللہ تعالیٰ اپنے محسن اور خالق سے لڑائی ہے کہ تُو نے ہمارا بچہ کیوں لیا!۔ وہ حکیم و علیم ہے! اگر نہ دیتا تو اِس پر کیا شکوہ؟ اور اگر ہمیں اِس قابل نہیں سمجھا کہ یہ بچہ ہمارے ہاں رہتا تو اس کی یہ عین حکمت ہے۔ اس نے ایک نعمت واپس لینے پر بشرط وصبر ورضا نعمتوں کا وعدہ فرمایا۔ بس صبر سے کام لو! بے صبروں پر یہ وعدہ پورا نہ ہو گا۔ یہ سُن کر آپؓ خاموش ہو گئیں۔ آپؓ کو خدا تعالیٰ نے کُل گیارہ بچے چار

بیٹیاں اور سات بیٹے عطا فرمائے جن میں سے دو صغر سنی میں فوت ہو گئے۔ آپ کی اولاد میں صاحبزادی امۃ السلام صاحبہ، صاحبزادہ مظفر احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا حمید احمد صاحب، صاحبزادی امۃ الحمید صاحبہ، صاحبزادہ مرزا منیر احمد صاحب، صاحبزادہ ڈاکٹر بریگیڈیئر مرزا مبشر احمد، صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب، صاحبزادی امۃ المجید صاحبہ اور صاحبزادی امۃ اللطیف صاحبہ شامل ہیں۔ آپؓ اُم مظفر کے نام سے بھی جانی جاتی ہیں۔

سامعین! آپؓ چونکہ کم عمر تھیں تو اپنی شادی کے ابتدائی دنوں کے کچھ واقعات خود سنایا کرتی تھیں مثلاً آپ بتاتی تھیں کہ میری عمر بہت چھوٹی تھی جب بیاہ کر قادیان آگئی تھی۔ میرے والد اس قدر اور بار بار تاکید حضرت اقدسؑ کے احترام کے بارے میں کرتے کہ جب بھی حضورؑ تشریف لائیں تو تم نے احتراماً کھڑے ہونا ہے، ہر بار اور اگر واپس جاتے وقت پھر پلٹ کر واپس ہوئے ہیں تو دوبارہ کھڑے ہونا ہے۔ یہ تاکید اتنی دفعہ کی کہ میرے لیے بتانا مشکل ہے۔ چنانچہ جب حضورؑ پہلی بار ہمارے کمرے میں تشریف لائے تو اس وقت مَیں چارپائی پر ہی کھڑی ہو گئی۔ حضورؑ مسکرا کر باہر تشریف لے گئے۔

ایک اور واقعہ بیان کرتی تھیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب کام سے تھک کر آرام کرنے کے لیے لیٹتے تو حضرت اُمّ ناصر اور مَیں حضور علیہ السلام کے پاؤں دبایا کرتی تھیں۔ آپؑ کو تھکن کی وجہ سے نیند فوراً آجاتی تھی۔ جب آپؑ سو جاتے تو ہم حضور علیہ السلام کے پیروں کی انگلیوں میں گُدگُدی کرتی تھیں۔ حضورؑ جھٹکے سے اٹھتے ہماری طرف دیکھ کر مسکراتے اور پھر سو جاتے۔ لیکن مجھے یاد نہیں کہ کبھی حضور علیہ السلام نے بُرا مانا ہو۔ اس واقعہ سے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اپنے بچوں سے محبت اور شفقت کا بھی پتہ چلتا ہے۔

آپؓ کے صاحبزادے محترم مرزا مظفر احمد صاحب لکھتے ہیں: امّاں کا حضرت اماں جانؓ سے گہری عقیدت اور احترام کا تعلق تھا۔ ناشتے اور دوسرے کاموں سے فارغ ہو کر قریباً روزانہ دوپہر کے کھانے تک اماں جانؓ کی پاکیزہ صحبت میں وقت گزارتیں۔ حضرت اماں جانؓ فرمایا کرتیں کہ میرے دل میں سرور سلطان کی بہت قدر ہے یہ میرے بیٹے کا بہت خیال رکھتی ہیں۔

حضرت اُم مظفرؓ اپنے گھر میں کام کرنے والوں سے بڑی ہمدردی اور مروّت کا سلوک کرتی تھیں۔ اگر کسی کام سے اُن کو باہر یا بازار بھیجتیں اور انہیں واپس آنے میں کچھ دیر ہو جاتی تو بہت گھبرا جاتیں کہ کہیں کوئی حادثہ نہ پیش آ گیا ہو لیکن جب وہ واپس پہنچ جاتا تو سارا بُرا بھلا بھول جاتی تھیں۔ آپ سے جو مستوارت ملنے آتیں تھیں اُن میں سے کافی تعداد غریب خواتین کی ہوتی۔ ایک خاتون لال پری صاحبہ جو سرحد سے قادیان میں آکر آباد ہو گئیں تھیں اور ربوہ کے زمانے میں کافی کمزور اور ضعیف بھی ہو گئی تھیں وہ جب آتیں تو واپسی پر ملازم سے کہہ کر اُن کے لیے ٹانگہ منگوا کر اُن کو گھر بھجواتیں اور ساتھ کہتیں کہ اب تم کمزور ہو گئی ہو کم نکلا کرو کہیں گر کر چوٹ نہ لگ جائے۔ لیکن جب کچھ عرصہ وہ نہ آتیں تو ملازم کو بھیج کر انہیں گھر بلواتیں۔

آپؓ کے صاحبزادے مظفر احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ امّاں نماز، روزہ، تلاوت قرآن کریم کی سختی سے پابند تھیں۔ ان کی ان عبادات کے سینکڑوں نظارے میرے بچپن کے ایّام سے ہی میری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ امّاں اپنے ہاتھ سے کام بڑے شوق سے کرتیں۔ ہمارے بچپن کے ایام قادیان کی زندگی بڑی پُرسکون اور سادہ تھی۔ سکول جانے سے پہلے خود بچوں کے لیے ناشتہ تیار کرتیں۔ چائے پراٹھوں کے ساتھ یا رس بکرم کے ساتھ۔ چولہے کے ارد گرد پیڑھیوں پر بیٹھے ہمیں ناشتہ کراتیں اور دعاؤں کے ساتھ رخصت کرتیں۔ چولہا مٹی کا ہوتا تھا جس میں لکڑی جلتی تھی اور یہ عمل بڑی محنت چاہتا تھا، لکڑی اکثر گیلی ہوتی اور باورچی خانہ دھوئیں سے بھر جاتا تھا۔ بچوں کی بیماری میں ان کا بہت خیال رکھتیں، دوائی پلاتے وقت یَا شَافِی یَا کَافِی کچھ اس سوز اور درد سے کہتیں کہ ان کی یہ دعائیہ آواز آج برسوں بعد بھی دوائی کھاتے وقت میرے کانوں میں گونج جاتی ہے۔

سامعین! حضرت سیّدہ صاحبہ کو ایک بہت بڑی آزمائش سے گزرنا پڑا۔ محض خدا کے فضل واحسان سے آپ اس امتحان میں پوری اُتریں اور صبر اور استقامت کے ساتھ سچائی پر قدم جمائے رکھے۔ ہوا یہ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وفات کے بعد جماعت میں جو فتنہ اٹھا اور کچھ لوگ لاہور چلے گئے۔ ان میں آپ کے والد صاحب بھی تھے قریباً چالیس سال آپ لاہوری جماعت میں شامل رہے۔

یہ بڑی تکلیف کی بات تھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سمدھی خلافت کے منکر ہو گئے تھے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کو اس کا بے حد دکھ تھا۔ دعائیں بھی کرتے اور خطوط لکھ کر سمجھانے کی کوشش بھی کرتے مگر ان کی بیٹی کو اس بات پر تنگ نہ کرتے اور نہ ہی بیٹی اپنے باپ کی طرف داری کرتیں بلکہ خلافت سے مضبوطی سے وابستہ رہیں۔

صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ لکھتی ہیں کہ حضرت اماں جانؓ قادیان میں روزانہ صبح کو سیر کے لیے جاتیں تو راستے میں مختلف گھروں میں رُک کر سلیقہ طریقہ صفائی ستھرائی کی تلقین کرتیں۔ حضرت چچی جان اُمّ مظفر صاحبہؓ بھی کبھی ساتھ ہوتیں۔ اُن کو صفائی ستھرائی کا جنون کی حد تک شوق تھا۔ وہ گھروں میں خود بستر ٹھیک سے بچھواتیں۔ چارپائیاں کسواتیں، چیزیں ٹھیک طرح رکھواتیں بلکہ خود کرنے لگتیں۔ اماں جانؓ تو کہا کرتیں کہ سرور سلطان کو وہم کی حد تک صفائی کی عادت ہے۔ حضرت چچی جانؓ بہت مخیّر تھیں لیکن نہایت ہی سادہ۔ پٹھانوں کا بہت ہی خیال رکھتی تھیں۔ ان کے ہاں کئی پٹھان لڑکے پڑھنے کے لیے ٹھہرے ہوئے تھے۔ ان کے لیے اُسی طرز کے ٹرے، کپ، چائے دانیاں رکھی ہوتیں۔ اسی طرح جو پٹھان گھرانے قادیان میں آباد تھے یا جو بچے بورڈنگ میں رہتے تھے ان کا بھی خیال رکھتیں۔ آپؓ فارسی بولتی تھیں۔ حضرت اماں جیؓ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وفات پر فارسی میں ایک مضمون لکھا کیونکہ آپؓ ان سے بہت محبت کرتی تھیں۔ جب قادیان میں آپؓ نئی نئی آئی تھیں تو جب گھبراتیں تو اُن کے ہاں چلی جاتیں۔ سردیوں میں سبز چائے ہر وقت تیار رہتی جسے اماں جیؓ کے گھر بھجوادیتیں اور گرمیوں میں سوڈا واٹر بھجواتیں۔ آپؓ قادیان کے لوگوں سے اس طرح گھل مل گئی تھیں کہ جیسے وہاں کی ہی پلی بڑھی ہوں۔

سامعین! آپؓ بہت متقی اور پرہیز گار خاتون تھیں اور تقویٰ میں بہت بلند مقام رکھتی تھیں۔ آپؓ خدا تعالیٰ سے ڈرنے والی اور تمام عبادات کو مع تمام شرائط کے ادا کرنے والی تھیں۔ جلسہ سالانہ کے ایام میں آپ حضرت اُم المومنینؓ اور حضرت اُمِ ناصرؓ کے ساتھ مل کر مستورات کے جلسہ کا انتظام کیا کرتی تھیں۔ جب لوائے احمدیت کے لیے سوت کاتا گیا تو آپؓ اُس میں بھی شامل تھیں۔

آپؓ کے ایک واقف زندگی صاحبزادے مرزا مجید احمد صاحب کے بیٹے اور آپ کے پوتے مرزا غلام قادر نے 21 سال کی عمر میں امریکہ کی یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنی زندگی وقف کے لیے پیش

کی اور شہادت کا رتبہ بھی پایا۔ اُن کی شہادت پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے خطبہ جمعہ میں فرمایا کہ ”مرزا غلام قادر شہید کی رگوں سے وہ خون ٹپکا ہے پاکستان کی سرزمین پر جس میں حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت امّاں جانؓ کا خون شامل ہے۔“ لہذا آپ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہوا کہ آپؓ ایک شہید پوتے کی دادی جان بھی تھیں۔

سامعین! حضرت سرور سلطان صاحبہ نے 57 سال کا ایک کامیاب اور طویل عرصہ حضرت قمر الانبیاء مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے ساتھ گزارا۔ آپ اعصابی تکلیف کی وجہ سے کافی عرصہ سے صاحبِ فراش تھیں لیکن بیماری کا عرصہ بڑی ہمت اور صبر کے ساتھ گزارا۔ آخر میں گردوں کی انفیکشن کی وجہ سے آپؓ کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی اور تیز بخار ہو گیا۔ ہر ممکن علاج کے باوجود آپؓ کی طبیعت سنبھل نہ سکی اور یکم فروری 1970ء بروز اتوار ساڑھے چھ بجے اس دارِ فانی سے کُوچ کر گئیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے آپؓ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپؓ کو بہشتی مقبرہ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے مزار کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

سامعین! جیسا کہ خاکسار نے ابتداء میں سورۃ الحج کی آیات تلاوت کیں کہ ان لوگوں کو کہ جب اللہ کا ذکر بلند کیا جاتا ہے تو ان کے دل مرعوب ہو جاتے ہیں اور جو اس تکلیف پر جو انہیں پہنچی ہو صبر کرنے والے ہیں کی آپ مکمل تصویر تھیں۔ اپنی اولاد کی وفات، والد کے لاہوری جماعت میں شامل ہونے اور اپنی علالت پر آپ نے ہمیشہ صبر و تحمل سے کام لیا، صوم و صلاۃ کی پابند رہیں اور نیکیوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے۔ آمین

طبیعت جو ان کی بہت ہی بھلی تھی
شریعت طریقت میں بالکل ڈھلی تھی

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿17﴾　﴿مشاہدات۔496﴾

سیرت حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد رضی اللہ عنہ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ فَلِاَنۡفُسِكُمۡ ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡنَ اِلَّا ابۡتِغَآءَ وَجۡهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ يُّوَفَّ اِلَيۡكُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تُظۡلَمُوۡنَ (البقرہ:273)

ترجمہ: اور جو بھی تم مال میں سے خرچ کرو تو وہ تمہارے اپنے ہی فائدہ میں ہے۔ جبکہ تم تو اللہ کی رضاجوئی کے سوا (کبھی) خرچ نہیں کرتے۔ اور جو بھی تم مال میں سے خرچ کرو وہ تمہیں بھرپور واپس کر دیا جائے گا اور ہرگز تم سے کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی۔

خدایا اے میرے پیارے خدایا
یہ کیسے ہیں ترے مجھ پر عطایا
شریف احمد کو بھی یہ پھل کھلایا
کہ اُس کو تو نے خود فرقاں سکھایا

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے ”سیرت حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد رضی اللہ عنہ“

حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کی پیدائش بھی اُن بے شمار نشانوں میں سے ایک تھی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت و نصرت کے لئے نازل ہوئے۔ حضورؑ نے مئی 1895ء میں اپنی کتاب ”ضیاء الحق“ میں لکھا کہ ”ہمیں خدا تعالیٰ نے عبد الحق کی یاوہ گوئی کے جواب میں بشارت دی تھی کہ تجھے ایک لڑکا دیا جائے گا جیسا کہ ہم اسی رسالہ ”انوار الاسلام“ میں اس بشارت کو شائع بھی کر چکے ہیں۔ سو الحمد للہ والمنۃ کہ اس الہام کے مطابق 27ء ذیقعد 1312ھ میں مطابق 24ء مئی 1895ء میرے گھر میں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام شریف احمد رکھا گیا“

حضرت مرزا شریف احمد رضی اللہ عنہ کی پیدائش پر 24، مئی 1895ء کو عالم کشف میں حضرت مسیح موعودؑ نے دو نظارے دیکھے جن کے بارے میں آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

''جب یہ پیدا ہوا تھا تو اس وقت عالم کشف میں آسمان پر ایک ستارہ دیکھا جس پر لکھا تھا '' **مُعَمَّرُاللّٰہ** ''

''اس وقت عالم کشف میں مَیں نے دیکھا کہ آسمان پر سے ایک روپیہ اُترا اور میرے ہاتھ پر رکھا گیا۔ اِس پر لکھا تھا'' **مُعَمَّرُاللّٰہ**۔''

(تذکرہ صفحہ 227 ایڈیشن پنجم)

آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو متعدد الہامات وکشوف ہوئے تھے جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

1903ء میں جب طاعون کا زور تھا۔ اُس وقت حضرت صاحبزادہ صاحبؓ شدید بیمار ہو گئے۔ حضورؑ کو فکر لاحق ہوئی کہ اگر خدانخواستہ بچہ فوت ہو گیا تو مخالفوں کو حق پوشی کا موقعہ ملے گا۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں: ''مجھے خیال آیا کہ اگرچہ انسان کو موت سے گریز نہیں مگر اگر لڑکا ان دنوں میں فوت ہو گیا تو دشمن اس تپ کو طاعون ٹھہرائیں گے اور خدا تعالیٰ کی اس پاک وحی کی تکذیب کریں گے جو اس نے فرمایا ہے ''اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّار یعنی مَیں ہر ایک کو جو تیرے گھر کی چار دیوار کے اندر ہے طاعون سے بچاؤں گا۔''

(روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 87)

اسی فکر اور حالت میں آپؑ نے وضو کیا اور نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ آپؑ فرماتے ہیں ''میں اُس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ ابھی میں شاید تین رکعت پڑھ چکا تھا کہ میرے پر کشفی حالت طاری ہو گئی اور میں نے کشفی نظر سے دیکھا کہ لڑکا بالکل تندرست ہے، تب وہ کشفی حالت جاتی رہی اور میں نے دیکھا کہ لڑکا ہوش کے ساتھ چارپائی پر بیٹھا ہے اور پانی مانگتا ہے اور میں چار رکعت پوری کر چکا تھا، فی الفور اس کو پانی دیا اور بدن پر ہاتھ لگا کر دیکھا کہ تپ کا نام ونشان اور ہذیان اور بیتابی اور بیہوشی بالکل دور ہو چکی تھی اور لڑکے کی حالت بالکل تندرستی کی تھی۔''

(روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 88)

1903ء ہی کے ایک کشفی نظارہ کے ذکر میں حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ''چند سال ہوئے ایک دفعہ ہم نے عالمِ کشف میں اسی لڑکے شریف احمد کے متعلق کہا تھا کہ **''اب تُو ہماری جگہ بیٹھ ہم چلتے ہیں۔''**

(تذکرہ صفحہ 402)

سامعین! اگر ہم آپؓ کی زندگی کا جائزہ لیں تو یہ بات واضح نظر آتی ہے کہ اس کشف میں دراصل اشارہ تھا کہ آپؓ کی زندگی حضور علیہ السلام کے جاری فرمودہ کاموں کے سرانجام دینے میں گزرے گی۔ چنانچہ آپؓ کی عمر کا اکثر حصہ نظارت تعلیم و تربیت اور نظارت اصلاح و ارشاد کے ناظر کے طور پر کام کرتے ہوئے بسر ہوا۔ لہٰذا حضور علیہ السلام کا یہ کشف کچھ تو آپؓ کی زندگی میں پورا ہوا اور اس کا کچھ حصہ آپؓ کی نسل کے ذریعہ بھی پورا ہو رہا ہے کیونکہ حضرت اقدس علیہ السلام کی قائم مقامی اور جانشینی کرنے والے اصل وجود تو آپؑ کے خلفاء ہی ہیں اور اس کی ایک مثال ہمارے موجودہ پیارے امام، خلیفۂ وقت حضرت مرزا مسرور احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہیں جو کہ آپ رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں۔

حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ایک کشف کے بارے میں فرماتے ہیں: شریف احمد کو خواب میں دیکھا کہ اس نے پگڑی باندھی ہوئی ہے اور دو آدمی پاس کھڑے ہیں۔ ایک نے شریف احمد کی طرف اشارہ کر کے کہا **''وہ بادشاہ آیا''** دوسرے نے کہا **''ابھی تو اِس نے قاضی بننا ہے۔''** فرمایا ''قاضی حَکَم کو بھی کہتے ہیں۔ قاضی وہ ہے جو تائید حق کرے اور باطل کو ردّ کرے۔''

خواب میں پگڑی دیکھنا عزت اور مرتبہ حاصل ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اس رؤیا کا ایک حصہ آپ کے قاضی بننے کی پیش خبری ہے جو لفظاً اور مفہوماً دونوں طرح پوری ہوئی اور آپؓ نظام سلسلہ کے ماتحت ایک دفعہ قاضی بھی مقرر ہوئے تھے۔

سامعین! جیسا کہ خاکسار نے ابتداء میں تلاوت کی ہے کہ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ فَلِاَنْفُسِکُمْ یعنی جو بھی تم مال میں سے خرچ کرو تو وہ تمہارے اپنے ہی فائدہ میں ہے کے تحت الہام ''وہ بادشاہ آیا'' بھی اس طرح آپؓ کی زندگی پر پورا اُترتا ہے کہ خرچ کرتے یا خیرات کرتے وقت آپ یہ نہیں سوچتے تھے کہ میرے پاس کچھ باقی بچتا بھی ہے کہ نہیں۔ بیان کرنے والے بیان کرتے ہیں کہ گول بازار ربوہ میں سے گزرتے یا

راہ چلتے کوئی محتاج یا سوالی سامنے آجاتا تو آپ فوراً جیب میں ہاتھ ڈالتے اور پانچ دس یا بیس روپے جو ہاتھ میں آتا اسے عنایت فرما دیتے اور ایسے بھی کئی مرتبہ دیکھا کہ ہاتھ میں سو روپے کا نوٹ آگیا ہے تو وہی اسے تھما دیا اور لینے والا پریشان ہو گیا کہ یہ حقیقت ہے یا خواب دیکھ رہا ہوں کیونکہ اس وقت ساٹھ ستر روپے تو کارکن کی تنخواہ ہوتی تھی۔ تو جو کچھ بھی خرچ کیا خدا کی خاطر ہی کیا جس نے آپؓ کو دین اور دنیا دونوں میں ہی سُرخرو کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی رؤیا ''وہ بادشاہ آیا'' حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے روحانی بادشاہ بننے کی صورت میں بھی پوری ہوئی جو کہ آپؓ کے پوتے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے سات سال کی عمر میں قرآن مجید ختم کیا تھا۔ آپؓ نے قرآن کریم حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ موجد قاعدہ یسرنا القرآن سے پڑھا۔ بعض دینی علوم حضرت حکیم مولانا نور الدین صاحبؓ سے حاصل کئے اور بخاری شریف درساً درساً مکمل کی۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ احمدیہ قادیان میں حاصل کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے درسوں میں شامل ہوتے رہے۔ اس سلسلہ میں ایک واقعہ بھی بیان کیا جاتا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضورؓ کی خاص توجہ آپؓ کو حاصل تھی۔ حضرت منشی نور محمد صاحب بیان فرماتے ہیں کہ ہم سترہ اٹھارہ آدمی حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی مجلس علم و عرفان میں بیٹھے تھے کہ آپ پر خاص حالت طاری ہوئی۔ حضور نے فرمایا دیکھو! تمام لوگ مجلس میں موجود ہیں؟ عرض کیا گیا کہ میاں شریف احمد صاحب ابھی اٹھ کر باہر گئے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ انہیں فوراً بلائیں۔ آپ اسی حالت میں انتظار میں رہے۔ جب میاں صاحب واپس تشریف لائے تو حضورؓ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور بہت تضرّع سے دعا کی۔ دعا سے فارغ ہو کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اطلاع دی تھی کہ اس وقت مجلس میں شامل لوگ جنتی ہوں گے۔ اس لئے میں نے چاہا کہ ہماری اس مجلس کا کوئی ساتھی باہر نہ رہ جائے۔

(الفضل انٹرنیشنل 30مارچ 2012ء)

1911ء میں سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ نے ایک پرائیویٹ کلاس گھر میں شروع فرمائی اس کلاس میں بھی آپ شامل رہے۔ اس کلاس میں خطبہ الہامیہ، دروس النحویہ حصہ دوم، قصیدہ بانت سعاد پڑھایا جاتا تھا۔ قادیان میں جو سب سے پہلے مبلغین کلاس جاری ہوئی آپؓ بھی اس کلاس کے طالب علم تھے۔ قرآن مجید صحاح ستہ مکمل اور اصول فقہ کی بعض بنیادی کتابیں آپ نے اس جماعت کے

ساتھ پڑھیں۔ تقریباً چھ ماہ تک جامعۃ الازھر میں بھی تعلیم حاصل کی۔ ظاہری تعلیم تو یہی تھی لیکن آپ کے تبحّرِ علمی کو دیکھ کر احساس ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر آپ کو دینی و دنیوی علوم سے نوازا تھا۔ آپؓ کو تاریخ سے بھی دلچسپی تھی فوج اور صنعت و حرفت کے علوم پر بھی دسترس حاصل تھی۔ انگریزی اور عربی زبانوں میں خاص قابلیت رکھتے تھے۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ فرماتی ہیں کہ آپؓ نے ظاہری تعلیم بہت التزام سے یا کالجوں وغیرہ میں حاصل نہیں کی تھی لیکن علم وسیع اور ٹھوس تھا۔ علمِ دین کے ہر پہلو پر عبور تھا۔ عربی ایسی پڑھاتے تھے کہ چند دن میں پڑھنے والے کو کہیں سے کہیں پہنچا دیتے۔ قادیان سے مربیان کی جو پہلی کلاس جاری ہوئی اُس میں بھی آپؓ شامل تھے۔ قرآن مجید، حدیث اور علم الکلام سے آپؓ کو خاص لگاؤ تھا۔ کئی دفعہ رمضان المبارک کے دوران مسجد مبارک میں بخاری شریف کا درس دیا۔

سامعین! حضرت نواب محمد علی خاں صاحب کی پہلی بیوی محترمہ امۃ الحمید بیگم صاحبہ 27ء اکتوبر 1906ء کو وفات پا گئیں تھیں۔ اُن کی وفات کے بعد حضرت نواب صاحب کو اپنی صاحبزادی حضرت بو زینب بیگم صاحبہ کی شادی کی فکر لاحق ہوئی۔ حضرت مسیح موعودؑ کو بھی اس بات کا احساس تھا۔ ایک روز آپؑ کو اس طرف توجہ پیدا ہوئی اور آپؑ نے حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ کے رشتہ کا پیغام دیا جو حضرت نواب صاحبؓ نے بڑی خوشی سے قبول کر لیا۔ رشتہ طے ہونے کے بعد حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت نواب صاحبؓ کو یہ بھی تحریک فرمائی کہ زندگی کا اعتبار نہیں، نکاح مسنون طور پر کر دیا جائے اور دونوں کے بلوغ کے بعد رخصتانہ ہو جائے گا۔ چنانچہ 15ء نومبر 1906ء کو قادیان دارالامان میں بعد نماز عصر نئے مہمان خانہ کے صحن میں حضرت حکیم مولانا نور الدین صاحبؓ نے ایک ہزار روپیہ حق مہر پر اس مبارک نکاح کا اعلان فرمایا۔ آپؓ نے اپنے خطبہ نکاح میں **بَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالًا كَثِيۡرًا** کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا "اس آدم کی اولاد بھی دنیا میں اسی طرح پھیلنے والی ہے، میرا ایمان ہے کہ بڑے خوش قسمت وہ لوگ ہیں جن کے تعلقات اس آدم کے ساتھ پیدا ہوں۔ کیونکہ اس کی اولاد میں اس قسم کے رجال اور نساء پیدا ہونے والے ہیں جو خدا تعالیٰ کے حضور میں خاص طور پر منتخب ہو کر اُس کے مکالمات سے مشرف ہوں گے .... مجھے سب سے بڑھ کر جوش اس بات کا ہے کہ میں مسیح موعودؑ کی بیوی، بچوں، متعلقین اور قادیان

کے رہنے والوں کے واسطے دعائیں کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ان کو رجالاً کثیراً اور تقویٰ اللہ والے کا مصداق بنائے“۔ ایجاب و قبول کے بعد حضرت مسیح موعودؑ نے دعا کروائی۔ البتہ شادی حضورؑ کی وفات کے بعد 9 مئی 1909ء کو ہوئی اور 10 مئی 1909ء کو دعوت ولیمہ ہوئی۔

خدا تعالیٰ نے آپؓ کو چھ بچوں سے نوازا یعنی محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب، محترم صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب، محترم صاحبزادہ کرنل مرزا داؤد احمد صاحب، محترمہ صاحبزادی امۃ الودود صاحبہ، محترمہ صاحبزادی امۃ الباری صاحبہ اہلیہ مکرم نواب عباس احمد خاں صاحب، محترمہ صاحبزادی امۃ الوحید بیگم صاحبہ اہلیہ مرزا خورشید احمد صاحب۔

سامعین کرام! آپؓ کو قرآن کریم اور احادیثِ مبارکہ سے عشق تھا۔ دوسروں سے بھی پڑھواتے تھے۔ تربیت کے لیے بچوں سے کثرت سے قرآن مجید سنتے تھے۔ عموماً پیار و محبت سے اور دعا سے ہی نصیحت فرماتے۔ کسی بات پر زور دینا ہو تو بار بار فرماتے لیکن غصہ میں نہ آتے۔ بچیوں کو ناخن بڑھانے اور بے جا فیشن کرنے سے منع فرماتے۔ بچوں کو پڑھنے کی تلقین فرماتے اور مطالعہ کی عادت ڈالنے کے لیے اچھی کہانیوں کی کتب لا کر دیتے اور پھر وہ کہانیاں ان سے سنتے بھی۔ سائیکل چلانا سیکھنے کی تلقین فرماتے اور بندوق اور پستول سے نشانہ کرنا سکھاتے۔ آپؓ کی گفتگو میں مزاح کا پہلو بھی پایا جاتا تھا۔ لطیف ادب سے لگاؤ تھا۔ شعر و سخن سے دلچسپی تھی، خود بھی شعر کہتے تھے۔

اے خدا مجھ کو تو دنیا میں مزا آتا نہیں
اس جہاں کا کوئی بھی منظر مجھے بھاتا نہیں

محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ صبح کی نماز کے بعد افرادِ خانہ کو اکٹھا کر کے 15 یا 20 منٹ کا درس دیا کرتے تھے اور طریق یہ تھا کہ حاضرین میں سے کسی کو حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب پڑھنے کو کہتے اور جس بات کی تشریح کی ضرورت ہوتی وہ فرماتے تھے۔ آپؓ بلند آواز میں سفر میں بھی تلاوت کرتے تھے۔ صحابہؓ بتاتے تھے کہ آپؓ کی آواز حضرت مسیح موعودؑ کی آواز سے ملتی تھی۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر ’ذکرِ حبیبؑ‘ کے موضوع پر کئی تقاریر بھی فرمائیں۔

آپؓ اسیر راہ مولیٰ بھی رہے۔ 1953ء میں آپؓ نے دو ماہ کی سخت قید کاٹی۔ رتن باغ لاہور سے آپؓ کو اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو ایک سراسر ناجائز اور غلط الزام میں گرفتار کر لیا گیا اور سزا سنائی گئی لیکن اللہ کے فضل سے آپ دونوں بزرگ تقریباً دو ماہ کے بعد قید سے رہا ہو گئے۔ اس دوران بھی آپؓ ہشاش بشاش اور مطمئن نظر آئے اور ساتھی قیدیوں کو دلچسپ واقعات اور ایمان افروز باتیں سنا کر اُن کا حوصلہ بلند کرتے رہے۔ گویا جیل میں بھی ہر روز مجلسِ عرفان سجتی تھی۔

(ماہنامہ خالد ربوہ سیدنا ناصر نمبر صفحہ 241-245)

آپؓ کچھ عرصہ فوج میں بھی رہے اور احمدیہ ٹیریٹوریل فورس کا انتظام بھی آپؓ کے سپرد رہا۔ جب آپؓ فوج میں گئے تو آپؓ کے پاس نشانہ میں اوّل آنے کا تمغہ موجود تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی طبعیت میں مردانہ شجاعت کا ایک نمایاں وصف بھی تھا۔ محترم مرزا منصور احمد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ لاہور میں جماعت کے خلاف جلوس وغیرہ دیکھنے کے لیے کئی دفعہ آپؓ اکیلے ہی گھر سے نکل جاتے تھے، ہم پریشان ہو جاتے لیکن آپؓ بڑے آرام اور تسلی سے واپس آرہے ہوتے تھے کہ مَیں ذرا حالات دیکھنے گیا تھا۔ ایک دفعہ آپؓ تانگے پہ سفر کر رہے تھے کہ اچانک تانگے کے آگے ایک سانپ پھن پھیلائے آگیا۔ سواریاں چھلانگیں لگا کر اِدھر اُدھر ہو گئیں لیکن آپؓ اُتر کر سانپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اُس کی طرف بڑھے تو وہ بھاگ گیا۔

قادیان میں حضرت مصلح موعودؓ نے جماعت اور شعائر اللہ کی حفاظت کے لیے نظارتِ خاص قائم فرمائی جس کا ناظر آپؓ کو مقرر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے آپؓ کی بیدار مغزی اور حُسنِ تدبیر سے احرار کی چالیں ناکام ہونے لگیں تو دُشمن نے آپؓ پر ایک شخص حنیفا کے ذریعے لاٹھی سے حملہ کروایا لیکن خدا تعالیٰ کے فضل سے آپؓ محفوظ رہے۔

(خدیجہ 2013ء شمارہ نمبر 1 صفحہ 163)

1955ء میں حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کی نگرانی میں بڑے سائز پر ربوہ کا ایک نقشہ تیار کروایا گیا جو بعد میں شائع ہوا جس میں شہر کی سڑکوں، گلیوں اور دیگر مشہور پبلک مقامات کو نمایاں کیا گیا تھا۔

(تاریخ احمدیت جلد 18 صفحہ 328)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں کہ آپؓ کو حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ بعض لحاظ سے خاص مشابہت تھی۔ یہ مشابہت جسمانی نوعیت کے لحاظ سے بھی تھی اور حضرت مسیح موعودؑ کی طرح مزاج میں ایک لطیف قسم کا توازن پایا جاتا تھا اور طبیعت میں انتہائی سادگی اور غریب نوازی تھی۔

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ فرماتی ہیں کہ میری اور آپؓ کی عمر میں بہت کم فرق تھا۔ ہر وقت کا ساتھ، اکٹھے کھیلنا کودنا۔ بچپن میں بہت شوخ و شنگ بھی تھے مگر کبھی نہیں لڑے۔ مجھے کبھی انہوں نے نہیں ستایا، بلکہ ہمیشہ میرا ہی کہنا مان لیتے۔ شادی ہوئی تو دوہرا رشتہ ہوا میرے میاں کے داماد بنے۔ کئی سال پھر بوزینب بیگم کی علالت کے سلسلہ میں ہمارے ہاں ٹھہرے۔ لیکن کبھی تکرار نہیں ہوئی۔ میرا بھائی میرا بھائی ہی بنا رہا۔ لوگوں کی نظر میں یہ ایک معمولی بات ہو سکتی ہے مگر میری نگاہ میں اس بات کی بے حد قدر تھی۔

(رسالہ الفرقان ربوہ جنوری، فروری 1962ء صفحہ 44)

1924ء اکتوبر میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے سفر یورپ کے دوران مسجد فضل لندن کی بنیاد رکھی اور یہاں پہلا تاریخی جمعۃ المبارک پڑھایا۔ اس جمعۃ المبارک میں شامل ہونے والے افراد میں حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمدؓ صاحب بھی تھے۔

(الحکم قادیان 28 نومبر 1924ء صفحہ 4)

اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو زبردست روحانی قوت عطا فرمائی تھی اور آپؓ کی توجہ بڑی اثر انگیز تھی۔ حضرت ڈپٹی میاں محمد شریف صاحبؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ شکار کے لیے ہم شیخوپورہ گئے اور شہر کے ارد گرد جنگل میں پھرتے ہوئے دُور تک نکل گئے۔ ایک جگہ ہمیں جھونپڑی نظر آئی جس کے اندر ایک بوڑھا سکھ لیٹا ہوا درد سے تڑپ رہا تھا اس نے علاج کے لیے بہت سے تعویذ باندھ رکھے تھے۔ اس نے بتایا کہ کئی دن سے اس کا یہی حال ہے۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر ہمیں بڑا ترس آیا۔ مَیں نے حضرت میاں صاحبؓ سے دعا کے لیے عرض کیا تو آپؓ نے زیر لب کچھ دعائیں پڑھنے کے بعد اس پر دَم کیا تو اسے فوراً آرام آگیا اور وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر آپؓ کا شکریہ ادا کیا اور دعائیں دیں۔

(الفضل انٹرنیشنل 30 مارچ 2012ء)

سامعین! آپؓ لمبا عرصہ اعصابی تکالیف اور نقرس وغیرہ سے بیمار رہے مگر آپ نے اس بیماری اور تکلیف کو غیر معمولی صبر، ہمت اور حوصلہ کے ساتھ برداشت کیا۔ بعض اوقات زندگی کی امید باقی نہ رہتی تھی پھر بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام کے مطابق **عَمَّرَہُ اللّٰہُ عَلٰی خِلَافِ التَّوَقُّعِ** زندگی کی مہلت بڑھتی چلی گئی۔26 دسمبر 1961ء بوقت آٹھ بجے صبح بعمر ساڑھے 66 سال ربوہ میں آپؓ نے وفات پائی۔ جلسہ سالانہ کے پہلے دن کے دوسرے اجلاس کے اختتام پر (جس کو مختصر کر دیا گیا تھا) بعد دوپہر اڑھائی بجے بہشتی مقبرہ ربوہ کے وسیع میدان میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے آپؓ کی نماز جنازہ پڑھائی جس میں جلسہ سالانہ پر آئے ہوئے ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ بعد ازاں بہشتی مقبرہ کے احاطہ خاص میں تدفین ہوئی۔

(ضمیمہ الفضل ربوہ 28 تا 30 دسمبر 1961ء)

آپؓ کی عمر 66 سال تھی اور آپؓ اپنے بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹی عمر میں فوت ہوئے۔

آپ کی وفات سے ایک رات قبل مکرم حکیم پیر احمد شاہ صاحب آف سیالکوٹ نے خواب دیکھا کہ آپؓ چارپائی پر لیٹے ہوئے ہیں، چارپائی کے ایک طرف حضرت مسیح موعودؑ اور دوسری طرف حضرت اماں جانؓ ہیں۔ آپؓ کے بازو میں درد ہوتا ہے جس کا اظہار آپؓ حضورؑ سے کر رہے ہیں۔ حضورؑ بڑی محبت کے ساتھ فرماتے ہیں: "بیٹا! فکر نہ کرو، تم دس بجے سے پہلے میرے پاس پہنچ جاؤ گے"۔26 دسمبر کی صبح دس بجے سے پہلے آپؓ کی وفات سے یہ خواب پورا ہو گیا۔

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے تحریر فرمایا:

"وہ عالی دماغ، وہ جوہر قابل، وہ نیر تاباں، افسوس کہ بیماریوں کے بادلوں میں اکثر چھپا رہا اور اس کی پوری روشنی سے اس کی قابلیت خداداد سے دنیا فائدہ نہ اٹھا سکی ... وہ ایک نہایت شریف اسم با مسمیٰ، نہایت صاف دل، غریب طبیعت، دل کے بادشاہ، عالی حوصلہ، صابر، متحمل مزاج وجود تھے... کوئی بطور سچی شہادت کے مجھ سے ان کی بابت سوال کرے تو میں یہی کہونگی کہ وہ ایک ہیرا تھا نایاب، وہ سراپا شرافت تھا۔ ایک چاند تھا جو چھپا رہا۔"

حضرت مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری لکھتے ہیں:

خاکسار کو حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کے ساتھ نظارت تعلیم و نظارت تبلیغ میں سالہا سال کام کرنے کا موقعہ ملا۔ آپؓ کی زندگی ہمدردی اور سلسلہ کے لئے غیرت کا ایک نمونہ تھی۔ آپ کو اپنے ماتحتوں کی تکلیف کا بہت احساس ہوتا تھا، آپ کو چین نہیں آتا تھا جب تک اس تکلیف کا ازالہ نہ کر لیں۔ آپ بلاشبہ نظام کے بڑے قائل تھے مگر طبیعت میں خدمت دین کرنے والوں کیلئے گہری محبت تھی۔ اپنے اساتذہ بالخصوص حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ کا بہت احترام کرتے تھے۔

(ماہنامہ نصار اللہ ربوہ جنوری 2005ء)

سامعین کرام! حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبشر اولاد اور ان پانچ تن میں سے تھے جنہیں حضورؑ نے اپنے خاندان کی بنیاد قرار دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ:

مری اولاد سب تیری عطا ہے
ہر اِک تیری بشارت سے ہوا ہے
یہ پانچوں جو کہ نسلِ سیّدہ ہے
یہی ہیں پنجتن جن پر بِنا ہے
یہ تیرا فضل ہے اے میرے ہادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

✡✡✡✡

﴿18﴾ ﴿مشاہدات۔564﴾

حضرت بُوزینب صاحبہؓ

زوجہ حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اِنۡ تُبۡدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا ہِیَ ۚ وَاِنۡ تُخۡفُوۡہَا وَتُؤۡتُوۡہَا الۡفُقَرَآءَ فَہُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ (البقرہ:172)

تم اگر صدقات کو ظاہر کرو تو یہ بھی عمدہ بات ہے اور اگر تم انہیں چھپاؤ اور انہیں حاجت مندوں کو دو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔

سامعین ! میری تقریر کا عنوان ہے سیرت ” حضرت بُو زینب صاحبہؓ زوجہ حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ“

حضرت بُوزینب صاحبہؓ حضرت مسیح موعودؑ کی سب سے چھوٹی بہو یعنی حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کی اہلیہ محترمہ تھیں۔ آپ ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی دادی جان تھیں۔ آپ کا شمار خواتین مبارکہ میں ہوتا ہے۔

جس طرح اردو زبان میں کسی معزز خاتون کے لیے ”بی بی“ کا لفظ بولا جاتا ہے اسی طرح ہندوستان کی ریاست مالیر کوٹلہ میں اُن کی مقامی زبان میں معزز خاتون کے لیے ”بُو“ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے اسی لیے آپ بُو زینب صاحبہ کہلاتی تھیں۔ آپؓ کے والد حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ تھے۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تین سو تیرہ صحابہ میں شامل تھے اور اس کے علاوہ حضور علیہ السلام کے داماد بھی تھے۔ بُوزینب صاحبہؓ کی والدہ بُو مہرالنساء صاحبہ حضرت نواب صاحبؓ کی پہلی بیوی اور خالہ زاد بھی تھیں۔

حضرت بُوزینب صاحبہ 19ء مئی 1893ء کو ریاست مالیر کوٹلہ میں پیدا ہوئیں۔ اس ریاست میں حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کی اپنی جاگیر اور حویلی تھی جسے شیروانی کوٹ کہتے تھے اسی جگہ حضرت بُوزینب

صاحبہؓ کی پیدائش ہوئی۔ آپ نے اپنا بچپن اسی جگہ پر گزارا لیکن اکثر اپنے والد کے ساتھ قادیان آتی جاتی تھیں۔ حضرت نواب صاحبؓ کی اہلیہ اوّل محترمہ مہر النساء بیگم صاحبہ کے بطن سے دو لڑکیاں اور چار لڑکے پیدا ہوئے۔ ایک بیٹی کا نام امۃ السلام تھا جو چند ماہ کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اس کے علاوہ آپؓ کے چار بھائی تھے۔ نواب عبد الرحمٰن خان صاحب، نواب عبد اللہ خان صاحب، نواب عبد الرحیم خالد صاحب اور نواب عبد الرب صاحب۔ آپؓ کی والدہ صاحبہ آپ کے چھوٹے بھائی نواب عبد الرب کی ولادت پر زچگی کے دوران وفات پا گئیں تھیں بعد ازاں یہ نومولود بھی فوت ہو گیا۔ بچے چونکہ ابھی چھوٹے تھے اس لئے نواب صاحب نے آپؓ کی خالہ بُو امۃ الحمید صاحبہ سے دوسری شادی کی۔ جنہوں نے بڑی محبت سے اپنی بڑی بہن کے بچوں کی پرورش کی۔ حضرت بُو زینب صاحبہؓ کو بھی اپنی خالہ (دوسری والدہ) سے بے حد محبت تھی جب بھی کوئی قادیان جاتا تو اسے تاکید کرتیں کہ میری خالہ کی قبر پر جا کر ضرور دعا کرنا۔

حضرت نواب صاحبؓ کی اہلیہ ثانی محترمہ بُو امۃ الحمید بیگم صاحبہ کے بطن سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ وہ 1906ء میں وفات پا گئیں تو ان کا جنازہ حضرت مسیح موعودؑ نے پڑھایا۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے ماتحت 17، فروری 1908ء کو حضرت مسیح موعودؑ کی بڑی صاحبزادی حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کا نکاح حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ سے ہو گیا۔ یوں حضرت نواب صاحب موصوفؓ کی یہ تیسری شادی ہوئی۔

سامعین! اپنی دوسری والدہ کے بعد آپ جب تنہا رہ گئیں تو آپ کے والد کو فکر ہوئی کہ اب آپ کی شادی کر دینی چاہیے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی اس بات کا علم تھا اور فکر تھی اس لیے آپ علیہ السلام نے دُعا کر کے اپنے چھوٹے صاحبزادے حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کا رشتہ بھجوایا۔ جو نواب صاحب نے بخوشی قبول کر لیا حالانکہ آپ کے خاندان کے غیر احمدی احباب اس رشتہ پر ناراض بھی ہوئے مگر آپ نے پرواہ نہ کی اور فرمایا کہ

”اگر شریف احمد ٹھیکرا (مٹّی کے برتن کا ٹکڑا) لے کر گلیوں میں بھیک مانگ رہا ہوتا اور دوسری جانب ایک بادشاہ رشتہ کا خواستگار ہوتا تب بھی مَیں شریف احمد ہی کو بیٹی دیتا۔“

لہٰذا اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ اور حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کی بیٹی حضرت بُوزینب بیگم صاحبہؓ کا نکاح 15 نومبر 1906ء کو بعد نماز عصر قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمان خانہ کے صحن میں ہو گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل مولانا حکیم نور الدین صاحبؓ نے حضور علیہ السلام کی موجودگی میں ایک ہزار مہر حق پر نکاح کا اعلان فرمایا۔ شادی 9ء مئی 1909ء کو اور ولیمہ 10ء مئی کو ہوا۔

سامعین! حضرت بُوزینب صاحبہؓ کی شادی کا واقعہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ:

"بُوزینب بیگم صاحبہ کا رخصتانہ نہایت سادگی سے عمل میں آیا۔ حضرت اماں جانؓ نے سامان، کپڑا، زیور وغیرہ ہمارے ہاں بھجوادیا تھا اور چونکہ نواب صاحب کا منشاء تھا کہ حضرت فاطمہؓ کی طرح رخصتانہ ہو۔ سو دلہن تیار ہوگئی تو نواب صاحب نے پاس بٹھا کر نصائح کیں اور پھر مجھے کہا کہ حضرت اماں جانؓ کی طرف چھوڑ آؤں۔ سیّدہ اُمِّ ناصر صاحبہ والے صحن میں جو سیّدہ اُمِّ وسیم صاحبہ کی طرف سے سیڑھیاں اُترتی ہیں، وہاں حضرت امّاں جانؓ نے استقبال کیا اور دلہن کو دارالبرکات میں لے گئیں۔"

حضرت بُوزینبؓ کی رخصتی سے کچھ عرصہ پہلے آپ کے والد حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کی شادی حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ سے ہوئی تھی۔ اس شادی کو آپ سمیت آپ کے بھائیوں نے بھی بڑی خوشدلی سے قبول کیا تھا۔ حضرت بُوزینب صاحبہؓ کو حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ سے بہت عقیدت اور محبت تھی اور آپ اُن کی بے حد عزت کرتی تھیں اور اُن کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی تھیں کہ وہ بے حد محبت کرنے والی ماں ثابت ہوئیں۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ سے آپؓ کے پانچ بہن بھائی تھے اور آپ کو اپنے ان بہن بھائیوں سے بھی بہت محبت تھی۔ آپ ہر ایک کی خوشی میں دل سے خوش ہوتی تھیں اور ہر ایک کی فکر رکھتی تھیں۔ سب بہن بھائی بھی آپؓ سے بہت محبت اور عزت کرتے تھے۔

حضرت بُوزینب صاحبہؓ کو اللہ تعالیٰ نے چھ بچوں سے نوازا جن میں تین بیٹے صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب (جن کی شادی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی سب سے بڑی صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ سے ہوئی جو کہ ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی والدہ تھیں۔)

پھر حضرت مرزا داؤد احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب، صاحبزادی امۃ الودود صاحبہ (جو کہ جوانی میں ہی وفات پا گئیں تھیں)، صاحبزادی امۃ الباری صاحبہ اور صاحبزادی امۃ الوحید بیگم صاحبہ شامل ہیں۔

سامعین! حضرت بُوزینب صاحبہؓ بہت ملنسار، خوش خلق اور بہت مہمان نواز تھیں۔ ہمیشہ ایک پیاری سی مسکراہٹ کے ساتھ سب کو خوش آمدید کہتیں، خاطر تواضع کرتیں۔ اگر کوئی اپنے ہاتھ سے پکا کر ان کے لیے کچھ لے جاتا تو بہت خوش ہوتیں، تعریف کرتیں اور دوسروں کو تعریف کر کے کھلاتیں۔ ہر ایک کا دکھ سکھ سنتیں کبھی کسی سے شکوہ نہ کرتیں۔ کبھی کوئی بات کہہ بھی دیتا تو خاموش رہتیں۔ انتہائی ملنسار، غریبوں کا خیال رکھنے والی تھیں۔ اپنے ملازمین کا خاص طور پر خیال رکھتیں۔ مائی غوثاں جو آپ کی شادی کے بعد آپ کے ساتھ ہی آئی تھی اس کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ جب وہ بیمار ہوئی تو اُس کا بہت خیال رکھا۔ دوسروں کی تکلیف کا بھی بہت احساس ہوتا تھا۔ استانی میمونہ کے بیوہ ہونے کے بعد اُن کی رہائش کا مسئلہ تھا اس لیے آپ نے اُن کو اپنے گھر کا ایک حصہ رہنے کے لیے دیا۔ قادیان میں بہت سی خواتین آپ سے ملنے آتیں تو آپ ہر آنے والی اور آنے والے کی آؤ بھگت مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ کرتیں۔ اگر کوئی غریب عورت گاؤں سے آپ کے لیے انڈے وغیرہ تحفہ کے طور پر لاتی تو اس کے باوجود آپ اُس کو کچھ نہ کچھ پیسے ضرور ادا کرواتی تھیں۔

آپؓ کی چھوٹی بہن آصفہ بیگم صاحبہ کہتی ہیں وہ فرشتہ تھیں۔ آپؓ صدقہ بہت دیتیں بلکہ اپنے بچوں کو بھی کہتیں کہ فلاں غریب ہے اسے کچھ دے... خود نمائی بالکل نہیں تھی۔ جیسا کہ خاکسار نے ابتداء میں سورۃ البقرہ کی آیت کی تلاوت کی کہ تم اگر صدقات کو ظاہر کرو تو یہ بھی عمدہ بات ہے اور اگر تم انہیں چھپاؤ اور انہیں حاجت مندوں کو دو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے کے مصداق نیکی کرتی تھیں کسی کو پتہ بھی نہیں چلتا تھا۔ آپ اس بات پر عمل کرتی تھیں کہ کسی کی مدد کرو کہ ایک ہاتھ سے تو دوسرے ہاتھ کو خبر نہ ہو۔ شاید اسی لیے آپ کی کی گئی قربانیوں کے بارے میں بہت زیادہ تفصیل نہیں ملتی۔ آپ نہ صرف انسانوں کا بلکہ جانوروں کا بھی خیال رکھتیں اور بلاناغہ کوّوں اور چڑیوں کے لیے دانہ اور روٹی کے ٹکڑے ڈالتیں۔

آپ کی طبیعت میں بہت نفاست تھی۔ وہم کی حد تک صفائی پسند خاتون تھیں حتٰی کہ اپنے برتن بھی علیحدہ رکھتی تھیں۔ اس بارہ میں آپ کی پوتی صاحبزادی امۃ القدوس بیگم صاحبہ جو کہ حضرت مرزا منصور احمد صاحب مرحوم کی بیٹی ہیں، ذکر کرتی ہیں کہ آپ ایک دفعہ بیمار پڑ گئیں اور کافی عرصہ بیمار رہیں۔ ڈاکٹروں کو شبہ تھا کہ یہ ٹی بی نہ ہو کیونکہ آپ کے ننھیال میں یہ مرض تھا اور اس زمانہ میں ٹی بی کا کوئی خاص علاج بھی نہ نکلا تھا اس لیے انہوں نے اپنے برتن ہی الگ کر لیے تاکہ اگر واقعی انہیں ٹی بی ہو تو کسی اور کو برتنوں کی وجہ سے نہ لگ جائے۔ کہنے لگیں:

”میں نے سوچا کہ پہلے اس کے کہ لوگ اس بات کا وہم کریں مَیں خود ہی کیوں نہ اپنے برتن الگ کر لوں۔“

اور پھر یہ اُن کا طریق ہی ہو گیا کہ گھر ہو یا سفر آپ اپنے برتن علیحدہ ہی رکھتیں۔ یعنی اپنی خودداری بھی قائم رکھی اور کسی کو بیماری منتقل ہونے کا خوف بھی نہ رہا۔

حضرت بُوزینب صاحبہؓ کو اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت تھی اور شوقیہ چند چیزیں خود اپنے ہاتھ سے پکاتیں، سب عزیز کہتے ہیں کہ ان کے ہاتھ کا چھولیا (ہرے چنے) جیسا لاکھ کوشش پر بھی کبھی کوئی بنا ہی نہیں سکا۔ بیماری کی حالت میں بھی پورے گھر پر ان کی کڑی نگاہ ہوتی۔ بڑے لوگ تو پھٹی پرانی ٹوٹی پھوٹی چیزیں پھینک دیا کرتے ہیں لیکن ان کا یہ حال تھا کہ وہ اس سے ایک اَور کارآمد چیز بنا لیتیں۔ انہیں سلمہ ستارے کا کام، گوٹا ٹانکنا سب آتا تھا۔ آپؓ بہت منتظم خاتون تھیں۔ کم آمدنی کے دنوں میں گھر کو احسن طریق پر چلاتیں۔ لین دین بھی رکھتیں، گھر کی، بچوں کی، ملازمین کی ضروریات پوری کرتیں، ہجرت کے بعد خراب حالات میں بھی ان کے گھر میں ہمیشہ ایک رکھ رکھاؤ نظر آتا اور کبھی ان کے منہ سے حالات کی تنگی کا رونا نہیں سنا گیا، ہمیشہ اپنا بھرم قائم رکھا۔ وہ جو الہام ہے ”وہ بادشاہ آیا“ جہاں ان کے میاں حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ دنیاداری سے بے نیاز ایک بادشاہ ٹھہرے وہاں ان کی بیگم ان کے گھر کی ملکہ تھیں۔ سینا پرونا بھی خوب جانتی تھیں۔ جب آپ کی چھوٹی بہن آصفہ بیگم صاحبہ کی شادی ہوئی تو آپ کے مالی حالات اتنے اچھے نہ تھے۔ آپ نے اُن کی شادی کے لیے اپنی ایک بہن کے ساتھ مِل کر اُن کی قمیض اور دوپٹے پر سلمے ستارے کا کام کر کے ایک بھاری جوڑا تیار کیا۔ آپ خود بھی اوڑھنے پہننے کی شوقین تھیں

بیشک چند جوڑے ہی بناتی مگر نفیس ہوتے۔ آپ عموماً تنگ پاجامہ اور کُرتا پہنتیں اور ساتھ میں ایک چار گز کا چُنا ہوا دوپٹا ہوتا تھا۔ آپ کو کبھی کسی نے بیماری کی حالت میں بھی بے ترتیب حلیے میں نہیں دیکھا۔ بالوں کو سمیٹ کر اُن کا جوڑا بنا کر رکھتیں تھیں۔ آپ کو شادی شدہ لڑکیوں کا بننا سنورنا پسند تھا۔ خود اپنی بیماری کی وجہ سے کسی شادی کی تقریب میں اگر نہ جاسکتیں تو بیٹیوں کو ہدایت کرتیں کہ تیار ہو کر جانا یہ نہ ہو کہ ایسے ویسے کپڑے پہن کر چلی جاؤ۔ خود اُن کو دیکھتیں کہ زیور پہنا ہے، خوشبو لگائی ہے کہ نہیں۔ سب کی خبر گیری رکھتیں اور خود نہ جاسکنے کے باوجود تحفے تحائف بھیجتیں اور اُن کے لیے دُعائیں کرتیں۔

سامعین! آپؓ متقی پرہیز گار خاتون تھیں۔ آپؓ کا دل خوفِ خدا سے پُر رہتا اور یہ کوشش رہتی کہ آپؓ کے ہاتھ یا زبان یا کسی عمل سے کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ بہت دعا گو اور عبادت گزار تھیں بچپن ہی سے آپؓ کو تہجد پڑھنے کا خاص شوق تھا۔ راتوں کو اُٹھ کر بہت لمبی تہجد کی نماز پڑھا کرتیں۔ اپنی نمازوں کی حفاظت کا ہر دم خیال رہتا یہاں تک کہ آخری بیماری میں جب ہسپتال داخل تھیں اور نیم بے ہوشی کی سی کیفیت تھی تب بھی آپؓ سکون میں ہوتیں تو ڈاکٹر دیکھتے کہ ہاتھ اپنے سر تک لے جاتی ہیں۔ انہوں نے حیرت سے ان کی بیٹی سے پوچھا کہ یہ کیا کرتی ہیں؟ اِنہوں نے بتایا کہ جب ذرا ہوش آتی ہے تو نماز شروع کر دیتی ہیں۔ اس پر ڈاکٹر بہت حیران ہوئے کہ اس حالت میں بھی نماز کا خیال ہے۔ اکثر خواتین آپؓ کو دعا کا کہنے کے لیے آتی تھیں۔ آپؓ پردہ کی بھی بڑی سختی سے پابندی کرتیں۔

حضرت بُو زینب صاحبہؓ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بہو ہونے کا شرف بخشا تھا تو آپؓ نے بھی اس رشتہ کو خوب احسن رنگ میں نبھایا۔ آپ ہمیشہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیمات پر عمل کرتیں اور آپ کی کوشش ہوتی کہ آپ کے کسی بھی عمل سے یا کسی بات سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام یا آپؓ کے والد محترم حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کی تربیت پر کوئی حرف نہ آئے۔

آپ لکھنا پڑھنا جانتی تھیں اس لیے مطالعہ کی شوقین تھیں۔ ہر وقت آپ کے سرہانے کوئی نہ کوئی کتاب یا رسالہ موجود ہوتا تھا۔ قرآن کریم بڑی باقاعدگی سے ترجمہ کے ساتھ پڑھتی تھیں۔

سامعین! حضرت بُو زینب صاحبہؓ بہت صابر شاکر خاتون تھیں۔ بڑے سے بڑے صدمہ کو برداشت کر جاتی تھیں اور کوئی واویلہ نہیں کرتی تھیں۔ آپ کی صاحبزادی امۃ الباری صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ مَیں نے

انہیں کبھی بھی کسی بے حد قریبی کی وفات پر روتے نہیں دیکھا تھا بس سر جھکا کر خاموش ہو جاتیں۔ ایک چُپ سی لگ جاتی تھی۔ ان کی جوان بیٹی امۃ الودود صاحبہ بی اے کا امتحان دے کر فارغ تھیں کہ دماغ کی رگ پھٹنے سے وفات پا گئیں لیکن آپ نے اتنے بڑے صدمہ پر بھی اُف نہ کی بس ایک چُپ آپ کو لگ گئی۔ صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب لکھتے ہیں کہ

" 1961ء میں حضرت ابا جان کی وفات ہو گئی ۔ اس پر بھی ایسا صبر کا نمونہ دکھایا کہ انسان حیران ہو جاتا ہے۔"

آپ کا خلافت پر بڑا پختہ ایمان تھا۔ آپ نے چار خلفاء کے دَور دیکھے ۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ آپ سے عمر اور رشتہ دونوں میں چھوٹے تھے لیکن اس کے باوجود آپ انہیں اپنا روحانی آقا مانتی تھیں اور اُن کے ساتھ آخر دم تک اخلاص، وفا اور اطاعت کا تعلق رکھا۔

سامعین کرام! مئی 1984ء میں آپ شدید بیمار ہو گئیں۔ لاہور لے جایا گیا جہاں ڈاکٹروں نے انتڑیوں کا کینسر تشخیص کیا۔ آپریشن کے باوجود آپؒ کی طبیعت نہ سنبھلی اور دو ماہ کی لمبی تکلیف برداشت کر کے 24؍ اگست 1984ء بروز ہفتہ قبل از نماز مغرب آپؒ کی وفات ہو گئی۔ اگلے دن ربوہ میں شام ساڑھے پانچ بجے محترم صوفی غلام محمد صاحب نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپؒ موصیہ تھیں اور آپؒ نے اپنی زندگی میں ہی اپنی جائیداد پر وصیت ادا کر دی تھی۔ تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔

اللہ تعالیٰ آپؒ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

سونپا ہے تمہیں خالق و مالک کی اماں میں
سوئے ہو یہاں، آنکھ کھلے باغِ جناں میں

(کمپوزڈ بائی: عائشہ منصور چوہدری۔ جرمنی)

﴿19﴾ ﴿مشاہدات۔497﴾

سیرت حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

لَآ اُضِیۡعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنۡکُمۡ مِّنۡ ذَکَرٍ اَوۡ اُنۡثٰی (ال عمران:196)

ترجمہ: میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ہرگز ضائع نہیں کروں گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔

اور اِن کے ساتھ دی ہے ایک دُختر
ہے کچھ کم پانچ کی وہ نیک اَختر
ہوا اِک خواب میں یہ مجھ پہ اَظہر
کہ اس کو بھی ملے گا بختِ برتر
لقب عزت کا پاوے وہ مُقرّر
یہی روزِ اَزل سے ہے مقدّر

معزز سامعین! ہم سب جانتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زیر سایہ تربیت حاصل کرنے والی خواتین مبارکہ نے کس طرح اپنی زندگیاں گزاریں اور اپنا کردار ہم سب کے لیے ایک نیک نمونے کے طور پر چھوڑا اور آج بھی اُن کا نام تاریخ میں درخشان ستارے کی مانند چمکتا نظر آتا ہے۔ آج میری تقریر کا موضوع ایسی ہی ایک خاتون کی سیرت بیان کرنا ہے جن کا نام حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم رضی اللہ عنہا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً بتایا تھا کہ ”تیرا گھر برکتوں سے بھرے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ میں سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد دیکھے گا، تیری نسل بہت ہو گی۔“

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 96-97)

آپ علیہ السلام کو اپنی اولاد کی پیدائش سے پہلے الہامات ہوتے تھے اور انہی مبشر اولادوں میں سے حضرت نواب مبارکہ بیگم رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپ رضی اللہ عنہا کے بارے میں الہامات کا سلسلہ آپ کی پیدائش سے پہلے ہی شروع ہو گیا تھا۔ جس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ”خدا تعالیٰ نے...ایک لڑکی کی بشارت دی اور اس کی نسبت فرمایا تُنَشَّاءُ فِی الْحِلْیَۃِ یعنی زیور میں نشو و نما پائے گی۔ یعنی نہ خورد سالی میں فوت ہو گی اور نہ تنگی دیکھے گی۔ چنانچہ بعد اس کے لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام مبارکہ بیگم رکھا گیا“

(روحانی خزائن جلد22 صفحہ 227)

پھر 1901ء کے ایک الہام میں انہیں ”نواب مبارکہ بیگم“ کا لقب عطا ہوا۔

(تذکرہ ایڈیشن پنجم صفحہ 277)

یہ دونوں الہام شادی کے بعد آپ کی ذات میں پوری شان سے پورے ہوئے اور آپ شادی کے بعد حسبِ الہام ”نواب مبارکہ بیگم“ کہلائیں، زیورات میں پرورش پائی، خوش بختی کی زندگی گزاری اور دین کے ساتھ دنیاوی نعمتیں بھی فراخی سے عطا ہوئیں لیکن آپؓ کے مزاج میں قطعاً کوئی غرور اور تکبر نہیں تھا۔ عاجزی اور انکساری کے ساتھ ایک خاص وقار اور تمکنت تھی۔ یہاں زیورات سے مراد دینی، علمی، اخلاقی اور روحانی زیور بھی مراد ہے جس سے آپ ساری زندگی لَیس رہی۔ حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ 2 مارچ 1897ء (بمطابق 27 رمضان المبارک) پیدا ہوئیں۔ حضور علیہ السلام نے آپؓ کو اپنی صداقت کا 37واں نشان قرار دیا اور آپؓ کی پیدائش کے ساتویں روز عقیقہ کے دن پنڈت لیکھرام کی موت کی خبر بھی ملی اس طرح دو نشان پورے ہو گئے۔

(روحانی خزائن جلد22 صفحہ 227)

آپؓ حضور علیہ السلام کی لاڈلی صاحبزادی تھیں۔ حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ نے اپنی بیٹیوں کی تربیت اس نہج پر کی تھی کہ ان کے ہر قول و فعل میں اسلامی کردار جھلکتا تھا۔

آپؓ کے بارہ میں لکھا ہے کہ ” حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے اپنے مقدس باپ کی تقدیس سے بہت حصہ پایا تھا۔ بچپن ہی سے نمازوں اور دُعاؤں سے بہت شغف تھا۔ تہجد کے لئے اٹھنا آپ کا معمول تھا۔ چار سال کی عمر میں اپنے بزرگوں سے کہتیں کہ مجھے تہجد کے لیے اٹھا دیا کریں۔

(سیرت و سوانح حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ صفحہ 145)

آپ کے مقدس والدین نے اپنی اس پیاری بیٹی کی تربیت کی طرف خصوصی توجہ دی تھی۔ ابتداء سے ہی آپ کے دل میں اللہ اور اس کے رسول حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت رچ بس گئی تھی۔ خدا سے محبت کا یہ عالم تھا کہ بچپن ہی سے رؤیائے صادقہ دیکھتیں۔۔ آپؓ فرماتی ہیں:”بچپن کا سب سے پہلا خواب جو مجھے یاد ہے وہ یہ تھا کہ ایک چاند چکر لگا رہا ہے اور مجھ سے باتیں کرتا ہے۔ چاند نے کہا”اللہ پر توکل کرو“دن کے وقت میں نے مبارک احمد کو بتایا کہ چاند نے مجھ سے باتیں کیں۔ ایک دن... حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے...مبارک نے... کہا” آپا سے تو چاند باتیں کرتا ہے۔اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے استفسار فرمایا تو پھر میں نے اپنا خواب سنایا۔ آپ علیہ السلام نے اسی وقت اپنی ایک چھوٹے سائز کی الہامات اور رؤیا کی کاپی میں لکھ لیا تھا۔

(تحریرات مبارکہ ایڈیشن 3 صفحہ 58)

آپ بہت دعاگو اور بہت عبادت گذار تھیں۔ بڑے اہتمام سے لمبی لمبی نمازیں پڑھتیں۔ آپ کی مغرب کی نماز اتنی لمبی ہوتی کہ عشاء کا وقت آجاتا۔ آپؓ کی بہو آپا طیبہ صدیقہ صاحبہ تحریر کرتی ہیں:

مَیں نے تو انہیں ہمیشہ ہی بہت لمبی نمازیں پڑھتے اور دعائیں کرتے دیکھا ہے۔ جب کوئی زیادہ گھبراہٹ کا وقت ہوتا جیسا قادیان سے آنے سے پہلے کا تھا تو نمازوں کے علاوہ سارا دن ٹہل ٹہل کر دعائیں کرتی تھیں۔ قرآن کریم کو بڑے اہتمام سے اور سمجھ سمجھ کر پڑھتیں۔

سامعین! حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے ابتدائی تعلیم گھر میں ہی حاصل کی۔ گھر میں ہی آپ نے عربی، فارسی اور انگریزی زبان میں مہارت حاصل کی۔ ”دُرِّ عدن“ جیسا اعلیٰ پائے کا کلام آپ کی اردو زبان میں مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ کو مختلف بزرگان کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔

آپؓ اپنی تعلیم کے بارے میں فرماتی ہیں:

''مَیں نے کسی سکول میں تعلیم نہیں پائی نہ کوئی ڈگری ہے۔ پیر منظور محمد صاحبؓ کی اہلیہ محترمہ محمدی بیگم صاحبہؓ مرحومہ نے حضرت امّاں جانؓ سے ذکر کیا کہ پیر جی کہتے ہیں ایک نئے طریق سے صالحہ کو پڑھانا شروع کروں گا (صالحہ بیگمؓ کی شادی حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ سے ہوئی) حضرت امّاں جانؓ نے فرمایا کہہ دو کہ مبارکہ کو بھی پڑھا دیا کریں۔ میری عمر بمشکل شاید تین سال کی ہوگی کہ یہ سلسلہ شروع ہوا۔ لکڑی کے بلاک تھے ان پر الف، ب وغیرہ لکھی ہوئی تھی۔ غرض میں نے ساڑھے چار سال کی عمر میں قرآن شریف ختم بھی کیا اور دہرا بھی لیا تھا۔ اردو حضرت پیر منظور صاحبؓ نے ساتھ ہی پڑھائی۔ حساب وغیرہ بھی سکھاتے مگر مجھے اس میں کوئی دلچسپی نہ ہوئی۔ فارسی کی بھی ایک دو کتابیں پڑھائی تھیں، انگریزی کا قاعدہ اور کتاب۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے بہت توجہ سے پڑھایا۔ ان سے مَیں صرف تین سپارے اور چند ورق چوتھے سپارے کے پڑھ سکی۔ اُن کی وفات کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے پاس بھیجا کہ وہ قرآن شریف کا ترجمہ پڑھائیں۔ وہ بھی ہم سے بہت پیار کرنے والے تھے۔ بہت پیار اور توجہ سے پڑھاتے۔ چند روز خود حضرت مسیح موعودؑ نے فارسی پڑھائی۔ پھر مَیں نے چھوٹے بھائی حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ سے کہا مجھے عربی پڑھا دیا کریں۔ مجھے علم تھا کہ ان کو عربی بہت اچھی آتی ہے اور طریق تعلیم بھی اچھا ہے، انہوں نے صرف و نحو وغیرہ سب سکھایا۔ پھر شوق اٹھا کہ انگریزی بھی سیکھ لوں۔ پہلے بچوں کے ایک استاد سے پڑھا۔ پھر ماسٹر محمد حسن تاج صاحبؓ جو بزرگ آدمی تھے، انگریزی میں بہت ماہر تھے۔ ان سے پڑھنا شروع کیا اور بہت جلد ترقی کی۔ انگریزی پر کافی عبور ہو گیا تھا ہر کتاب پڑھ لیتی تھی۔''

(سیرت وسوانح حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ از پروفیسر سیدہ نسیم سعید صفحہ 33-37)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہایت اعلیٰ پائے کی ذہانت عطا فرمائی تھی۔ آپ نے ساڑھے چار سال کی عمر میں قرآن شریف مکمل کر لیا تھا۔ آپؓ عشاء کے بعد بلاناغہ تلاوت قرآن پاک فرماتیں اور جہاں ذرا معانی میں تردّد ہوتا تو لغت کی طرف رجوع کرتیں۔ ہمہ تن درود و سلام اور دعا میں مصروف رہتیں۔ کمرہ بند کر کے گھنٹوں

دعاؤں میں لگی رہتیں۔ ایک مرتبہ حضورؑ نے خواب میں دیکھا کہ مبارکہ پنجابی میں بول رہی ہے کہ ”مینوں کوئی نئیں کہہ سکدا کہ ایسی آئی جس نے اِیہہ مصیبت پائی“

(تذکرہ ایڈیشن پنجم صفحہ 277)

چنانچہ اللہ تعالیٰ بچپن ہی سے آپ کا مُتکفِّل رہا اور آپ کی ضرورت اور خواہش کو اپنے فضل سے خود پورا فرما دیتا۔ بعض اوقات ایسے مواقع بھی آئے کہ آپ نے کسی ایسی چیز کی خواہش کر دی جو قادیان میں موجود ہی نہ تھی تو اللہ تعالیٰ نے غیب سے اس کے سامان پیدا کر دیے۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ آپؓ بیان فرماتی ہیں کہ ”میں بالکل چھوٹی تھی گرمیوں کی دوپہر میں ہم سب نیچے کے کمروں میں رہا کرتے تھے... میں نے کہا مجھے لیچیاں دیں مگر قادیان میں ہر چیز کہاں ملتی، اور نہ ابھی تک کہیں باہر سے آئی تھی۔ حضرت اماں جانؓ نے فرمایا کہ ”اس کی باتیں تو دیکھیں، بے وقت لیچیوں کی فرمائش اب کر رہی ہے“ میں خفا سی ہو کر دوسرے کمرے میں جا کر لیٹ رہی اور سو گئی... سوتے سوتے میری آنکھ کھلی تو آپؑ مجھے دونوں ہاتھوں پر اٹھائے لئے جا رہے تھے۔ جا کر مجھے گود سے اتار کر بھرے ہوئے لیچیوں کے ٹوکرے کے پاس بٹھا کر کہا۔ لو کھاؤ اور حضرت اماں جان سے فرمایا کہ دیکھو۔ چیز یہ مانگتی ہے، اللہ تعالیٰ بھیج دیتا ہے“

(تحریرات مبارکہ صفحہ 218-219)

سامعین! حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کا نکاح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی حضرت نواب محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ سے ہو چکا تھا، جن کو اللہ تعالیٰ نے حُجۃ اللہ کے خطاب سے نوازا۔ 17 فروری 1908ء کو مسجد اقصیٰ میں حضرت نواب محمد علی خان صاحب رئیس اعظم مالیر کوٹلہ سے 56 ہزار روپے مہر مؤجل پر حضرت حکیم نورالدین صاحبؓ نے آپؓ کا نکاح پڑھا۔ رخصتانہ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد 14 مارچ 1909ء کو عمل میں آیا۔ آپؓ کی رخصتی سنّتِ نبوی کی ایک اعلیٰ مثال تھی۔ حضرت اماں جان تمام رسوم کو پس پشت ڈال کر اپنی لاڈلی بیٹی کو خود نواب صاحب کے گھر چھوڑ آئیں۔ حضرت نواب صاحبؓ فرماتے ہیں: ”رخصتانہ نہایت سیدھی سادی طرز سے ہوا۔ مبارکہ بیگم صاحبہ کے آنے سے پہلے مجھ کو حضرت اماں جانؓ نے فہرست جہیز بھیج دی اور دو بجے حضرت اماں جانؓ خود لے کر مبارکہ بیگم صاحبہ کو میرے مکان پر ان سیڑھیوں کے راستے جو میرے مکان اور حضرت اقدس کے مکان

کو ملحق کرتی تھیں تشریف لائیں۔ میں چونکہ مسجد میں تھا اس لیے ان کو بہت انتظار کرنا پڑا اور جب بعد نماز آیا تو مجھ کو بلا کر مبارکہ بیگم صاحبہ کو بایں الفاظ نہایت بھرائی آواز سے کہا کہ "میں اپنی یتیم بیٹی کو تمہارے سپرد کرتی ہوں"۔ اس کے بعد ان کا دل بھر آیا اور فوراً سلام علیک کر کے تشریف لے گئیں۔"

(سیرت و سوانح حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ از پروفیسر سیدہ نسیم سعید صفحہ 106-111)

اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو دو بیٹوں مکرم نواب محمد احمد خان صاحب، مکرم نواب مسعود احمد خان صاحب اور تین بیٹیوں صاحبزادی منصورہ بیگم صاحبہ، صاحبزادی محمودہ بیگم صاحبہ اور صاحبزادی آصفہ مسعودہ بیگم صاحبہ سے نوازا۔ آپؓ کی شادی گو چھوٹی عمر میں ہی ہوگئی تھی مگر آپ نے اس رشتے کو بھی خوب نبھایا۔ مثالی بیوی اور ایک مثالی ماں ثابت ہوئیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صاحبزادی ہونے کے ناطے حضرت نواب صاحب آپؓ کی بہت عزت اور قدر کرتے تھے لیکن اس محبت و عزّت کے باوجود آپ نے کبھی اس سلوک سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھایا اور ہمیشہ اپنے خاوند کے عزّت واحترام کا خیال رکھا۔ جن باتوں کو وہ پسند نہ کرتے ان کی حاضری یا غیر حاضری میں ہمیشہ ان باتوں سے احتراز کرتی رہیں۔ اپنے بچوں کو بھی یہی سکھایا کہ "دیکھو! تمہارے ابّا میاں کو یہ بات پسند نہیں۔ اس کا خیال رکھو"

(مبارکہ کی کہانی، مبارکہ کی زبانی صفحہ 91)

حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے آپ کی تعریف میں فرمایا کہ

"مَیں نے ان میں حُسنِ صورت و حُسنِ سیرت دونوں کو پایا"

(مبارکہ کی کہانی، مبارکہ کی زبانی صفحہ 91)

نماز آپؓ کی روح کی غذا تھی۔ خاندان کی سب خواتین بتاتی ہیں کہ کس طرح ڈوب کر نماز پڑھتی تھیں۔ لمبی نمازوں کے بعد اکثر نہایت درجہ ضعف ہو جاتا۔ بالکل اُسی طرح جیسے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"میں اتنی دعا کرتا ہوں کہ دعا کرتے کرتے ضعف کا غلبہ ہو جاتا ہے اور بعض اوقات غشی اور ہلاکت تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔"

چونکہ آپ بچپن میں ہی صاحب رؤیا و کشوف تھیں لہٰذا حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کو بچپن میں دعا کے لیے فرماتے اور خدا تعالیٰ آپ کو رؤیا صادقہ کے ذریعے جواب دیتا تھا۔

آپؓ فرماتی ہیں:

”حضرت مسیح موعود علیہ السلام اکثر دعا کو کہتے۔ یہ نہیں کہ میں کوئی بڑی اور بزرگ تھی، آپ کا مطلب دعا سکھانا اور دعا کی اہمیت دلوں میں بٹھا دینا تھا۔ آپ نے مجھے کہا کہ ایک خاص بات ہے دعا کرو، رات کو دو نفل پڑھو، دعا کرو کہ جو معاملہ میرے دل میں ہے اس کے متعلق تم کو کچھ اشارہ ہو جائے۔ میں نے دعا کی اور اسی شب خواب دیکھا، آپ علیہ السلام کو سنایا۔“

(تحریرات مبارکہ ایڈیشن 3 صفحہ 281)

سامعین کرام! آپؓ ایک اعلیٰ پایہ کی شاعرہ بھی تھیں۔ آپؓ اپنا ایک خواب بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ ”حضرت مسیح موعودؑ زمین پر فرش پہ تشریف رکھتے ہیں اور آپ کے پاس آپ کا لکڑی کا قلم دان رکھا ہے... آپؑ نے فرمایا کہ جس کے پاس میرے قلم دان کا ایک ٹکڑا بھی ہو گا، خدا تعالیٰ اس کے علم میں برکت دے گا... پاس ہی مَیں کھڑی تھی۔ میں نے... کہا۔ اَبا! مجھے بھی دیں، آپؑ نے اپنے ہاتھ سے قلم دان کا ٹکڑا مجھے پکڑا دیا...، میں نے پکڑا تو وہ نہایت سفید، دودھ کی مانند، ناریل کے ٹکڑوں کی مانند کئی ٹکڑے تھے، جو مجھ سے سنبھل نہیں رہے تھے، مگر میں نے گرنے نہیں دیا اور گود میں سنبھال لیا۔“

(مبارکہ کی کہانی، مبارکہ کی زبانی صفحہ 106-107)

علم میں برکت کا یہ فیض ہمیں آپؓ کے کلام اور تحریرات میں صاف نظر آتا ہے۔ آپؓ کو حضرت امّاں جانؓ کے جد امجد حضرت خواجہ میر دردؒ کی طرف سے شاعرانہ صلاحیتیں خون میں ملی تھیں جن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عارفانہ اور دردمندانہ دعائیہ شاعری نے جلا بخشی جو وقت کے ساتھ ساتھ چمکتی گئی۔ آپؓ کی شاعری آپؓ کے اعلیٰ اسلامی، روحانی و اخلاقی جذبات کی عکاسی کرتی ہے۔ کیونکہ آپؓ کے کلام میں قطعاً تصنّع اور بناوٹ نہیں، بے ساختگی اور آمد ہے۔ جو خیالات قلب و ذہن میں بہ شدت آئے، اشعار کے جامع میں ڈھلتے چلے گئے۔ آپؓ کی تحریریں بے ساختہ اور دلچسپ ہوتیں جن سے آپ کے اعلیٰ علمی و ادبی ذوق کا اظہار ہوتا ہے۔ آپ کی شاعری باکمال ہے جو عشق الٰہی اور عشق رسولؐ میں ڈوبی نظر آتی ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ جو خود اعلیٰ پایہ کے قادرالکلام شاعر تھے، آپ کو اپنا کلام سناتے اور آپ انہیں سناتیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرّابعؒ نے آپؓ کے کلام کے بارے میں فرمایا:

"حضرت بڑی پھوپھی جان... کی نظمیں آپ دیکھیں۔ آپ حیران ہوں گی کہ اس دَور کے بڑے بڑے شاعر بھی فصاحت و بلاغت میں آپ کا مقابلہ نہیں کرتے۔"

(سیرت و سوانح سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ صفحہ 135-136)

آپؓ اپنے منظوم کلام میں فرماتی ہیں۔

کیونکر کہوں کہ ناز سے خالی ہے میرا دل
پیارے مجھے بھی تیری "محبت پہ ناز" ہے

ایک جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا اظہار ان الفاظ میں کرتی ہیں:

بھیج درود اس محسن پر تو دن میں سو سو بار
پاک محمدؐ مصطفی نبیوں کا سردار

آپؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حد درجہ عشق تھا۔ کثرت سے درود شریف پڑھتیں اور ہر ایک کو اس کی تلقین کرتیں۔ آپا طاہرہ صدیقہ صاحبہ کہتی ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر تھا۔ کہنے لگیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری بیماری میں تیز بخار تھا۔ اس وقت نہ پنکھے تھے نہ اے سی۔ اس شدید گرمی میں آپؐ کو کتنی تکلیف ہوتی ہوگی! یہ کہتے ہوئے آپؓ کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں۔

(سیرت و سوانح حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ صفحہ 161)

حضرت مسیح موعودؑ سے آپؓ کو عشق تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے وقت آپؓ کی عمر قریباً گیارہ سال تھی لیکن حافظہ بلا کا اور مشاہدہ بے مثال تھا۔ آپؓ کو اپنے بچپن کی بے انتہا باتیں یاد تھیں جو آپؓ نے امانت کے ساتھ بحسن و خوبی بیان فرمائیں۔ ذکر حبیبؑ میں آپؓ ایک خاص لذت محسوس کرتیں۔ چنانچہ فرماتی ہیں:

"میرا دل اس ذکر، ان یادوں اور ان تصورات سے کبھی بھر نہیں سکتا۔"

حضرت امّاں جانؓ سے اپنی عقیدت مندانہ محبت کا اظہار کرتے ہوئے آپؓ فرماتی ہیں

"اس مبارک وجود کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو مصرعہ تحریر فرمایا وہی ایسا جامع ہے کہ اس سے بڑھ کر تعریف نہیں ہو سکتی، یعنی "چن لیا تُو نے مجھے اپنے مسیحا کے لیے" للہ تعالیٰ کا کسی کو چُن لینا کیا چیز ہے۔ اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اس محسن ورحمٰن خدا نے کیا کیا جوہر اس روح میں رکھ دیے ہوں گے جس کو اس نے اپنے مسیحا کے لیے تخلیق کیا۔ میں ان کی تعریف اس لیے نہیں کروں گی کہ وہ میری والدہ ہیں بلکہ اس نظر سے کہ وہ فی زمانہ (احمدیوں) کی "ماں" ہیں اور خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس امر کی گواہی ہمیشہ دوں گی کہ وہ اس منصب کے قابل ہیں۔"

(سیرت و سوانح حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ صفحہ 189)

سامعین! حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ خلافت کا بے حد احترام کرتی تھیں۔ آپؓ نے تین خلفاء کا زمانہ دیکھا اور سب کا حد درجہ احترام کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا جب بھی ذکر کرتیں تو بے حد محبت اور احترام کے ساتھ کرتیں۔ حضرت مصلح موعودؓ سے انتہائی محبت اور قریبی رشتہ کے باوجود ان کے خلافت کے مقام پر فائز ہونے کے بعد ان کے ادب اور احترام میں کوئی کمی نہ آنے دی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثّالثؒ آپ کے بھتیجے اور داماد بھی تھے، رشتے اور عمر میں چھوٹا ہونے کے باوجود خلافت کے منصب پر فائز ہونے کے بعد آپ حضور کا ذکر بڑی عزّت اور ادب سے کرتیں۔ آپ نے اپنی تمام تحریرات میں خواتین کو ہمیشہ خلافت سے مضبوط تعلق کی نصیحت فرمائی۔ آپؓ لجنہ اماء اللہ کی ابتدائی چودہ ممبرات میں بھی شامل تھیں۔ دہلی میں لجنہ کا قیام آپؓ کے ذریعے ہی عمل میں آیا۔ 8 سال تک لجنہ لاہور کی صدر بھی رہیں۔ جلسہ سالانہ مستورات پر بھی متعدد بار خطاب کی توفیق پائی۔

حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی وفات 22، مئی 1977ء کی شب قریباً اسّی سال کی عمر میں ہوئی۔

سامعین! جیسا کہ ابتدا میں خاکسار نے سورۃ ال عمران آیت 196 کی تلاوت کی تھی کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ہر گز ضائع نہیں کروں گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت اسی کے مطابق حضرت سیّدہ بیگم صاحبہؓ کی اسّی سالہ زندگی کے تمام پہلو عبارت ہیں اور ان کی زندگی کا ہر عمل محبت الٰہی، عشقِ رسولؐ اور شفقت علیٰ خلق اللہ سے پُر ہے اور یہ ہی دین کا خلاصہ ہیں۔

مرے مولیٰ مری یہ اک دعا ہے
تری درگاہ میں عجز و بُکا ہے
وہ دے مجھ کو جو اِس دل میں بھرا ہے
زباں چلتی نہیں شرم و حیا ہے
مری اولاد جو تیری عطا ہے
ہر اک کو دیکھ لوں وہ پارسا ہے
تری قدرت کے آگے روک کیا ہے
وہ سب دے اُن کو جو مجھ کو دیا ہے

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

﴿20﴾ ﴿مشاہدات۔562﴾

سیرت حضرت نواب محمد علی خان صاحب رضی اللہ عنہ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ـ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ،الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ

(المومنون:10-12)

اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں پر محافظ بنے رہتے ہیں۔ یہی ہیں وہ جو وارث بننے والے ہیں۔(یعنی) وہ جو فردوس کے وارث ہوں گے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے **"سیرت حضرت نواب محمد علی خان صاحب رضی اللہ عنہ"**

حضرت نواب محمد علی خان صاحب رضی اللہ عنہ ریاست مالیر کوٹلہ کے رئیس تھے۔ آپؓ جماعت احمدیہ کے اُن عشاق میں سے تھے جنہوں نے دنیا کی ہر آسائش مہیا ہونے کے باوجود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز پر لبیک کہا اور اس کے بعد ہر طرح کی تنگی اور ابتلاء کو برداشت کیا لیکن سچائی پر قائم رہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے نور کے ساتھ اپنے تعلق کو ختم نہیں کیا۔

آپ رضی اللہ عنہ یکم جنوری 1870ء کو نواب بیگم صاحبہ کے بطن سے پیدا ہوئے جو کہ آپؓ کے والد کی چوتھی بیوی تھیں۔ آپؓ اپنی والدہ کے پہلے اور بھائیوں میں تیسرے نمبر پر تھے۔ حضرت نواب محمد علی خان صاحب رضی اللہ عنہ کا تعلق ایک معزز خاندان غوری سے ہے۔ آپ کے والد کا نام نواب غلام محمد خان صاحب تھا۔ آپؓ کی عمر ابھی ساڑھے سات سال کی تھی کہ آپؓ کے والد کا انتقال ہو گیا۔ آپ کو اپنے والد سے بہت محبت تھی۔ اپنے والد کو میاں کہتے تھے اور اسی نام سے اُن کا ذکر بہت محبت سے کرتے تھے۔ والد سے محبت کے باوجود اُن کا آپ پر بہت رعب بھی تھا۔ جب آپؓ کی عمر چھ سات سال کی ہوئی تو آپ کے والد نے اُس زمانہ کے ایک اعلیٰ تعلیمی ادارے چیفس کالج انبالہ میں بھیجا جہاں بڑے بڑے رؤسا کے

بچے تعلیم حاصل کرنے کے لیے آتے تھے۔ سکول میں آپؓ اکثر باوقار طور پر دوسرے لڑکوں سے علیحدہ رہتے۔ نہ کسی سے جھگڑا کرتے اور نہ ہی کسی سے بہت زیادہ دوستی رکھتے۔ جس بات کو درست سمجھتے اُس پر ایک عزم کے ساتھ قائم رہتے۔ اپنی قوم کے لیے بچپن سے آپ کے دل میں غیرت تھی۔ ٹینس کھیلنے کا آپ کو شوق تھا۔ بچپن سے ہی سوچ وبچار کرنے کی عادت تھی۔ آپ کے والد کا رجحان بھی چونکہ مذہب کی طرف تھا تو اکثر گھر میں علماء وغیرہ آتے جن سے وہ آپ کو بھی ملواتے تھے۔ آہستہ آہستہ آپ میں بھی مذہبی رجحان پیدا ہو گیا۔ آپ کے والد کا تعلق شیعہ مسلک سے تھا لیکن آپ نے 14 سال کی عمر میں طبعاً اس مسلک سے دوری اختیار کر لی۔

سامعین! براہِ راست حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے تعلق کا آغاز ہونے سے قبل حضرت نواب صاحب کے خاندان کے ایک معزز فرد کے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے اچھے تعلقات پیدا ہو چکے تھے جو بالآخر حضور علیہ السلام کے مالیر کوٹلہ تشریف لے جانے کا موجب ہوئے اور 1884ء میں حضور علیہ السلام نے یہ سفر اس لیے فرمایا تھا کہ نواب ابراہیم علی خان صاحب نے براہین احمدیہ کی اشاعت میں حصہ لیا تھا اور ان کی بیماری کی خبر پا کر دعا کے لیے بھی تشریف لے گئے تاکہ عیادت اور شکریہ کی عملی روح نمایاں ہو۔

چونکہ حضرت نواب صاحب کی پرورش ابتداء سے ہی مذہبی ماحول میں ہوئی تھی۔ ابتدائی عمر میں آپ نے اپنے استاد سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر سنا۔ آپ پر مذہب کا بہت اثر تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ان دنوں کوئی دعویٰ نہ تھا رفتہ رفتہ حضرت اقدس علیہ السلام کا ذکر آپ تک پہنچتا رہا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آپؓ کی باقاعدہ خط وکتابت 1889ء میں شروع ہوئی اور پھر آپؓ جب فقط 20 سال کے نوجوان تھے اور گھر میں ہر طرح کی سہولت میسر تھی سب کچھ چھوڑ کر قادیان جانے والے کچے پکے راستوں سے گزر کر قادیان پہنچے۔ آپؓ نے ابھی تک احمدیت قبول نہ کی تھی کیونکہ آپؓ کے ذہن میں کچھ سوالوں کے جواب باقی تھے اور پھر قادیان پہنچ کر جب ان سوالوں کے تسلی بخش جواب مل گئے تو آپؓ نے بیعت کرنے میں دیر نہ کی۔ رجسٹر بیعت میں آپ کا بیعت نمبر 210 اور تاریخ بیعت 19 نومبر 1890ء درج ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت نواب صاحب کو اپنے ایک مکتوب میں بار بار

تحریک فرمائی کہ کچھ عرصہ حضور علیہ السلام کی صحبت میں آکر رہیں۔ حضورؑ نے ایک مکتوب کے آخر پر فرمایا:

"مَیں چاہتا ہوں کہ جس طرح ہو سکے 27 دسمبر 1892ء کے جلسہ میں ضرور تشریف لاویں"۔

چنانچہ حضرت نواب صاحب اس جلسہ میں شریک ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی توجہ اور شفقت اور دعاؤں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے نواب صاحب کے لیے تمام مشکلات آسان کر دیں اور انشراح قلب سے قادیان ہجرت کی توفیق عطا فرمائی۔ ہجرت کے بعد آپ دو کچے کمروں میں آکر ٹھہرے جو "الدار" سے ملحق تھے۔

یکم جنوری 1903ء کو صبح کی سیر میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے نواب صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ:

"آج رات ایک کشف میں آپ کی تصویر ہمارے سامنے آئی اور اتنا لفظ الہام ہوا 'حُجۃ اللہ' اس کے متعلق یوں تفہیم ہوئی کہ کیونکہ آپ اپنی برادری اور قوم میں سے الگ ہو کر آئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام "حُجۃ اللہ" رکھا یعنی آپ ان پر حُجّت ہوں گے۔"

(تذکرہ جدید ایڈیشن صفحہ 383)

اس کے بعد آپؓ نے دعوت الی اللہ میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور اسی وجہ سے آپؓ کے خاندان کے بعض اور افراد نے بھی احمدیت قبول کی۔

سامعین! حضرت نواب صاحب کی پہلی شادی اپنی خالہ زاد محترمہ مہر النساء بیگم سے ہوئی تھی لیکن اُن کی وفات نومبر 1898ء میں ہو گئی۔ ان کی اہلیہ کے بطن سے آپؓ کی دو بیٹیاں تھیں ایک امۃ السلام جو چند ماہ بعد ہی وفات پا گئیں تھیں اور ایک حضرت بُو زینب صاحبہؓ تھیں جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بہو بنیں یعنی حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کی اہلیہ تھیں۔ ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار بیٹوں سے نوازا جن میں نواب عبد الرحمٰن خان صاحب، نواب محمد عبد اللہ خان صاحب، نواب عبد الرحیم خان صاحب اور نواب عبد الرب صاحب شامل تھے۔ آپ کی پیدائش پر آپ کی والدہ مکرمہ مہر النساء زچگی میں ہی وفات پا گئیں اور بعد ازاں عبد الرب بھی فوت ہو گئے۔ حضرت نواب محمد علی صاحبؓ نے حضرت مسیح

موعود علیہ السلام کے مشورہ پر اپنی مرحومہ اہلیہ کی بہن محترمہ امۃ الحمید بیگم صاحبہ سے دوسری شادی کی اور یہ نکاح حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے پڑھایا۔ ان کے بطن سے آپؓ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ 1906ء میں آپ کی اہلیہ ثانی وفات پا گئیں اور ان کا جنازہ حضرت مسیح موعودؑ نے پڑھایا تھا۔

سامعین کرام! اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے ماتحت 17 فروری 1908ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بڑی صاحبزادی حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا نکاح حضرت نواب محمد علی خان صاحب سے ہو گیا یہ نکاح حضرت مولوی نورالدین صاحب نے پڑھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد 14 مارچ 1909ء کو حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رخصت ہو کر حضرت نواب صاحب کے گھر آئیں۔ اگرچہ نواب صاحب اور حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی عمر میں 27 سال کا فرق تھا اس کے باوجود حضرت نواب صاحب، حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی عقل، سمجھ، محبّت، وفا اور سیرت کے قدردان تھے۔ وہ جانتے تھے کہ یہ مقدّس باپ کی مبارک بیٹی ہیں۔ حضرت نواب صاحب چھوٹی چھوٹی بات میں بھی حضرت بیگم صاحبہ سے برکت لینے کی کوشش کرتے تھے۔ آپؓ حضرت بیگم صاحبہ کی بہت عزت اور قدر کرتے تھے۔ ان کی ادنیٰ سے ادنیٰ اور بڑی سے بڑی خواہش پوری کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ آپ دونوں کا ایک مثالی جوڑا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کے بطن سے پانچ بچوں سے نوازا جن میں محترم نواب محمد احمد خان صاحب، محترم نواب مسعود احمد خان صاحب، حضرت صاحبزادی منصورہ بیگم صاحبہ، محترمہ صاحبزادی محمودہ بیگم صاحبہ، محترمہ صاحبزادی آصفہ مسعودہ بیگم صاحبہ شامل ہیں۔

سامعین! ایک اور سعادت جو حضرت نواب صاحب کے حصہ میں آئی وہ یہ تھی کہ حضرت مسیح موعودؑ نے آپ کو خط بھجوایا کہ قادیان آتے ہوئے اپنا فونوگراف ساتھ لیتے آئیں تاکہ غیر ممالک میں دعوتِ الی اللہ کی غرض سے کچھ پیغام بھرے جائیں۔ چنانچہ حضرت نواب صاحب فونوگراف قادیان لائے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظم "آواز آرہی ہے یہ فونوگراف سے" اور کچھ دیگر نظمیں اور تقریریں بھری گئیں۔

حضرت نواب صاحب، حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ سے حد درجہ اخلاص اور اطاعت کا تعلق رکھتے تھے۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ آخری دو ہفتے نواب صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی عیادت و خدمت کا بہترین موقع میسر آیا۔ڈاکٹروں نے قصبہ سے باہر کسی کھلی جگہ رہنے کا مشورہ دیا جس پر حضرت نواب صاحب نے اپنی کوٹھی دارالسلام کا ایک حصہ حضورؓ کے لیے خالی کر دیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے 27 فروری 1914ء کو یہاں نقل مکانی فرمائی اور اس جگہ کو بہت پسند فرمایا۔ دو ہفتے بعد 13 مارچ 1914ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے دارالسلام میں ہی وفات پائی۔

حضرت نواب صاحب ایک مردم شناس، قدردان، معاملہ فہم اور وفادار بزرگ تھے خدا تعالیٰ نے آپ کو قلب سلیم اور دماغ فہیم عطا فرمایا تھا اس لیے آپ ہر مسئلہ کی تحقیق خود کرتے تھے۔ تعصب اور غصہ ہر گز نہ تھا سچ کے قبول کرنے پر ہر وقت آمادہ رہتے تھے۔ خواتین کی اصلاح کے لیے آپ نے ایک انجمن مصلح الاخوان قائم کی اور ایک اسکول قائم کیا جس کے کل اخراجات آپ اپنی جیب سے ادا کرتے تھے۔ آپ کو تعلیم کی عام ترویج کا بہت شوق تھا۔ مدرسہ احمدیہ کے لیے کئی مرتبہ مالی تعاون کیا اور آپ ہی کی عالی ہمتی سے قادیان میں کالج کا قیام ہوا۔

حضرت نواب صاحبؓ ادب اور حفظ مراتب کے بے حد پابند تھے اور اکثر اپنی اولاد اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرتے تھے۔ آپ اپنے بڑے بھائیوں بزرگان صحابہ کرام اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لیے حد درجہ احترام کا جذبہ رکھتے تھے۔ حضرت نواب صاحب صبر و استقامت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ جن حالات میں آپ نے احمدیت قبول کی اور شجاعت سے اس کا اظہار کیا یہ آپ ہی کا خاصہ تھا۔ آپ حد درجہ کے عفت پسند اور زمانہ کے مفاسد کے باعث پردہ کے حد درجہ پابندی کے حامی تھے۔ نماز و روزہ کی ادائیگی، تلاوت قرآن کریم، دیگر مشاغل دینیہ میں ہمہ وقت مصروف رہتے تھے۔ آپ معمولاً شب بیدار اور تہجد گزار تھے۔ آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ اس بارے میں بیان فرماتی ہیں کہ:

”رات کو تہجد میں دعائیں کرتے تو یوں معلوم ہوتا کہ خدا تعالیٰ کا نور کمرہ میں نازل ہو رہا ہے۔“

حضرت نواب صاحب صبح کی نماز سے قبل قرآن مجید کی تلاوت کرتے اور فرمایا کرتے تھے کہ قرآن مجید ایک سمندر ہے جو کوئی بھی اس بحر میں غوطہ زنی کرے گا خالی ہاتھ نہ لَوٹے گا۔ ان کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''حِبی فی اللہ نواب محمد علی خان صاحب رئیس خاندان ریاست مالیر کوٹلہ قادیان میں جب وہ ملنے کے لئے آئے تھے اور کئی دن رہے، پوشیدہ نظر سے دیکھتا رہا ہوں کہ التزام ادائے نماز میں ان کو خوب اہتمام ہے اور صلحاء کی طرح توجہ اور شوق سے نماز پڑھتے ہیں اور منکرات اور مکروہات سے بالکل مجتنب ہیں''

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 526)

سامعین! آپ کی فطرت میں سخاوت کا طبعی جوش تھا اور جماعت کے غرباء آپ کی فیاضیوں سے آسودگی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ آپ کبھی غم زدہ اور فکر مند نہ ہوتے تھے۔ ہمیشہ چہرے پر خوشی اور مسرّت رہتی تھی اور اللہ تعالیٰ پر کامل توکل اور بھروسہ تھا۔ انکساری کا یہ عالم تھا کہ مسجد مبارک میں سب سے آخری صف میں جوتیوں کے قریب بیٹھ جاتے تھے۔ سلسلہ کے کاموں میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ آپ نے متعدد مواقع پر مالی قربانی کی مختلف تحریکات میں حصہ لیا، اعانت فرمائی اور عمارتوں کی مرمت اور توسیع کے لئے گاہ بگاہے رقم مہیا کی۔ جن میں مدرسہ احمدیہ منارۃ المسیح اور مرکزی لائبریری وغیرہ شامل ہیں۔ آپ نے قادیان میں بہت سے رفاہ عامہ کے کام سر انجام دیئے۔ سڑکوں کو ہموار بنوایا اور پختہ نالیاں بنوائیں نیز مریضوں کی امداد کے لیے ایک معقول رقم پیش کی۔ ان کے علاوہ سلسلہ کے پہلے اخبار الحکم کی اعانت دارالضعفاء کے لیے زمین اور الفضل کے اجراء میں اعانت بھی آپ کی مالی قربانیوں کی اعلیٰ مثالیں ہیں۔

الفضل کے اجراء کے لیے حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے کچھ روپیہ نقد اور کچھ زمین اس کام کے لیے دی۔ نیز اپنے مکان کی نچلی منزل بھی دی۔ اخبار ''الفضل'' کی اعانت کے بارہ میں حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں'' : تیسرے شخص جن کے دل میں اللہ تعالیٰ نے تحریک کی وہ مکرمی خان محمد علی خاں صاحب ہیں۔ آپ نے کچھ روپیہ نقد اور کچھ زمین اس کام کے لئے دی۔ پس وہ بھی اس رَو کے پیدا کرنے میں جو اللہ تعالیٰ نے ''الفضل'' کے ذریعہ چلائی حصہ دار ہیں۔ اور سابقون الاولون میں سے ہونے کے سبب سے اس امر کے اہل ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے اس قسم کے کام لے۔

حضرت نواب صاحبؓ کی غرباء پروری کا ذکر کرتے ہوئے حضرت نواب محمد عبد اللہ خاں صاحبؓ فرماتے ہیں: جس زمانہ میں آپؓ نے قادیان کی رہائش اختیار کی، اس کی حالت بالکل معمولی سی تھی اور مہاجرین کی حالت بہت خراب تھی۔ ان کا بیشتر حصہ دو دو تین تین روپے ماہوار پر گزارا کرتا تھا۔ حضرت نواب صاحب کا قادیان آنا ان کے لئے نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوا۔ ہر شادی بیاہ پر بری کا جوڑا آپ کی طرف سے جاتا۔ احباب میں سے ایک کثیر تعداد کی آپ مالی اعانت کرتے رہتے تھے اور پھر اس اعانت کا ذکر کسی سے نہ کرتے تھے۔ ہمیں بھی جو کچھ پتہ لگا ہے بالعموم خطوط وغیرہ سے اتفاقیہ طور پر یا ان احباب کے ذکر کرنے سے معلوم ہوا ہے۔ میاں محمد عبد اللہ خاں صاحب پٹھان (جو کچھ عرصہ ملازم رہے تھے ان) کو مکان بنوانے میں امداد دی تھی۔ بہت سے نادار طلباء کی امداد کرتے رہے تھے۔

صدر انجمن احمدیہ مالی حالت کی وجہ سے با تنخواہ مربی نہ رکھ سکتی تھی۔ حضرت نواب صاحب نے اپنے خرچ پر پہلا با تنخواہ مربی رکھا جس کے ذاتی اخراجات کے آپؓ خود کفیل ہوتے تھے اور انہیں بسا اوقات پانچ پانچ چھ چھ صد روپیہ کی اکٹھی امداد کر دیا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے منارۃ المسیح کی تعمیر کے لئے ایک سو دو مخلصین کے اسماء درج فرمائے ہیں کہ جن کے اخلاص سے حضورؑ نے اس کارِ خیر میں کم از کم سو روپیہ دینے کی توقع ظاہر کی اور بعض دے چکے تھے۔ اس فہرست میں پہلا نمبر حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کا اور دوسرے نمبر پر نواب محمد علی خاں صاحبؓ رئیس مالیر کوٹلہ کا نام درج ہے۔

حضرت نواب صاحب کبھی کبھی ڈائری لکھا کرتے تھے اور چھوٹے بڑے ہر طرح کے معمولات تحریر فرمایا کرتے تھے۔ اپنی ڈائری میں واقعات کو بالکل صحیح اور سادہ رنگ میں ظاہر کرتے تھے۔ مثلاً اگر نماز میں دیر ہو گئی تو اس کا اخفاء نہیں کیا جس سے ان کی صداقت پسندی کا اظہار ہوتا ہے۔ آپ بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے بھی کچھ نہ کچھ وقت نکالتے تھے جس سے بچوں کے ذاتی رجحان اور اخلاق کی درستی میں مدد ملتی۔

سامعین! حضرت نواب صاحبؓ کافی لمبا عرصہ بیمار رہے مگر اپنی علالت کے دوران بھی زندگی کے کاموں میں مصروف رہے لیکن آخر میں آپؓ کے پیشاب میں خون آنے لگ گیا۔ ہر طرح کا علاج کیا گیا مگر افاقہ نہیں ہوا۔ آخر 10 فروری 1945ء کو بعمر 75 سال حضرت نواب صاحبؓ کا انتقال ہو گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپؓ کے جنازہ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے کندھا دیا۔ بہشتی مقبرہ قادیان سے متصل باغ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کی تدفین احاطہ خاص میں ہوئی جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مزار مبارک ہے۔

اللہ تعالیٰ آپؓ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

چند ہی دن کی جدائی ہے یہ مانا لیکن
بدمزہ ہوگئے یہ دن بخدا تیرے بعد
یہ دعا ہے کہ جدا ہو کے بھی خدمت میں رہوں
زندگی میری رہے وقف دعا تیرے بعد

(کمپوزڈ بائی: عائشہ منصور چوہدری۔ جرمنی)

﴾21﴿ ﴾مشاہدات۔498﴿

سیرت حضرت سیّدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَّیَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ ؕ وَمَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰهِ فَهُوَ حَسۡبُهٗ(الطلاق:4)

ترجمہ: اور وہ اُسے وہاں سے رزق عطا کرتا ہے جہاں سے وہ گمان بھی نہیں کر سکتا اور جو اللہ پر توکل کرے تو وہ اُس کے لئے کافی ہے۔

اہل وقار ہوویں فخر دیار ہوویں
حق پر نثار ہوویں مولیٰ کے یار ہوویں
بابرگ و بار ہوویں اک سے ہزار ہوویں
یہ روز کر مبارک سُبۡحَانَ مَنۡ یَّرَانِیۡ

معزز سامعین! میری تقریر کا عنوان ”**سیرت حضرت سیّدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا**“ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مومن عورتوں کی جو صفات بیان فرمائی ہیں ہمارے لیے اُن صفات کا ایک بہترین نمونہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کی خواتینِ مبارکہ بھی ہیں جن کے دلوں میں اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت، تقویٰ اور اللہ کی مخلوق سے شفقت کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کے متعلق پیشگوئیوں میں آپؑ کی ایک علامت یہ بھی تھی کہ جب وہ آئے گا تو فَیَتَزَوَّجُ وَیُوۡلَدُ لَهٗ یعنی وہ شادی کرے گا اور اس کی اولاد ہو گی۔

(مشکوۃ کتاب الفتن باب نزول عیسیٰ الفصل الثالث)

اگر ہم غور کریں تو اس علامت کے بیان کرنے میں لازماً کوئی غیر معمولی بات تھی۔ نیز اس شادی کی خبر اور اس سے پیدا ہونے والی اولاد کی پیشگوئی کسی عام انسان نے نہیں بلکہ اللہ کے محبوب حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی جو کہ ظاہر کرتی ہے کہ مسیح و مہدیؑ کی ایک شادی ایسی ضرور ہو گی جو عام شادیوں جیسی نہ ہو گی اور اس عظیم الشان شادی کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی اولاد بھی عام لوگوں کی اولاد کی طرح نہ ہو گی بلکہ ایسی مبشر اولاد ہو گی جو مسیح موعودؑ کی شکل و شباہت میں ہی نہیں بلکہ آپؑ کے اخلاق و صفات میں ان کے مماثل ہو گی اور ان کی ہی طرح مشن اور کام جاری رکھنے والی ہو گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حضرت اماں جانؓ کے بطن سے پیدا ہونے والی ساری اولاد کے بارے میں اُن کی پیدائش سے قبل ہی الہام ہوئے تھے۔ اس مبشر اولاد میں سب سے آخر میں پیدا ہونے والی حضرت صاحبزادی امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ تھیں۔ حضرت صاحبزادی امۃ الحفیظ صاحبہؓ سے قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاں ایک صاحبزادی امۃ النصیر صاحبہ کی ولادت ہوئی تھی جن کے بارے میں حضورؑ کو پہلے ہی الہاماً بتا دیا گیا تھا کہ وہ جلد ہی فوت ہو جائیں گی اور پھر اسی سال دسمبر میں اُن کی وفات ہو گئی۔ حضرت مسیح موعودؑ کو دیگر بچوں کی طرح حضرت صاحبزادی امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کی ولادت کے بارے میں بھی خاص طور پر الہاماً خبر دی گئی۔ چنانچہ 10، مئی 1904ء کو الہام ہو "دُخت کرام" اس پیشگوئی کے پینتالیس دن بعد 25، جون 1904ء کو حضرت صاحبزادی امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کی ولادت ہوئی۔

حضرت مسیح موعودؑ نے آپ کی تاریخ ولادت کو اپنی ڈائری میں یوں تحریر فرمایا:

"آج 25 جون 1904ء روز شنبہ کو یعنی اس رات کو جو جمعہ کا دن گزرنے کے بعد آتی ہے مطابق 10 ربیع الثانی 1322 ہجری اور دہم ہاڑ سمت 1906 میرے گھر میں لڑکی پیدا ہوئی اور اس کا نام امۃ الحفیظ رکھا گیا۔ یہی وہ لڑکی ہے جس کی نسبت الہام ہوا تھا واللّٰہُ مُخْرِجٌ مَاکُنْتُمْ تَکْتُمُوْنَ"

(کاپی الہامات حضرت مسیح موعودؑ، بحوالہ دخت کرام صفحہ 31)

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ رضی اللہ عنہا کی پیدائش کو حقیقۃ الوحی میں اپنی صداقت کے چالیسویں نشان کے طور پیش کرتے ہوئے فرمایا:

"چالیسواں نشان یہ ہے کہ اس لڑکی کے بعد ایک اور لڑکی کی بشارت دی گئی جس کے الفاظ یہ تھے کہ دُخت کرام چنانچہ وہ الہام الحکم اور البدر اخباروں میں اور شاید ان دونوں میں سے ایک میں شائع کیا گیا اور پھر اس کے بعد لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام امۃ الحفیظ رکھا گیا اور وہ اب تک زندہ ہے۔"

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 228)

حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ نے جب قرآن کریم کا پہلا دَور مکمل کیا تو 3 جولائی 1911ء کو آپؓ کی آمین ہوئی۔ بچپن میں ابتدائی جماعتوں کی پڑھائی اور لکھائی محترمہ سکینۃ النساء اہلیہ حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل سے سیکھی۔ آپؓ بے حد ذہین و فہیم تھیں۔ حصولِ علم کا اتنا شوق تھا کہ شادی کے بعد میٹرک، ادیب عالم اور انگریزی میں ایف اے کا امتحان بھی پاس کیا۔ اردو ادب کے علاوہ انگریزی ادب بھی کافی پڑھا ہوا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

"حضرت چھوٹی پھوپھی جان (حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ) اور حضرت بڑی پھوپھی جان کی دنیا کے لحاظ سے بہت معمولی تعلیم تھی لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر میں پرورش کا ایک یہ فیض بھی تھا کہ علم سے بڑی دلچسپی تھی اور ظاہری تعلیم نہ ہونے کے باوجود ایسی روشن دماغ تھیں ایسا وسیع مطالعہ تھا کہ اکثر مجھے یاد ہے جب بھی گئے ان کے ہاتھوں میں کتابیں ہی دیکھیں۔ بات کرنے لگے ہیں تو کتاب دہری کرکے رکھ دی تاکہ جب باتیں ختم ہوں تو پھر کتاب اٹھالیں اور اس کے نتیجہ میں ان کی زبان میں جِلا تھی۔"

(دخت کرام از سید سجاد احمد صفحہ 196)

آپؓ چھوٹی سی عمر میں ہی بہت ذہین تھیں اور خوب باتیں کیا کرتی تھیں۔ آپؓ شکل وشباہت میں حضرت مسیح موعودؑ سے کافی مشابہت رکھتی تھیں۔ آپ پاک صورت اور پاکیزہ سیرت و اخلاق کی حامل تھیں۔ حضرت مسیح موعودؑ اپنے دوسرے بچوں کی طرح آپ پر بھی اپنی خاص توجہ فرماتے تھے۔ جس کا اندازہ

حضرت مسیح موعودؑ کی سورۂ آل عمران کی تفسیر میں بیان فرمودہ درج ذیل نکتہ سے بھی ہوتا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ

”حضرت عیسیٰؑ کی نسبت لکھا ہے کہ وہ مھد میں بولنے لگے۔ اس سے یہ مطلب نہیں کہ پیدا ہوتے ہی یا دو چار مہینہ کے بولنے لگے۔ اس سے یہ مطلب ہے کہ جب وہ چار برس کے ہوئے کیونکہ یہ وقت تو بچوں کے پنگھوڑے میں کھیلنے کا ہوتا ہے اور ایسے بچے کے لیے باتیں کرنا کوئی تعجب انگیز امر نہیں۔ ہماری لڑکی امۃ الحفیظ بھی بڑی باتیں کرتی ہے۔“

(الحکم جلد 11 مورخہ 31مارچ1907ء، صفحہ 11 تفسیر سورۃ آل عمران صفحہ 35)

آپ رضی اللہ عنہا کو حضرت مسیح موعودؑ کی حیات مبارکہ کے آخری چار سالوں میں آپؑ کی دعاؤں اور محبت و شفقت کا وافر حصہ نصیب ہوا۔ باوجود پیرانہ سالی کے حضرت مسیح موعودؑ آپؓ کی تمام معصومانہ خواہشات کا خیال رکھتے اور سارے ناز اٹھاتے تھے۔ ایک دفعہ آپؑ سیر کو جارہے تھے کہ حضرت اماں جانؓ نے کہلا بھیجا کہ امۃ الحفیظ رو رہی ہیں اور ساتھ جانے کی ضد کر رہی ہیں۔ آپؑ نے ملازمہ کے ہاتھ ان کو بلوایا اور گود میں اٹھا کے لے چلے۔

(دخت کرام از فوزیہ شمیم صفحہ 6)

اولاد میں سے سب سے چھوٹی ہونے کی وجہ سے حضرت اماں جانؓ کو آپ سے بہت زیادہ محبت تھی اور آپ اپنی والدہ کی لاڈلی تھیں۔ حضرت اماں جانؓ نے اپنی اس بیٹی کے لیے حصول برکت کی خاطر ایک دونّی پر حضرت مسیح موعودؑ سے دعا کرا کے رکھ لی تا وصال حضرت مسیح موعودؑ کے بعد بھی تاحیات یہ برکت آپ کے ساتھ رہے۔

(دخت کرام صفحہ 6)

سامعین! حضرت صاحبزادی سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کا نکاح حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحبؓ فرزند حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کے ساتھ 7جون 1915ء بمطابق 23رجب المرجب 1333ھ

بروز دوشنبہ کو مبلغ پندرہ ہزار روپے حق مہر پر حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحبؓ نے پڑھایا۔ تقریب رخصتانہ 22، فروری 1917ء مطابق 29، ربیع الثانی 1335ھ کو عمل میں آئی۔

(الفضل 24، جنوری 1917ء بحوالہ اصحاب احمد جلد 12 صفحہ 65)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین صاحبزادوں اور چھ صاحبزادیوں سے نوازا جن میں صاحبزادی آمنہ طیّبہ بیگم صاحبہ، صاحبزادہ میاں عباس احمد خان صاحب، صاحبزادی طاہرہ بیگم صاحبہ، صاحبزادی زکیہ بیگم صاحبہ، صاحبزادی قدسیہ بیگم صاحبہ، صاحبزادی شاہدہ بیگم صاحبہ، صاحبزادہ شاہد احمد خان پاشا صاحب، صاحبزادی فوزیہ بیگم صاحبہ، صاحبزادہ میاں مصطفیٰ احمد خان صاحب شامل ہیں۔

معزز سامعین! حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں کی وارث اور حضرت اماں جانؓ کی تربیت یافتہ ہونے کی وجہ سے حضرت صاحبزادی امۃ الحفیظ صاحبہؓ نے اپنی عائلی زندگی خوب بسر کی۔ اپنے خاوند سے محبت و وفا کا تعلق نبھایا۔ آپؓ تھوڑے سے پیسوں میں انتہائی سلیقے سے گھر کا خرچ چلاتی تھیں کبھی اپنے میاں پر ناجائز بوجھ نہیں ڈالا۔ قیام پاکستان کے فوراً بعد ہی حضرت نواب محمد عبد اللہ خان صاحبؓ دل کی بیماری میں مبتلا ہوئے تو حضرت سیدہ صاحبہؓ نے اپنی خاوند کی خدمت کا صحیح معنوں میں پورا حق ادا کیا اور دن رات اپنے خاوند اور بچوں کی دیکھ بھال میں لگی رہتیں۔ اسی خدمت میں اپنی صحت کی بھی پروانہ کی۔ اس بیماری کے بعد حضرت نواب صاحب تیرہ سال زندہ رہے لیکن دوبارہ نارمل زندگی نہ گزار سکے۔ اس تمام عرصہ میں آپؓ نے خدمت کا پورا حق ادا کیا اور ہر قسم کی تفریح اپنے اوپر حرام کرلی۔ کئی ماہ تک تو آپؓ کاپنے خاوند کے کمرے سے باہر بھی نہیں نکلیں۔ ایک دفعہ بہت عرصہ کے بعد جب باہر آئیں تو سورج کی روشنی کی عادت نہ ہونے کی وجہ سے آپؓ کی آنکھیں چندھیا گئیں۔

(دخت کرام لجنہ اماء اللہ صفحہ 20-21)

آپؓ کی بیٹی محترمہ طاہرہ بیگم صاحبہ لکھتی ہیں کہ جس جانفشانی اور محنت سے امی جان نے ابا جان کی خدمت کی وہ ایک مثال ہے۔ تین تین چار چار بج رہے ہیں اور امی جان اسی طرح بھوکی کام میں مصروف ہیں۔ بڑی مشکل سے اور زور دینے سے کھڑے کھڑے دو چار نوالے منہ میں ڈالتیں اور پھر ابا جان کی (پلنگ کی) پٹی کے ساتھ لگ جاتیں۔ چار پانچ مہینے تو امی جان نے نیند بھی پوری نہیں لی۔ کبھی دس پندرہ منٹ کے لیے

آنکھ جھپک جاتی اور پھر آکر ابا جان کی پشت کو دبانے لگ جاتیں۔ رات گیارہ بارہ بجے جب آپ کو تسلی ہو جاتی کہ ابا جان سو چکے ہیں تو ایک اسٹول ابا جان کی چارپائی کے ساتھ ملا لیتیں اور اس پر ٹیڑھی ہو کر اس حالت میں لیٹ جاتیں کہ سر اور شانے ابا جان کے پلنگ کی پٹی پر اور ہاتھ ابا جان پر ہوتا تھا۔

سامعین! حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کا ایک نمایاں وصف انفاق فی سبیل اللہ تھا۔ آپ مالی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔ اگرچہ آپ ارشاد حضرت مسیح موعودؑ کے تحت نظام وصیت سے مستثنٰی تھیں لیکن آپ چندہ عام کے ساتھ حصہ جائیداد بھی ادا فرمادیا کرتی تھیں۔ تحریک جدید کے مالی سال کا آغاز ہوتے ہی وعدہ لکھوانے کے ساتھ ہی ادائیگی کر دیتی تھیں۔ اس کے علاوہ مختلف مدات میں بھی چندہ دیا کرتی تھیں۔ جیسے چندہ برائے زنانہ وارڈ نور ہسپتال، چندہ برائے انسداد ارتداد علاقہ ملکانہ، چندہ برائے مسجد لندن، چندہ برائے توسیع بہشتی مقبرہ قادیان، ریزروفنڈ تحریک، چندہ برائے توسیع اشاعت رسالہ ریویو آف ریلیجنز، تعمیر عمارت دفاتر مجلس خدام الاحمدیہ قادیان وغیرہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد 4 صفحہ 539)

مجلس خدام الاحمدیہ نے لوائے احمدیت سینے کے لیے وہ کپڑا بھجوایا (جس کے لیے کپاس صحابہ حضرت مسیح موعودؑ نے بوئی تھی اور جس کو سینے کی سعادت حضور کی صحابیات کو حاصل ہوئی تھی) تاکہ صحابیات سے سلوایا جائے چنانچہ ربوہ میں موجود صحابیات کو یہ شرف حاصل ہوا۔ صحابیات کی فہرست میں کُل بیس ناموں پر مشتمل ہے جس میں دوسرا نام حضرت سیّدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کا ہے۔

(دُختِ کرام از سید سجاد احمد صفحہ 111)

مسجد محمود زیورچ (سوئٹزرلینڈ) کا سنگِ بنیاد آپؓ کے دستِ مبارک سے رکھا گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک انگوٹھی جو حضورؑ اپنے دستِ مبارک میں پہنا کرتے تھے اور حضورؑ کی وفات کے بعد حضرت اماں جانؓ کے ذریعہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو منتقل ہوئی اور آپ کے بعد سیدنا حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو اور پھر حضرت سیّدنا مرزا طاہر احمد صاحب کے خلیفۃ المسیح الرابع منتخب ہونے پر پہلی عام بیعت لینے کے بعد جب

حضور قصرِ خلافت تشریف لے گئے تو حضرت سیّدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ نے یہ متبرک انگوٹھی اپنے دستِ مبارک سے حضورؒ کی انگلی میں پہنائی۔

(دُختِ کرام از سید سجاد احمد صفحہ 282)

اب یہ انگوٹھی ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے دستِ مبارک کی زینت بنی ہوئی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی مبشر اولاد میں سے ہونے کی وجہ سے حضرت سیدہ صاحبہؓ تمام اوصاف حمیدہ سے متصف تھیں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں ہمیشہ مصروف رہتیں۔ قال اللہ اور قال الرسول پر تاحیات کاربند رہیں۔ تربیت اولاد کا خاص خیال رکھتیں۔ کام کرنے والی خادماؤں سے نہایت شفقت سے پیش آتیں اور ان سے عفو کا سلوک فرماتیں۔ انتظامی صلاحیت بدرجۂ اتم موجود تھی۔ صبر وضبط کا پیکر تھیں۔ آپؓ کی منجھلی صاحبزادی مکرمہ طاہرہ بیگم صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ

"میری امی بہت تقویٰ شعار اور خدا سے بے حد پیار کرنے والی، بے حد صابر و شاکر کبھی کسی کا برا نہ چاہتی تھیں ہر ایک سے بے حد محبت کرنے والی اور جس سے ایک دفعہ تعلق ہو جائے اس کو ہمیشہ نبھاتی تھیں۔ میری امی کو بخل، حسد اور ریس سے دُور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ معاملہ کی بہت صاف تھیں.... جھوٹ بولنے سے بھی بے حد متنفر تھیں، ہمیشہ صاف اور کھری بات کرنے کو پسند کرتی تھیں۔ بوجود اپنی اتنی کمزوری اور بیماری کے قرآن مجید کی تلاوت روزانہ کرتی تھیں...ایک خاص وصف خدا تعالیٰ پر توکل تھا۔ ایک دفعہ امی کو شہد کی ضرورت پڑی۔ اتفاق سے اس وقت شہد موجود نہیں تھا۔ میں نے کہا امی! ابھی جاکر سیدی حضرت بھائی جان (حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحبؒ) سے لے آتی ہوں۔ ان کے پاس بہت سا شہد آیا ہے...امی نے فوراً کہا: نہیں! میں نے کسی سے نہیں مانگنا۔ جب اللہ تعالیٰ خود میری تمام ضرورتیں پوری کرتا ہے تو میں کسی کو کیوں کہوں اور پھر میں نے دیکھا اسی دن یا دوسرے دن ہی کسی نے امی کو بہت اچھا خالص شہد تحفۃً بھجوا دیا۔ غرضیکہ میری امی میں بہت ہی خودداری تھی۔ وہ ایمان اور ایقان میں غیر متزلزل ہستی تھیں۔ وہ حضرت مسیح موعودؑ کے الہام "دُختِ کرام" کی حقیقی تصویر تھیں۔"

(دختِ کرام صفحہ 277-278)

سامعین! آپؓ نماز ہمیشہ اپنے وقت پر ادا کرتیں اور نماز جمع کر کے پڑھنے کی عادت نہ تھی۔ ایک دفعہ آپؓ شدید بیمار تھیں اور تقریباً دو دن تک بے ہوش رہیں۔ ہوش میں آئیں تو کمزوری اتنی تھی کہ بات نہ کر سکتی تھیں لیکن جو پہلی چیز آپؓ نے اشارۃً طلب کی وہ پاک مٹی کی تھیلی تھی جس سے تیمم کر کے آپؓ نماز ادا کرتی تھیں۔ جب آپؓ نے تیمم کیا تو نماز ادا کرنے کی کوشش میں دوبارہ بے ہوش ہو گئیں اور ایسا کئی دفعہ ہوا۔ جو لڑکیاں آپؓ کے پاس رہتی تھیں انہیں نماز بروقت ادا کرنے کی تلقین فرماتی تھیں اور ہر نماز کے وقت ہر لڑکی کو پوچھتیں کہ اُس نے نماز ادا کی ہے یا نہیں۔

آپؓ کی بیٹی محترمہ فوزیہ بیگم صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ مجھے کہا کہ انسان سمجھتا ہے کہ میں گھبراہٹ میں دعا نہیں کر سکتا۔ مگر زبردستی کمرہ بند کر کے نفلوں کی نیت باندھ کر دعا شروع کر دو پھر دیکھو خود بخود دعا نکلنی شروع ہو جائے گی۔ دو نفل نو دس بجے دن اور دو یا چار نفل تہجد کے پڑھ کے تو دیکھو اللہ تعالیٰ کیسا فضل کرتا ہے۔ جب بندہ مانگے ہی نہ تو وہ کیوں دے! فرماتی تھیں کہ جس نے دعا کی عادت کو اپنا لیا اس نے سب ہی کچھ پا لیا۔

فوزیہ بیگم صاحبہ ہی بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ میری بیٹی سمیرا نے کسی چیز کے لیے خط لکھ کر پیسے مانگے تو اس کو بڑا پیارا جواب دیا۔ اس کی خواہش بھی پوری کر دی لیکن ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ جس چیز کی ضرورت ہو اللہ میاں سے مانگا کرو۔ دعاؤں کی عادت ڈالو۔ ہاں انسانوں میں صرف میرے کان میں چپکے سے کہہ دیا کرو۔

آپؓ خود بھی بہت زندہ دل تھیں اور اپنے بچوں کو بھی ہمیشہ عزم وہمت اور خوش دلی کی نصیحت کرتیں۔ فرماتیں کہ زندگی میں جو گھڑی بھی خوشی کی ملے اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ وقت اور حالات کی وجہ سے خود پر افسردگی اور غم طاری رکھنا بُری بات ہے، ناشکری ہے، توکّل کے خلاف ہے، اپنے سے کمزور کو دیکھو، اپنا حوصلہ بلند رکھو، اعتماد پیدا کرو۔ بس دعا نہ چھوڑو اللہ سے رشتہ جوڑ لو سب ٹھیک ہو جائے گا۔

محترمہ امۃ الودود صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ آپؓ اپنے خادموں سے بہت شفقت کا سلوک فرماتی تھیں۔ اگر کبھی کسی کی صحت خراب ہو جاتی تو اس کا بہت خیال رکھتیں اور اس کے لیے ادویات کا انتظام کرنے کے علاوہ بار بار اس کا حال بھی دریافت فرماتی تھیں۔ آخری ایام میں بوجہ ضعف آپؓ کو نیند بہت کم آتی تھی

اس لیے بیماری کے سبب اگر کسی خادمہ کو رات کے وقت جگاتیں تو پھر اس کے لیے بہت دعائیں کرتیں اور پھر دن کو بتاتیں کہ آج رات میں نے تمہارے لیے بہت دعائیں کیں۔ خدمت کرنے والی لڑکیوں کے بارہ میں اکثر کہتے سنا کہ یہ میری بیٹیاں ہیں جو میری خدمت کرتی ہیں۔

(خدیجہ 2013ء شمارہ نمبر 1 صفحہ 172)

اگر کھانے کے وقت کوئی مہمان آجاتا تو اُسے بغیر کھانا کھائے نہیں جانے دیتی تھیں یہاں تک کہ آپ نے باورچی کو مستقل ہدایت دے رکھی تھی کہ کھانے کے وقت میرے گھر سے کوئی مہمان کھانا کھائے بغیر نہیں جانا چاہیے۔

(دُختِ کرام از سید سجاد احمد صفحہ 408)

آپؓ کو ورزش کرنا بہت پسند تھا۔ اکثر حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ اور آپؓ اپنے صحن میں چہل قدمی کرتیں۔ بعض اوقات آپؓ اپنی بچیوں کے ساتھ صحن میں تیز تیز چہل قدمی کرتی تھیں اور ساتھ ساتھ گفتگو بھی کرتی رہتیں۔ ربوہ میں اکثر عزیزوں کے گھر آپؓ جب تک صحت کی حالت میں رہیں پیدل ہی جاتی تھیں۔

(دختِ کرام، لجنہ اماء اللہ صفحہ 33)

معزز سامعین! حضرت سیدہ کی زندگی توکل علی اللہ اور عشق الٰہی کی عکاس تھی۔ جیسا کہ خاکسار نے ابتداء میں تلاوت کی کہ "اور وہ اُسے وہاں سے رزق عطا کرتا ہے جہاں سے وہ گمان بھی نہیں کر سکتا" آپؓ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ساری عمر وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ کا سلوک فرمایا اور حضرت مسیح موعودؑ کے اس آسمانی خزانہ سے جو آسمان پر اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے رکھا ہوا تھا انہیں بھی حصہ ملتا رہا اور معجزانہ رنگ میں اللہ تعالیٰ نے آپؓ کے سارے کام کیے اور ساری ضرورتیں پوری ہوتی رہیں اور زندگی کے ہر مرحلہ میں آپؓ فائز المرام رہیں۔ آپؓ کی زندگی میں بہت سے ایسے مواقع آئے کہ کوئی چیز موجود نہ تھی اور آپ

نے اس کی خواہش کی تو اللہ تعالیٰ نے غیب سے اس کے سامان کر دیے۔ چھوٹی سے چھوٹی خواہش اور بڑی سے بڑی آرزو کی تکمیل اللہ تعالیٰ نے کی۔

(دُختِ کرام از سید سجاد احمد صفحہ 26)

سامعین! حضرت امۃ الحفیظ صاحبہ کو امام وقت سے بے حد پیار تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے بارہ میں فرماتیں "میاں طاری" مجھے بچپن سے ہی بہت پیارے تھے اور جب حضورؒ آپؓ سے ملنے تشریف لاتے تو ہمیشہ اُنہیں گلے ملتیں اور آبدیدہ ہو جاتیں اور ہر اہم کام حضورؒ کے مشورہ اور اجازت سے انجام دیتیں تھیں یہاں تک کہ آپ کو علاج کی خاطر لاہور لے کر جانا تھا تو پہلے حضورؒ کو اطلاع دی اور اجازت چاہی جب حضورؒ نے اجازت دی تو پھر علاج کے لیے لاہور تشریف لے گئیں۔

(دُختِ کرام از سید سجاد احمد صفحہ 408)

سامعین کرام! حضرت صاحبزادی سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ اپنی حیات مبارکہ کی 83 بہاریں دیکھ کر 6 مئی 1987ء کو پونے تین بجے سہ پہر بیت الکرام ربوہ میں وفات پا گئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپ کی نماز جنازہ مورخہ 7 مئی کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ہدایت پر حضرت مولوی محمد حسین صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعودؑ نے مسجد اقصیٰ ربوہ میں پڑھائی اور تدفین احاطہ خاص بہشتی مقبرہ دارالفضل میں ہوئی۔ آپؓ کی وفات پر خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا:

"حضرت پھوپھی جانؓ میرے میری والدہ کی طرح تھیں جو مجھ سے جُدا ہو گئیں"

آپؓ نے ساری زندگی قال اللہ اور قال الرسول پر عمل پیرا ہو کر گزاری۔ آپ جیسی بزرگ ہستیاں برکات الٰہی کا مورد ہوتی ہیں اور اِن کی دعاؤں سے ایک عالم فیض یاب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی حضرت سیّدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین

مری اولاد سب تیری عطا ہے
ہر اک تیری بشارت سے ہوا ہے
یہ پانچوں جو کہ نسلِ سیدہ ہے
یہی ہیں پنج تن جن پر بِنا ہے

یہ تیرا فضل ہے اے میرے ہادی
فَسُبحَانَ الَّذِی اَخزَی الاَعَادِی

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

﴿22﴾ ﴿مشاہدات۔563﴾

سیرت حضرت نواب محمد عبد اللہ خان صاحب رضی اللہ عنہ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الانعام:163)

کہ تو کہہ دے کہ میری عبادت اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مَرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا موضوع ہے **"سیرت حضرت نواب محمد عبد اللہ خان صاحب رضی اللہ عنہ"**

جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بطور مسیح موعود و مہدیٔ معہود اپنی بعثت کا دعویٰ کیا تو نہ صرف آپ علیہ السلام کو کمزور اور غریب لوگوں نے قبول کیا بلکہ کچھ ایسے بھی تھے جن کا تعلق رئیس گھرانوں سے تھا۔ ایسے ہی ایک مالیر کوٹلہ کے رئیس گھرانے سے تعلق رکھنے والے نوجوان حضرت نواب محمد عبد اللہ خان صاحبؓ بھی تھے جن کے والد حضرت مسیح موعودؑ کے داماد اور فدائی صحابی حُجۃ اللہ حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ تھے۔

حضرت نواب محمد عبد اللہ خان صاحبؓ حضرت نواب محمد علی خان صاحب کی پہلی اہلیہ حضرت مہر النساء صاحبہ کے بطن سے یکم جنوری 1896ء کو مالیر کوٹلہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی عمر ابھی اڑھائی تین سال کی تھی تو آپؓ کی والدہ محترمہ کا انتقال ہو گیا۔ جب آپؓ کی عمر چھ سال کے قریب تھی تو 1901ء میں اپنے والد کے ہمراہ اپنا سارا گھر، عیش و آرام اور نوکر چاکر چھوڑ کر قادیان جیسی ایک چھوٹی سی بستی میں ہجرت کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زیر سایہ آکر رہنے لگے۔ شروع میں ایک چھوٹا مکان تھا جس میں آپ اپنے خاندان کے ساتھ رہائش پذیر رہے لیکن اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ آپؓ کو تقریباً ساڑھے

چھ سال تک حضرت مسیح موعودؑ کی تربیت میں پرورش پانے کا موقع ملا اور یہ حضرت مسیح موعودؑ کی تربیت ہی تھی جس سے آپؓ محبت الٰہی، اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، عشق ووفا مسیح موعودؑ واہل بیت میں طاق ہوئے۔

سامعین! حضرت نواب صاحب نے اور ان کے بھائی میاں عبد الرحیم خان صاحب کو قرآن کریم ناظرہ حضرت پیر منظور صاحب نے پڑھایا اور ترجمہ قرآن آپؓ نے حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ سے پڑھا۔ مورخہ 21؍دسمبر 1903ء کو بروز عید الفطر بعد نماز مغرب آپ دونوں کی تقریب آمین ہوئی جس میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے بنفس نفیس شرکت فرما کر اجتماعی دعا کروائی۔ نواب صاحب نے بچپن میں قرآن کریم کے سات سپارے حفظ بھی کئے تھے۔ جغرافیہ، حساب وغیرہ کے مضامین حضرت بھائی عبد الرحیم صاحب سے سیکھے جو آپ کے ٹیوٹر بھی مقرر تھے اور ورزش و کھیل میر وڈبہ وغیرہ کے سلسلہ میں آپ کا خیال رکھتے تھے۔ میٹرک میں آپ کے اساتذہ کا خیال تھا کہ آپ امتحان میں پاس نہ ہو پائیں گے اس لیے آپ کو امتحان میں نہ بیٹھنے دیا جائے لیکن آپؓ کو الہام ہوا کہ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (الانفال:18) یعنی جب تُو نے (ان کی طرف کنکر) پھینکے تو تُو نے نہیں پھینکے بلکہ اللہ ہے جس نے پھینکے۔ پھر آپؓ نے امتحان دیا اور خدا کے فضل سے آپؓ امتحان میں پاس ہو گئے۔ آپ کے بھائی محترم عبد الرحیم خان صاحب مدرسہ کی زندگی کے بارہ میں بیان کرتے ہیں کہ

’’ہماری مدرسہ کی زندگی شروع ہوئی۔ میاں عبد اللہ خان کا مذہبی رجحان بڑھ چکا تھا۔ یہ نمازوں وغیرہ میں مجھ سے بہت زیادہ پیش پیش تھے۔ ان کو بحث و تمحیص کا بہت زیادہ شوق تھا۔‘‘

حضرت نواب صاحب کا یہ مذہبی رجحان اور تعلق باللہ حضرت مسیح موعودؑ کی پاک صحبت و تربیت کے مرہون منت تھا۔

1915ء میں آپ نے میٹرک پاس کر کے گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا۔ کالج میں آپ کے حلقہ احباب میں دینی ومذہبی طلباء ہی شامل رہے لیکن ہاسٹل کا ماحول آپ کے دینی مزاج کے بر خلاف تھا۔ چنانچہ آپ اپنے چچا نواب سر ذوالفقار علی خاں صاحب کی کوٹھی ’’زر افشاں‘‘(واقع کوئینز روڈ) میں منتقل ہو گئے۔ آپؓ نے لاہور میں احمدیہ ہاسٹل کے قیام کی تحریک شروع ہونے پر اس میں نہایت جانفشانی سے

حصہ لیا اور 1915ء کے آخر پر آپ کی کوششوں کے نتیجہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے حکم سے احمدیہ ہاسٹل کا قیام ہوا جس کے لیے آپ نے ہی ایک موزوں مکان تلاش کیا اور اسے ہاسٹل کا درجہ دیا گیا۔ ہاسٹل کے قیام کے بعد آپ بھی وہیں آگئے جہاں نماز باجماعت اور درس کا باقاعدہ سلسلہ حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحبؓ مبلغ لاہور کے ذریعہ شروع ہوا۔ زمانہ طالب علمی میں آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے ان خصوصی دروس میں جو آپؓ اپنے صاحبزادہ میاں عبدالحیٔ صاحب کو نماز مغرب کے بعد اپنے کچے مکان کے صحن میں دیا کرتے تھے، میں شامل ہونے کا موقع ملا۔

سامعین! قادیان ہجرت کرنے کی دوسری بڑی برکت جو حضرت نواب محمد عبد اللہ خان صاحب کو نصیب ہوئی وہ خاندان حضرت مسیح موعودؑ سے رشتہ مصاہرت قائم ہونے کی تھی۔ حضرت نواب محمد علی خان صاحب کی دیرینہ دلی خواہش تھی کہ ان کی ساری اولاد کی شادیاں احمدی گھرانوں میں ہوں اور کسی ایک لڑکے کی شادی حضرت مسیح موعودؑ کے گھر میں ہو۔ اس سلسلہ میں حضرت نواب عبد اللہ خان صاحبؓ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت بھی ہوئی تھی۔ آپؓ بیان کرتے ہیں کہ

"ایک روز میں دوپہر کے وقت آرام کر رہا تھا کہ مجھے خواب میں کسی نے "حضرت مسیح موعود کے گھر" کہا۔"

آپؓ کے والد حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ نے آپ سے فرمایا کہ

"میں چاہتا ہوں کہ تمہارا رشتہ امۃ الحفیظ حضرت مسیح موعودؑ کی صاحبزادی سے ہو اور یہ مجھ کو اس لیے تحریک ہوئی کہ اس وقت دوسرے بھائیوں کی نسبت تمہیں دین کا شوق ہے۔"

چونکہ حضرت عبد اللہ خان صاحب کو پہلے ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت مل چکی تھی اس لیے آپ نے اپنے والد کو اپنی خوش قسمتی سمجھتے ہوئے ہاں کر دی۔ بعد استخارہ حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں اس امر کا اظہار کیا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ

"عزیز عبد اللہ خان نہایت نیک اور صالح نوجوان ہے اور اس کے متعلق ہمیں کسی قسم کا اعتراض نہیں بلکہ ہم سب اس رشتہ کو پسند کرتے ہیں اور خوش ہیں کہ اللہ تعالیٰ توفیق دے تو یہ رشتہ ہو جائے۔"

چنانچہ 7؍جون 1915ء بمطابق 23؍رجب المرجب 1333ھ بروز دوشنبہ کو حضرت نواب محمد عبد اللہ خان صاحبؓ کا نکاح دختِ کرام حضرت صاحبزادی سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کے ساتھ مبلغ پندرہ ہزار روپے حق مہر پر حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحبؓ نے پڑھایا۔ تقریب رخصتانہ 22؍فروری 1917ء بمطابق 29؍ربیع الثانی 1335ھ کو عمل میں آئی اور حضرت صاحبزادی امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ دارالمسیح سے دارالسلام لائی گئیں اور یوں آپ کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دامادی کا شرف حاصل ہوا۔

حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ فرماتی ہیں کہ

"14-15 سال کی عمر سے ہی ان میں احمدیت کی پختگی اور سعادت کو دیکھ کر ان کے والد (نواب صاحب) نے ان کو چن لیا تھا کہ عزیزہ امۃ الحفیظ بیگم کے پیغام دینے کو میرا یہی لڑکا مناسب اور موزوں ہے۔ فرماتے تھے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی دختر کا پیام اسی کے لئے دینے کی جرأت کر سکتا ہوں جس کو ایمان واخلاص اور احمدیت میں دوسروں سے بڑھ کر پاتا ہوں۔ پھر یہ رشتہ ہو گیا اور مبارک ہوا۔ جو پہلے روحانی طور پر زیادہ نزدیک تھے اور اب جسمانی طور پر بھی آملے۔"

حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ نے اس رشتہ سے قبل حضرت نواب محمد عبد اللہ خان صاحبؓ کو چند نصائح فرمائی تھیں۔ جن پر آپؓ نے بخوبی عمل کیا اور اس مبارک رشتہ کو آپ نے زندگی کی آخری سانس تک اپنے لئے عظیم سعادت سمجھا۔

آپ فرماتے تھے کہ

"میں اپنی زوجہ محترمہ کو آیۃٌ من آیات اللہ سمجھتا ہوں اور حضور کی صاحبزادی میرے گھر میں ہے اس لیے اللہ تعالیٰ مجھے افضال وبرکات سے نوازتا ہے۔ مَیں نے حتی الامکان ان کی کسی خواہش کو کبھی بھی رد نہیں کیا۔ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کر سکتا۔"

آپؓ کی زندگی میں اپنی اہلیہ محترمہ دختِ کرام حضرت صاحبزادی امۃ الحفیظ کی خدمت گزاری اور آپ کے سامنے عاجزی اور انکساری کا مظاہرہ کرنے کے بے شمار واقعات ملتے ہیں۔

آپؓ کی صاحبزادی بیان کرتی ہیں کہ

”ایک دفعہ ابّا امّی کے ساتھ وہ اور آپا قدسیہ ڈلہوزی میں سیر کے لئے جارہے تھے کہ راستے میں امّی کے جوتے کا تسمہ کھل گیا ابّا نے فوراً جھک کر تسمہ باندھا اور ہم لڑکیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:”یہ امید اپنے خاوندوں سے نہ لگا بیٹھنا۔ مَیں تو ان کی عزت حضرت مسیح موعودؑ کی بیٹی سمجھ کر کرتا ہوں۔“

ایک موقع پر آپؓ نے فرمایا: مَیں نے اپنا وجود درمیان سے بالکل ہی مٹا دیا ہے اور بیگم صاحبہ جو کہ حضرت مسیح موعودؑ کی بیٹی ہیں اُن کی وجہ سے جو کچھ میرا تھا وہ اب مٹ چکا ہے۔

ایک اور موقع پر فرمایا کہ

”وہ میری WIFE ہیں مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیٹی اور شعائر اللہ میں سے ہیں۔ میں تو محسوس کرتا ہوں کہ کماحقہٗ ان کی قدر نہیں کر سکا۔ اللہ تعالیٰ مجھے توفیق دے کہ میں ان کا تازندگی کامل طور پر احترام کرتا رہوں۔“

سامعین! حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کے عقد میں حضورؑ کی بڑی صاحبزادی حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ اور آپؓ کے بیٹے حضرت نواب محمد عبد اللہ خان صاحبؓ کے عقد نکاح میں حضورؑ کی چھوٹی بیٹی دختِ کرام صاحبزادی امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ آئیں۔ اس طرح دنیاوی لحاظ سے مالیر کوٹلہ کے رئیسوں کے اس خاندان کو روحانی لحاظ سے بھی چار چاند لگ گئے اور یوں یہ خاندان حضرت مسیح موعودؑ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی ان خوشخبریوں، بشارات اور روحانی انعامات و برکات کا بھی مورد ٹھہرا جن میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ

”تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور مَیں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ سے، جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا، تیری نسل بہت ہوگی اور میں تیری ذریت کو بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا۔“

(تذکرہ صفحہ 111)

حضرت نواب محمد عبد اللہ خان صاحبؓ اور دختِ کرام حضرت صاحبزادی امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کو اللہ تعالیٰ نے تین صاحبزادوں اور چھ صاحبزادیوں سے نوازا جن میں صاحبزادی آمنہ طیّبہ بیگم صاحبہ، صاحبزادہ

میاں عباس احمد خان صاحب، صاحبزادی طاہرہ بیگم صاحبہ، صاحبزادی زکیہ بیگم صاحبہ، صاحبزادی قدسیہ بیگم صاحبہ ، صاحبزادہ شاہد احمد خان پاشا صاحب، صاحبزادی شاہدہ نسیم صاحبہ، صاحبزادی فوزیہ بیگم صاحبہ، صاحبزادہ میاں مصطفیٰ احمد خان صاحب شامل ہیں۔

سامعین! خاکسار نے تقریر کے ابتداء میں سورۃ الانعام کی آیت اِنَّ صَلَاتِیۡ وَنُسُکِیۡ وَمَحۡیَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ تلاوت کی حضرت نواب عبداللہ خان صاحب کی زندگی اس آیت کی تصویر تھی۔ آپ اپنے ہر عمل کو قرآن و سنت اور حدیث کے مطابق بجالانے کی سعی کرتے تھے۔ آپؓ موصوف بچپن سے ہی نماز کے پابند تھے۔ جوانی میں بھی نماز باجماعت اور نماز تہجد باقاعدگی سے ادا کرتے تھے۔ ایسا شغف تعلق باللہ کے بغیر ممکن نہیں۔ آپ نے زندگی بھر شریعت کے ایک ایک حرف پر عمل کیا۔ حضرت ملک غلام فرید صاحبؓ ایم اے بیان کرتے ہیں کہ آپؓ پنجوقتہ نماز باجماعت کے نہایت شدت کے ساتھ پابند تھے۔ میں نے اپنی زندگی کے پچاس سال ان کے ساتھ گزارے۔ میں ایمانداری سے کہہ سکتا ہوں کہ میں نے آپؓ کی طرح تموّل اور تنعّم میں پرورش پایا ہوا نماز کا ایسا پابند انسان ساری عمر نہیں دیکھا۔ وہ جہاں کہیں ہوتے تھے، یہاں تک کہ جب سیر یا بحالی صحت کے لیے پہاڑ پر بھی جایا کرتے تھے تو ان کی کوٹھی کا ایک کمرہ ہمیشہ نماز باجماعت کے لیے مخصوص ہوتا تھا۔ نہایت باقاعدگی سے پانچ وقت اذان ہو کر نماز باجماعت ہوتی تھی۔ انہوں نے زندگی کے آخری سال لاہور میں گزارے اور شاید سارے لاہور میں صرف ان کی کوٹھی ہی تھی جہاں پانچ وقت نماز باجماعت کے علاوہ ماڈل ٹاؤن کے احباب نماز جمعہ بھی ادا کرتے تھے اور وہاں حدیث، کتب حضرت مسیح موعودؑ کا درس بھی ہوتا تھا۔ جن حالات میں آپ نے پرورش پائی ان کو دیکھتے ہوئے ان کا ایسا پابند صوم و صلوٰۃ ہونا ان کے باخدا انسان ہونے کی ایک زندہ دلیل ہے۔

(الفضل 30؍ستمبر 1961ء صفحہ 5 بحوالہ اصحاب احمد جلد 12 صفحہ 177)

سامعین! حضرت نواب صاحبؓ کو سیدنا حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق تھا۔ آپؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے دُرود بھیجتے اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی بے حد کوشش کیا کرتے تھے۔ اِسی طرح حضرت نواب صاحبؓ کو قرآن کریم سے خاص عشق تھا آپ کثرت سے تلاوت قرآن کریم فرمایا کرتے اور اس پر غور و تدبر کیا کرتے تھے۔ آپ حضرت خلیفۃ المسیح

الاولؓ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دروس القرآن میں باقاعدگی سے شامل ہوتے۔ حضرت نواب صاحبؓ کو حضرت مسیح موعودؑ سے بے انتہا محبت تھی۔ آپ کے پاس حضرت مسیح موعودؑ کے بعض تبرکات تھے جن میں ایک گرم کوٹ، ایک کرتہ ململ، ایک پاجامہ، ایک صندوقچی، ایک دونّی، حضورؑ کے عمامہ مبارک سے کاٹ کر ایک ململ کا کرتہ نوزائیدہ بچہ کو پہنانے کے لیے اور ایک ٹوپی شامل تھے۔

حضرت مسیح موعودؑ سے محبت کی وجہ سے حضرت نواب صاحبؓ خاندان حضرت مسیح موعودؑ سے پیار و محبت اور احترام کا تعلق رکھتے تھے۔ آپ کو حضرت اماں جانؓ سے اتنا اُنس تھا کہ آپ جب بھی نواب صاحبؓ کے گھر تشریف لے جاتیں تو گویا حضرت نواب صاحب کے لیے عید کا چاند نکل آتا۔ چہرے سے خوشی چھپائے نہ چھپتی تھی۔ فوراً سب کو بلاتے کہ اماں جانؓ آئی ہیں یہ لاؤ وہ لاؤ، کسی کو کہتے پاؤں دباؤ...چاہتے کہ سارا گھر اماں جان پر فدا ہو جائے اور اپنی اولاد کو یہی نصیحت فرماتے کہ اماں جان کی خدمت کرو اور اماں جان سے دعائیں لو۔

سامعین! حضرت نواب محمد عبد اللہ خان صاحبؓ کو خلافت سے بے حد محبت تھی۔ خلافتِ اولیٰ اور خلافتِ ثانیہ میں ہمیشہ اطاعت شعاری کا نمونہ دکھایا۔ آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے اس قدر محبت اور عقیدت تھی کہ ان کا ہر حکم اور ہر لفظ آپ کے لیے حرفِ آخر تھا۔ آپ سلسلہ کے سارے نظام کی بڑی سختی سے پابندی فرماتے۔ اپنے کسی عزیز یا دوست سے بھی حضرت صاحب یا نظامِ سلسلہ کے خلاف کچھ نہیں سن سکتے تھے۔ آپ اپنے بچوں کو بھی یہ نصیحت فرماتے کہ

”حقیقی سعادت یہی ہے کہ خلیفہ کا کوئی حکم خواہ تم پر کتنا ہی گراں کیوں نہ ہو اسے خوشی سے مانو۔“

آپ نے اپنی وفات سے قبل اپنی اولاد کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

”میری دعا اور آرزو ہے کہ میری اولاد خلافت سے منسلک رہے اور ہمیشہ اس گروہ کا ساتھ دیں جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد کے افراد زیادہ سے زیادہ ہوں کیونکہ حضور سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے: اِنِّیْ مَعَکَ وَمَعَ اَھْلِکَ (میں تیرے اور تیرے اہل کے ساتھ ہوں)“

غرباء پروری میں بھی آپؓ اپنی مثال آپ تھے۔ یتیموں کی کفالت کرتے تھے۔ آپؓ کا ایک نمایاں وصف ہمدردئ خلق تھا۔ آپ نے کبھی کسی سے زیادتی اور جبر کا سلوک نہیں فرمایا۔ اسی طرح مہمان نوازی کی

صفت بھی آپ میں بدرجہ اتم موجود تھی۔ مہمان امیر ہو یا غریب سب کو پُر تکلف کھانا کھلاتے۔ آپ کے ملازمین بیان کرتے ہیں کہ آپ نے ہمیں وہ کھانے بھی کھلائے جو پہلے کبھی دیکھے بھی نہ تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ بیان فرماتے ہیں کہ

”غرباء کے ہمدرد، کثرت سے صدقہ خیرات کرنے والے، مہمان نوازی میں طرۂ امتیاز کے حامل اس قسم کے فدائی اور خلیق میزبان اس زمانہ میں تو شاذ و نادر ہی ہوں گے۔ مہمان کے آرام کا خیال وہم کی طرح سوار ہو جاتا۔ میری طبیعت پر آپ کی مہمان نوازی کا ایسا اثر ہے کہ اگر غیر معمولی مہمان نوازی کا جذبہ رکھنے والے صرف چند بزرگوں کی فہرست مجھے لکھنے کو کہا جائے تو آپ کا نام میں اس فہرست میں ضرور تحریر کروں گا۔“

(اصحاب احمد جلد 12 صفحہ 160)

حضرت نواب صاحب ماہر شکاری، بہترین کھلاڑی اور مدرسہ کی فٹ بال ٹیم کے ممبر تھے۔ آپ نے ڈسٹرکٹ ٹورنامنٹس میں بھی شرکت کی۔ آپ درخت پر بڑی سرعت سے چڑھ جاتے تھے اور آپ کی نظر بھی نہایت تیز تھی۔ بیڈمنٹن بھی بہت اچھی کھیل لیا کرتے تھے۔ آپ نے مرغیاں بھی پالی ہوئی تھیں جس کی وجہ سے آپ کے والد محترم آپ کو مرغی مینیجر کہتے تھے۔

سامعین کرام ! حضرت نواب محمد عبد اللہ خان صاحبؓ کو متعدد خدمات سلسلہ کی توفیق ملی۔ جلسہ سالانہ 1917ء میں ممبر سب کمیٹی برائے انتظام جلسہ بنے۔ 1919ء میں بطور قائمقام آڈیٹر مقرر ہوئے۔ جلسہ سالانہ 1919ء میں مہمانوں کے متعلق ضروری انتظامات اور جلسہ گاہ کی تیاری آپؓ کے ذمہ تھی۔ اپریل 1919ء سے اکتوبر 1923ء تک مختلف اوقات میں پہلے ناظر تالیف و اشاعت اور پھر نائب ناظر اشاعت کی خدمات بجالاتے رہے۔ 1922ء میں پہلی مجلس مشاورت منعقد ہوئی جس میں آپ نے بھی بطور ممبر شرکت فرمائی۔ 1923ء میں ”صیغہ انسداد ارتداد“ میں بطور نائب ناظر نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ جلسہ سالانہ 1924ء میں آپ مہتمم جلسہ سالانہ بیرون قصبہ مقرر ہوئے۔ 1932ء میں حضرت مصلح موعودؓ کی منشائے مبارک سے سندھ میں پانچ ہزار ایکڑ زمین خریدی گئی جس کا انتخاب آپؓ نے کیا۔

جب 26ء اگست 1947ء کو آپ ہجرت کر کے پاکستان پہنچے۔ یکم ستمبر 1947ء کو حضرت مصلح موعودؓ نے جودھامل بلڈنگ (لاہور) میں صدر انجمن احمدیہ کی بنیاد رکھی اور ایک رؤیا کی بناء پر اس کا اولین ناظر اعلیٰ آپ کو نامزد فرمایا۔ آپ نے ان نامساعد حالات میں انتہائی محبت و شفقت سے مصیبت زدہ احمدی مہاجرین کی ہر طرح اعانت کی۔ نئے مرکز کے لیے موجودہ ربوہ کی زمین خریدنے کا فیصلہ ہوا تو جو درخواست گورنمنٹ کے نام رقبہ خریداری کے لیے لکھی گئی اس پر آپ ہی کے دستخط تھے۔

8ء فروری 1949ء کو جودھامل بلڈنگ میں دفتر نظارت علیاء میں دفتری امور کی انجام دہی کے بعد گھر آتے ہوئے دوپہر ایک بجے آپ پر کارونری تھرمبوسس (دل کی شریانوں میں خون کا منجمد ہو جانا) کا ایک شدید حملہ ہوا۔ لاہور کے مشہور و معروف ڈاکٹر یوسف صاحب بھی آپ کی زندگی سے بالکل مایوس ہو گئے۔ آپ پانچ سال تک بستر پر علیل رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل اور حضرت مصلح موعودؓ، خاندان مسیح موعودؑ اور جماعت کی دعاؤں کی بدولت آپ کو معجزانہ طور پر شفا عطا کی۔ دعاؤں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعودؓ کو نومبر 1950ء کو آپ کی صحت یابی کی بشارت دی جس کے بعد آپ کم و بیش بارہ سال تک زندہ رہے۔

سامعین! آپؓ کی وفات سے کچھ سال پہلے ہی آپ کو خواب میں اپنی عمر 66 سال بتا دی گئی تھی۔ اس خواب کے عین مطابق آپ 66 سال کی عمر میں 18ء ستمبر 1961ء بروز دوشنبہ ساڑھے آٹھ بجے صبح کو لاہور میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ 19ء ستمبر کو صبح ساڑھے آٹھ بجے ہی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور قطعہ خاص بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین ہوئی۔

اللہ تعالیٰ آپؓ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

نہ روک راہ میں مولا شتاب جانے دے
کھلا تو ہے تری "جنت کا باب" جانے دے

مجھے تو دامن رحمت میں ڈھانپ لے یونہی
حساب مجھ سے نہ لے، بے حساب جانے دے

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

﴿23﴾		﴿مشاہدات۔ 403﴾

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اِنَّا لَنَنۡصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَیَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡاَشۡہَادُ (المومن:52)

ترجمہ: یقیناً ہم اپنے رسولوں کی اور اُن کی جو ایمان لائے اِس دنیا کی زندگی میں بھی مدد کریں گے اور اُس دن بھی جب گواہ کھڑے ہوں گے۔

میر محفل کبھی تھا وہ جانِ جہاں
دیکھ کے جس کو ہر شخص خورسند تھا
نافلہ تھا مسیح کا وہ عالی گہر
اور فضلِ عمر کا وہ فرزند تھا

معزز سامعین! آج میری تقریر کا موضوع سیرت "**حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ**" پر مبنی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بے شمار الٰہی خبروں میں عظیم بشارتیں آپؑ کے ہاں ہونے والی اولاد کے متعلق دی تھیں۔ ان ہی عظیم بشارتوں میں ایک بشارت "نافلہ" بیٹے کے بارے میں دی گئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا:

"اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ نَافِلَۃً لَّکَ نَافِلَۃً مِّنۡ عِنۡدِیۡ یعنی ہم ایک اور لڑکے کی تجھے بشارت دیتے ہیں جو کہ نافلہ ہوگا یعنی لڑکے کا لڑکا۔ یہ نافلہ ہماری طرف سے ہے۔"

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 228-229)

ان بشارتوں کے عین مطابق 16 نومبر 1909ء کو سیّدنا حضرت مصلح الموعودؓ کے ہاں حضرت سیّدہ محمودہ بیگمؓ کے بطن سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام مرزا ناصر احمد رکھا گیا جو حضرت مسیح موعودؑ کا نافِلہ یعنی پوتا تھا

اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی وفات کے بعد حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے تیسرے روحانی جانشین کے طور پر مقرر ہوا۔ جیسا کہ مندرجہ بالا قرآن کریم کی سورہ مومن آیت 52 میں ہے کہ ہم اپنے پیغمبروں اور ایمانداروں کو دنیا و آخرت میں مدد دیا کرتے ہیں۔ اسی الٰہی قانون کے مطابق خدا تعالیٰ نے امام الزماں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد جس وجود کو قدرت ثانیہ کے تیسرے مظہر کے طور پر منصب خلافت پر فائز فرمایا اس مبارک وجود کی بھی خدا تعالیٰ نے ہر آن تائید و نصرت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے اس موعود بچے کی ولادت کی بشارت حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو بھی دی تھی چنانچہ آپؓ اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

"مجھے بھی خدا نے خبر دی ہے کہ مَیں تجھے ایک ایسا لڑکا دوں گا جو دین کا ناصر ہو گا اور اسلام کی خدمت پر کمر بستہ ہو گا"

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 320)

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کو بچپن میں ہی آپ کی مقدس دادی جان حضرت نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ نے اپنا بیٹا بنا لیا اور اپنی آغوشِ تربیت میں لے لیا۔ چنانچہ حضرت اماں جانؓ کی بیٹی حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ فرماتی ہیں کہ

"حضرت اماں جان ناصر احمد کو بچپن میں اکثر یحیٰی کہا کرتیں اور فرماتی تھیں کہ یہ میرا مبارک ہے، یحیٰی ہے جو مجھے بدلہ مبارک ملا ہے۔"

(بشارات ربانیہ مؤلفہ حضرت مولانا جلال الدین شمس صفحہ 17)

سامعین کرام! آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کو 13 سال کی عمر میں حفظ قرآن کی توفیق ملی۔ جب حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنے بچوں کی آمین منعقد کی تو اس کے لیے ایک دعائیہ نظم بھی لکھی جو پڑھ کر سنائی گئی۔ ایک شعر اس میں یہ بھی ہے

میرا فرزند میرا ناصر اکبر
ملا ہے جس کو حق سے تاج افسر

بعد ازاں آپ نے حضرت مولانا سیّد محمد سرور شاہ صاحب رضی اللہ عنہ سے عربی اور اُردو کی تدریس حاصل کی۔ پھر مدرسہ احمدیہ میں دینی علوم کی تعلیم کیلئے باقاعدہ داخل ہوئے اور جولائی 1929ء میں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے پنجاب یونیورسٹی سے ''مولوی فاضل'' کا امتحان پاس کیا اور گورنمنٹ کالج لاہور سے 1934ء میں بی۔اے کی ڈگری حاصل کی۔ پڑھائی کے ساتھ ساتھ آپ کھیلوں میں بھی باقاعدہ حصہ لیتے تھے اور اپنی جسمانی، علمی اور اخلاقی قویٰ کی نشو نما کے لیے کوشاں رہتے تھے۔ آپؒ ہاکی اور فٹ بال بھی کھیلتے تھے۔ آپؒ کو گھڑ سواری کا بھی بہت شوق تھا۔ ایک مرتبہ آپؒ گھوڑے سے گرے اور کلائی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ آپ نے نہایت صبر اور شجاعت کا اظہار کیا۔ آپؒ بچپن سے ہی نہایت اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ آپ میں صبر اور برداشت بہت تھی۔ بہت وسیع حوصلہ تھے اور بہادر تھے۔ آپ وقت کے پابند تھے۔ وقت پر اُٹھنا، سکول جانا، نمازوں کے لیے جانا، کھیلنے کے لیے جانا، وقت پر کھانا اور اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرتے تھے۔ آپ کی طبیعت میں کسی قسم کا لالچ نہیں تھا۔ نفاست پسند تھے اور صفائی کا بہت خیال رکھتے تھے۔

سامعین! اگست 1934ء میں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی شادی ہوئی۔ 6 ستمبر 1934ء کو بغرض تعلیم انگلستان کیلئے روانہ ہوئے۔ آکسفورڈ یونیورسٹی سے ایم۔اے کی ڈگری حاصل کر کے نومبر 1938ء میں واپس تشریف لائے۔ انگلستان میں بھی قیام کے دوران لوگوں نے آپ کی پاکیزہ زندگی کا مشاہدہ کیا۔ ایک مرتبہ بشیر احمد رفیق صاحب نے جہاں آپؒ انگلینڈ میں اپنے قیام کے دوران چھٹیوں میں ایک فارم ہاؤس وقت گزارا کرتے تھے، اس کی مالکہ سے آپؒ کے بارے میں پوچھا تو اس خاتون نے بتایا کہ

''وہ سامنے کمرہ ہے جس میں ہمیشہ وہ ٹھہرا کرتے تھے اور صبح صبح جب مَیں اُن کے کمرہ کے آگے سے گزرتی تو ایک عجیب بھنبھناہٹ کی مسحور کن آواز آیا کرتی تھی۔ ایک دن مَیں نے ناصر سے پوچھا کہ تم صبح سویرے کیا پڑھتے ہو جس میں کبھی ناغہ نہیں ہوتا تو ناصر نے بتایا کہ وہ اپنی مقدس کتاب قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں۔''

(بحوالہ ماہنامہ خالد سیدنا ناصر نمبر 1983ء صفحہ 170)

یورپ سے واپسی پر جون 1939ء سے اپریل 1944ء تک جامعہ احمدیہ کے پرنسپل رہے۔ 1953ء میں پنجاب میں فسادات ہوئے اور مارشل لا کا نفاذ ہوا تو اس وقت آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس طرح سنت یوسفی کے مطابق آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کو کچھ عرصہ قید و بند کی صعوبتیں جھیلنا پڑیں۔ آپؒ کو خلیفۂ وقت سے بے انتہا محبت اور اطاعت تھی۔ ایک مرتبہ آپ کو خلیفۂ وقت کی طرف سے ارشاد ہوا کہ جماعت کے مرکز جدید ربوہ میں نئی بلڈنگ بنوا کر کالج ربوہ منتقل کیا جائے۔ آپ کامل اطاعت کے ساتھ فوراً ربوہ آکر کالج کی عمارت بنوانے لگے اور سخت دھوپ میں کھڑے ہو کر نہایت تھوڑی رقم میں کالج کی عمارت مکمل کروائی۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ پر 1954ء میں قاتلانہ حملہ ہوا تھا جس کے بعد آپؓ لمبا عرصہ بیمار رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی لمبی بیماری کے دوران آپؒ پر ذمہ داریوں کا بوجھ بہت بڑھ گیا۔ آپ چونکہ حضرت مصلح موعودؓ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ اندرونی فتنے بھی۔ باپ کی لمبی بیماری، جماعتی کام، غیر معمولی ذمہ داریاں اور کئی قسم کی آزمائشیں اگر کوئی اور ہوتا تو گھبرا کر شاید صبر کا دامن چھوڑ دیتا لیکن آپؒ ثابت قدم رہے اور خدا تعالیٰ پر توکل کر کے خدمت میں مصروف رہے اور اللہ سے ہی مدد مانگتے رہے۔

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں ہی آئندہ نئے خلیفہ کے انتخاب کے لیے ایک مجلس مقرر فرمادی تھی جو مجلس انتخابِ خلافت کے نام سے موسوم ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی وفات پر مؤرخہ 7 نومبر 1965ء کو بعد نماز عشاء مسجد مبارک ربوہ میں مجلس انتخاب خلافت کا اجلاس بہ صدارت جناب حضرت مرزا عزیز احمد صاحب رضی اللہ عنہ ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ منعقد ہوا جس میں حسب قواعد ہر ممبر نے خلافت سے وابستگی کا حلف اٹھایا اور اس کے بعد حضرت مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو آئندہ کے لئے خلیفۃ المسیح اور امیر المؤمنین منتخب کیا۔ اراکین مجلس انتخاب نے اسی وقت آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی بیعت کی جس کے بعد آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے خطاب فرمایا اور پھر تمام موجود احباب نے رات کے ساڑھے دس بجے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی بیعت کی۔

(حیات ناصرؒ جلد 1 صفحہ 358)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خلافت کا بابرکت دَور سترہ سال تک ممتد رہا۔ حضورؒ نے اپنے عہد خلافت میں بے شمار تحریکات فرمائیں جو کہ غیر معمولی طور پر کامیاب ہوئیں اور جماعت کی ترقی کا باعث بنیں ان میں سے کچھ کا ذکر حاضر خدمت ہے۔

17 دسمبر 1965ء کو جب ملک میں غلّہ کی کمی محسوس ہو رہی تھی۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کے امرا اور خوشحال طبقہ کو تحریک کی کہ وہ غربا، مساکین اور یتامیٰ کے لئے مناسب بندوبست کریں اور کوئی احمدی ایسا نہ ہو جو بھوکا سوئے۔ اس پر جماعت نے بصد شوق عمل کیا اور کر رہی ہے۔ 1965ء میں اس تعلق اور محبت کے اظہار کے لئے جو جماعت کو حضرت فضل عمر سے ہے، آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے 25 لاکھ روپیہ کے سرمایہ سے فضل عمر فاؤنڈیشن قائم کرنے کی تحریک فرمائی۔ جماعت نے بفضلِ ایزدی 36 لاکھ سے زائد رقم اس مد میں پیش کی۔ اس فنڈ سے فضل عمر لائبریری قائم ہو چکی ہے۔ تعلیم القرآن کے لیے ایک تحریک فرمائی جس کا مقصد یہ ہے کہ جماعت میں کوئی فرد بھی ایسا نہ رہے جو قرآن کریم ناظرہ نہ جانتا ہو۔ جو ناظرہ پڑھ سکتے ہوں وہ ترجمہ سیکھیں اور قرآنی معارف سے آگاہ ہوں۔ پھر وقفِ عارضی کی تحریک ہے۔ اس تحریک کے تحت واقفین دو سے چھ ہفتوں تک اپنے خرچ پر کسی مقررہ مقام پر جا کر قرآن کریم پڑھاتے اور تربیت کا کام کرتے ہیں۔ آپؒ نے مجلس موصیان کا قیام فرمایا۔ موصیوں کے لئے یہ ضروری قرار دیا کہ وہ اپنے گھروں میں تعلیم القرآن کا انتظام کریں اور نگرانی کریں کہ کوئی فرد ایسا نہ رہے کہ جو قرآن کریم نہ جانتا ہو۔

سامعین! خلافت ثالثہ کا ایک اہم کارنامہ قرآن کریم کی وسیع اشاعت ہے۔ اس غرض کے لئے حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے یورپ، امریکہ اور افریقہ کے مختلف ممالک میں ہوٹلوں میں قرآن کریم رکھنے کی ایک مہم جاری فرمائی جس کے نتیجہ میں درجنوں ممالک کے ہوٹلوں (Hotels) میں کلام پاک کے ہزارہا نسخے رکھوائے گئے۔ آپؒ کو قرآن سے عشق تھا۔ آپؒ کے دل میں یہ تحریک شدت سے پیدا ہوئی کہ سورۃ البقرہ کی ابتدائی سترہ آیات ہر کوئی حفظ کرے اور اس کے معنی اور تفسیر سیکھے۔ لہٰذا اس الٰہی تحریک کو آپؒ نے جماعت میں جاری کیا۔

سامعین کرام! آپ رحمہ اللہ کی ایک عظیم الشان تحریک "محبت سب کے لیے نفرت کسی سے نہیں" بھی ہے۔ حضورؒ خود بھی محبت اور شفقت کا مجسمہ تھے۔ آپؒ نے مغربی جرمنی میں ایک موقع پر اپنی زندگی کا مطمح نظر بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ

"یہاں بھی محبت کا پیغام لے کر آیا ہوں اور وہ یہی ہے کہ انسان، انسان سے محبت کرے۔ محبت کے نتیجہ میں ہی مَحبت پیدا ہوتی ہے۔ ہمیشہ محبت ہی غالب آتی ہے اور تعصب کے لیے سدا سے شکست مقدر ہے۔"

(دورہ مغرب 1400ھ صفحہ 55)

اسی طرح اپنے دورہ اسپین میں پیدرو کے مقام پر پہلی مسجد کا سنگِ بنیاد رکھتے ہوئے فرمایا

"اسلام ہمیں باہم محبت اور اُلفت سے رہنے کی تعلیم دیتا ہے ہمیں انکساری سکھاتا ہے اور بتاتا ہے کہ انسانوں کے ساتھ حسن سلوک کرتے وقت ہمیں مسلم اور غیر مسلم میں کسی قسم کی تمیز روا نہیں رکھنی چاہیے انسانیت کا یہی تقاضا ہے۔ میرا پیغام صرف یہ کہ

LOVE FOR ALL HATRED FOR NONE

"محبت سب کے لیے نفرت کسی سے نہیں"

پیارے بھائیو! آج یہ الفاظ ہماری زندگیوں کا ایک حصہ بن چکے ہیں اور دنیا ہمیں ان الفاظ کے ساتھ پہچانتی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دَور میں ہی محترم سر ایم سنگھاٹے نے قبول احمدیت کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کپڑے برکت کے حصول کے لیے منگوائے اور یوں "بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے" پہلی بار خلافت ثالثہ کے دَور میں پورا ہوا۔

(ماخوذ از جماعت احمدیہ کی مختصر تاریخ، مکرم خورشید احمد، صفحہ 104)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی دعاؤں کے ثمرات کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ کے مایہ ناز فرزند ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کو فزکس کے شعبہ میں نوبل انعام ملا اور اس طرح جماعت کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ پیش گوئی پوری ہوئی کہ

”میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم و معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رُو سے سب کا منہ بند کر دیں گے۔“

(تجلیات الٰہیہ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 409)

آپ رحمہ اللہ کی خلافت کے دسویں سال 1974ء میں ایک عالمی سازش کے تحت پاکستان میں احمدیت کی مخالفت میں ایک تحریک چلائی گئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو پہلے ایک تحقیقاتی ٹربیونل میں بیان دینے کے لیے لاہور طلب کیا گیا جہاں پر اللہ تعالیٰ نے آپ کی معجزانہ طور پر حفاظت فرمائی۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ ایک وفد کے ہمراہ اسلام آباد قومی اسمبلی کے سامنے پیش ہوئے۔ آپ نے 22 اور 23 جولائی 1974ء کو محضر نامہ پیش کیا۔ گیارہ دن تک آپ پر جراح ہوتی رہی اور آپ اُن کے اعتراضات کے جوابات دیتے رہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا کہ اللہ استہزاء کرنے والوں کے لیے کافی ہے۔ چنانچہ وہ جو بھی اور جس انداز میں بھی آپ سے سوال کرتے آپ انہیں اس رنگ میں جواب دیتے کہ ان کے منہ بند ہو جاتے اور سوال کرنے والا خود شرمندہ ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت مسلسل آپؒ کے شامل رہی۔

معزز سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی سیرت کے کئی روشن پہلو ہیں لیکن سب سے روشن پہلو آپؒ کی مقناطیسی شخصیت اور مسکراتا ہوا نورانی چہرہ تھا جو تعلق باللہ اور عشقِ الٰہی اور زبردست توکل علی اللہ کے نتیجہ میں تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ کے ایک الہام ”عشق الٰہی وسّے منہ پر ولیاں ایہہ نشانی“ کے مصداق تھے۔ آپؒ اکثر کشوف و رویاٗ اور الہام الٰہی سے مشرف ہوتے رہے لیکن اظہار بہت کم کرتے۔ ایک مرتبہ فرمایا:

”مَیں نے اپنے خدا کی آواز کو بارہا سنا ہے اور اس نے مشکل وقتوں میں خود میری راہنمائی فرمائی ہے۔“

(الفضل 28 اگست 1978ء)

سامعین! قیام اسلام آباد (پاکستان) کے دوران 26 مئی 1982ء کو حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی طبیعت علیل ہو گئی۔ بروقت علاج سے بفضل تعالیٰ افاقہ ہو گیا لیکن 31 مئی کو اچانک طبیعت پھر خراب ہوئی۔ ڈاکٹری تشخیص سے معلوم ہوا کہ دل کا شدید حملہ ہوا ہے۔ علاج کی ہر ممکن کوشش کی گئی اور 8 جون تک صحت میں بتدریج بہتری پیدا ہوتی گئی لیکن 8 اور 9 جون یعنی منگل اور بدھ کی درمیانی شب پونے بارہ بجے کے قریب دل کے دورہ کا شدید حملہ ہوا اور بقضائے الٰہی پونے ایک بجے رات ”بیت الفضل“ اسلام آباد پاکستان میں آپ اپنے رب کے حضور حاضر ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

9 جون 1982ء کو حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کا جسدِ اطہر اسلام آباد سے ربوہ لایا گیا۔ 10 جون کو سیّدنا حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے بعد نماز عصر احاطہ بہشتی مقبرہ میں نماز جنازہ پڑھائی جس میں ایک لاکھ کے قریب احباب شریک ہوئے۔ نماز جنازہ کے بعد حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے پہلو میں جانب شرق حضور کی تدفین عمل میں آئی۔ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے 73 برس کی عمر پائی۔

(حیات ناصر جلد 1 صفحہ 428 از محمود مجیب اصغر صاحب)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”پھر خلافت ثالثہ کا دور آیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی وفات کے بعد پھر اندرونی اور بیرونی دشمن تیز ہوا۔ لیکن کیا ہوا؟ کیا جماعت میں کوئی کمی ہوئی؟ نہیں، بلکہ خدا تعالیٰ نے اپنے وعدوں کے مطابق پہلے سے بڑھ کر ترقیات کے دروازے کھولے۔ مشنوں میں مزید توسیع ہوئی۔ افریقہ میں بھی، یورپ میں بھی اور پھر افریقہ کے دورے کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے نصرت جہاں سکیم کا اجراء فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق، ایک رؤیا کے مطابق ہسپتال کھولے گئے، سکول کھولے گئے، ہسپتالوں میں اب تک اللہ تعالیٰ کے فضل سے لاکھوں مریض شفا پا چکے ہیں.....

یاد رکھیں! وہ سچے وعدوں والا خدا ہے۔ وہ آج بھی اپنے پیارے مسیح کی اس پیاری جماعت پر ہاتھ رکھے ہوئے ہے۔ وہ ہمیں کبھی نہیں چھوڑے گا اور کبھی نہیں چھوڑے گا اور کبھی نہیں چھوڑے گا۔ وہ آج بھی اپنے مسیح سے کئے ہوئے وعدوں کو اسی طرح پورا کر رہا ہے جس طرح وہ پہلی خلافتوں میں کرتا رہا ہے۔ وہ

آج بھی اسی طرح اپنی رحمتوں اور فضلوں سے نواز رہا ہے جس طرح پہلے وہ نواز تا رہا ہے اور انشاء اللہ نواز تا رہے گا۔ پس ضرورت ہے تو اس بات کی کہ کہیں کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل نہ کرکے خود ٹھوکر نہ کھا جائے۔ اپنی عاقبت خراب نہ کر لے۔ پس دعائیں کرتے ہوئے اور اس کی طرف جھکتے ہوئے اور اس کا فضل مانگتے ہوئے ہمیشہ اس کے آستانہ پر پڑے رہیں اور اس مضبوط کڑے کو ہاتھ ڈالے رکھیں تو پھر کوئی بھی آپ کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔"

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 21 مئی 2004ء)

اس کی صورت حسیں، اس کی سیرت حسیں
وہ شگفتہ دہن، وہ کشادہ جبیں
درس اہلِ وفا کو یہی دے گیا
پیار سب سے کسی سے بھی نفرت نہیں

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

﴿24﴾ ﴿مشاہدات۔565﴾

حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ

(حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْھَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ (الروم:22)

ترجمہ: اور اس کے نشانات میں سے (یہ بھی) ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس میں سے جوڑے بنائے تاکہ تم اُن کی طرف تسکین (حاصل کرنے) کے لئے جاؤ اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔ یقیناً اس میں ایسی قوم کے لئے جو غور و فکر کرتے ہیں بہت سے نشانات ہیں۔

معزز سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے سیرت **"حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ حرم محترم حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ"**

حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ 27؍ ستمبر 1911ء کو حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے بطن سے پیدا ہوئیں جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں۔ آپ کے والد حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ ریاست مالیر کوٹلہ کے حکمران خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ جلال آباد (افغانستان) سروانی قوم کے پٹھان تھے۔ آپ کے والد نے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت میں آنے کے بعد اپنی جاگیر اور اپنا گھر سب کچھ چھوڑ دیا تھا اور قادیان میں دو کمروں کے کچے گھر میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ آپ کے والد کے متعلق بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو "حجّۃ اللہ" کا الہام ہوا تھا اور آپ حضرت مسیح موعودؑ کو بہت عزیز تھے۔ آپ ایسے عظیم والدین کی اولاد تھیں اور آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سب سے بڑی نواسی

تھیں۔ آپ کی مذہبی تعلیم کی طرف خاص توجہ دی گئی اور آپ نے ادیب عالم، میٹرک اور منشی فاضل کے امتحانات بھی پاس کئے۔ علم و ادب سے آپ کو بہت شغف تھا۔

سامعین! آپ کی شادی 2؍جولائی 1934ء کو حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمدؒ سے ہوئی۔ آپ کی یہ شادی الٰہی منشاء کے عین مطابق ہوئی تھی۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ فرماتی ہیں کہ

"جب منصورہ حمل میں تھی تو خواب میں حضرت مسیح موعودؑ نے مجھے فرمایا کہ تمہاری بیٹی ہوگی اس کی شادی محمود کے بیٹے سے کرنا۔"

حضرت سیّدہ اُمّ داؤدؓ بیان کرتی ہیں کہ حضرت اماں جانؓ نے چھوٹی سی منصورہ کو اور حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ کے پاس لٹاتے ہوئے کہا کہ ان دونوں کی شادی ہوگی۔

حضورؒ خود فرماتے ہیں:

"قریباً 47 سال ہم میاں بیوی کی حیثیت سے اکٹھے رہے۔ ہمارا رخصتانہ 5؍اگست 1934ء کو ہوا تھا۔ 6؍اگست کو مَیں انہیں بیاہ کر قادیان پہنچا تھا اور ٹھیک ایک ماہ کے بعد 6؍ستمبر 1934ء کو مَیں اپنی تعلیم کے لیے انگلستان روانہ ہوا۔ یہ پہلی چیز تھی جس نے مجھے موقع دیا کہ میں ان کی طبیعت کو سمجھوں ایک ذرہ بھر بھی انقباض ان کے چہرے پر یا ان کی طبیعت میں پیدا نہیں ہوا کہ مَیں اپنی وہ تعلیم مکمل نہ کروں جس تعلیم نے آئندہ چل کر مجھ سے بہت سی خدمات لینی تھیں۔ ہماری شادی ان بہت سی بشارتوں کے نتیجے میں ہوئی تھی جو حضرت اماں جانؓ کو ہوئی تھیں اور یہ رشتہ حضرت اماں جانؓ نے خود کروایا تھا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ انتخاب اللہ تعالیٰ نے بعض اغراض کے ماتحت خود کیا تھا اور مجھے ایک ایسی ساتھی عطا کی جو میری زندگی کے مختلف ادوار میں میرے بوجھ بانٹنے کی اہلیت بھی رکھتی تھی اور عزم اور ارادہ بھی رکھتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر کروں کم ہے۔"

سامعین! خلیفۃ المسیح الثالث حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ کے مسند خلافت پر فائز ہونے کے بعد آپ نے اپنی ذمہ داریوں کو بڑی عمدگی سے نبھایا۔ حضورؒ کے آرام اور ضروریات کا خیال رکھنے کے علاوہ احمدی مستورات کے مسائل حل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتیں۔ آپ نے ایک بھرپور، بامقصد، پُروقار اور

قابل رشک زندگی گزاری۔ سفر میں حضور کے ساتھ رہتیں اور حضورؒ کی حفاظت کا خاص خیال رکھتیں۔ اس معاملہ میں خدا تعالیٰ نے آپکو غیر معمولی حس عطا کی ہوئی تھی۔ حضورؒ نے آپ کے بارہ میں فرمایا:

"ان کا میرے ساتھ صرف تعلق ہی نہیں تھا بلکہ ساری جماعت کے ساتھ تعلق تھا اور وہ جو سات دورے میں نے اپنی قیادت جماعت احمدیہ کے دَور میں دُنیا کے کئے ان میں وہ میرے ساتھ رہیں اور میری دینی اور جماعتی ذمہ داریوں کا جو بوجھ تھا وہ انہوں نے میرے ساتھ اُٹھایا۔ میرے وقت کا خیال رکھا۔ میری صحت کا خیال رکھا، میری حفاظت کا خیال رکھا اور اتنی باریکیوں کے ساتھ میرا خیال رکھتی تھیں کہ آپ اندازہ نہیں کرسکتے"

خلافتِ ثالثہ کے انتخاب کے بعد آپ نے اپنے آپ کو کُلّی طور پر خلافت اور جماعت کے لیے وقف کر دیا۔ حضورؒ کے چھوٹے سے چھوٹے کام بھی خود کرتیں یہاں تک کہ دوا بھی خود نکال کر دیتیں کہ آپؒ کا قیمتی وقت ضائع نہ ہو۔ کھانے پر بیٹھتے تو ہر چیز پہلے خود چکھتیں کہ نمک نہ زیادہ ہو، نرم ہو۔ چائے ناشتہ اپنے ہاتھ سے خود بنا کر دیتیں۔ دھوبی سے کپڑے آتے تو ان کی سلوٹیں چیک کرکے فالتو مایا ہاتھوں سے مسل کر جھاڑتیں، الٹا کر کے دیکھتیں کہیں کوئی کانٹا وغیرہ نہ لگا ہو۔ غرض ہر قسم کا خیال رکھتیں، حفاظت کا خیال بھی ایسے کرتیں جیسے کوئی مستعد باڈی گارڈ ہو۔ زندگی کے ہر شعبہ میں حضورؒ کی مکمل معاون ومددگار تھیں اور صائب الرائے مشیر بھی۔

شادی کے ایک ماہ بعد حضورؒ تعلیم کے لیے لندن تشریف لے گئے۔ قریباً چار سال کا طویل عرصہ جس میں ایک بار ہی چھٹیاں گزارنے آئے، ایک نئی نویلی دلہن کے لیے بہت صبر آزما تھا۔ اسی دوران آپ کے بڑے بیٹے مرزا انس احمد کی پیدائش ہوئی۔ یہ مرحلہ بڑا تکلیف دہ تھا۔ بڑی پیچیدگی ہوگئی تھی لیکن آپ نے بے حد صبر سے یہ وقت گزارا۔ پھر ہجرت سے پہلے حضورؒ کو حضرت مصلح موعودؓ نے یہ کام سپرد کیا کہ مختلف دیہات سے عورتوں اور بچوں کو نکال کر لائیں۔ یہ بڑا خطرناک کام تھا لیکن آپ مسکراتے ہوئے انہیں رخصت کرتیں۔ حضورؒ بعض اوقات ساری رات نہ آتے تو آپ یہ وقت بڑی بہادری اور صبر کے ساتھ گزارتیں۔ پھر جب حضورؒ اسیر ہوئے تو آپ بیمار تھیں اور چھوٹا بیٹا لقمان ہونے والا تھا لیکن یہ وقت

بھی بڑے حوصلے اور صبر سے گزارا۔ کسی کے پوچھنے پر بتایا کہ یہ سب تکالیف اللہ تعالیٰ کی راہ میں آئی تھیں اور مجھے خدا تعالیٰ پر پورا بھروسہ تھا کہ ان کا انجام بخیر ہوگا۔

سامعین! بظاہر بہت رعب داب والی تھیں لیکن اندر سے بہت نرم محبت کرنے والی شفیق ہستی تھیں۔ کسی سے کینہ، بغض اور نفرت نہ رکھتیں۔ کوئی شکوہ شکایت بھی نہ کرتی تھیں۔ کہا کرتی تھیں کہ شکوہ کرنے سے ناراضگیاں بڑھتی ہیں۔ میرے ساتھ اللہ کا یہی سلوک ہے کہ مَیں کسی سے کوئی شکوہ نہیں کرتی اور اللہ تمام کدورتوں سے میرے دل کو پاک کر دیتا ہے۔

بہت غیرت والی اور حساس طبیعت کی مالک تھیں۔ حضرت چھوٹی آپا صاحبہ لکھتی ہیں کہ 1944ء میں آپ بہت بیمار ہو گئیں تو حضرت مصلح موعودؓ نے بغرض علاج دہلی بھیجا۔ علاج لمبا چلا تو آپ کو بہت احساس تھا کہ حضرت مصلح موعودؓ پر میری وجہ سے بہت بوجھ پڑ رہا ہے۔ آپ نے اپنی امّی کو لکھا کہ

"آپ پر اتنا خرچ میری وجہ سے پڑ رہا ہے مجھے بہت شرم آتی ہے۔"

آپ حضرت مصلح موعودؓ کی فدائی تھیں، خاصی بے تکلّف بھی تھیں۔ جب آپ اپنی کوٹھی سے دارالمسیح آتیں تو اکثر حضورؓ کے لیے کچھ نہ کچھ پکا کر لایا کرتیں۔ حضرت اماں جانؓ کے گھر آکر رہیں تو کوئی نہ کوئی چیز ضرور تیار کرتیں جسے حضورؓ بہت خوشی سے کھاتے۔ ایک دو دفعہ اپنے ہاتھ سے سویٹر بھی بُن کر دیے۔ حضورؓ آپ پر بہت اعتماد کرتے تھے۔ جب باہر تشریف لے جاتے تو گھر کا انتظام آپ کے سپرد کر جاتے۔ ربوہ بسنے کے بعد جب حضرت مصلح موعودؓ کبھی لاہور جاتے تو آپ کے پاس ہی قیام فرماتے اور آپ دل کھول کر سب کی مہمان نوازی کرتیں۔ اُس وقت حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحبؒ لاہور میں کالج کے پرنسپل تھے۔

قادیان سے ہجرت کے وقت جب حضرت مصلح موعودؓ نے خواتین اور بچوں کو لاہور بھیجنے کا فیصلہ کیا تو آپ کی خواہش پر آپ کو قادیان میں ہی ٹھہرنے کی اجازت دے دی اور سارے خاندان کے افراد جو دارالمسیح میں مقیم تھے ان کے کھانے کا انتظام آپ کے سپرد فرما دیا تھا۔ آپ بہت بلند حوصلہ تھیں۔ کوہِ وقار تھیں اور ایثارِ مجسم۔ آپ کے اخلاق کا بڑا پہلو توکّل علی اللہ اور صبر و رضا کا پہلو تھا۔ ہر ذمہ داری کو سنوار کر ادا کرنے والی، بے حد دعا گو، صدقہ خیرات کرنے والی اور نماز کو سنوار کر ادا کرنے والی تھیں۔ حضرت سیدہ

اُمّ داؤد صاحبہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ مجھے منصورہ کی یہ بات بہت پسند ہے کہ نہا دھو کر، اچھے کپڑے پہن کر خوب عطر لگا کر صاف جائے نماز بچھا کر نماز کے لیے کھڑی ہو جاتی ہے۔ محبت کا جذبہ خدا تعالیٰ نے انہیں بہت دیا تھا جس میں خلوص بھی شامل تھا۔ شکوہ شکایت اور پیچھے سے بات کرنے کی عادت نہیں تھی۔ طبیعت بے حد حیا والی تھی، نفاست پسند، وفادار، غیرت مند، علم دوست۔ آپ کی مجلس سے اٹھنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ اپنے دکھ پہنچانے والوں کے لیے بھی خیر چاہتی تھیں۔ کسی کی تکلیف کا سن لیتیں تو بے چین ہو جاتی تھیں اس کے لیے بھی دعا کرتی تھیں۔

صاحبزادی امۃ الباسط صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ 1944ء میں پیشگوئی مصلح موعودؓ کے جلسہ کے لیے ہم سب دہلی گئے۔ اس وقت بھی سیدی بھائی جان دہلی میں تھے۔ قریباً دس پندرہ دن وہاں رہے حالانکہ اس وقت بھابھی جان بیمار تھیں اور علاج کے سلسلے میں وہاں گئی ہوئی تھیں مگر دن رات مہمان داری بے حد بشاشت سے کی۔ اسی طرح جب ہم ربوہ آگئے اور حضرت ابا جانؓ لاہور جاتے تو سیدی بھائی جان کے ہاں ہی ٹھہرتے تو سارے قافلے کی مہمان داری کرتیں۔ کسی کو کبھی احساس نہیں ہوا کہ خاطر میں کبھی معمولی سی کمی بھی آئی ہے (حالانکہ اُن دنوں کافی مالی پریشانی رہتی تھی۔) دعاؤں پر بے حد زور دیتیں۔ سیدی بھائی جانؓ کی اتنی فکر کہ شاید ہی دنیا میں کوئی ایسی مثال ہو۔

آپ اپنے تمام رشتوں میں بہت مخلص تھیں۔ خدا تعالیٰ سے بے حد پیار کرنے والی عاجز اور نیک بندی، دل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعودؑ کی محبت سے مخمور، خلافت احمدیہ کی بے حد مطیع و فرمانبردار، ایک فرمانبردار بیٹی، وفا شعار اور خدمت گزار بیوی، بچوں کے لیے ٹھنڈی چھاؤں جیسی ماں۔ اپنے رشتہ داروں سے بھی بہت محبت کرتیں اور ان کی سچی غمگسار اور رازدار تھیں۔ کسی کو کوئی تکلیف ہوتی یا مشورہ کی ضرورت ہوتی تو وہ امی کے پاس آکر اپنا دل ہلکا کرتے، آپ ان کا دکھ سکھ سنتیں، مشورے دیتیں اور ان کے رازوں کی ایسی امین تھیں کہ کبھی اپنے بچوں کو بھی ہوا نہ لگنے دی۔ آپ کی نصیحت کرنے کا طریقہ بہت پیارا تھا۔ کبھی کسی کو مجلس میں شرمندہ نہیں کیا۔ الگ بلا کر تنہائی میں نصیحت کرتیں یا پھر بڑوں کا کوئی واقعہ وغیرہ سنا دیتیں اور اگلا اپنی غلطی سمجھ جاتا۔ بچوں سے مذاق کرتیں لیکن مذاق اڑاتی نہیں تھیں۔

سامعین! حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ بہت صفائی پسند تھیں۔ پسند نہیں کرتی تھیں کہ کوئی اُن کی چیزوں کو گندہ ہاتھ لگائے۔

صاحبزادی امۃ الباسط صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ ایک صبح کسی کام سے مَیں گئی تو بھابھی جان چھوٹے سے باورچی خانہ میں برتن دھو رہی تھیں، پوچھا: آپ خود برتن دھو رہی ہیں؟ کہنے لگیں :ہاں صبح کا ناشتہ مَیں خود تیار کرتی ہوں، برتن بھی خود دھوتی ہوں۔ اس کے بعد باورچی خانہ صاف کیا پھر کمرے میں آکر میز صاف کی اور دوسری جھاڑ پونچھ بھی خود ہی کی۔

آپ ہمیشہ کسی نہ کسی کام میں مصروف رہتی تھیں۔ کبھی سلائی کڑھائی کر رہی ہیں، کبھی Paintings بنا رہی ہیں۔ ایک بار پڑھائی میں جُت گئیں اور منشی فاضل کا امتحان اچھے نمبروں سے پاس کیا۔ لکھنے لکھانے کا شوق بھی تھا اور شعر وشاعری بھی کرتی تھیں۔ لیکن ان مشاغل کے باوجود کبھی گھر، شوہر اور بچوں کو نظر انداز نہیں کیا۔ مہمانوں کو بھی بھرپور توجہ دیتیں۔ خوش مزاجی سے آؤ بھگت کرتیں۔ بے حد مزیدار محفل جمتی اور کسی کو احساس تک نہ ہونے دیتیں کہ سارے دن کی کتنی تھکی ہوئی ہیں۔

خدا نے آپ کو خلیفۂ وقت کی بیوی بننے کا شرف عطا کیا تو اپنے آپ کو اس کے مطابق ڈھال لیا۔ بڑی بشاشت کے ساتھ ہزاروں عورتوں سے مصافحہ کرنا اور ان کو گلے لگانا۔ آنے والی خواتین سے شفقت سے ملتیں، ان کے دکھ سکھ سنتیں اور مشوروں سے نوازتیں اور حضورؒ کو بھی ان کے مسائل بتا کر دعا کے لیے کہا کرتیں۔ پوری توجہ ان کو دیتیں اور کبھی از خود اُٹھ کر نہیں جاتی تھیں حتّٰی کہ ملنے والے خود احساس کرکے اٹھ جاتے۔

حضرت سیّدہ نے بے شمار سفر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ساتھ کیے۔ جن میں کئی کئی گھنٹے کے طویل سفر بغیر آرام کے بھی شامل تھے۔ لیکن ہر دورے میں ہزارہا خواتین سے مصافحہ کیا، حالات پوچھے، مشورے دیے اور بے حد بشاشت کے ساتھ، بغیر پیشانی پر کوئی شکن لائے۔ احمدی خواتین کی نمائندہ کی حیثیت سے مسجد بشارت سپین کا حضورؒ کے ساتھ سنگ بنیاد بھی رکھا۔ پس احمدی خواتین کے لیے آپ مشعلِ راہ تھیں کہ عملی طور پر پردہ پوش خاتون خدمتِ دین کا درخشندہ نمونہ پیش کر سکتی ہے۔ آپ نے لجنہ اماء اللہ کی کئی

حیثیتوں میں خدمت کی۔ 1945ء تا 1947ء مرکزی سیکرٹری تربیت و اصلاح، 1948ء میں جنرل سیکرٹری و سیکرٹری خدمت خلق اور 1952ء تا 1954ء صدر لجنہ لاہور رہیں۔

سامعین! اجتماعات میں حضرت سیدہ نے جو تقریریں فرمائیں ان میں دینی شعائر کی پابندی کرنے اور تربیت اولاد پر خصوصی زور دیا۔ آپ نے اپنے فرائض کو خوب سمجھا اور نبھایا۔ ایک مثالی زندگی پیش کی۔ حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ کی وفات 3، 4 دسمبر 1981ء کی درمیانی شب ہوئی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین عمل میں آئی۔

حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہؓ کی وفات پر اُن کا ذکر خیر کرتے ہوئے حضورؒ نے فرمایا:

"ساری ذمہ داریاں جو میرے نفس کی تھیں وہ آپ نے سنبھال لیں... مجھے ہر قسم کے ذاتی فکروں سے آزاد کر کے، سارے اوقات کو احباب کی فکروں میں لگانے کے لیے موقع میسر کر دیا۔"

اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند کرے۔ آمین

بچھڑے ہوؤں کو جنتِ فردوس میں ملا
جِسرِ صراط سے بہ سہولت گذار دے

(کمپوزڈ بائی: عائشہ منصور چوہدری۔ جرمنی)

﴿25﴾　﴿مشاہدات۔404﴾

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۗ يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْـًٔا ۗ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (النور:56)

ترجمہ: تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اُن سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُس نے اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور اُن کے لئے اُن کے دین کو، جو اُس نے اُن کے لئے پسند کیا، ضرور تمکنت عطا کرے گا اور اُن کی خوف کی حالت کے بعد ضرور اُنہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور جو اُس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔

پاس تھا ہر معترض کے واسطے شافی جواب
وہ مدلل، وہ مدبر، وہ مقرر دلنشیں
اس کی آنکھیں تھیں کہ یا تھیں نور کی دو مشعلیں
چاند سا چہرہ منور اور ستارا تھی جبیں

معزز سامعین! آج جس موضوع پر مجھے اظہارِ خیال کا موقع ملا ہے وہ ہے **''سیرت حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ''**

سامعین! خدا تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو دو بیٹیوں کی پیدائش کے بعد حضرت سیدہ مریم بیگم صاحبہؓ کے بطن سے ایک خوبصورت بیٹا 18ء دسمبر 1928ء کو قادیان میں عطا فرمایا جس کا نام طاہر

احمد رکھا گیا۔ آپؒ بہت شگفتہ مزاج اور ہنس مکھ تھے۔ یاداشت بہت اچھی تھی۔ دوستوں کے ساتھ کھیلنے کا بھی شوق تھا، ہلکی پھلکی شرارت بھی کر لیا کرتے تھے۔ جب چھوٹے تھے تو دوستوں کے ساتھ مقابلوں میں بھی حصہ لیتے تھے مثلاً دیوار پر چلنے کا مقابلہ یا بارش کے پانی سے بھرے ہوئے گڑھوں کو پھلانگنے کا مقابلہ، کچھ بڑے ہوئے تو فٹ بال اور کبڈی میں بھرپور حصہ لیتے رہے۔ کبڈی میں تو آپؒ نے خاصی شہرت حاصل کی اور ربوہ میں آپ نے نیشنل سطح پر ایک ٹورنامنٹ "طاہر کبڈی ٹورنامنٹ" کے نام سے جاری فرمایا۔

آپؒ کا بچپن ہی تھا جب قادیان میں ایک کنواں کھودا جا رہا تھا۔ آپؒ نے مزدوروں کو دیکھا کہ وہ کس طرح رسّہ پکڑ کر پاؤں کنویں کی دیوار سے اٹکا کر نیچے اُترتے ہیں اور پھر اسی طرح اوپر چڑھ کر باہر آتے ہیں۔ شام ڈھلے جب مزدور چلے گئے تو آپؒ نے بھی کنویں میں اترنے کی ٹھانی۔ جونہی رسّہ پکڑا کنویں میں اترے تو ٹانگیں بہت چھوٹی تھیں اور دیوار تک پہنچ نہ سکتی تھیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آپؒ تیزی سے نیچے گرتے چلے گئے اور رسّے نے ہاتھ چھلنی کر دیے۔ اب آپؒ کو یہ ڈر تھا کہ امی جان نے زخمی ہاتھ دیکھے تو گھبرا جائیں گی اور سزا بھی مل سکتی ہے۔ چنانچہ آپؒ ڈاکٹر کے پاس گئے، صرف مرہم ہاتھوں پر لگائی اور پٹی نہ باندھی۔ اس طرح یہ تکلیف برداشت کرتے رہے لیکن کسی کو پتا نہ لگنے دیا۔

(حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ از نصیر احمد انجم صفحہ 4-5)

آپؒ کی والدہ حضرت اُمّ طاہرؓ ہر وقت آپ کے لیے خود بھی دعا کرتیں اور دوسروں سے یہ دعا کرواتیں کہ ''میرا ایک ہی بیٹا ہے، خدا کرے یہ خادمِ دین ہو۔ مَیں نے اسے خدا کے راستہ میں وقف کیا ہے۔'' پھر آنسوؤں کے ساتھ یہ جملے بار بار دہراتیں کہ "خدایا! میرا طاری تیرا پرستار ہو، یہ عابد و زاہد ہو، اسے خادم دین بنائیو! اسے اپنے عشق اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق اور حضرت مسیح موعودؑ کے عشق میں سرشار کرنا۔"

(سیرت حضرت اُم طاہرؓ از ملک صلاح الدین صفحہ 224)

سامعین! حضورؒ خود فرماتے ہیں کہ مجھے تو چھوٹی عمر سے تہجد کا شوق تھا۔ بچپن سے ہی خدا نے دل میں ڈال دیا تھا کہ تہجد ضرور پڑھنی چاہیے اور اس کو میں نے آج تک حتی المقدور برقرار رکھا ہے۔ حضورؒ مزید

فرماتے ہیں کہ میرے والد جماعت احمدیہ کے واجب الاحترام امام تھے اور لوگ ان کے پاس دعا کی درخواستیں لے کر آتے رہتے تھے لیکن ان کا اپنا طریق یہ تھا کہ آڑے وقت میں آپؓ ہم بچوں سے بھی فرماتے کہ ”آؤ بچو! دعا کرو۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ میری مدد فرمائے۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ جماعت کا معین و مددگار ہو۔“

(روزنامہ الفضل 27 دسمبر 2003ء)

آپؒ نے 1944ء میں تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان سے میٹرک کیا۔ میٹرک کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور سے F.Sc. اور پھر پرائیویٹ B.A کیا۔ 1949ء میں جامعہ احمدیہ میں داخلہ لیا اور 1953ء میں امتیاز کے ساتھ شاہد پاس کیا۔ لندن یونیورسٹی کے School of Oriental Studies میں بھی تعلیم حاصل کی اور انگریزی زبان میں خصوصاً خوب مہارت حاصل کرلی۔ 1957ء میں آپؒ واپس ربوہ تشریف لے آئے۔ شروع سے ہی آپؒ کو مطالعہ کا بے پناہ شوق تھا اور غیر نصابی علمی کتب کا مطالعہ بڑے انہاک اور کثرت سے کیا کرتے تھے۔ سائنس کا مضمون بہت پسند تھا۔

حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمدؒ نے سترہ، اٹھارہ سال کی عمر میں تقاریر کے میدان میں قدم رکھا اور شروع ہی میں سننے والوں کو یہ احساس دلا دیا کہ آپؒ اِس صلاحیت کے اعتبار سے بھی ایک امتیازی شان کے حامل ہوں گے۔ چنانچہ قادیان میں بھی اور اسلامیہ کالج لاہور کے انعامی تقریری مقابلہ میں بھی آپؒ کی تقریر سننے والے جانتے تھے کہ آپؒ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس میدان کے بھی زبردست شہسوار تھے۔ آپؒ کی یہ صلاحیت وقت کے ساتھ ساتھ ترقی کرتی گئی اور صیقل بھی ہوتی گئی۔ جامعہ احمدیہ سے تحصیل علم کے بعد جب آپؒ لندن گئے تو وہاں بھی دوران تعلیم اپنے ہم مکتب طلبہ، پروفیسروں اور دیگر علمی حلقوں میں اسلام کی حقانیت اور اس کی تعلیمات کو اعلیٰ اور بالا ثابت کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔ مسجد فضل لندن میں اپنے پروفیسروں اور طلبہ کو مدعو کرکے انہیں بھی اسلام کے بارہ میں لیکچر دیتے، ان کے ساتھ تبلیغی گفتگو کرتے اور انہیں جماعت کی کتب پیش کرتے۔ اسی طرح بعض اوقات مسجد دیکھنے اور اسلام کے بارے میں معلومات کے حصول کے لئے جو لوگ آتے، آپؒ انہیں بھی لیکچرز اور سوال وجواب کے ذریعہ اسلام کی حسین تعلیم سے روشناس کراتے۔

سامعین! آپؒ کی خطابت میں ایک کامل مقرّر اور خطیب کی جملہ صفات و جوہر بڑے توازن کے ساتھ اجاگر تھے۔ اس میں موقع و محل پر لطائف و مزاح کے نگینے بھی مرصّع ہوتے تھے، رقّت و لطافت بھی اور دلگداز پہلو بھی۔ عین وقت پر جوش و جلال بھی اپنی جولانی دکھاتا تھا اور بروقت انذار و تبشیر کی تجلّیات بھی جلوہ گر ہوتی تھیں۔ آپؒ کا خطاب برجستہ مگر برموقع اشعار سے بھی مزیّن ہوتا تھا اور واقعات، ضرب الامثال، برموقع لطائف اور پُرحکمت اشعار سے بھی پُررونق ہوتا تھا۔ وہ دلائل و منطق کے زیور سے آراستہ بھی ہوتا تھا اور تحدّیات سے رنگین اور زورآور بھی۔ آپ کی تقریر سننے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔

سامعین! حضور رحمہ اللہ نماز کی پابندی کا بہت خیال کرتے تھے۔ حضورؒ کی ایک صاحبزادی بیان کرتی ہیں کہ نماز آپؒ کی روح کی غذا تھی۔ کسی اَور کو بھی نماز پڑھتے دیکھ لیتے تو چہرہ خوشی سے چمکنے لگتا۔ اسی وجہ سے بچپن میں ہی یہ احساس ہم میں پیدا ہو گیا تھا کہ اگر ہم نماز پڑھ لیں تو بچپن کی باقی نادانیاں اور شرارتیں قابل معافی ہیں۔ جب کبھی باہر سے آتے تو پہلا سوال یہی کرتے کیا نماز پڑھ لی؟ اگر جواب ہاں میں ہوتا تو وہ دن ہمارا ہوتا۔ ابّا کا پیار ہمارے لیے چھلکنے لگتا۔“

(روزنامہ الفضل سیدنا طاہر نمبر 27 دسمبر 2003ء)

آپؒ کی نماز سے محبت کا یہ عالم تھا کہ انتہائی بیماری کے وقت بھی بعض دفعہ نزلہ سے آواز نہیں نکل رہی ہوتی تھی مگر نماز باجماعت کی ادائیگی کے لیے مسجد ضرور تشریف لے جاتے۔ حضورؒ کے ایک عزیز بیان کرتے ہیں کہ حضورؒ نماز باجماعت کی بے انتہا پابندی کرنے والے تھے۔ جب بھی کئی روزہ دورے سے واپس ربوہ آتے تو پہلا سوال یہی ہوتا کہ آج کل مسجد مبارک میں نمازوں کے اوقات کیا ہیں؟ پھر بہت سے لوگ خود تو باجماعت نماز کے پابند ہوتے ہیں لیکن اپنے تعلق داروں کے بارہ میں اتنے حساس نہیں ہوتے جتنا کہ حضورؒ تھے۔ بے انتہا توجہ تھی کہ آپؒ کے ارد گرد کوئی ایسا فرد نہ ہو جو نماز کے حوالے سے کمزوری کا شکار ہو۔

حضورؒ کے پرائیویٹ سیکرٹری مکرم منیر احمد جاوید صاحب لکھتے ہیں کہ

”آپؒ کو نماز سے اس قدر عشق تھا کہ عام آدمی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ آپؒ بیماری میں کمزوری کے باوجود کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے رہے۔ آخری بیماری کے دوران شدید کمزوری کے باوجود آپؒ سہارا لے

کر اور چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھاتے ہوئے مسجد میں نماز پڑھانے کے لیے تشریف لاتے۔ موسم خواہ سرد ہوتا یا گرم یا بارش ہو رہی ہوتی یا برف باری ہوتی تو آپؒ ہمیشہ مسجد میں ہی جاکر نماز ادا کیا کرتے تھے۔ انتہائی سردی میں بحری جہاز کے کھلے ڈیک پر بھی آپؒ نے نماز پڑھائی اور سخت گرمی اور مچھروں کی یلغار کے وقت بھی نمازیں پڑھائیں۔ یورپ کے سفروں میں سڑک کے کنارے مناسب جگہ دیکھ کر نمازوں کے لیے رُکنے کی ہدایت تو ہمیشہ جاری رہی۔ آپؒ کی زندگی قُرَّۃُ عَیۡنِیۡ فِی الصَّلوٰۃ کا نمونہ تھی کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔''

(حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ از نصیر احمد انجم صفحہ 29-30)

سامعین کرام! قرآن کریم سے آپؒ کو جو محبت تھی اس کا اظہار آپؒ کے دروس قرآن سے بھی ہوتا ہے اور ترجمۃ القرآن کلاس سے بھی۔ قرآن کریم کا ترجمہ خود ہی سیکھا اس کے بارے میں آپؒ فرماتے ہیں

''یہ تو مَیں نے خود پڑھا ہے۔ کلاس میں تو ہم پڑھا کرتے تھے، استاد بھی پڑھاتے تھے مگر اصل ترجمہ مَیں نے خود ہی پڑھا ہے۔''

(خلافت جوبلی سوونیئر 2008ء صفحہ 108)

ترجمۃ القرآن کلاس کے بارے میں آپؒ نے خود فرمایا:

''میں نے ترجمہ قرآن عربی گرامر کے تمام پہلوؤں کو سامنے رکھ کر تیار کیا ہے... میں نے بھی ترجمہ سیکھنے کے لیے دعائیں کی ہیں میری تعلیم القرآن کلاس میری زندگی کا ماحصل ہے پس ترجمہ قرآن سیکھنے کے لیے اس سے فائدہ اٹھائیں۔''

آپؒ نے محبت قرآن سے لبریز ہو کر ایک دفعہ فرمایا:

''آج اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی عظمت کی خاطر قرآنی دلائل کی تلوار میرے ہاتھ میں تھمائی ہے اور میں قرآن پر حملہ نہیں ہونے دوں گا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھیوں پر حملہ نہیں ہونے دوں گا۔ جس طرف سے آئیں، جس بھیس میں آئیں ان کے مقدر میں شکست اور نامرادی لکھی جاچکی ہے۔ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعے دوبارہ قرآن کریم کی عظمت کے گیت گانے کے جو دن آئے ہیں، آج یہ ذمہ داری مسیح موعودؑ کی غلامی میں میرے سپرد ہے۔''

حضورؒ کی تلاوتِ قرآن کے بارے میں آپؒ کے بچپن کے ایک استاد بیان فرماتے ہیں کہ ننھا طاہر اس عمر میں بھی بڑی توجہ سے قرآن کریم کی تلاوت کرتا اور دیکھنے والے کو صاف محسوس ہوتا کہ تلاوت کرتے وقت اسے دلی خوشی اور لذّت محسوس ہو رہی ہے۔ ایسی خوشی کہ دیکھنے والا بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔

آپؒ کی زندگی کا ایک بہت دلکش اور دلگداز پہلو آپؒ کا عشق رسولؐ ہے۔ سامعین! یہ تو ہم سے اکثر نے دیکھا ہے کہ جب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس نام آپؒ کی زبان پر آتا تو آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتیں، آواز بھرا جاتی اور بمشکل اپنے جذبات پر قابو پا کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مکمل فرمایا کرتے تھے۔ آپؒ نے بارہا جماعت کو حضور اکرمؐ پر درود و سلام بھیجنے کی نصیحت فرمائی۔

1957ء میں آپؒ کی شادی حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ سے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو چار بیٹیوں سے نوازا۔ آپؒ ایک مثالی شوہر اور شفیق باپ تھے۔ آپؒ نے بچیوں کو بہت پیار دیا۔ انہیں اپنے فارم پر احمد نگر لے جاتے اور پیار ہی پیار میں آپؒ ان کی تربیت بھی فرماتے۔ رات کو انہیں کہانیاں بھی سناتے جو بالعموم انبیاء کے واقعات پر مشتمل ہوتیں۔ سادگی اور سچی انکساری حضورؒ کی شخصیت کا خوبصورت اور نمایاں پہلو تھا۔ آپؒ ہمیشہ اپنے ذاتی کام خود کر لیا کرتے تھے۔ گھر میں کام کرنے والوں کی موجودگی کے باوجود کوئی کام اپنے ہاتھ سے کرنا عار نہ سمجھتے تھے۔ خلافت سے پہلے بعض دفعہ اپنے کپڑے بھی خود دھو لیتے تھے۔ خلافت کے بعد مصروفیات کی وجہ سے ایسے کام تو نہیں کرتے تھے مگر اپنا ناشتہ بیماری شروع ہونے تک خود ہی بنا لیتے تھے۔ حسب ضرورت ہر قسم کا کام کر لیتے تھے چیزیں بھی مرمت کر لیتے۔

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ ایک انتہائی شفیق والد تھے۔ حضورؒ کی پدری شفقت کا اظہار حضورؒ کی صاحبزادیوں کے بیانات سے بھی ہوتا ہے۔

حضورؒ کی ایک صاحبزادی بیان کرتی ہیں کہ

” حضورؒ کو ہر شخص کی صلاحیتوں کو ابھارنے اور ان سے استفادہ کرنے اور صحیح رخ پر لانے کا خاص ملکہ حاصل تھا۔ خواہ وہ شخص کوئی معمولی اور کم فہم بچہ ہی کیوں نہ ہو۔ مجھے یاد ہے بچپن میں ابّا اپنی ڈاک دیکھنا شروع کرتے تو آپؒ کے قرب میں بیٹھنے کی خواہش میں، مَیں آپؒ کے ساتھ بیٹھ جاتی اور آپؒ کے کاغذات

کو چھیڑنے لگتی۔ اس پر حضورؒ نے مجھے کہا کہ تم میری پرائیویٹ سیکرٹری بن جاؤ۔ جس طرح مَیں بتاؤں، میرے کاغذ ترتیب سے لگایا کرو۔ بجائے اس کے کہ مجھے ڈانٹ کر اُٹھادیا جاتا مجھے اپنا پرائیویٹ سیکرٹری کہہ کر دل خوش کر دیا بلکہ احساس ذمہ داری بھی پیدا کر دیا۔"

(روزنامہ الفضل ربوہ سیّدنا طاہر نمبر 27 دسمبر 2003ء)

سامعین! اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے کے دل میں شروع سے ہی مخلوق خدا کی ہمدردی اور محبت کُوٹ کُوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اسی ہمدردی اور محبت کی بنا پر آپؒ نے 1960ء سے 1965ء تک ہومیو پیتھی کی ادویات مفت لوگوں کو دیتے تھے۔ آپ کے فیض سے ہزاروں مریضوں کی مسیحائی ہوئی اور ایک معمولی کمرے سے شروع ہونے والی فری ہومیو پیتھی کی ڈسپنسری آج ہزاروں شفا خانوں میں بدل چکی ہے اور لاکھوں افراد آپ کے ہومیو پیتھی کے لیکچرز سے استفادہ خود بھی کرتے ہیں دوسروں کے لیے بھی شفا کا ذریعہ بنتے ہیں۔ ایک مرتبہ وقفِ جدید کی ڈسپنسری میں ایک بچہ آیا۔ حضور نے اُس سے پوچھا کہ کون سی دوائی لینی ہے اُس نے کہا دوائی نہیں لینی۔ آپؒ نے فرمایا پھر کیا لینا ہے؟ اس نے کہا کہ میرا ایک چھوٹا بھائی بھی ہے اور رات کو گرمی ہوتی ہے اور ہمیں مچھر کاٹتا ہے ہمارے پاس پنکھا بھی نہیں ہے آپ ہمیں پنکھا لے دیں۔ آپؒ نے انہیں پنکھا لے دیا اور تانگے پر رکھ کر ان کے گھر پہنچوایا۔

سامعین ! 8اور9جون1982ء کی درمیانی شب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا وصال ہوا اور 10جون1982ء کو مسجد مبارک ربوہ میں انتخابِ خلافت کے لیے اجلاس ہوا جس میں حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کو خلیفۃ المسیح الرابع منتخب کیا گیا اور اس طرح ایک مرتبہ پھر خوف کو امن کی حالت میں بدلنے کا عمل دہرایا گیا۔ 26/اپریل1984ء کو پاکستان کے ڈکٹیٹر ضیاء الحق کے آرڈیننس کی وجہ سے خلیفۂ وقت کا پاکستان میں رہ کر اپنے فرائض منصبی ادا کرنا ناممکن ہو گیا۔ جماعت کے عمائدین کے ساتھ صلاح مشورے کے بعد خدائی اِذن سے آپؒ نے پاکستان سے ہجرت کرنے کا فیصلہ کیا اور آپؒ خدا کی حفاظت میں بخیریت ہالینڈ سے ہوتے ہوئے 30/اپریل1984ء کو لنڈن پہنچ گئے۔

خلیفہ منتخب ہونے کے بعد آپؒ کی مصروفیات میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا حالانکہ آپ پہلے بھی بہت فعال زندگی گزارتے تھے لیکن بعد میں دنیا بھر میں پھیلی عالمگیر جماعت احمدیہ کی اصلاح کی ذمہ داری میں اور

اضافہ ہو گیا۔ آپؒ تہجد کے وقت جاگ جاتے اور آپ کی مصروفیت کا آغاز تہجد کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا جو کہ رات گئے تک جاری رہتا۔ آپؒ دفتر کھلنے کے اوقات سے بہت پہلے دفتر آ جاتے تھے اور بعض اوقات رات کے دس بجے گھر واپس تشریف لے کر جاتے۔ روزانہ آنے والے سینکڑوں کی تعداد میں دعائیہ خطوط دیکھنے۔ دفتری ڈاک چیک کرنی۔ آئندہ کے منصوبے، ملاقاتیں، خطبات جمعہ کی تیاری آپؒ کی بے پناہ مصروفیات میں سے چند ایک ہیں۔

سامعین کرام! حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی مجالس عرفان کے بارے میں کون نہیں جانتا۔ جرمنی کے نیشنل امیر مکرم عبد اللہ واگس ہاؤزر صاحب ذکر کرتے ہیں کہ

”مجالس عرفان تو ایک فیملی ملاقات کی طرح ہوتی تھیں۔ یہ ایک ذاتی سا معاملہ ہو گیا تھا۔ چاہے باہر گرمی ہوتی یا سردی جب اکٹھے بیٹھتے تو بڑا خاص قسم کا ماحول ہوتا تھا۔ خیمے کے اندر تقریباً پانچ ہزار لوگ ہوتے تھے مگر یہی احساس رہتا کہ ہم سب اکٹھے ہیں۔ حضورؒ ایک ایسا ماحول پیدا کر دیا کرتے کہ ہر کوئی آپؒ کے جادو میں جکڑا جاتا۔ ایک لمحے میں مزاح ہوتا تو دوسرے ہی لمحے آپؒ سنجیدہ ہوتے۔ یہ ایک ایسا ماحول تھا جس میں محبت اور اجتماعیت پنپ رہی تھی۔ حضورؒ ایک ایسے ہیرے کی مانند تھے جس سے ہر قسم کی روشنی پھوٹتی تھی۔ جب حضورؒ ہمارے درمیان تشریف فرما ہوتے تو دوسروں سے ممتاز ہو کر نہ بیٹھتے بلکہ ایسے بیٹھتے جیسے آپؒ سب کا حصہ ہوں۔“

(حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا انداز رہنمائی عبد اللہ واگس ہاؤزر)

سامعین! وقت کی کمی کے باعث حضورؒ کی چند تحریکات کا یہاں مختصر ذکر کرنا ضروری ہے۔

- 14ء مارچ 1986ء سیدنا بلالؓ فنڈ کا قیام۔
- 3ء اپریل 1987ء تحریک وقف نو کا آغاز۔
- 1989ء جرمنی میں تحریک سو مساجد۔
- 1993ء میں عالمی بیعت کا آغاز ہوا۔
- 7ء جنوری 1994ء الفضل انٹرنیشنل کا اجرا۔
- جنوری 1994ء میں MTA انٹرنیشنل کا آغاز۔

- جھوٹ کے خلاف جہاد کی تحریک۔
- 21؍فروری 2003ء کو مریم شادی فنڈ کا اجرا۔
- Humanity First کی تنظیم قائم فرمائی۔
- کفالت یتامیٰ کی تحریک شروع فرمائی۔

آپؒ کے کارناموں میں سے ایک اہم کارنامہ مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کا اجراء ہے۔ جو ایم ٹی اے کے نام سے مشہور ہوا اور آج ہر چہار سو اسلام احمدیت کی تبلیغ کا مُوجب بن رہا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی متعدد کتابیں تراجم کے ساتھ شائع ہو چکی ہیں جن میں چند ایک یہ ہیں۔

- مذہب کے نام پر خون۔
- وصال ابن مریم۔
- خلیج کا بحران اور نظام جہان نو۔
- الہام، عقل، علم اور سچائی۔
- قرآن کریم کا اردو ترجمہ مع تشریح۔

حضورؒ نے صاحبزادہ مرزا غلام قادر شہید کی شہادت پر آپ کی والدہ صاحبزادی قدسیہ بیگم صاحبہ کے نام ایک خط میں فرمایا:

”میرے لیے دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ بے حساب بخش دے۔ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً قرار دیتے ہوئے اپنے بندوں اور اپنی جنت میں داخل فرمائے۔ ہمیشہ دل کی یہی تڑپ رہی ہے۔ ہمیشہ دل کی یہی تڑپ رہے گی کہ اے کاش میرا انجام اُس کی نظر میں نیک ٹھہرے، آمین۔“

(مرزا غلام قادر شہید از امۃ الباری ناصر صفحہ 323)

مجھ سے بھی تو کبھی کہہ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً
رُوح بے تاب ہے رُوحوں کو بُلانے والے

معزز سامعین! ایک بھرپور اور کامیاب زندگی گزارنے کے بعد آپ رحمہ اللہ تعالیٰ لنڈن، انگلستان میں 19 اپریل 2003ء کو 75 سال کی عمر میں اپنے خالقِ حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے۔

تحسین تری عمر کہ اس عمر میں تُو نے
صد خضر کی عمروں سے سوا کام کیا ہے

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿26﴾ ﴿مشاہدات۔566﴾

حضرت سیّدہ آصفہ بیگم صاحبہ

(حرم حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

فَاِنَّ اللّٰہَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْکُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا (الاحزاب:30)

یقیناً اللہ نے تم میں سے حُسنِ عمل کرنے والیوں کے لئے بہت بڑا اجر تیار کیا ہے۔

سامعین کرام! میری آج کی تقریر کا موضوع ہے **"سیرت حضرت سیّدہ آصفہ بیگم صاحبہ حرم حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابعؒ"**

حضرت سیّدہ آصفہ بیگم صاحبہ 21 جنوری 1936ء میں پیدا ہوئیں۔ آپ کے والد صاحبزادہ مرزا رشید احمد صاحب اور والدہ صاحبزادی امۃ السلام صاحبہ (بنت حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ) تھیں۔ آپ کی تین بہنیں اور تین بھائی تھے۔ آپ کی شادی 1957ء میں حضرت مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ) کے ساتھ ہوئی۔ حضورؒ آپ سے شادی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"مَیں نے جب ان سے شادی کا فیصلہ کرنا تھا۔ اس سے پہلے استخارہ کیا اور رؤیا کی حالت میں یعنی جاگتے ہوئے نہیں بلکہ رؤیا کی حالت میں الہام ہوا اور اس کے الفاظ یہ تھے "تیرے کام کے ساتھ اس کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔" اس وقت مجھے بڑا تعجب ہوا کہ میرے کون سے کام ہیں؟ وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا تھا کہ آئندہ خدا تعالیٰ مجھ سے کیا کام لے گا۔ لیکن اس میں یہ عجیب پیغام تھا کہ عملاً کاموں میں ان کو شرکت کی اتنی توفیق نہیں ملے گی لیکن میرے تعلق کی وجہ سے خدا تعالیٰ ان کو میرے کاموں میں شریک فرمادے گا اور ان کو بھی اس کا ثواب پہنچتا رہے گا۔"

حضرت سیّدہ آصفہ بیگم صاحبہ اپنی شخصیت، اخلاق اور اعلیٰ کردار کے لحاظ سے ایک ممتاز احمدی خاتون تھیں۔ آپ کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

’’روزمرہ کے رہن سہن کے معیار کے حساب سے بعض ذہنی اور معاشرتی اختلافات کے باوجود اپنے بلند معیار زندگی کو ترک کرتے ہوئے ایک واقفِ زندگی کے ساتھ بڑے صبر کے ساتھ وقت گزارا۔ کبھی بوجھ نہیں ڈالا نہ کسی ایسی چیز کی خواہش کی جو میں اُنہیں دے نہیں سکتا تھا.....ہجرت کے وقت اپنا گھر بار سب کچھ چھوڑ کر دیارِ غیر جانا پڑا تو یہ تمام عرصہ نہایت صبر اور راضی برضا ہو کر گزارا۔‘‘

(مصباح جنوری 1993ء صفحہ 4)

سامعین! 1984ء میں آپ، حضورؒ کے ساتھ ہجرت کر کے انگلینڈ تشریف لے آئیں۔ ہجرت کے بعد آپ نے نہایت مصروف زندگی گزاری اور حضورؒ کی شب و روز کی مصروفیات میں شریکِ کار رہیں۔ ابتداء میں رات گئے تک حضورؒ کے ساتھ ہزاروں خطوط کھولنے کا کام بھی کیا۔ اپنی علالت اور کمزور طبیعت کے باوجود بڑی ہمت سے حضورؒ کے ہمراہ دوروں پر جاتیں اور احمدی خواتین کے مسائل حل کرتیں اور مشورے دیتیں۔ غریب پرور تھیں، طبیعت میں بہت انکسار، سلیقہ، نفاست، اعلیٰ ذوق، نرم گفتاری اور خندہ پیشانی کے علاوہ سادگی بھی تھی۔ حضورؒ کے مقامِ خاص کا بہت احترام کرتیں اور اس بات کا بہت احساس تھا کہ حضورؒ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ آپ ایک مثالی واقفِ زندگی کی اہلیہ بھی ثابت ہوئیں۔

حضورؒ فرماتے ہیں:

’’ابتداء میں آپ کا لجنہ وغیرہ سے کوئی ایسا تعلق نہیں تھا کیونکہ تربیت اَور رنگ کی تھی۔ لیکن میرے کاموں میں بہت ہی بوجھ اٹھایا ہے کیونکہ میرے تعلقات بہت وسیع تھے اور ہر وقت مہمانوں کا آنا جانا۔ گھروں میں میٹنگز ہوتیں۔ میرا بے وقت گھر سے نکل جانا۔ صبح ایک سفر پر روانہ ہوا کہ رات کو آجاؤں گا لیکن وہاں سے آگے بنگال چلا گیا۔ کئی دفعہ دو دو ہفتے، تین تین ہفتے بعد لَوٹا لیکن کبھی بھی عدم تعاون کا اظہار نہیں کیا۔ یہ شکوہ نہیں کیا کہ آپ مجھ سے یہ کیا کرتے ہیں مجھے چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اور بتاتے بھی کچھ نہیں...... مَیں نے اُنہیں کہا مَیں تو جماعتی کاموں کو اور گھر کے معاملات کو الگ الگ رکھتا ہوں اور مَیں پسند نہیں کرتا کہ مجھ پر جو جماعتی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں مَیں اُن کا گھر والوں سے ذکر کروں۔ اس طرح پھر

گھروں کے دخل شروع ہو جاتے ہیں۔ اس طرح میرے کاموں پر غلط اثر پڑنے کا خطرہ ہے۔ تو اِس بات کو پھر ہمیشہ قبول کیے رکھا اور وفات کے دن تک کبھی بھی جماعتی کاموں میں دخل اندازی کی نہ کوشش کی نہ مجھ سے جستجو کی نہ مشورے دیئے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 3اپریل1992ء)

سامعین! آپ کا تعلق جماعتی خواتین کے ساتھ آہستہ آہستہ بڑھتا گیا خاص طور انگلینڈ ہجرت کے بعد۔ آپ، حضورؒ کے ساتھ آسٹریلیا، فجی، سنگاپور، کینیڈا، امریکہ اور یورپ کے دوروں میں ساتھ ساتھ شامل رہیں۔ آپ میں ایک ایسی خوبی جو فطرتاً ودیعت ہوئی تھی وہ یہ تھی کہ آپ میں کوئی تکلف نہیں تھا۔ اپنے آپ کو کسی معنوں میں بھی بڑا نہیں سمجھتی تھیں اور ہر ایک سے برابر پیار اور محبت سے ملا کرتی تھیں۔ خاص طور پر انگلستان کی خواتین سے تو بہت ہی تعلق تھا اور کہا کرتی تھیں کہ ان کے بہت احسانات ہیں انہوں نے بہت خیال رکھا ہے۔ آپ اپنی بیماری کے باوجود قادیان کے جلسہ میں حضورؒ کے ساتھ تشریف لے گئیں۔ اس سلسلہ میں حضورؒ بیان فرماتے ہیں:

"قادیان جانے سے دو تین دن پہلے اچانک ان کی حالت بگڑی ہے.... بسا اوقات ہوتا تھا کہ ایلو پیتھی دوائیاں کام نہیں کرتیں تو مجھے ہومیو پیتھی دینی پڑتی تھی اور خاص طور پر درد کے دوروں میں وہ بہت زیادہ مددگار ثابت ہوئیں تو مَیں نے اُن کے سامنے یہ معاملہ رکھا کہ مَیں ٹھہر سکتا ہوں لیکن پھر قادیان کا پروگرام کینسل کرنا پڑے گا۔ ساری دنیا سے احمدی آرہے ہیں خصوصاً پاکستانی بڑی محبت اور شوق سے آرہے ہیں اور ہندوستان کے کونے کونے سے احمدی آرہے ہیں لیکن آپ کا فیصلہ ہے۔ آپ بتائیں کہ آپ ٹھہریں گی یا جانا چاہیں گی؟ انہوں نے کہا! مَیں جاؤں گی۔ چنانچہ یہ جو قربانی تھی اس نے قادیان کا تاریخی جلسہ ممکن بنادیا۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 3اپریل1992ء)

سامعین! حضرت سیّدہ آصفہ بیگم صاحبہ بہت مہمان نواز خاتون تھیں اور اپنے ملازموں کا بھی خیال رکھتی تھیں۔ حضرت خلیفة المسیح الرابعؒ کی وجہ سے اُن کے ملنے والے اکثر و بیشتر آیا کرتے تھے اور آپ ان کی بہت اچھے سے مہمان نوازی کرتی تھیں۔

آپ کی صاحبزادی شوکت جہاں صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ

”اکثر ایسا بھی ہوتا تھا کہ دوپہر کو ملازم آرام کے لیے اپنے کوارٹروں میں چلے گئے ہوتے تھے اور اُمی اور مَیں اکیلے ہی لگے ہوتے تھے۔ مَیں اُمّی کو کبھی کہتی کہ ”آپ ملازموں کو کیوں نہیں بلواتیں؟ اکیلی ہی لگی ہوتی ہیں۔“تو کہتیں تھیں کہ ”اُنہیں آرام کرنے دووہ صبح سویرے سے اٹھ کر کام کر رہے ہوتے ہیں“

آپ بہت غریب پرور تھیں۔ بڑی خوشی سے لوگوں کے کام آتی تھیں۔ کبھی کسی عورت نے اگر کہا کہ میرے بچے کی شادی ہے مگر میرے لیے مشکل ہے کہ لاہور کپڑے بنانے کے لیے جاؤں۔ آپ اس کی خاطر لاہور جاتیں اور کپڑے وغیرہ تیار کرواتیں۔ آپ بہت دل لگا کر دوسروں کا کام کرتیں اور جب سامان وغیرہ تیار ہو جاتا تو اچھے سے پیک کر کے بھجواتی تھیں۔ آپ ہنس مکھ اور خوش مزاج خاتون تھیں بعض دفعہ لوگوں کو لگتا کہ لاپرواہ ہیں لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس تھی۔ آپ کی بڑی صاحبزادی بی بی شوکت صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ

” مجھے یاد ہے کہ ابّا کی خلافت کا پہلا سال تھا مَیں ربوہ گئی تو اُمّی بہت تھکی ہوئی اور اداس لگ رہی تھیں۔ پوچھنے پر کہنے لگیں کہ لوگوں کے غم سُن سُن کر تو مَیں بیمار پڑ گئی ہوں۔ کئی دفعہ راتیں جاگتے گزرتی ہیں میری۔“

سامعین! حضرت آصفہ بیگم صاحبہ کافی لمبا عرصہ بیمار رہیں۔ آپ اپنی بیماری کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے دُعا کے لیے کہا کرتی تھیں لیکن وہ خدا تعالیٰ سے صرف اپنے لیے ہی رحمت اور شفا نہیں مانگتی تھیں بلکہ تمام دنیا کے دکھی انسانوں کے لیے بھی دعا کروانا ان کے لئے خوشی اور اطمینان کا باعث ہوتا تھا۔ آپ کی آخری بیماری کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

”بیماری اتنی شدید تھی اور بے چینی بھی۔ بار بار مجھ سے پوچھتی تھیں کہ بتائیں! کیا بیماری ہے۔ مَیں ٹھیک ہو جاؤں گی کہ نہیں ..... لیکن اس کے بعد (یعنی میرے سمجھانے کے بعد اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کا طریقہ سکھانے کے بعد) ایسا اطمینان ہوا کہ بے چینی کا کوئی اظہار نہیں کیا۔ نہ مجھ سے پوچھا نہ بات کی۔ مجھے ضرورت ہی نہیں پڑی۔ تو اللہ کے فضل سے وہ بات سمجھ کر آخری دم تک وفا کے ساتھ اس عہد پر قائم رہیں اور غیر اللہ کی طرف نہیں دیکھا۔ آخر پر یہ حالت تھی کہ بجائے اس کے کہ ہم اُن کو تسلی دیتے وہ

ہمیں تسلی دیتی تھیں۔ مجھے کہا آپ بس کریں اتنا غم اور فکر نہ کریں۔ اتنا غم نہ لگائیں۔ مَیں نے جواب دیا بی بی! میں مجبور ہوں۔ مجھے تو دُور کے غم بھی تکلیف دیتے ہیں۔ کوئی کسی کونے میں بیمار ہو مَیں بے چین ہو جایا کرتا ہوں۔"

"ایک دفعہ مَیں نے کہا۔ بی بی! مَیں آپ کے لیے بہت دُعا کر رہا ہوں۔ آپ کو تصور نہیں کہ کس طرح کر رہا ہوں تو کہتی ہیں کہ صرف میرے لیے نہ کریں ساری دُنیا کے بیماروں کے لیے کریں۔ مَیں نے کہا مَیں پہلے ہی اُن کے لیے دُعا کر رہا ہوں اور کبھی ہوا ہی نہیں کہ تمہارے لیے کروں اور توجہ پھیل کر ساری دنیا میں سب بیماروں تک نہ پہنچے۔ جس جس ملک میں لوگ بیمار ہیں اور تکلیف میں ہیں تمہارے دُکھ کا فیض دُعاؤں کی صورت میں سب کو پہنچ رہا ہے۔ اِس پر چہرے پر بڑا ہی اطمینان آیا اور کہا ہاں ٹھیک ہے۔ اسی طرح دُعا کریں۔"

(مصباح جنوری 1993ء صفحہ 17-19)

آپ کی ایک خوبی توکل علی اللہ بھی تھی۔ آپ کی ہمشیرہ مکرمہ صبیحہ صاحبہ بیگم مرزا انور احمد صاحب لکھتی ہیں کہ

"آخری بیماری میں مجھ سے جب بھی ملاقات ہوتی کبھی مجھ سے ایسی بات نہ کی جس سے بچیوں یا حضور کے بارے میں کسی بھی فکر مندی یا پریشانی کے جذبات پائے جاتے ہوں۔ ہاں البتہ ہر دفعہ مجھے یہ ضرور کہتیں میرے لیے دعا کرتی ہو؟"

(مصباح جنوری 1993ء صفحہ 65)

یعنی انہیں اپنے خدا پر مکمل بھروسہ تھا کہ وہ ان کے خاوند اور بچوں کا نگہبان ہو گا۔

حضرت سیدہ 3۔ اپریل 1992ء کو لمبی بیماری کے بعد لندن میں وفات پا گئیں۔ آپ کا جنازہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے پڑھایا۔ اِس وقت آپ اسلام آباد ٹلفورڈ یو کے میں آسودہ خاک ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

میرے آنگن سے قضا لے گئی چن چن کے جو پھول
جو خدا کو ہوئے پیارے، مرے پیارے ہیں وہی

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

﴿27﴾ ﴿مشاہدات۔567﴾

محترمہ صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

یٰۤاَیَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ۔ ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرۡضِیَّةً۔ فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ۔

(الفجر:28۔31)

اے نفسِ مطمئنہ! اپنے ربّ کی طرف لَوٹ جا، راضی رہتے ہوئے اور رضا پاتے ہوئے۔ پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

میری ہر پیشگوئی خود بنادی
تریٰ نَسۡلًا بَعِیۡدًا بھی دکھادی

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے سیرت **"محترمہ صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ"**

محترمہ صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ اکتوبر 1911ء میں پیدا ہوئیں۔ آپ کے والد حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اور حضرت صاحبزادی محمودہ بیگم صاحبہ جو کہ اُمِّ ناصر کے نام سے بھی جانی جاتی ہیں آپ کی والدہ تھیں۔ آپ حضرت مصلح موعودؓ کی سب سے بڑی بیٹی اور بچوں میں دوسرے نمبر پر تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ آپ سے بڑے تھے۔ آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کا آخری زمانہ دیکھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا پیار اور دعائیں حاصل کیں۔ آپ کی تعلیم و تربیت بہت دینی اور روحانی ماحول میں ہوئی۔ آپ نے 1929ء میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ 1931ء میں میٹرک اور 1933ء میں ایف اے کیا۔ اس زمانے میں خواتین کا تعلیم حاصل کرنا اتنا عام نہ تھا اس لئے اس وقت حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ کا دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیاوی تعلیم سے خود کو آراستہ کرنا عام رجحانات سے ہٹ کر تھا۔

مورخہ 2 جولائی 1934ء کو آپ کا نکاح محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ابن حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کے ساتھ ہوا جو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار روپے حق مہر پر بعد نماز عصر مسجد اقصیٰ قادیان میں پڑھایا۔ 26 اگست 1934ء کو بعد نماز عصر آپ کی تقریبِ رخصتانہ عمل میں آئی۔ آپ کے خطبہ نکاح کے موقع پر حضرت مصلح موعودؓ نے خدا تعالیٰ کے حقیقی عبد بننے اور اس کے تقاضوں کو نباہنے پر زور دیا اور فرمایا:

"حضرت مسیح موعودؑ کی اولاد کا فرض ہے کہ وہ اپنی زندگی اس طرح بسر کرے کہ گویا وادی غیر ذی زرع میں رہتی ہیں اور اپنے آپ کو دین کے لیے وقف کرے۔"

(خطبات محمود جلد 3 صفحہ 349)

چنانچہ اللہ کے فضل سے اس مقدس جوڑے نے بعینہٖ اسی طرح زندگی گزاری اور ساری عمر خدمتِ دین میں مصروف رہے۔

سامعین! محترمہ صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ نے اپنی عباداتِ الٰہی، خدماتِ دینیہ و خدماتِ خلق کے ذریعے دنیاوی اور خاندانی جاہ و وجاہت میسر ہونے کے باوجود انتہائی بردباری، وقار، عجز و انکساری کے روشن پیکر تھیں۔ جب آپ کی عمر ابھی دس سال کی ہی تھی تو جلسہ سالانہ کے موقع پر دارالمسیح میں محترمہ سیدہ نصیرہ بیگم صاحبہ کے ایک کمرہ کی مہمان نوازی کی ذمہ داری بخوبی انجام دے کر باقاعدہ خدمات دینیہ کا آغاز کیا۔ بعدازاں ان کے حسنِ انتظام کے سبب اسی چھوٹی عمر میں کمروں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ پھر جلسہ سالانہ پر منتظمہ روشنی، منتظمہ تقسیم کھانا، منتظمہ صفائی کے فرائض بخوشی سرانجام دیئے۔ پاکستان آنے کے بعد آپ کا قیام کچھ عرصہ ماڈل ٹاؤن لاہور میں رہا اور کچھ عرصہ آپ کراچی میں بھی رہیں۔ لاہور میں آپ نے رمضان میں قرآن کریم کا درس بھی دیا۔ اسی طرح کراچی میں بھی سب سے پہلا درس رمضان المبارک میں آپ نے دیا۔ ربوہ آنے کے بعد 1951ء میں آپ لجنہ کی نائب جنرل سیکرٹری رہیں۔ 1952ء سے آپ کو جلسہ سالانہ کے شعبہ جلسہ گاہ کا انتظام سپرد کیا گیا اور آپ نے یہ ذمہ داری انتہائی احسن رنگ میں ادا کی۔ عمومی انتظامات کے علاوہ اسٹیج کا ٹکٹ آپ خود انتہائی ذمہ داری سے دیا کرتی تھیں اور جس کو اس قابل نہیں سمجھتی تھیں اس کو ٹکٹ ایشو نہیں کرتیں۔ اس سلسلہ میں آپ کسی کا لحاظ

نہیں کرتی تھیں۔ 1953ء میں لجنہ اماء اللہ ربوہ کو علیحدہ کر دیا گیا اور آپ نے 11 مئی 1953ء سے بطور صدر لجنہ کا کام سنبھالا۔

(تاریخ لجنہ جلد دوم صفحہ 347)

آپ لمبا عرصہ تک بطور صدر لجنہ اماء اللہ ربوہ خدمت بجا لاتی رہیں اور لجنہ ربوہ کی تربیت بہت فعال رہ کر کی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اپنی والدہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

”پھر جب لمبا عرصہ لجنہ کی صدر رہی ہیں تو یہ کوشش تھی کہ ربوہ کی پوزیشن ہمیشہ پاکستان کی تمام مجالس میں نمایاں رہے، اس کے لئے بھرپور کوشش کرتی تھیں۔ صرف نمبر لینے کے لئے نہیں، جس طرح کہ بعض صدرات کا یا ذیلی تنظیموں کے قائدین و زعماء کا کام ہوتا ہے بلکہ اس سوچ کے ساتھ کہ ربوہ میں خلیفۂ وقت کی موجودگی ہے اس لئے بھی کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ چراغ تلے اندھیرا۔ کہ خلیفہ وقت کی موجودگی کے باوجود ان کا معیار دوسروں سے نیچے ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود تھی۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 5 اگست 2011ء)

سامعین! آپ نے اپنی ہر لجنہ ممبر کو کہا ہوا تھا کہ درِّ ثمین یا کلامِ محمود سے ہر اجلاس میں دو شعر یاد کر کے آئو۔ تو لکھتی ہیں اس سے یہ فائدہ ہوا کہ جہاں شعروں کے ذریعہ علم و عرفان اور روحانیت میں اضافہ ہوتا تھا وہاں اجتماعوں کے موقعوں پر بیت بازی میں ربوہ کی لجنہ اول آیا کرتی تھیں۔ آپ کی یہ کوشش تھی کہ ربوہ کی ہر بچی اور ہر عورت تربیت کے لحاظ سے اعلیٰ معیار کی ہو۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ اگر پردہ کے معیار کو گرا ہوا دیکھا تو سڑک پر چلنے والی کو، عورت ہو یا لڑکی یا لڑکیوں کو اس طرح چلتے دیکھا جو کہ احمدی لڑکی کے وقار کے خلاف ہے تو وہیں پیار سے اُس کے پاس جا کر اُسے سمجھانے کی کوشش کرتیں۔ بتاتیں کہ ایک احمدی بچی کے وقار کا معیار کیا ہونا چاہئے۔

آپ کو آپ کے خاوند صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کو شعر و شاعری سے بھی شغف تھا اور دونوں کو بے شمار اشعار یاد تھے۔

اس بارے میں حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”میرے والد حضرت مرزا منصور احمد صاحب کو بھی خاص طور پر درّثمین کے بہت سے شعر زبانی یاد تھے اور یہ جو درّثمین کی ایک لمبی نظم ہے ”اے خدا اے کارساز و عیب پوش و کردگار“ یہ تو مجھے لگتا تھا کہ پوری نظم یاد ہے اور سفر میں جب بھی ہم جاتے تھے بیت بازی کا مقابلہ شروع ہو جاتا تھا۔ ایک ٹیم ابا کی بن جاتی تھی ایک اُمی کی اور ہم بچوں کو بھی شوق پیدا کرنے کے لئے اپنے ساتھ ملا لیا کرتے تھے۔ اسی طرح اُمی کو قصیدہ یاد تھا۔ آخری عمر میں جب یہ محسوس کیا کہ یادداشت میں کمی ہو رہی ہے، بعض شعر یا الفاظ فوری طور پر یاد نہیں آتے تو میرے والد صاحب کی وفات کے بعد اپنی نواسیوں میں سے جو بھی ساتھ سوتی تھیں، اُسے قصیدہ والی کتاب پکڑا دیتی تھیں اور خود (زبانی) پڑھتی تھیں اور یہ روزانہ کا معمول تھا کہ ستّر اشعار والا جو قصیدہ ” یَا عَیْنَ فَیْضِ اللّٰہِ وَالْعِرْفَانِ “ وہ مکمل ختم کر کے سوتی تھیں۔ آخر عمر تک بھی کہیں کوئی ایک آدھ مصرع بھول جاتی ہوں گی عموماً تمام شعر یاد تھے۔“

سامعین! محترمہ صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ قرآنِ کریم بڑے اہتمام سے غور کر کے پڑھتی تھیں۔ جب کام سے فارغ ہوتی تھیں تو علاوہ اس تلاوت کے جو صبح کی نماز کے بعد کیا کرتی تھیں، دس گیارہ بجے بھی گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ قرآن کریم پڑھتی تھیں اور اس پر غور و فکر کرتی تھیں۔ آپ کا مطالعہ بڑا گہرا تھا۔ آپ نے چونکہ عربی پڑھی ہوئی تھی، عربی کتب بھی پڑھ لیتی تھیں اور اچھی عربی آتی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا مطالعہ بھی گہرا تھا۔

آپ کی توجہ خدمتِ خلق کی طرف بہت تھی۔ ذاتی طور پر مستحق افراد کے حالات کا پتہ لگواتیں اور اُن کی جائز ضرورت کو پورا کرتیں۔ اس کے لیے اگر اپنے فنڈ میں بطور صدر رقم نہیں ہوتی تھی تو رقم جمع کرتیں، صاحب ثروت خواتین کو اس میں حصہ لینے کی طرف توجہ دلاتی تھیں۔ عیدین کے موقع پر مستحقین کے لیے کپڑے بنوانا، سردیوں گرمیوں کے کپڑے بھیجنا، ان کے بچوں کی فیسوں کی ادائیگی، ان کی کتب اور بے شمار ضروریات پوری کرتی تھیں۔ غریب لڑکیوں کی شادیوں پر ضرور اُن کی مدد کیا کرتی تھیں۔

آپ لوگوں سے بڑی خندہ پیشانی سے ملتی تھیں۔ مہمان نوازی کرتی تھیں۔ موسم کے لحاظ سے جو بھی چیز ہوتی تھی پیش کرتی تھیں۔ بچوں سے حسنِ سلوک ہوتا تھا۔ فراست اور قیافہ شناسی بھی بڑی تھی۔ چہرے

دیکھ کر حالات کا اندازہ کر کے پھر حالات پوچھتیں اور اولاد کی تربیت کے بارے میں بھی دعاؤں اور نیک تدبیروں کی طرف توجہ دلاتیں۔

آپ ہمیشہ صاف ستھرے خوبصورت کپڑوں میں ملبوس رہتیں۔ رنگوں کی خوبصورتی اور کپڑوں کا خاص ذوق رکھتی تھیں۔ آپ کا جوڑا سجا ہوا، ٹکا لگا ہوا، قمیض، تنگ پائجامہ اور چُنے ہوئے لمبے دوپٹے پر مشتمل ہوتا۔ لیکن آپ کبھی بھی کپڑوں پر بہت زیادہ خرچ نہیں کرتی تھیں۔ سادہ سے جوڑے کو بہت اچھے طریقے سے پہنتیں جو کہ آپ کی شخصیت کو اور بھی ابھار دیتا تھا۔ آپ بہت صفائی پسند تھیں آپ کے گھر کا کونہ کونہ چمکتا نظر آتا تھا۔

سامعین کرام! چندوں کا حساب بڑی باقاعدگی سے رکھا کرتی تھیں۔ جائیداد سے جو بھی آمد ہوتی تھی پہلے چندہ وصیت اور جلسہ سالانہ پورا حساب سے، تحریکِ جدید، وقفِ جدید جو بھی وعدے ہوتے تھے اور اس کے علاوہ مختلف تحریکات میں اُن کا جو بھی حصہ ہوتا تھا، اُن کی ادائیگی کرتی تھیں اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب تک مَیں وہاں رہا ہوں یہ چندوں کی ادائیگی کا حساب مجھ سے کروایا کرتی تھیں۔ ادائیگی مجھ سے کروایا کرتی تھیں اور بار بار پوچھتی تھیں کہ حساب صحیح ہو کہیں کم ادائیگی نہ ہو جائے۔ بڑی فکر رہتی تھی۔ اُن کی مختلف جائیدادوں سے متفرق آمدنیاں تھیں، بعض دفعہ حساب میں اگر کہیں غلط فہمی ہو گئی اور جب بھی اُن کو دوبارہ حساب کر کے کہا کہ اس میں مزید اتنا چندہ ادا کرنا ہے تو فوراً ادا کر دیا کرتی تھیں اور اسی طرح چندہ مجلس عام طور پر اس میں لوگ سستی دکھا جاتے ہیں اُس کو بھی اپنی جو آمد تھی اس کے مطابق باقاعدہ دیا کرتی تھیں اور میرا خیال ہے شاید اس آمد کے حساب سے سب سے زیادہ ادائیگی اُنہی کی طرف سے ہوتی ہو کیونکہ بڑی باریکی میں جا کے حساب کیا کرتی تھیں۔ آپ کی مالی قربانی بھی نمایاں تھی۔ الفضل کے لئے جن تین چار افراد نے آغاز پر نمایاں مالی قربانی کی اُن میں سے ایک بابرکت وجود آپ کا تھا۔ حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے روزنامہ الفضل آن لائن لندن کے اجراء پر احبابِ جماعت کے نام جو پیغام بھجوایا تھا اُس میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اِس قربانی کا ذکر فرما کر احبابِ جماعت سے اپنی والدہ کے لئے دعا کی درخواست کی ہے۔

آپ کو خلافت سے بھی بہت محبت اور عقیدت تھی۔ آپ خلافت کا بہت احترام کرتی تھیں۔ اس بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”خلافت کے بعد میرے ساتھ تعلق میں ایک اور رنگ ہی آ گیا تھا۔ جب بھی فون پر بات ہوتی تھی تو مَیں اس کو محسوس کرتا تھا۔ جب دورے پر جانے سے پہلے فون کرتا تھا، اُن کو میری حالت کا پتہ تھا۔ ماں سے زیادہ تو کوئی نہیں جانتا، میرے انداز کا بھی پتہ تھا کہ بات مختصر کرتا ہوں، تھوڑی کرتا ہوں، کم بولتا ہوں۔ تو ہمیشہ یہی کہا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ تمہاری زبان میں تمہاری تقریروں میں برکت ڈالے اور خاص طور پر یہ کہتیں کہ مَیں نفل بھی پڑھ رہی ہوں اور ہر نماز پر کم از کم ایک سجدہ میں دعا بھی کرتی تھی، لیکن جب 2005ء میں قادیان میں خلافت کے بعد میری پہلی دفعہ ملاقات ہوئی ہے اُن سے تو میرے لئے ایک عجیب صورتحال تھی، ایک عجیب انوکھا تجربہ تھا۔ خلافت سے وہ تعلق جو مَیں نے اُن کی آنکھوں میں پہلے خلفاء کے لئے دیکھا تھا وہ میرے لئے بھی تھا۔ وہ بیٹے کا تعلق نہیں تھا وہ خلافت کا تعلق تھا جس میں عزت واحترام تھا۔ عزیزم ڈاکٹر ابراہیم منیب صاحب جو میر محمود صاحب کے بیٹے ہیں اُنہوں نے، اُن کا وہاں انٹرویو بھی لیا۔ مختلف پرانی باتوں کا انٹرویو لیا اُس میں میرا بھی ذکر آ گیا۔ انہوں نے بتایا بلکہ مجھے کیسٹ بھیجی ہے، اُس میں اُن کو وہاں ریکارڈ کروایا اور میرے متعلق بتایا کہ مَیں اب عزت و احترام اس لئے کرتی ہوں کہ وہ خلیفۂ وقت ہے۔ میری پیاری والدہ نے دین کے رشتے کو ہر رشتے پر مقدم رکھا۔ یہاں بھی خلافت کا رشتہ بیٹے کے رشتے پر حاوی ہو گیا۔ جب ملنے جاتا تو ان کی آنکھوں میں ایک خوشی اور چمک ہوتی تھی۔ چہرے پر خوشی پھوٹ رہی ہوتی تھی۔ قادیان میں جو دن گزرے اُس عرصے کے دوران جلسے کی مصروفیات سے جتنا وقت مجھے ملتا تھا، مَیں جاتا تھا تو پیار کرتیں اور ساتھ بٹھا کر کافی دیر تک باتیں ہوتی رہتی تھیں۔ لیکن قادیان کا یہ عرصہ صرف پندرہ دن کا تھا۔ آخر میں بھی جب رخصت ہوئی ہیں۔ وہاں سے پہلے پاکستان واپس چلی گئی تھیں تو دعاؤں کے ساتھ رخصت ہوئیں۔“

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بیٹیوں اور تین بیٹوں سے نوازا جن میں محترمہ صاحبزادی امۃ الرؤف بیگم صاحبہ، محترمہ صاحبزادی امۃ القدوس بیگم صاحبہ، صاحبزادہ مرزا ادریس احمد صاحب (مرحوم)، صاحبزادہ ڈاکٹر

مرزا مغفور احمد صاحب اور ہمارے پیارے امام حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ شامل ہیں۔

سامعین ! آپ کچھ سال مختلف عوارض کی وجہ سے کمزوری کی طرف مائل رہیں اور آخری چھ ماہ تقریباً صاحبِ فراش ہو گئیں۔ یہ عظیم خاتون، ایک عظیم ماں مورخہ 29 جولائی 2011ء شام بعمر 100 سال اپنے خالقِ حقیقی سے جاملیں۔ 30 جولائی کو آپ کی میت آپ کی قیام گاہ سے بیت المبارک لائی گئی جہاں بعد نماز عصر محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ بہشتی مقبرہ کی اندرونی چار دیواری میں حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی قبر کے ساتھ آپ کی قبر بھی تیار کی گئی اور دعا کے بعد آپ کی تدفین کی گئی۔

حضرت مسیح موعودؑ کی اولاد میں سے آپ نے سب سے زیادہ لمبی عمر پائی ہے۔ محترمہ صاحبزادی سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ تاریخِ احمدیت کی وہ عظیم خاتون تھیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے عظیم نسبتیں عطا کی تھیں۔ آپ مہدیٔ دوراں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوتی، چار خلفائے احمدیت میں سے آپ کے عظیم والد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ، آپ کے بھائی حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ، حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اور آپ کے لختِ جگر موجودہ امامِ وقت حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہیں۔ اس کے علاوہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہی بیٹے حضرت مرزا شریف احمد صاحب کی بہو بھی تھیں۔

سامعین! اپنی تقریر کا اختتام پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے اُن کے الفاظ کے ساتھ کرتا ہوں جو انہوں نے اپنی والدہ ماجدہ کی یاد میں ان کے لیے دُعا کرتے ہوئے فرمائے۔

آپ فرماتے ہیں:

”ایک مرتبہ ایک جنازہ گزر رہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ وہاں کھڑے تھے، صحابہ نے اُس مرنے والے کی تعریف کی تو آپ نے فرمایا واجب ہو گئی۔ بعد میں یہ پوچھنے پر کہ کیا واجب ہو گئی؟ آپ نے فرمایا۔ جنت واجب ہو گئی۔

(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب ثناء الناس علی المتین حدیث نمبر 1367)

کیونکہ جس کی نیکیوں کی لوگ تعریف کریں اللہ تعالیٰ اس کی بخشش کے سامان پیدا فرما دیتا ہے۔ میری والدہ کی وفات پر جو بیشمار تعزیتی خطوط آرہے ہیں اور جن سے اُن کا براہِ راست واسطہ پڑتا رہا، سب ہی اُن کے مختلف اوصاف کی تعریف لکھ رہے ہیں۔ پس مختلف لوگوں کے یہ خطوط اور جو مَیں نے اُنہیں دیکھا ہے اُس سے امید ہے اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی اس دعا کو کہ 'میں رحمت کی تیری رِداء چاہتی ہوں' قبول کرتے ہوئے اپنی مغفرت اور رحمت کی چادر میں لپیٹ لیا ہوگا۔

اے میرے پیارے خدا! تو میری والدہ سے وہ سلوک فرما جو اُس نے اپنی اس دعا میں تجھ سے چاہا اور ہم جو اُن کی اولاد ہیں ہمیں بھی اس مضمون کو سمجھنے والا بنا۔ ہمیں بھی اس دنیا میں بھی اور مرنے کے بعد بھی اپنی رحمت کی چادر میں لپیٹے رکھنا اور ہم کبھی اُن توقعات سے دور جانے والے نہ ہوں جو آپ نے اپنی اولاد سے کیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اُن کی آئندہ نسلوں کو بھی اپنی رضا کے حصول کی توفیق عطا فرمائے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 5 اگست 2011ء)

اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اُسے دے چکے مال و جان بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

❁❁❁❁

﴿28﴾ ﴿مشاہدات۔578﴾

محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا (النساء:123)

کہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے ہم ضرور اُنہیں ایسی جنتوں میں داخل کریں گے جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں۔ وہ ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں۔ یہ اللہ کا سچّا وعدہ ہے۔

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے سیرت **"محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب"**

محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب 13 مارچ 1911ء کو قادیان میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ اور حضرت بُو زینب صاحبہؓ کے صاحبزادے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دوسرے پوتے تھے۔ آپ کے والد حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ، حضرت مسیح موعودؑ کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے چچازاد بھائی تھے۔ آپ ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے والدِ محترم تھے۔

محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب نے اپنی ابتدائی تعلیم قادیان میں حاصل کی اور بعد میں لاہور میں کالج میں زیرِ تعلیم رہے۔ 2جولائی 1934ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آپ کے نکاح کا اعلان اپنی

صاحبزادی محترمہ ناصرہ بیگم صاحبہ سے فرمایا اور 26 اگست 1934ء کو تقریبِ شادی عمل میں آئی۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو تین بیٹوں صاحبزادہ مرزا ادریس احمد صاحب مرحوم، صاحبزادہ مرزا مغفور احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ امریکہ، پیارے حضور حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اور دو بیٹیوں صاحبزادی امۃ الرؤف صاحبہ اور صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ سے نوازا۔

سامعین! آپ کی سوانح کا سب سے ایمان افروز پہلو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے والد حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جن مبشر الہامات سے نوازا تھا اُن میں سے زیادہ تر الہامات آپ کی ذات میں پورے ہوئے۔ اس بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 12 دسمبر 1997ء میں فرمایا کہ ”اس طرح بھی ہوتا ہے کہ بعض اوقات ایک باپ کے متعلق بعض بشارتیں ہوتی ہیں لیکن اس کے بیٹے کے حق میں پوری ہوتی ہیں۔ چنانچہ حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کے متعلق بعض الہامات کے بارہ میں مجھے پورا یقین تھا کہ وہ آپ کے بیٹے حضرت مرزا منصور احمد صاحب کی ذات میں پورے ہو رہے ہیں“۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کے بارہ میں الہامات عَمَّرَهُ اللّٰهُ علیٰ خِلَافِ التَّوَقُّعِ یعنی آپ کو خلاف توقع لمبی عمر عطا فرمائی اور اَمَّرَهُ اللّٰهُ علیٰ خِلَافِ التَّوَقُّعِ یعنی اللہ نے آپ کو خلاف توقع صاحبِ امر یعنی امیر بنایا (تذکرہ صفحہ 666-667 طبع اوّل 1935ء) کا ذکر کر کے فرمایا کہ حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ نے نہ ہی غیر معمولی عمر پائی اور نہ ہی آپ امیر بنائے جاتے رہے لیکن آپ کے یہ بیٹے حضرت مرزا منصور احمد صاحب نے ساڑھے چھیاسی سال کی لمبی عمر پائی جبکہ کئی بار آپ پر شدید دل کے حملے اور دیگر عوارض کے حملے ہوتے رہے لیکن ہر بار خلافِ توقع صحتیاب ہوتے رہے اور اس طرح الہامی بشارت کے مطابق خلافِ توقع لمبی عمر پائی۔ اسی طرح خلافت ثالثہ میں بھی اور خلافت رابعہ میں بھی متعدد بار امیر بنائے جاتے رہے اور مجموعی طور پر کُل 45 مرتبہ امیر مقرر کئے گئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اور کشف ہے جس میں حضور علیہ السلام نے حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کے بارہ میں فرمایا

"اب تو ہماری جگہ بیٹھ اور ہم چلتے ہیں"

(تذکرہ صفحہ 639 طبع اوّل 1935ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا:

"خلیفہ وقت ہی مرکز سلسلہ میں امیر مقامی ہوتا ہے لیکن ربوہ سے میری ہجرت کے بعد میرے حکم سے حضرت مرزا منصور احمد صاحب کو ربوہ کا امیر مقامی مقرر کیا گیا۔ اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نمائندگی میں میری طرف سے حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کے بیٹے کو اپنی جگہ بٹھانا واقعاتی لحاظ سے ثابت کر رہا ہے کہ یہ دونوں الہامات یعنی "اب تو ہماری جگہ بیٹھ اور ہم چلتے ہیں" اور اَمَّرَہُ اللّٰہُ علیٰ خِلَافِ التَّوَقُّعِ "نہایت صفائی کے ساتھ حضرت مرزا منصور احمد صاحب کی ذات میں پورے ہوئے ہیں۔"

سامعین! اسی طرح حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور رؤیا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

"رؤیا میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مرزا شریف احمدؓ کی طرف اشارہ کرکے کہا" وہ بادشاہ آیا۔ دوسرے نے کہا ابھی تو اس نے قاضی بننا ہے" حضور علیہ السلام اس کے آگے فرماتے ہیں" قاضی حَکَم کو بھی کہتے ہیں۔ قاضی وہ ہے جو تائید حق کرے اور باطل کو رد کرے"۔ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "حضرت مرزا منصور احمد صاحب جس جرأت اور بہادری کے ساتھ تائیدِ حق اور باطل کو رد کرنے والے تھے بہت ہی کم مَیں نے دیکھے ہیں۔ خلافت کے متعلق اور میری ذات کے متعلق کسی نے اگر غلط اشارہ بھی کیا ہو تو اس کے خلاف شدید ردِ عمل دکھاتے تھے اور خلافت کے حق میں سونتی ہوئی ایک تلوار کی طرح تھے۔"

(ہفت روزہ بدر قادیان 18-25 دسمبر 1997ء صفحہ 23)

محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب نے 1940ء میں مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ میں اپنی خدمات کا آغاز بطور نائب صدر کے کیا۔ مجلس انصار اللہ مرکزیہ میں 1956ء اور 1957ء میں قائد تربیت کے طور پر اور 1958-1969ء تک قائد صحت جسمانی و ذہانت کے عہدوں پر فائز رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح

الثالثؒ کے دور میں حضورؒ کی غیر موجودگی میں آپ امیر مقامی کی خدمات انجام دیتے تھے۔ سب سے پہلے آپ امیر مقامی تین سے چھ جون 1967ء کو بنے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے لندن تشریف لے جانے کے بعد تو آپ مستقل امیر مقامی ہو گئے۔ یکم مئی 1971ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے آپ کی غیر معمولی صلاحیتیں دیکھ کر آپ کو صدر انجمن احمدیہ کے اعلیٰ ترین عہدے ناظرِ اعلیٰ پر فائز فرمایا۔ آپ اس عہدے پر اپنی وفات تک فائز رہے۔ اس کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 1983ء میں آپ کو صدر، صدر انجمن احمدیہ کے عہدے پر فائز کیا اور آپ تاوفات اس عہدے پر بھی فائز رہے۔

سامعین! آپ نے قادیان کے نہایت پاکیزہ ماحول میں آنکھیں کھولیں، حضرت اماں جان کی تربیت اور صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت میسر آئی جس کی گہری چھاپ آپ کے کردار و سیرت میں جھلکتی تھی۔ آپ کا حافظہ غیر معمولی تھا اور آپ کی یہ استعداد آخر عمر تک رہی۔ خاص طور پر اعداد و شمار اور حسابی چیزیں آپ کو بہت اچھی طرح یاد رہتی تھیں۔ اس لحاظ سے انجمن کے بجٹ آمد و خرچ، خزانہ اور دیگر اہم مدات کے اعداد و شمار اکثر بر نوک زبان ہوتے تھے۔ خود فرماتے تھے کہ جو اعداد و شمار ایک دفعہ میرے سامنے سے گزر جائیں پھر بھولتے نہیں۔ آپ کو لوگوں کی شکلیں خوب یاد رہتی تھیں لیکن نام بھول جاتے تھے لیکن ضرورت کی جس بات پر زور دیتے تھے اسے یاد رکھنے کا خوب ملکہ تھا۔ آپ نہایت بے نفس اور منکسر المزاج انسان تھے۔ بہت کم گو تھے۔ آپ کو کبھی نام و نمود کی خواہش نہیں ہوئی۔ 1984ء میں ضیاء آرڈیننس کے بعد ہزاروں احمدی احباب کے ساتھ ساتھ آپ کے خلاف بھی مقدمات قائم ہوئے۔ یہ پانچ مقدمات تھے جن کی پیروی کے لئے آپ ایک عام فرد جماعت کی طرح عدالتوں میں پیش ہوتے رہے اور کبھی اپنی طبیعت پر بوجھ محسوس نہ کیا۔ ایک مرتبہ جب آپ باری کے انتظار میں کھڑے تھے تو ایک دوست نے آپ کو کرسی پیش کی مگر آپ نے منع کر دیا۔ اسی طرح روزنامہ "الفضل" ربوہ 26؍ فروری 1998ء میں مکرم نسیم سیفی صاحب، محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کا ذکر خیر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ مجلس شوریٰ کے ایک سیشن کے دوران کسی نے محترم میاں صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے حضور کا لفظ استعمال کیا۔ عام حالات میں تو یہ معمولی بات ہے لیکن جس کرسی پر آپ

بیٹھے تھے اس کا احترام کرتے ہوئے آپ نے فوراً اس شخص کو ٹوکا اور کہا کہ "یہ لفظ صرف اور صرف حضرت صاحب کے لئے استعمال کیا جائے۔ میرے لئے یہ لفظ نہ استعمال کیا جائے۔"

آپ طبعاً مشقت پسند تھے اور ذاتی طور پر محنت کے عادی تھے۔ قادیان کے زمانے میں اپنے مختلف النوع کے کارخانوں سے منسلک رہے شاید اسی لئے تیکنیکی کاموں سے خاص شغف تھا اور آخر وقت تک صحت کی حالت میں اپنے تیکنیکی آلات میں کچھ وقت گزارتے تھے اور چھوٹی موٹی خرابیاں خود درست فرمالیتے تھے۔ آپ کو شکار کا بھی شوق تھا۔ اس کے علاوہ آپ ایک اچھے ایتھلیٹ اور فٹ بال اور والی بال کے کھلاڑی تھے اور باکسنگ بھی کھیلتے تھے۔ جب قادیان سپورٹس یونین کلب کا قیام عمل میں آیا تو آپ اس کے صدر بنے۔

سامعین! آپ کے ساتھ کام کرنے والوں کو یہ احساس ہوتا جیسے میدان جنگ میں اُنہیں ایک ڈھال میسر ہے۔ کبھی گھبراہٹ کا مظاہرہ نہیں کیا اور کبھی کسی کے رات دو بجے بھی حاضر ہونے پر بڑی بشاشت سے پوری بات سنی اور ہدایات دیں۔ دوسروں کی خاطر اپنا آرام قربان کر دیتے۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے فیاضی اور قلبی غنا کی صفت سے بھی خوب نوازا تھا۔ جس حد تک ممکن ہوتا کسی کی حاجت روا کی مدد کرتے بس ان تک پہنچنا شرط ہوتی تھی اور یہ بھی چنداں مشکل نہ تھا کیونکہ آپ کے دروازے ہر کس و ناکس کے لئے ہمیشہ کھلے رہتے تھے۔ جو چاہتا اور جب چاہتا آپ کے دفتر کی چِک اٹھا کر آپ کے دفتر میں داخل ہو سکتا تھا۔ ایک دفعہ خود بھی یہ اظہار فرمایا کہ میں ملاقات کے لئے پہلے وقت طے کرنے کے تکلف میں نہیں پڑتا ہر وقت دروازے کھلے ہیں جو چاہے آئے۔ اور یہ صرف دفتر کا ہی معاملہ نہ تھا گھر میں بھی یہی حال تھا۔ جب اور جس وقت بھی ملاقات کے لئے کوئی حاضر ہوا آپ نے شرف ملاقات بخشا۔ مستحقین کی امداد دل کھول کر کرتے۔ اس میں مذہبی تفریق نہیں تھی۔ ایک غیر از جماعت مولوی صاحب نے درخواست کی تو اُن کی بھی مطلوبہ ضرورت پوری کر دی۔ ماتحت عملہ سے نہایت مشفقانہ سلوک ہوتا۔ کارکنان کی تنخواہوں کا معاملہ زیر غور ہوتا تو زیادہ سے زیادہ اضافہ کی کوشش کرتے۔ ایک مرتبہ کس کی فیملی میں پانچ افراد شمار کر کے حساب بنایا کہ اس فیملی کو ہفتہ میں کتنا گوشت، سبزی اور دودھ وغیرہ

کی ضرورت ہے۔ اس طرح گوشوارہ بناکر انجمن میں معاملہ پیش کیا جس کے نتیجہ میں تنخواہوں میں مناسب اضافہ ہوا۔

سامعین! آپ کے راضی برضا رہنے اور توکّل علی اللہ کی یہ شان تھی کہ کوئی دلخراش سانحہ ہو، کسی احمدی کی راہ خدا میں جان قربان ہو یا کوئی اور جماعتی نقصان آپ ہمیشہ ایک بلند ہمت قائد کی طرح عزم واستقامت کے ساتھ ایستادہ اپنے ساتھیوں کا حوصلہ بڑھاتے ہی نظر آئے۔ ایسے موقع پر کبھی اظہار افسوس کیا جاتا تو تسلی دیتے، دنیا کی بے ثباتی کا ذکر فرماتے اور مثال دے کر سمجھاتے کہ دیکھو! آئے دن دنیا میں کتنے لوگ حادثات میں ہلاک ہو رہے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ بطور خاص حفاظت فرماتا ہے۔ باقاعدہ حساب لگا کر بیان فرماتے کہ اپنی تعداد کے لحاظ سے عام حالات میں حادثات کی جو نسبت جماعت میں ہونی چاہئے اس سے جماعت خدا کے فضل سے محفوظ ہے۔ باقی مرنا تو ایک دن ہے ہی لیکن خدا کی راہ میں جان قربان کرنے کا جو اجر ہے کوئی دوسری چیز اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اپنے ذاتی معاملات میں بھی یہی توکّل آپ کا شیوہ تھا۔ مکرم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب نے بیان فرمایا کہ اپنے زمیندارے کے معاملات میں بھی پوری دلچسپی لیتے اور کاشتہ فصل کے بارے میں اندازے معلوم کرتے رہتے تھے لیکن اگر کسی وجہ سے اوسط پیداوار یا آمد میں کمی آجاتی تو کبھی ذرہ برابر بھی ملال نہیں ہوا۔ یہی فرماتے کہ جو مل گیا ہے اسی پر خدا کا شکر کرو۔

(اک مردباوفا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب)

سامعین! ایک واقف زندگی ہونے کے ناطے آپ نے اپنے آپ کو ہمیشہ جماعتی خدمات کے لئے وقف جانا۔ اگر کبھی کسی کارکن کو کسی ضرورت کے تحت مجبوراً گھر میں آپ کو فون کرنے کی نوبت آتی تو آپ کی بزرگی اور دیگر عوارض کے پیش نظر اکثر یہی خیال ہوتا کہ آپ کو فون پر زحمت نہ دی جائے اور بات پیغام رسانی سے ہی طے ہو جائے مگر آپ کے انکسار، احساس ذمہ داری اور مستعدی کا یہ عالم تھا کہ ہمیشہ خود فون پر تشریف لاکر بات کرتے تھے اور یہی طریق آپ کو پسند تھا۔

آپ منصبِ خلافت کا گہرا عرفان رکھنے والے، خلیفۂ وقت کے سچے عاشق اور فدائی، نہایت جری اور بہادر اور بہت صائب الرائے وجود تھے۔ آپ کم گو اور خاموش طبع تھے مگر جب بولتے تو ایک دبدبہ کے ساتھ

اور پھر اس پر طرہ آپ کی بارعب شخصیت اور وجاہت بھی تھی۔ جب کسی بات کو ناحق جانتے تو پیش کرنے والا خواہ ادنیٰ اہلکار ہو یا اعلیٰ افسر یا کوئی قریبی عزیز اس کی کوئی رعایت نہ فرماتے اور دوٹوک لفظوں میں غلط بات ردّ فرما دیتے تھے۔ آپ کی اس صفت کی وجہ سے آپ کو ایک خداداد رعب عطا ہوا تھا۔

سامعین! آپ کو پہلی دفعہ 1992ء میں دل کا تشویشناک حملہ ہوا۔ آپ کئی روز فضل عمر ہسپتال میں انتہائی نگہداشت میں رہے اس وقت بھی آپ کی کمال قوتِ ارادی کی وجہ سے آپ اتنی جلدی صحت کی طرف راغب ہوئے کہ آپ کے معالج بھی حیران رہ گئے۔ بہت جلد آپ نے معمول کی خوراک لینی اور چلنا شروع کر دیا اور اپنی اہم ترین دینی خدمات پر حاضر ہو گئے۔ اپنی وفات سے چند ماہ قبل آپ کی صحت زیادہ خراب رہنے لگی۔ 4 دسمبر کو آپ کو فضلِ عمر ہسپتال میں داخل کیا گیا۔ آپ کا دل بے حد کمزور ہو چکا تھا اور سانس کی تکلیف بھی تھی۔ چنانچہ 10 دسمبر 1997ء کو دس بجکر پچاس منٹ پر آپ اپنے مولا کے حضور حاضر ہو گئے۔ آپ کی نماز جنازہ 12 دسمبر کو بعد نماز جمعہ و عصر مسجد اقصیٰ میں حضرت مرزا عبد الحق صاحب نے پڑھائی جس میں قریباً 25 ہزار افراد شامل ہوئے۔ بہشتی مقبرہ کے احاطۂ خاص میں آپ کی تدفین ہوئی اور حضرت مرزا عبد الحق صاحب نے اجتماعی دعا کروائی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اوصاف حمیدہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

”آپ پاک روح تھے اور بہت دلیر انسان اور خلافت کے حق میں ایک سونتی ہوئی تلوار تھے۔ اس مرتبہ جب آپ لندن تشریف لائے تو بہت خوش تھے اور کہتے تھے کہ مَیں خوش کیوں نہ ہوں میرا خلیفہ مجھ سے راضی ہے۔ ساری زندگی انہوں نے سادہ گزاری۔ بالکل بے لوث انسان۔ ذرا بھی کوئی انانیت ان کے اندر نہیں تھی۔ ہر چیز میں قناعت پائی جاتی تھی... میں ساری جماعت کو حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد کے لیے دعا کی طرف توجہ دلاتا ہوں اور بعد میں مرزا مسرور احمد صاحب کے متعلق بھی کہ اللہ تعالیٰ ان کو صحیح جانشین بنائے تو ہماری جگہ بیٹھ جا کا مضمون پوری طرح ان پر صادق آئے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 12 دسمبر 1997ء)

سامعین! ایک انٹرویو میں ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اپنے والدِ محترم کے متعلق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب نہایت معمور الاوقات

تھے، آرام طلبی کو پسند نہ فرماتے، آپ کے دل میں غنا، بے نفسی اور قناعت تھی۔ ملازمین کے ساتھ بہت حسنِ سلوک کرتے، اُن کے بچوں کی تعلیم اور شادی کے موقع پر لوازمات میں خاص دلچسپی لیتے۔ بچوں کے لئے بہت محبت تھی لیکن غلطی دیکھ کر سختی کرتے، اُنہیں سخت جان اور محنتی بنانے کی کوشش کرتے، باجماعت نماز کی نگرانی کرتے۔

اکثر اوقات ذکرِ الٰہی میں مصروف رہتے، کتب کا مطالعہ بھی ضرور کرتے، خدمت دین کی طرف خاص توجہ تھی۔

(ماہنامہ انصار اللہ مارچ 2000ء)

اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند کرتا چلا جائے۔ آمین

(کمپوزڈ بائی: عائشہ منصور چوہدری۔ جرمنی)

﴿29﴾ ﴿مشاہدات۔605﴾

محترمہ صاحبزادی امۃ القیوم بیگم صاحبہ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خٰشِعُوْنَ ○ وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ○ وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِلزَّکٰوۃِ فٰعِلُوْنَ ○ وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِفُرُوْجِھِمْ حٰفِظُوْنَ ○ (المومنون:2-6)

یقیناً مومن کامیاب ہو گئے۔ وہ جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں اور وہ جو لغو سے اِعراض کرنے والے ہیں اور وہ جو زکوٰۃ (کا حق) ادا کرنے والے ہیں اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے سیرت **"محترمہ صاحبزادی امۃ القیوم بیگم صاحبہ"**

محترمہ صاحبزادی امۃ القیوم صاحبہ 19 ستمبر 1916ء کو پیدا ہوئیں۔(خطبہ جمعہ حضور انور) جبکہ الفضل 24 جون 2009ء میں آپ کا سن پیدائش 2 اکتوبر 1917ء لکھا ہے) آپ کی پیدائش قادیان میں ہی حضرت اماں جان کے کمرے میں جو بیتُ الفکر اور مسجد مبارک کے قریب تھا ہوئی۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوتی اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹیوں میں سے دوسرے نمبر کی بیٹی تھیں۔ آپ کی والدہ حضرت سیدہ امۃ الحئی صاحبہ بنت حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ تھیں۔ آپ نے مولوی فاضل کی تعلیم حاصل کی پھر ایف اے پاس کیا۔

26 دسمبر 1938ء کو بیت النور قادیان میں حضرت مصلح موعودؓ نے صاحبزادی امۃ القیوم صاحبہ کا نکاح صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کے ساتھ پڑھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ آپ سے بہت محبت کرتے تھے۔ صاحبزادی امۃ القیوم صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ جب میری شادی ہوئی تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کو لکھا کہ مَیں نے اپنی اس بچی کو 14 سال تک ہتھیلی کے چھالے کی طرح

رکھا ہے۔ اگر کوئی اس کی طرف دیکھتا تھا تو میری نظر فوراً اٹھتی تھی کہ اس آنکھ میں پیار کے سوا کچھ اور تو نہیں۔

(سیرت وسوانح حضرت سیدہ امۃ الحیٔ بیگم صاحبہ صفحہ 110-111۔ لجنہ اماء اللہ لاہور)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک نظم ان کی شادی پر بھی لکھی تھی۔ اس کے دو شعر کچھ یوں ہیں۔

الفت نہ اس کی کم ہو
رشتہ نہ اس کا ٹوٹے
چھٹ جائے خواہ کوئی
دامن نہ اس کا چھوٹے

(کلام محمود)

حضرت مصلح موعود کو غیاث الدین تغلق کے قلعہ پر جو روحانی نظارہ کشف میں دکھایا گیا تھا جس میں آپ نے بمثل بُدھا بلند آواز سے کہا کہ

مَیں نے پالیا۔ مَیں نے پالیا۔

حضور کے ہمراہ حضور کی ہمشیرہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ، ایک اہلیہ اور بیٹی امۃ القیوم صاحبہ تھیں۔ حضور نے جب اس کشفی نظارہ میں بلند آواز سے فرمایا کہ ”مَیں نے پالیا۔ مَیں نے پالیا۔“ تو امۃ القیوم صاحبہ نے پوچھا۔ ابا جان! کیا پالیا؟

یہ واقعہ تفصیل سے ”سیر روحانی“ میں بیان ہوا ہے۔ اس ناطے آپ ایک اہم اور تاریخی واقعہ کی چشم دید گواہ تھیں۔

آپ کی اپنی کوئی اولاد نہیں تھی آپ نے مکرم ظاہر مصطفی احمد صاحب ابن مکرم ناصر محمد سیال صاحب کو بیٹوں کی طرح پالا اور پروان چڑھایا اور اُن سے بہت محبت کرتی تھیں اور ہمیشہ نیک تربیت کی کوشش کرتیں اور خدا تعالیٰ سے تعلق رکھنے کی ہمیشہ تلقین کرتی رہیں۔

مکرم ظاہر مصطفیٰ احمد بیان کرتے ہیں کہ بچپن سے ہی ہمیں چھوٹی چھوٹی کہانیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالے سے سناتی تھیں۔

سامعین! صاحبزادی امۃ القیوم صاحبہ بہت غریب پرور تھیں، چھپ کر بھی اور اعلانیہ بھی غریبوں کی مدد کرتی تھیں۔ کئی بیواؤں اور یتیموں کی مستقل مدد کرتی رہتی تھیں اور پھر جماعت سے باہر بھی اور ملکی اور بین الاقوامی چیریٹیز (Charities) میں بھی صدقات دیا کرتی تھیں۔ آپ کی نمازوں میں بڑا خشوع و خضوع ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق تھا۔ لغویات سے بھی بچنے کی کوشش کرتی تھیں۔ پردہ کی بھی بڑی پابند تھیں۔ پردہ میں تو بعض دفعہ اس حد تک چلی جاتی تھیں کہ اگر کسی کا چھوٹا عزیز جو ہے جس سے اگر پردہ نہیں بھی ہے اگر اسے پہچان نہیں رہیں اور وہ گھر میں بھی آگیا تو تب بھی پردہ کر لیتی تھیں جب تک پہچان نہ ہو جاتی۔ قرآن کریم کو بڑے غور سے پڑھا کرتی تھیں اور ساتھ ساتھ نوٹس لکھا کرتی تھیں۔ آپ جیسا کہ خاکسار نے ابتداء میں سورۃ المومنون کی آیات 2 تا 6 کی تلاوت کی اس کی ایک زندہ مثال تھیں۔ عاجزی انکساری بہت تھی۔ باوجود اس کے کہ مرزا مظفر احمد صاحب پاکستان میں بڑے اچھے عہدوں پر رہے، ورلڈ بینک میں بھی رہے۔ لیکن آپ کے ہاں جانے والے، ملنے والے آپ کو جس طرح وہ خود ملتے تھے مرزا مظفر احمد صاحب بھی اور آپ بھی بڑی عاجزی سے ان سے ملا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا بھی بڑا وسیع مطالعہ تھا۔

سامعین! صاحبزادی امۃ القیوم صاحبہ چار سال تک لجنہ واشنگٹن کی صدر رہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو لجنہ امریکہ کی مشاورتی کمیٹی کا خاص نمائندہ مقرر فرمایا تھا اور تاحیات آپ اس پہ قائم رہیں۔ جماعت اور خلافت کی بڑی غیرت تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ آپ کے بڑے بھائی بھی تھے، لیکن خلافت سے جو ایک خاص تعلق ہوتا ہے وہ بہت زیادہ تھا۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ چھوٹے بھائی تھے لیکن اس کے بعد خلافت کے بعد انتہائی ادب اور احترام کا تعلق ہوا۔ آپ کی وفات کے بعد کسی نے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کو اُن کے بارے میں لکھا کہ جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا پہلا جلسہ ہوا اسلام آباد میں تو یہ جلسہ میں بیٹھی ہوئی تھیں جلسہ کے بعد وہیں پیغام ملا ایک خاتون کو جو اس وقت اُن کے ساتھ ڈیوٹی پر تھیں کہ ان کو لے کر فوراً آؤ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ بلا رہے

ہیں۔ وہ خاتون کہتی ہیں کہ آپ نے سن لیا اور ان کے تیار ہونے سے پہلے ہی اٹھ کے چل پڑیں اور اتنی تیز چلیں کہ جو ڈیوٹی والی خاتون تھیں ان کو ساتھ دوڑنا پڑ رہا تھا اور یہ کہتیں جلدی کرو حضور کا پیغام آیا ہے مجھے بلا رہے ہیں۔ حضور انور فرماتے ہیں کہ

”تو یہ بھی ایک تربیت تھی، اپنے باپ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی بھی اور اپنے نانا کی وہ مثال بھی سامنے تھی جس طرح وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بلاوے پر فوراً دوڑ پڑے تھے بغیر کچھ لئے۔“

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ میں آپ کے اوصاف کا ذکر کرتے ہوئے آپ کی خلافت سے محبت اور احترام کے بارے میں بیان فرمایا:

”میرے سے ایک تعلق تھا ان کا۔ یہ تعلق بھانجے سے زیادہ اس وقت شروع ہوا، میری خالہ تھیں۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ناظر اعلیٰ اور امیر مقامی مقرر کیا پاکستان میں، ربوہ میں، تو پہلی مرتبہ جب یہ امریکہ سے آئی ہیں تو مَیں حیران رہ گیا ان کے تعلق کو دیکھ کر اور شرمندہ بھی ہوتا تھا، ایک احترام جماعتی عہدیدار کا اور عزت ایسی تھی جو بالکل مختلف تھی ہر قسم کے رشتوں سے۔ بالکل مختلف رویہ تھا ان کا اور یہ ان کی سیرت کا پہلو مجھ پر اس وقت کھلا کہ یہ کس طرح احترام کرتی ہیں عہدیداران کا۔ خلافت کے بعد تو پھر یہ تعلق اور بھی بڑھا۔ جب مَیں غور کرتا ہوں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے زمانہ میں بھی دیکھا ہے مَیں نے ان کے ساتھ تعلق ان کا اور اپنے ساتھ جب دیکھتا ہوں، کوئی فرق مجھے نظر نہیں آتا۔ وہی عزت وہی احترام۔ معمولی سا بھی فرق کہیں نظر نہیں آیا۔ اتنا ادب اور احترام کہ بعض دفعہ شرمندگی ہوتی تھی۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 26 جون 2009ء)

سامعین! آپ کو اپنے والدین سے بے انتہا محبت تھی۔ آپ اپنی ایک خواب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ کوئی شخص مجھ سے کہتا ہے کہ مَیں تمہاری ماں کو لینے آیا ہوں۔ مَیں رو رو کر اس کی منتیں کرتی ہوں کہ نہیں لے جانا۔ وہ کہتا ہے کہ اچھا اگر یہ نہیں تو تمہارے ابّا کو لے جاتا ہوں۔ تو مَیں نے گھبرا کر کہا نہیں! بالکل نہیں!۔ وہ کہتا ہے کہ تمہاری ایک بات مانی جاسکتی ہے۔ ماں کو لے جانے دو یا باپ کو۔ اس نے جب

مجھ کو بہت مجبور کیا دونوں میں سے ایک کو رکھ سکتی ہو، دونوں کو رکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تو مَیں ماں کو دینے پر راضی ہو گئی اور پھر کہتی ہیں اس خواب کا اثر تھا کہ پھر اپنی امی سے بہت چمٹنے لگ گئیں۔ جب آپ دس سال کی تھیں تو آپ کی والدہ کی وفات ہو گئی۔ اُس وقت حضرت اماں جانؓ کو اس خواب کا علم نہیں تھا اس لیے حضرت اماں جانؓ ان کو اکثر کہا کرتی تھیں کہ تم ماں سے چمٹی رہتی ہو، باپ سے بھی چمٹا کرو۔ ایک دن حضرت اماں جانؓ نے جب زور سے انہیں کہا تو آپ ڈر گئیں اور جواب دیا کہ چمٹوں گی چمٹوں گی اور ساری عمر چمٹی رہوں گی۔ یہ واقعہ بیان کر کے حضرت اماں جان کی آنکھوں میں آنسو آجاتے تھے۔

(سیرت وسوانح حضرت سیدہ امۃ الحئی بیگم صاحبہ صفحہ 112)

سامعین! مارچ 2009ء میں آپ نے دانت میں درد کی شکایت کی جب دانت نکالا گیا تو پتہ چلا کہ اس کے پیچھے ایک ٹیومر تھا۔ ڈاکٹرز کے مطابق ٹیومر کو آپریشن کے ذریعہ نکالنا بہتر تھا لیکن جب چار پانچ ماہ بعد آپریشن کا وقت آیا تو یہ ٹیومر کافی بڑا ہو چکا تھا اور آپریشن کرنا نقصان دہ ثابت ہو سکتا تھا جس کی وجہ سے آپ کو زیادہ تکلیف ہونی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر اپنا فضل فرمایا اور ٹیومر کا سائز دیکھ کر ڈاکٹرز نے آپریشن کی بجائے ریڈی ایشن کے ذریعہ ٹیومر ختم کر دیا۔ تاہم لمبی بیماری اور ادویات کے استعمال کی وجہ سے آپ کو گردے کی تکلیف ہوئی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس میں بھی شفاعطا فرمائی لیکن ہسپتال سے گھر جانے سے ایک دن پہلے آپ کی وفات ہو گئی اور اس طرح حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی پیاری بیٹی کے لیے جو دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہر تکلیف سے دور رکھے وہ پوری ہوئی۔ وفات کے وقت آپ واشنگٹن امریکہ میں مقیم تھیں۔ آپ کی وفات 23 جون 2009ء میں پاکستانی وقت کے مطابق صبح دس بجے بعمر 92 سال ہوئی۔ آپ کی میت 29 جون کو ربوہ پہنچائی گئی جہاں 29 جون کو ہی بعد نماز عصر مسجد مبارک میں صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ کی اندرونی چار دیواری میں آپ کے خاوند صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کی قبر کے ساتھ جنوبی طرف عمل میں آئی۔

(روزنامہ الفضل ربوہ یکم جولائی 2009ء)

نہ روک راہ میں مولا شتاب جانے دے
کھلا تو ہے تری "جنت کا باب" جانے دے

(کمپوزڈ بائی: عائشہ منصور چوہدری۔ جرمنی)

✡✡✡✡

﴿30﴾ ﴿مشاہدات۔570﴾

محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ

(ال عمران:16)

تُو کہہ دے کہ کیا مَیں تمہیں ان سے بہتر چیزوں کی خبر دوں؟ ان کے لئے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں ان کے ربّ کے پاس ایسے باغات ہیں جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور پاک کئے ہوئے جوڑے ہیں اور اللہ کی طرف سے رضوان ہے اور اللہ بندوں پر گہری نظر رکھنے والا ہے۔

میری ہر پیشگوئی خود بنادی
تَرٰیٰ نَسْلًا بَعِیْدًا بھی دکھادی

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے سیرت **"محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب"**

محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد 28 فروری 1913ء کو پیدا ہوئے۔ آپ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے بیٹے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت صاحبزادی سیّدہ سرور سلطان صاحبہ تھیں۔ آپ کی پیدائش پر اخبار "الحکم" (قادیان) نے شمارہ 7 مارچ 1913ء صفحہ 11 پر "مبارک" کے زیر عنوان ایک روح پرور نوٹ سپردِ اشاعت کیا اور دعا کی:

"اے خدا! اے رب السماء! اس مولود کو نافع الناس اور باپ اور دادا ... کی طرح رحیم اور کریم انسان بنانا۔ والدین کے لئے قرۃ العین ہو دین کا خادم... اے مالک السماء! اس کو متقیوں کے لئے امام بنانا اس کو آسمانی بادشاہت کے تخت پر بٹھانا"

اللہ تعالیٰ نے یہ سب دعائیں اس شان و شوکت سے قبول فرمائیں کہ ایک عالم انگشت بدنداں ہے خصوصاً آپ نے نافع الناس اور بابرکت وجود کی حیثیت سے جو خدمات سر انجام دیں وہ تاریخ پاکستان کا ایک سنہری باب ہیں۔

سامعین! حضرت اماں جانؓ نے اپنے صاحبزادگان کے بڑے بیٹوں کو گود میں لیا تھا۔ اس طرح آپ حضرت اماں جانؓ کی تربیت میں پروان چڑھے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت قادیان میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم قادیان سے حاصل کرنے کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور سے گریجوایشن کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے 1933ء میں انگلستان روانہ ہوئے۔ آپ حضرت مسیح موعودؑ کے پہلے پوتے تھے جو بیرون ملک حصول علم کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے بیرون ملک روانگی کے موقع پر خصوصی نصائح فرمائیں۔ انگلستان میں آکسفورڈ یونیورسٹی میں تعلیم پائی اور آئی سی ایس کا امتحان پاس کیا۔ اس دوران آپ کو حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالثؒ) کی صحبت حاصل رہی۔

26؍دسمبر 1938ء کو مسجد النور قادیان میں حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی بیٹی صاحبزادی امۃ القیوم صاحبہ کا نکاح آپ کے ساتھ پڑھا۔ صاحبزادی امۃ القیوم صاحبہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی نواسی تھیں۔ آپ کی اپنی کوئی اولاد نہیں تھی آپ نے مکرم ظاہر مصطفی احمد جو مکرم ناصر محمد سیال صاحب اور بی بی امۃ الجمیل صاحبہ کے بیٹے ہیں کو بیٹوں کی طرح پالا اور پروان چڑھایا۔

سامعین! آکسفورڈ سے اعلیٰ تعلیم کے بعد آپ نے سول سروس شروع کی اور پہلی اہم تقرری ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کے طور پر ہوئی اور اس عہدہ پر سرگودھا میں بھی متعین رہے۔ مغربی پاکستان میں آپ سیکرٹری فنانس اور ایڈیشنل چیف سیکرٹری رہے۔ صدر ایوب خان کے دور میں آپ ڈپٹی چیئر مین پلاننگ کمیشن رہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت صاحبزادہ صاحب کو ترقی پہ ترقی عطا فرمائی۔ صدر یحییٰ خان کے زمانہ میں آپ صدر کے اقتصادی مشیر مقرر ہوئے جو وفاقی وزیر کے برابر عہدہ تھا۔ اس حیثیت میں آپ کو ملکی مفادات میں کئی اہم فیصلے اور اقدامات کرنے کا موقع ملا۔ بدقسمتی سے پاکستان کا وہ دور مشرقی پاکستان کے حوالے سے سیاسی، معاشی اور داخلی و خارجی دباؤ کے لحاظ سے ایک پُر آشوب دور بن گیا۔ ان دگرگوں حالات میں صاحبزادہ مظفر احمد صاحب نے دو زبردست کام انجام دیئے۔ ایک بڑے کرنسی نوٹوں کی منسوخی اور دوسرا

1971- 1972 کا شاندار بجٹ پیش کیا۔ جسے ملک کے دگرگوں سیاسی و معاشی حالات میں ایک کارنامہ قرار دیا گیا۔

15ء ستمبر 1971ء کو CDA کے ملازم محمد اسلم قریشی نے آپ پر اسلام آباد میں قاتلانہ حملہ کیا۔ آپ شدید زخمی ہوئے اور ہسپتال داخل کروایا گیا۔ دیگر شخصیات کے علاوہ صدر پاکستان آپ کی خیریت دریافت کرنے گئے۔

1974ء میں آپ ورلڈ بنک سے منسلک ہو گئے۔ ورلڈ بنک کے ڈائریکٹر اور IMF کے سٹاف میں بطور ایگزیکٹو سیکرٹری شامل ہوئے اور اس دوران بھی اپنے وطن کے لئے خدمات کا سلسلہ جاری رہا۔ 1984ء میں ورلڈ بنک سے ریٹائر ہو گئے۔ آپ عالمی شہرت کے حامل ماہر اقتصادیات تھے اور بین الاقوامی اقتصادی اداروں میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے لیکن آپ کا اصل اعزاز یہ تھا کہ آپ ایک متقی، دیندار مخلص اور خادم سلسلہ تھے۔ آپ نے زندگی بھر دین کو دنیا پر مقدم رکھا۔

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے کئی کشوف ورؤیا میں آپ کا وجود دیکھا اور حضور نے آپ کے نام کے عمدہ معنوں (کامیاب و کامران) کی وجہ سے جماعت کو ظفر و نصر اور سلامتی و ترقی کی الٰہی نوید سنائی۔ ایک موقع پر حضور نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 6 نومبر 1984ء میں فرمایا۔

”جن دنوں پاکستان کے حالات کی وجہ سے بعض راتیں شدید کرب میں گزریں تو صبح کے وقت اللہ تعالیٰ نے بڑی شوکت کے ساتھ الہاماً فرمایا ”السلام علیکم “ اور یہ آواز بڑی پیاری، روشن اور کھلی آواز تھی جو مرزا مظفر صاحب کی معلوم ہو رہی تھی یعنی یوں لگ رہا تھا جیسے انہوں نے میرے کمرے کی طرف آتے ہوئے باہر سے ہی السلام علیکم کہنا شروع کر دیا ہے اور داخل ہونے سے پہلے ہی السلام علیکم کہتے ہوئے کمرے میں آ رہے ہیں“

اس رؤیا کی تعبیر کے بارہ میں حضورؒ نے فرمایا۔

”مجھے پتہ چلا کہ یہ تو خدا تعالیٰ نے بشارت دی ہے اور اس میں نہ صرف یہ کہ السلام علیکم کا وعدہ دیا گیا ہے بلکہ ظفر کا وعدہ بھی ساتھ عطا فرما دیا ہے کیونکہ مظفر کی آواز میں السلام علیکم پہنچانا یہ ایک بہت بڑی اور دوہری خوشخبری ہے“ (روزنامہ الفضل 26 جولائی 2002ء)

سامعین! آپ کو پاکستان سے بہت محبت تھی۔ پاکستان میں 1974ء میں جماعت کے خلاف چلنے والی تحریک اور جماعت کو نقصان پہنچانے کے زمانے میں آپ کی سیرت کا ایک پہلو نمایاں طور پر یہ سامنے آیا کہ آپ پاکستان سے محبت اور عقیدت رکھتے تھے اس وجہ سے آپ نے آخر وقت تک اپنی پاکستانی قومیت ختم نہیں کی تھی لہٰذا آپ احتجاجی خطوط یا میمورنڈم میں کوئی ایسا فقرہ برداشت نہ کرتے جس سے پاکستان کے وقار یا ساکھ پر کوئی زد پڑتی ہو اور پاکستان کے خلاف کوئی بات لکھنے سے روک دیتے تھے۔

1972ء میں حضرت صاحبزادہ صاحب بھٹو دور میں ورلڈ بینک کے ساتھ بحیثیت ایگزیکٹو ڈائریکٹر وابستہ ہو کر امریکہ چلے گئے۔ کچھ عرصہ بعد آپ IMF انٹرنیشنل مالیاتی فنڈ سے منسلک ہو گئے اور 1984ء میں ریٹائر ہو کر امریکہ میں ہی رہائش اختیار کر لی۔

سامعین کرام! آپ کی خدمات دینیہ کا ایک اہم سلسلہ 1989ء میں شروع ہوا جب آپ کو حضورؒ نے جماعت احمدیہ امریکہ کا امیر مقرر فرمایا۔ آپ اس منصب جلیلہ پر تادم آخر فائز رہے۔ آپ کے دورِ امارت میں جماعت احمدیہ امریکہ نے مختلف میدانوں میں ترقی اور کامیابی کے کئی سنگِ میل طے کئے۔ آپ بطور امیر جماعت احمدیہ امریکہ جماعتی کاموں کے لئے گویا وقف ہو کر رہ گئے۔ نوجوانی سے ہی تہجد کے لئے بہت التزام فرماتے تھے۔ نماز فجر سے فارغ ہو کر ہر قسم کے اخبار کا مطالعہ کرتے اور احباب جماعت سے بعض معاملات پر گفتگو بھی فرماتے۔ ناشتہ کرنے کے بعد کچھ دیر آرام فرماتے اور پھر دوپہر ایک بجے تک گھر میں ہی قائم اپنے دفتر میں بیٹھ کر کام کرتے۔ دفتر میں تشریف لانے سے پہلے روزانہ باقاعدہ تیار ہو کر پینٹ، شرٹ، ٹائی اور کوٹ زیب تن کرتے۔ دفتر میں باقاعدگی سے بیٹھتے۔ اپنے دفتر یا گھر کا فون خود سنتے جماعتی کاموں میں انہماک کی وجہ سے دفتر میں بلاوجہ کسی کا خلل برداشت نہ کرتے۔ ہر کام کی بروقت تکمیل اور اس کو سرانجام دینے میں احتیاط کی عادت آپ نے اپنے والد گرامی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے سے حاصل کی تھی۔ اپنی تقریر، میٹنگ یا کسی بھی تقریب میں کوئی نہ کوئی مزاح والی بات کرتے جس سے ماحول میں شگفتگی پیدا ہو جاتی۔ بہت سنجیدہ ماحول دیکھ کر ضرور مزاح فرماتے۔ جچی تلی اور مناسب بات کرتے۔ دوسرے کی بات خاموشی سے اور مکمل سنتے اور بعض اوقات اسی وقت تبصرہ نہ

فرماتے بلکہ چند لفظوں میں جواب دے دیتے۔ کسی بھی معاملہ پر کوئی بحث نہ فرماتے اور نہ ہی تکرار کرتے۔

آپ کی ڈاک میں خواہ کسی قسم کا بھی خط آتا اسے خود غور سے پڑھتے۔ جواب کے لئے اس پر اشارے تحریر فرمادیتے یا اس کا زبانی جواب لکھوا دیتے۔ خط کا جواب ہمیشہ انگریزی میں دیتے۔ خط پر دستخط کرنے سے پہلے ایک ایک لفظ پڑھتے اور پھر دستخط ثبت فرماتے۔ ڈاک پر وصولی کی مہر لگانے کے لئے ضرور کہتے۔

جماعت احمدیہ امریکہ کی امارت سنبھالنے کے بعد آپ نے دن رات کی محنت سے اِسے مزید مستحکم کیا، آپ کے بے شمار اہم کاموں میں سے امریکہ کی مرکزی مسجد بیت الرحمن کی تعمیر ہے جس کا افتتاح حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے 14ء اکتوبر 1994ء کو فرمایا، امریکہ کے مالی نظام کی مضبوطی اور مختلف ریاستوں میں مساجد کی تعمیر سر فہرست ہیں۔ آپ نے امریکہ کی امارت کا سٹرکچر مضبوط کرنے کے لئے بہت کام کیا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے امریکہ میں 50 جماعتیں قائم ہیں آپ کے دور امارت میں ہر سال ایک یا دو جماعتوں کا اضافہ ہوتا رہا۔ اس دوران آپ نے اپنی جملہ ذمہ داریوں کا خوب حق ادا کیا اور ہمیشہ سوچ سمجھ کر اور صحیح فیصلہ کیا۔ ہر شعبہ کو خود گہرائی سے سٹڈی کرتے، جماعتوں کی طرف سے آنے والی رپورٹوں پر تبصرہ اور ہدایات فرماتے کہ کام مکمل اور صحیح ہونا چاہئے بیشک آرام سے ہو۔ آپ کو یہ بات پسند تھی کہ جس کے سپرد کام کیا جائے وہی اس کو سرانجام دے۔ بغیر اجازت کوئی کسی اور کا کام نہیں کر سکتا تھا۔

آپ کے دورِ امارت میں جماعت احمدیہ کینیڈا اور امریکہ کے تعاون سے MTA ارتھ اسٹیشن کا قیام مسجد بیت الرحمان کے ساتھ ہوا۔ جس کا افتتاح حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 14ء اکتوبر 1994ء کو فرمایا۔ ارتھ اسٹیشن سے MTA کی نشریات مختلف ممالک تک پہنچائی جاتی ہیں۔

جماعت احمدیہ کی انٹرنیٹ پر ویب سائٹ www.alislam.org امریکہ سے قائم ہوئی اور حضورؒ کا خطبہ، MTA پروگرام، جماعتی تعارف اور دیگر بہت سی دینی معلومات اس کے ذریعہ جاری ہوئیں۔ 1996ء میں امریکہ میں ایم ٹی اے سٹوڈیو کا قیام ہوا۔ آپ ہی کے دَور میں جلسہ سالانہ امریکہ کی کارروائی براہ راست MTA کے ذریعہ دنیا بھر میں نشر ہونی شروع ہوئی۔

آپ کے دورِ امارت میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے امریکہ کے متعدد دورے فرمائے۔ چنانچہ حضورؒ 1989ء، 1994ء، 1997ء اور 1998ء میں امریکہ تشریف لائے۔

سامعین! آپ کے دور میں دعوت الی اللہ کے کاموں میں پہلے کی نسبت کافی بہتری آئی۔ آپ کو ہر وقت یہی فکر دامنگیر رہتی کہ اس شعبہ میں بھی حضورؒ کی خواہشات کے مطابق عمل پیرا ہوا جائے۔ نو احمدیوں میں زیادہ تر افریقی امریکن افراد تھے۔ ان سے آپ کو بہت پیار تھا۔ بلکہ ان سے ذاتی تعلق تھا۔ آپ ان کی اکثر امداد فرمایا کرتے تھے۔ یتیموں، بیواؤں اور غریبوں کی امداد میں کوئی کسر نہ چھوڑتے، آخری وقت تک دعوت الی اللہ کے بارے میں سوچتے رہتے۔ ایک مربی صاحب آپ کی وفات سے کچھ دیر پہلے آپ کو ہسپتال ملنے کے لئے گئے تو آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ کتنی بیعتیں کرائی ہیں۔ مربیان کی میٹنگ میں بعض اوقات تفصیل سے دعوت الی اللہ کی طرف توجہ دلاتے۔

جماعت احمدیہ امریکہ کا شعبہ مال آپ نے خاص طور پر فعال بنایا۔ آپ کے دور میں ہونے والی پہلی مجلس شوریٰ میں آپ نے امریکہ کی جماعتوں کو پہلی مالی تحریک یہ کی کہ امریکہ کا بجٹ 3 سال میں دوگنا ہونا چاہئے۔ آپ کی بہت خواہش تھی کہ جماعتہائے احمدیہ امریکہ تمام چندوں کی ادائیگی میں دنیا میں پہلے نمبر پر آئے۔ آپ کی نگرانی اور مسلسل یاددہانی سے خدا تعالیٰ کے فضل سے 3 سال میں امریکہ نے اپنا ٹارگٹ پورا کر لیا۔ آپ شعبہ مال کی ایک ایک رپورٹ کا خود جائزہ لیتے۔ اگر خوشکن رپورٹ ہوتی تو خوشنودی کا اظہار فرماتے۔ ہر ماہ باقاعدگی سے تمام جماعتوں کو شعبہ مال میں ان کی کارکردگی کا جائزہ ارسال کیا جاتا، جو جماعت اس شعبہ میں پیچھے ہوتی اسے لکھتے کہ جلد مکمل کرنے کی کوشش کی جائے۔ ہر شعبہ میں جماعت کو آگاہ رکھنا ضروری سمجھتے تھے۔ طوعی چندوں میں امریکہ صف اول کا ملک بن گیا اور آپ کے دورِ امارت میں تحریک جدید اور وقف جدید میں امریکہ اوّلین ممالک میں شامل ہو گیا۔

آپ کے دَورِ امارت میں جلسہ سالانہ امریکہ کے موقع پر پہلی مرتبہ لنگر خانہ حضرت مسیح موعود کا آغاز ہوا۔ لنگر خانہ جاری ہونے سے جلسہ سالانہ کے اخراجات میں نمایاں کمی واقع ہو گئی۔ پہلے فی کس یومیہ خرچ 15 سے 20 ڈالر تک اٹھتا تھا، لنگر خانہ کے بابرکت اجراء سے فی کس یومیہ خرچ 3 ڈالر سے بھی کم ہو گیا اور کھانے کا معیار بھی بلند ہو گیا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی خواہش کی تکمیل آپ کا تاریخی کارنامہ ہے۔

آپ کی کوششوں اور خواہش کے مطابق امریکہ کے شہر زائن میں ”زائن کانفرنس“ کا انعقاد ہوا۔ آپ چاہتے تھے کہ زائن سٹی امریکہ میں پہلا احمدی شہر بن جائے۔ زائن شہر نے یہ نظارہ بھی دیکھا کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبشر اولاد کی اولاد اس شہر میں پہلی بار پہنچی اور جماعت کا پرچم بلند کیا۔

سامعین! آپ غیروں سے بھی محبت و شفقت کا سلوک فرماتے۔ جس شخص نے بھی آپ کو امداد کے لئے لکھا آپ نے اس کی مدد فرمائی۔ اپنے رفقاء اور کارکنان کے ساتھ بہت حسن سلوک فرماتے تاہم نظام کے تحت اگر کسی سے غلطی سرزد ہوتی تو مناسب رنگ میں اصلاح فرماتے۔ خادمان احمدیت اور مربیان سلسلہ سے بہت شفقت فرماتے تھے۔ اگر کسی کی شکایت آپ تک پہنچتی تو اس پر عمل درآمد بڑی حکمت اور عقل و فراست سے کرتے۔ آپ کے دور میں متعدد تعلیمی وظائف مقرر تھے۔ آپ کی زندگی بہت سادہ تھی۔ اعلیٰ عہدوں پر فائز رہنے کے باوجود آپ میں تکلف اور دکھاوا نام کی چیز نہ تھی۔ گھر میں سادگی جھلکتی نظر آتی۔ ہمیشہ دوسروں کے گھر ملاقات کے لئے خود تشریف لے جاتے اور ان کی ہر لحاظ سے دلداری فرماتے۔ آپ کی ذات میں وقار اور رعب بھی تھا اور عاجزی بھی تھی۔

سامعین! حضرت صاحبزادہ صاحب کی خلافت سے وابستگی، لگاؤ اور اطاعت امام عروج پر تھی۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے باوجود عمر میں بڑے ہونے کے بہت ادب اور احترام کرتے تھے، حضور کے ہر ارشاد پر من و عن عمل پیرا ہوتے، خلافت کی ہر لحاظ سے تابعداری میں رہتے ہوئے کام کرتے۔ آپ براہ راست حضور کو بہت کم امور ارسال کرتے بلکہ پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کے ذریعے حضور تک بات پہنچاتے۔

آپ کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ جس میں اخبارات ورسائل اور مختلف موضوعات پر کتب شامل تھیں۔ آپ کم وقت میں گہرائی سے مطالعہ کرنے میں ماہر تھے۔ کتاب یا رسالے کا نہ صرف مطالعہ کرتے بلکہ غلطیوں کی نشاندہی بھی فرماتے۔ جماعتی کاموں کے سلسلہ میں کوئی بات بتانی ہوتی تو پہلے اسے ضبط تحریر میں لاتے۔ آپ کا حافظہ بہت تیز اور کمال کا تھا۔ ایک ایک بات یاد رکھتے۔ آپ کی انگریزی بہت شستہ اور اعلیٰ پائے کی

تھی۔ بعض اوقات مشکل لفظ کہہ جاتے جو بظاہر غیر ضروری معلوم ہوتا تھا لیکن کچھ ہی دیر میں سننے والے کو احساس ہوتا کہ اس سے زیادہ مناسب لفظ اس صورتحال میں بولا ہی نہیں جا سکتا۔

ایفرو امریکن دوستوں سے پیار اور محبت اور ان کی دلداری اور مالی معاونت میں خاص خیال رکھتے تھے۔ آپ ہمیشہ فرماتے کہ ایفرو امریکن دوستوں کو جماعتی کاموں میں آگے آنا چاہئے۔ مجلس عاملہ میں بھی ایفرو امریکن دوستوں کو خود نامزد کر کے حضور سے ان کی اجازت لیتے تھے تا کہ وہ جماعتی کاموں میں شامل رہ کر تجربہ حاصل کریں۔ محبت کے ساتھ عاملہ میں ان کی باتیں اور تجاویز سنتے اور ہر ممکن ان کی حوصلہ افزائی فرماتے۔

آپ ہر میٹنگ میں اور ہر مجلس میں یہ بات بڑی وضاحت سے فرماتے کہ جماعتی چندہ جات اور رقوم امانت ہیں ان کو اپنی ذاتی رقم کی نسبت زیادہ احتیاط سے خرچ کرنا چاہئے اور پھر مثالیں بھی دیتے۔ مجلس عاملہ میں نمائندگان کو مشن ہاؤسز اور مساجد میں پانی، بجلی اور گیس وغیرہ کے خرچ میں بھی کفایت شعاری کی بہت تلقین فرماتے۔ آپ خود بھی جماعتی فنڈ خرچ کرنے میں بہت محتاط تھے۔ آپ ہمیشہ اس بات کی نصیحت کرتے کہ ہمیں جماعت کی رقم اپنی رقم سے بھی زیادہ احتیاط کے ساتھ خرچ کرنی چاہئے۔ لیکن غریب اور نادار لوگوں کی مدد کرنے کے لئے بھی آپ تیار رہتے تھے۔ دو موقعوں پر آپ کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھتا تھا۔ ایک وہ جب سالانہ بجٹ تیار ہو کر آپ کے پاس آتا اور دوسرے جب سال کے اختتام پر بجٹ دیکھتے۔ جماعت کی مالی وسعت سے آپ کو ہمیشہ خوشی ہوتی تھی۔

سامعین! حضرت مرزا مظفر احمد صاحب، ایم ایم احمد کے نام سے بھی جانے جاتے ہیں۔ آپ کا یہ مخفف نام خوب مشہور ہوا۔ آپ کافی عرصہ سے بیمار رہ کر مظفر و منصور زندگی گزار کر 89 برس کی عمر میں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔ امریکی وقت کے مطابق 22 جولائی 2002ء کو رات ساڑھے گیارہ بجے ہسپتال میں آپ کی وفات ہوئی۔ جمعۃ المبارک مورخہ 26 جولائی بعد نماز مغرب وعشاء آپ کی نماز جنازہ مکرم ڈاکٹر احسان اللہ ظفر صاحب قائمقام امیر جماعت احمدیہ امریکہ نے پڑھائی۔ جس میں 2 ہزار سے زائد احباب کو شمولیت کی توفیق ملی۔ اگلے دن آپ کا جنازہ بذریعہ PIA پاکستان لے جایا گیا۔ 30 جولائی 2002ء صبح 10 بجے مسجد مبارک ربوہ میں مکرم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ) جو

کہ اُس وقت ناظر اعلیٰ و امیر مقامی تھے نے حضرت مرزا مظفر احمد صاحب کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کو، آپ کی والدہ حضرت سیدہ سرور سلطان جہاں صاحبہ کے قدموں میں (ایک رَو نیچے) اور حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے۔ آمین

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اُسے دے چکے مال و جان بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿31﴾ ﴿مشاہدات۔640﴾

محترمہ صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (التوبہ:71)

کہ وہ اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بُری باتوں سے روکتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہی ہیں جن پر اللہ ضرور رحم کرے گا۔ یقیناً اللہ کامل غلبہ والا (اور) بہت حکمت والا ہے۔

رشیدہ جس کو حق نے رُشد بخشا
بنایا نیک طینت اور اچھا

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے سیرت **"محترمہ صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ"**

محترمہ صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ 9نومبر 1918ء کو قادیان میں پیدا ہوئیں۔ آپ حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت سیّدہ امۃ الحیٔ بیگم صاحبہؓ کی صاحبزادی تھیں۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوتی، حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی نواسی، حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ہمشیرہ اور ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی خالہ جان تھیں۔ آپ نے دینی اور دُنیوی تعلیم قادیان سے حاصل کی۔ حضرت امّاں جانؓ آپ سے بے حد محبت کرتی تھیں اور آپ کی تربیت کے ہر پہلو کو مدنظر رکھتی تھیں۔ آپ مرحومہ کو بھی حضرت امّاں جانؓ سے عقیدت کی حد تک پیار تھا۔

22مارچ1940ء کو خطبہ جمعہ سے قبل حضرت مصلح موعودؓ نے بیت النور قادیان میں آپ کے نکاح کا اعلان مکرم میاں عبد الرحیم احمد صاحب کے ساتھ ایک ہزار روپیہ حق مہر پر پڑھایا۔ اس موقع پر حضورؓ نے فرمایا:

”یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ اس وقت میری لڑکیوں امۃ الرشید بیگم اور امۃ العزیز بیگم کے نکاح ہیں، امۃ الرشید کا نکاح میاں عبد الرحیم صاحب کے ساتھ تجویز ہوا ہے۔ ان کا پہلا نام عبد الرب تھا مگر ایک مصلحت اور خواب کی بناء پر اب ان کا نام عبد الرحیم رکھ دیا گیا ہے اور چونکہ ان کے والد کا نام علی احمد ہے اس لحاظ سے احمد بھی ساتھ لگا دیا گیا ہے۔“

(خطبات محمود جلد سوم صفحہ 523)

آپ کا اپنے سسرال کے ساتھ بہت اچھا تعلق تھا۔ آپ کے سسرال بہار کے تھے۔ حالانکہ بہار کا کلچر آپ کے ماحول سے کافی مختلف تھا لیکن آپ 16 سال اپنے سسر کے ساتھ وہاں رہیں اور اُن کی خدمت کی۔ آپ اپنے سُسر محترم کی بہت عزت کرتی تھیں اور وہ بھی آپ کی قدر اور احترام کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین بیٹیوں اور ایک بیٹے ڈاکٹر ظہیر الدین منصور احمد صاحب مرحوم آف امریکہ سے نوازا۔ بچیوں کے نام یہ ہیں۔

1۔ مکرمہ امۃ البصیر صاحبہ زوجہ مکرم میر داؤد احمد آف امریکہ

2۔ مکرمہ امۃ النور صاحبہ مرحومہ زوجہ مکرم ڈاکٹر شمیم احمد آف امریکہ

3۔ مکرمہ امۃ الحیّ صاحبہ زوجہ مکرم ڈاکٹر خالد احمد عطاء آف امریکہ

سامعین! آپ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کا خاص خیال رکھتیں آپ اُنہیں ہمیشہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے خلفاء کے واقعات سنایا کرتیں اور آپ نے منہاج الطالبین میں بیان شدہ تربیتِ اولاد کے گُر کو سامنے رکھ کر اپنے بچوں کی تربیت کی۔

آپ کو دعائیں کرنے کا شوق بچپن سے ہی بہت تھا۔ آپ بیان فرماتی ہیں کہ

”امۃ العزیز اور مَیں ہم عمر تھیں۔ اکٹھے پڑھتے، اکٹھے کھیلتے، نماز بھی اکٹھے پڑھتے، بہت ہی دوستی تھی۔ حضرت اماں جانؓ ہماری دوستی اور محبت سے خوش ہوتیں۔ ہمیں دعائیں کرنے کا بہت شوق تھا۔ میرا اور

امۃ العزیز کا مقابلہ رہتا کہ صبح کی نماز کے بعد بیت الدعا میں جائیں اور دعا کریں۔ ہم میں دوڑ شروع ہو جاتی تھی۔"

آپ کو دعاؤں کی قبولیت پر بھی پختگی سے یقین اور ایمان تھا کہ جو کچھ بھی مانگنا ہے اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہے وہ ناممکن کو ممکن میں بدل دیتا ہے۔ایک دفعہ بچپن میں کسی کو دینے کے لیے آپ کو کچھ پیسوں کی ضرورت تھی، آپ نے اللہ تعالیٰ سے بہت دُعا کی اللہ تعالیٰ نے آپ کی دُعا قبول کرتے ہوئے پیسوں کی ضرورت پوری کر دی۔ جب حضرت مصلح موعودؓ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ تم نے بہت اچھا کیا جو اپنے مولا سے مانگا اور بندوں کی طرف رجوع نہیں کیا۔

آپ بہت اچھی مقررہ تھیں۔ جلسہ سالانہ قادیان اور ربوہ کے مواقع پر خواتین آپ کی تقاریر دلچسپی سے سنتی تھیں۔ آپ ایک اچھی شاعرہ بھی تھیں۔ آخری عمر میں آپ نے بہت سی نظمیں لکھیں۔ مختلف جماعتی اخبارات اور رسائل میں آپ کے مضامین بھی شائع ہوتے رہے۔

سامعین! آپ کی طبیعت میں مہمان نوازی اور دوسروں کے لیے قربانی کا جذبہ بہت تھا۔ جلسہ سالانہ کے دنوں میں آپ اپنا سارا گھر مہمانوں کے لیے وقف کر دیتی تھیں۔ ہر رشتہ دار اور جماعت کی خواتین سے تعلق کو بہت زیادہ نبھاتی تھیں۔ آپ زندگی بھر غرباء اور یتیموں کے کام آتی رہیں۔ آپ کے لیے امیر اور غریب سب برابر تھے۔ غریبوں کا بہت خیال رکھتیں اور اُن سے خندہ پیشانی سے ملتیں۔ ملازمین سے ہمیشہ حسنِ سلوک سے پیش آتیں۔ آپ نے بے شمار بچیوں کی شادیاں کروائیں اور اِن کے جہیز میں مالی مدد کرتیں۔ مجلس ناصرات الاحمدیہ کا قیام آپ کی تحریک پر ہوا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے فروری 1939ء میں احمدی بچیوں کے لیے مجلس ناصرات الاحمدیہ کے نام سے ایک انجمن قائم فرمائی جس کی پہلی صدر استانی میمونہ صاحبہ اور پہلی سیکرٹری آپ مقرر ہوئیں۔ اس سلسلہ میں آپ خود بیان کرتی ہیں کہ

"جب مَیں دینیات کلاس میں پڑھتی تھی تو میرے ذہن میں یہ تجویز آئی کہ جس طرح خواتین کی تعلیم کے لئے لجنہ اماء اللہ قائم ہے، اِسی طرح لڑکیوں کے لئے بھی کوئی مجلس ہونی چاہئے۔ چنانچہ محترم ملک سیف الرحمن صاحب کی بیگم صاحبہ اور محترم حافظ بشیر الدین عبید اللہ صاحب کی بیگم صاحبہ اور اسی طرح

اپنی کلاس کی بعض اور بہنوں سے خواہش کا اظہار کیا اور ہم نے مل کر لڑکیوں کی ایک انجمن بنائی جس کا نام حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی منظوری سے ناصرات الاحمدیہ رکھا گیا۔‘‘

جہاں تک مہمان نوازی کا تعلق ہے۔ خاکسار بھی اِس بات پر گواہ ہے۔ ہم محلے دار تھے اور آپ کے بیٹے ڈاکٹر ظہیر الدین منصور احمد صاحب مرحوم محلہ دارالصدر جنوبی ربوہ کے زعیم خدام الاحمدیہ مقرر ہوئے تو مجھے ایک خادم کی حیثیت سے اِن کے گھر بالمقابل دارالضیافت اکثر جانا ہوتا۔ آپ کی والدہ محترمہ بی بی امۃ الرشید مرحومہ ہمیں باہر نہ کھڑے ہونے دیتیں۔ بیٹے سے کہتیں کہ اِن کو اندر بٹھاؤ اور ٹھنڈے مشروب سے اکثر تواضع کرتیں۔ کچھ اور لوازمات بھی ساتھ ہوتے۔ آپ کا گھر بہت سادہ مگر صاف ستھرا ہوتا۔

سامعین! تنظیم ناصرات الاحمدیہ کے سلسلہ میں آپ کی کاوش کے بارے میں چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر مرحوم سابق انچارج احمدیہ مشن امریکہ بیان کرتے ہیں کہ ’’میری شادی سے قبل میری اہلیہ امۃ الحفیظ صاحبہ اور ان کی چھوٹی بہن امۃ الحئی صاحبہ کئی مہینے تک حضرت سیدہ اُم طاہرؓ کے ہاں مقیم رہیں۔ صاحبزادی امۃ القیوم صاحبہ اور صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ نے اپنی حقیقی والدہ کی وفات کے بعد اسی گھر میں پرورش پائی۔ میری اہلیہ صاحبہ اور امۃ الحئی صاحبہ کے علی الترتیب دونوں صاحبزادیوں کے ساتھ بہنوں والے تعلقات تھے۔ اُن کے ہاں میرا آنا جانا پردہ کے اسلامی احکام کی پوری پابندی کے ساتھ اکثر ہوتا رہتا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ ان دنوں میں صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ نے مجھ سے ایک سے زائد مرتبہ ذکر فرمایا تھا کہ خدام الاحمدیہ کی بنیادوں پر احمدی لڑکیوں کی تنظیم قائم ہونی چاہیے۔ چنانچہ باہم مشورہ کے بعد طے پایا کہ ایسی تنظیم کا اعلان فرمانے کے لیے صاحبزادی موصوفہ ایک خط کے ذریعہ حضور کی خدمت میں درخواست کریں اور یہ بھی گزارش کریں کہ اس تنظیم کا نام حضور خود تجویز فرمائیں۔ مجھے یہ بھی یاد ہے کہ صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ اور خاکسار نے کچھ قیاس آرائی بھی کی کہ حضور اس تنظیم کا کیا نام تجویز فرمائیں گے۔ حسن اتفاق سے ایک نام ’’ناصرات الاحمدیہ‘‘ بھی ذہن میں آیا۔ بہر کیف صاحبزادی موصوفہ کے حضور کی خدمت میں درخواست کے جلد بعد ہی حضور نے احمدی لڑکیوں کی تنظیم کے قیام کا اعلان فرمایا اور ایک کاغذ پر اپنے دستِ مبارک سے اس کا نام ’’ناصرات الاحمدیہ‘‘ تحریر فرمایا اور اس طرح

اس تنظیم کی ابتداء ہوئی۔ صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ مستحق صد مبارک ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ان کے دل میں یہ مبارک تحریک ڈالی اور ان کی کوششیں مثمر ہوئیں۔"

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 308)

آپ کے اندر خدمت خلق کا بھی جذبہ بھرپور تھا اور اس کام میں آپ کے خاوند بھی آپ کی مدد کیا کرتے تھے۔ آپ نے ایک بچی مکرمہ فرزانہ احمد صاحبہ اہلیہ مکرم شہزاد احمد صاحب پالی ہوئی تھی اس بچی کے والدین فوت ہو چکے تھے۔ آپ نے اس بچی کی اپنے بچوں کی طرح پرورش کی اور رہن سہن میں کسی قسم کا کوئی فرق نہیں کیا۔ کئی یتیم بچیوں کی شادیوں کا انتظام آپ نے کیا۔ آپ مالی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔ اپنے چندوں کی ادائیگی کا خاص خیال رکھتیں اور پہلی فرصت میں اپنے چندے باقاعدگی سے ادا کرتیں۔

سامعین! 1940ء میں حضرت مصلح موعودؓ کراچی تشریف لائے اور ایک رات کلفٹن کی سیر کو بھی تشریف لے گئے۔ آپؓ کے ساتھ آپ کی اہلیہ محترمہ، چار صاحبزادیاں اور آپؓ کے داماد صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب بھی تھے۔ اس سیر پر حضورؓ نے یہ معروف نظم کہی

یوں اندھیری رات میں اے چاند! تُو چمکا نہ کر

اس موقع پر آپؓ نے صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ کو چند اشعار کے مفہوم بھی سمجھائے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے بچوں کے ختم قرآن کے حوالہ سے "آمین" کے عنوان سے ایک نظم لکھی جس میں آپؓ نے ہر بچے کا ذکر فرمایا۔ حضورؓ نے صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ کے بارے میں یہ شعر لکھا

رشیدہ جس کو حق نے رُشد بخشا
بنایا نیک طینت اور اچھا

آپ کا سلسلہ خلافت سے عزت و احترام کا تعلق تھا۔ آپ نے خلافت کو بچپن سے ہی اپنے گھر میں دیکھا تھا۔ اللہ کے فضل سے آپ نے پانچوں خلفاء کے دَور دیکھے۔

سامعین! آپ مورخہ 20 ستمبر 2013ء کو میری لینڈ امریکہ میں وفات پا گئیں۔ بوقت وفات آپ کی عمر 95 برس تھی۔ آخر عمر تک آپ الحمدللہ صحت مند رہیں اور آپ کی وفات گھر پر ہی ہوئی۔ آپ کی نماز جنازہ 22 ستمبر 2013ء کو بیت الرحمٰن میری لینڈ میں محترم نسیم مہدی صاحب نے پڑھائی۔ آپ خدا تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ تدفین کے لیے آپ کا جنازہ ربوہ لایا گیا۔ 27 ستمبر کو ربوہ میں بعد نماز عصر مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد ناظر اعلیٰ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور بہشتی مقبرہ کی اندرونی چار دیواری میں آپ کی تدفین کی گئی۔

(روزنامہ الفضل 30 ستمبر 2013ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ فرمودہ 4 اکتوبر 2013ء میں آپ کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے فرمایا:

"آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پوتی اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی، اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثالث اور خلیفۃ المسیح الرابع کی بہن اور میری خالہ تھیں۔ گویا حضرت خلیفہ اول سے لے کر اب تک خلفاء سے ان کا رشتہ تھا۔ پہلے بھی ان کا میرے سے بڑا پیار کا تعلق رہا۔ پھر جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے مجھے امیر مقامی اور ناظرِ اعلیٰ بنایا تو اُس وقت پیار کے ساتھ احترام بھی شامل ہو گیا اور خلافت کے بعد تو اس تعلق میں ایک عجیب طرح کا رنگ آ گیا کہ حیرت ہوتی تھی۔ انتہائی ملنسار اور خوش اخلاق خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔"

(کمپوزڈ بائی: عائشہ منصور چوہدری۔ جرمنی)

﴿32﴾ ﴿مشاہدات۔ 641﴾

محترم میاں عبدالرحیم احمد صاحب

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا

(النساء:125)

یعنی جو لوگ خواہ مرد ہوں یا عورتیں مومن ہونے کی حالت میں نیک کام کریں گے تو وہ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کھجور کی گٹھلی کے سوراخ کے برابر (بھی) ظلم نہیں کیا جائے گا۔

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے سیرت **"محترم میاں عبدالرحیم احمد صاحب"**

محترم میاں عبدالرحیم صاحب 13ء مارچ 1915ء کو محترم پروفیسر علی احمد صاحب بھاگلپوری کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام عبدالرب تھا جو حضرت مصلح موعودؓ نے ایک رؤیا کی بنا پر عبدالرحیم احمد رکھ دیا۔ چونکہ آپ کی والدہ بچپن میں ہی فوت ہو گئی تھیں۔ حضرت اماں جانؓ نے آپ سے فرمایا کہ

"آج سے مَیں تمہاری ماں ہوں اور اب تم اداس نہ ہونا، تم مجھے بہت اچھے لگے ہو۔"

(سیرت و سوانح حضرت اماں جان صفحہ 717)

آپ نے علی گڑھ یونیورسٹی سے بی۔اے کیا اور یونیورسٹی میں دوم رہے۔ 1936ء میں آپ نے اپنی زندگی وقف کر دی مگر تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا آپ نے ایم اے میں داخلہ لیا لیکن حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد پر کہ ہمیں ایم اے کی ضرورت نہیں آپ نے اپنے امام کے ارشاد پر لبیک کہا اور تعلیم کا سلسلہ ترک کر کے اپنے آپ کو خدمتِ دین کے لیے وقف کر دیا۔ آپ نے یکم جولائی 1940ء سے خدمت کا آغاز کیا جو 31ء دسمبر 1985ء تک جاری رہا۔

آپ نے ابتدائی دس سال سندھ میں بطور لوکل ایجنٹ ایم این سینڈیکیٹ گزارے جہاں پر آپ نے تحریک جدید اور حضرت مصلح موعودؓ کی زمینوں کی نگرانی کی۔ 1950ء میں تحریک جدید کے وکیل التعلیم مقرر ہوئے اور پھر وکیل الزراعت اور وکیل الدیوان بنائے گئے۔ دو بار قائمقام وکیل اعلیٰ بھی رہے۔ وکیلُ الزراعت کے طور پر آپ نے سندھ کے کئی دورے کئے اور جماعت کی زمینوں کی نگرانی کی۔ پنجاب سے بے شمار نوجوانوں کو سندھ میں ملازمتیں دلوائیں۔

سامعین! 22مارچ 1940ء کو حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کا نکاح اپنی صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ بنت امۃ الحئی صاحبہؓ بنت حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ سے پڑھا۔ اس موقع پر حضورؓ نے فرمایا

”یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ اس وقت میری لڑکیوں امۃ الرشید بیگم اور امۃ العزیز بیگم کے نکاح ہیں، امۃ الرشید کا نکاح میاں عبد الرحیم صاحب کے ساتھ تجویز ہوا ہے۔ ان کا پہلا نام عبد الرب تھا مگر ایک مصلحت اور خواب کی بناء پر اب ان کا نام عبد الرحیم رکھ دیا گیا ہے اور چونکہ ان کے والد کا نام علی احمد ہے اس لحاظ سے احمد بھی ساتھ لگا دیا گیا ہے۔“

(خطبات محمود جلد سوم صفحہ 523)

آپ کو اللہ تعالیٰ نے تین بیٹیوں اور ایک بیٹے سے نوازا۔ جن میں مکرمہ صاحبزادی امۃ البصیر صاحبہ زوجہ مکرم میر داؤد احمد صاحب، مکرمہ صاحبزادی امۃ النور صاحبہ مرحومہ زوجہ مکرم ڈاکٹر شمیم احمد صاحب، صاحبزادی امۃ الحئی صاحبہ زوجہ مکرم ڈاکٹر خالد احمد عطاء صاحب اور مکرم ڈاکٹر ظہیر الدین منصور احمد صاحب شامل ہیں۔ آپ کو حضرت مصلح موعودؓ کا داماد ہونے کا شرف حاصل رہا۔ آپ نے اِس شرف وعزت کی لاج رکھی۔ اِس مقام کو ہمیشہ عزت دی اور اِس کا خیال رکھا۔

آپ 1985ء کے بعد دل کے عارضہ کے باعث صاحب فراش ہوگئے تھے لیکن اُس کے باوجود آپ کو دین کی خدمت کا موقع ملتا رہا۔ آپ کو حضور انور ایدہ اللہ کے خطبات کے انگریزی تراجم کرنے کی سعادت بھی ملی۔

سامعین! آپ کی کوٹھی کے ایک کمرہ میں آپ کے والد محترم رہائش پذیر تھے اور ایک کمرہ میں محترم صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب جو کہ بیگم امۃ الرشید صاحبہ کے بھائی تھے قیام رکھتے تھے۔ یہ کوٹھی کتنے

ہی نابغہ روزگار افراد کو سمیٹے ہوئے تھی جس کا مطلب تھا کہ گھر والوں کے دل کشادہ ہیں۔ کئی بار میاں صاحب نے راہ چلتے ہمیں روک لیا کہ آیئے اکٹھے کھانا کھائیں، آج گھر میں اَور کوئی مہمان نہیں ہے۔ اتنے پیار اور خلوص سے دعوت دیتے کہ اگلا انکار کر ہی نہیں سکتا تھا۔

آپ خاموش طبع اپنے کام سے کام رکھنے والے انسان تھے۔ اِدھر اُدھر سے بے نیاز اپنے مشن اور اپنی ذات میں مگن رہنے والی ایک شخصیت تھے۔ سوائے جماعتی تقریبات کے کسی اور عام تقریب میں شامل نہ ہوتے۔ بہت کم گفتگو کرتے جو کرتے وہ تھوڑی لیکن مکمل ہوتی تھی۔ طبیعت میں بے حد سادگی تھی۔ لباس نہایت صاف ستھرا اور اُجلا پہنتے۔ چال میں ایک خاص وقار تھا اور چلتے ہوئے ارد گرد نظریں نہیں دوڑاتے تھے بس سامنے زمین پر نظریں گاڑے چلتے جاتے جیسے کسی سے سروکار نہ ہو۔ صاحبِ ذوق تھے۔ سلسلہ کے اخبارات ورسائل پر بھی آپ کی نظر رہتی۔ آپ غریب پرور شخصیت تھے۔ بے شمار غریب اور ضرورت مند طلبہ وطالبات کے وظیفے مقرر کر رکھے تھے۔ ایک ہاتھ سے مدد فرماتے دوسرے کو علم نہ ہوتا۔ آپ کی وفات کے بعد بے شمار لوگوں نے جب اِس بات کا اظہار کیا کہ مَیں آپ کے تعلیمی وظیفہ سے پڑھا ہوں تب آپ کے اِس نیک عمل کا علم ہوا۔ آپ دعاگو بھی تھے۔ اِن طلبہ کے لئے راتوں کو اُٹھ کر دعائیں بھی کیا کرتے تھے۔

سامعین! میرا اور آپ کا محلہ ایک ہی تھا۔ میری رہائش دار الصدر جنوبی میں جبکہ آپ تحریکِ جدید کے کوارٹرز بالمقابل دار الضیافت میں رہتے تھے۔ اُس وقت چار دیواری وغیرہ نہیں ہوتی تھی اور دونوں کا ایک ہی محلہ تھا اور مسجد محمود بھی سانجھی تھی۔ آپ متحمل مزاج اور دھیمے لہجہ کے حامل تھے۔ آپ کی چال صوفیانہ تھی۔ وضع قطع میں بھی الگ سے دوسرے لوگوں سے ممتاز تھے۔ نمازوں کی ادائیگی میں باقاعدہ تھے۔ دن میں ایک آدھ نماز مسجد مبارک میں جا کر ادا کرتے۔ نمازِ فجر اور نمازِ مغرب کے بعد دروس التزام کے ساتھ سنا کرتے تھے۔ گو خاموش طبع اور کم گو تھے لیکن جب بات کرتے تو مدلّل اور باشعور ہوتی۔ علمی شخصیت تھے۔ اتنا آہستگی اور نرم قدموں سے چلتے تھے کہ ہم میں سے بعض نوجوان کہا کرتے تھے کہ یہ یوں چلتے ہیں کہ اِن کے قدموں سے زمین دُکھ نہ جائے۔ ربوہ کی سڑکوں پر پیدل چلتے دکھائی دیتے تھے۔ کار کا استعمال بہت کم کرتے۔ اللہ تعالیٰ اِن کی مغفرت فرمائے۔

آپ 17 جون 2000ء کو شام چھ بجے انتقال فرما گئے۔ آپ کی نماز جنازہ 18 جون 2000ء بعد نماز عصر مسجد مبارک ربوہ میں حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب (ناظرِ اعلیٰ و امیر مقامی) نے پڑھائی۔ آپ کو بہشتی مقبرہ کی اندرونی چار دیواری میں دفن کیا گیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے آپ کی وفات پر آپ کی اہلیہ محترمہ صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ کے نام اپنے تعزیتی مکتوب میں تحریر فرمایا:

"مَیں اُن کی نیک طبیعت اور میٹھے، دھیمے مزاج اور خادمِ دین ہونے کے حوالہ سے اُن کے لئے محبت و احترام کے جذبات رکھتا ہوں۔"

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ آمین

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

(کمپوزڈ بائی: عائشہ منصور چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿33﴾ ﴿مشاہدات۔586﴾

محترمہ صاحبزادی امۃ العزیز بیگم صاحبہ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (البقرہ:26)

خوشخبری دے دے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے کہ ان کے لئے ایسے باغات ہیں جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں۔

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے سیرت **"محترمہ صاحبزادی امۃ العزیز بیگم صاحبہ"**

محترمہ صاحبزادی امۃ العزیز بیگم صاحبہ 11/ اکتوبر 1920ء کو قادیان میں پیدا ہوئیں۔ آپ حضرت مسیح موعودؑ کی پوتی، حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت اُمِ ناصر سیّدہ محمودہ بیگم صاحبہؓ کی بیٹی تھیں۔ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی ہمشیرہ اور ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی خالہ تھیں۔ آپ کی پیدائش سے پہلے آپ کی ایک بڑی بہن فوت ہو گئیں جن کا نام امۃ العزیز تھا۔ پھر آپ کا نام بھی امۃ العزیز رکھا گیا۔

آپ نے اپنے عظیم والد حضرت مصلح موعودؓ کی زیر نگرانی ابتدائی تعلیم و تربیت حاصل کی۔ جب آپ ابھی چھوٹی ہی تھیں تو اُس وقت حضرت مصلح موعودؓ نے شدھی کی تحریک کے تدارک کے لیے جماعت کو تبلیغ کے سلسلے میں ہندوستان کے دیہات اور شہروں میں جانے کی تحریک کی تو احباب جماعت نے والہانہ لبیک کہا۔ ایک تقریر میں حضورؓ نے فرمایا کہ بچوں میں بھی نہایت مسرت انگیز مثالیں موجود ہیں۔ میرے گھر میں ہر وقت یہی باتیں ہوتی ہیں۔ میرے چھوٹے بیٹے منور احمد (عمر پانچ سال) نے اپنی اڑھائی سالہ چھوٹی

بہن (امۃ العزیز) سے کہا: بی بی! مَیں تو ہندوؤں کو مسلمان بنانے کے لیے جانے والا ہوں تم بھی چلو گی؟ اس نے کہا بھائی! مجھے بھی ساتھ لے چلو۔

حضرت مصلح موعودؓ نے جب اپنے بچوں کی آمین کے موقع پر نظم تحریر فرمائی تو اس میں صاحبزادی امۃ العزیز صاحبہ کے بارہ میں فرمایا:

عزیزہ سب سے چھوٹی نیک فطرت
بہت خاموش پائی ہے طبیعت

آپ کی شادی 9 نومبر 1941ء میں صاحبزادہ مرزا حمید احمد صاحب کے ساتھ ہوئی جو کہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے بیٹے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین بیٹیوں سے نوازا جن میں محترمہ صاحبزادی امۃ المجیب صاحبہ، محترمہ امۃ الرقیب صاحبہ اور محترمہ صاحبزادی کوثر حمید احمد صاحبہ شامل ہیں۔

سامعین! آپ کے خاوند کے حصہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تبرکات میں سے سبز کوٹ آیا تھا جو آپ نے خلافت سلسلہ کو ہبہ کر دیا۔ عالمی بیعت کے موقع پر پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ زیب تن فرماتے ہیں۔

(روزنامہ الفضل 10 اگست 2007ء)

اس بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ 10 اگست 2007ء میں آپ کی وفات کے بعد آپ کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا:

"عالمی بیعت کے دنوں میں ایک سبز کوٹ پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ پہنا کرتے تھے اور اب مَیں پہنتا ہوں، یہ کوٹ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی طرف سے ان کے خاوند محترم صاحبزادہ مرزا حمید احمد صاحب کے حصّہ میں آیا تھا۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے یہاں ہجرت کی تو یہ کوٹ انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو دیا کہ آپ جب تک وہاں ہیں اس کوٹ کو آپ جب بھی پہنیں میرے لیے بھی دعا کیا کریں۔ اس کے بعد مرزا حمید احمد صاحب کی وفات ہوئی... پھر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی وفات کے بعد مَیں نے ان کو کہا کہ یہ کوٹ آپ لوگوں نے امانتاً دیا ہوا تھا تو انہوں نے مجھے اپنی بیٹیوں سے پوچھ کر

لکھ دیا کہ یہ کوٹ اب عالمی بیعت کی ایک نشانی بن چکا ہے اس لیے ہم اس کو خلافت کو ہبہ کرتے ہیں اور انہوں نے یہ تبرک خلافت کے لیے دے دیا۔ ان کے لیے جماعت کو بھی دعا کرنی چاہیے۔ حضرت مسیح موعودؑ کا ایک تبرک، چھوٹا سا کپڑا بھی کوئی نہیں دیتا، بڑی قربانی کر کے یہ کوٹ دیا ہوا ہے۔"

سامعین! آپ جماعتی خدمات کے لیے ہمیشہ قدم آگے بڑھاتی تھیں۔ پہلے نائب صدر لجنہ اماء اللہ لاہور اور پھر 17 سال تک صدر لجنہ اماء اللہ لاہور کے عہدے پر خدمات کی توفیق ملی۔ 1983ء میں ربوہ آجانے پر اس عہدہ سے سبکدوش ہو گئیں۔ آپ کے دورِ صدارت میں لجنہ اماء اللہ لاہور کے دفتر اور ہال کی تعمیر بھی ہوئی جس کا افتتاح 16 ستمبر 1982ء کو حضرت سیّدہ چھوٹی آپا صاحبہ صدر لجنہ مرکزیہ نے فرمایا۔

1974ء کے پُر آشوب دَور میں جو خاندان ربوہ میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے ان کی امداد کے لیے لجنہ اماء اللہ لاہور نے نہایت مستعدی سے نقدر قوم، لحاف، برتن، جوتے، تولیے، صابن، کپڑے اور ضروریاتِ زندگی کا دیگر سامان مرکز میں بھجوایا۔ اسیر انِ راہِ مولیٰ کے لیے کھانا اور بستر فراہم کیے۔ وہ دَور لجنہ اماء اللہ لاہور نے جس جذبۂ ایمانی سے سرشار ہو کر گزارا وہ سنہرے حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے اور خلیفہ وقت کی اطاعت اور جماعت میں ہم آہنگی کی فضا پیدا کرنے میں آپ کا بڑا ہاتھ تھا۔ اسی طرح 1973ء کے سیلاب کے دوران بھی مسجد دارالذکر لاہور میں قائم امدادی کیمپ میں آٹا، چاول، چینی، بسکٹ، صابن، نمک، گُڑ، سوئی دھاگہ بٹن اور دواؤں کے ڈھیروں پیکٹ جمع کر دیے گئے۔

محترمہ صاحبزادی امۃ العزیز صاحبہ انتہائی سادہ مزاج، نیک، خاکسار اور دھیمے مزاج کی خاتون تھیں۔ آپ رحم دل، خوفِ خدا رکھنے والی تھیں۔ کسی کو دکھ نہیں دیتی تھیں۔ صبر و تحمل، حلیم فطرت، کم سخن اور نرم طبیعت آپ کے اوصاف حمیدہ کے وہ نمایاں پہلو ہیں جو دلوں کو موہ لیتے تھے۔ آپ کے چہرے پر ہمیشہ ایک مسکراہٹ رہتی تھی۔ حضرت اُمّ ناصرؓ کو صاحبزادی صاحبہ سے بہت محبت تھی اور ان کی سادگی اور عاجزی کی وجہ سے ان کی بہت فکر رہتی تھی کہ کوئی ان کو تکلیف نہ پہنچادے۔ آپ کے بچپن کے حوالے سے حضرت چھوٹی آپا سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ صاحبزادی امۃ العزیز کو جب پہلی بار حضرت

مصلح موعودؓ کی جلسہ سالانہ کی تقریر اچھی طرح سمجھ آئی اور لطف آیا تو گھر آکر کہنے لگی کہ ابا جان کو بھی تقریر کرنی آگئی ہے۔ حضورؓ نے یہ لطیفہ سنا تو بہت ہنسے، فرمایا: معلوم ہوتا ہے آج اسے پہلی بار میری تقریر سمجھ آئی ہے اس کے نزدیک تو آج ہی مجھے تقریر کرنی آئی ہے۔

آپ اور آپ کے خاوند محترم صاحبزادہ مرزا حمید احمد صاحب ایک دوسرے کا بہت احترام کرتے اور بہت خیال رکھتے تھے۔ آپ خادمہ کی موجودگی کے باوجود اپنے میاں کی پسند کا کھانا خود تیار کرتی تھیں۔ آپ کو بہت محبت اور پیار کرنے والا سسرال ملا۔

آپ اپنے گھر کو بہت سجا کر رکھتی تھیں۔ ایک لمبا عرصہ آپ لاہور کی صدر لجنہ اماء اللہ رہیں اور اپنے کام کو بہت اچھے طریقے سے نبھایا لیکن اپنے گھر کی ذمہ داریوں کا بھی خوب حق ادا کیا۔ آپ نے اپنے گھر سے ملحقہ ایک کوارٹر میں دو غریب خاندان رکھے ہوئے تھے۔ ان کے اخراجات اٹھاتیں اور ہر قسم کا خیال رکھتی تھیں۔

سامعین! حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی وفات پر جو خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اُس میں فرمایا:

"بڑی صبر کرنے والی تھیں۔ توکّل کا اعلیٰ مقام تھا۔ نیک تھیں، ملنسار تھیں، بڑی دعا گو تھیں، نمازیں بڑے انہماک اور توجہ سے ادا کرتیں۔ ان کی نمازیں بڑی لمبی ہوا کرتی تھیں۔ کئی کئی گھنٹے مغرب کی نماز عشاء تک اور عشاء کی نماز آگے کئی گھنٹے تک تو مَیں نے ان کو پڑھتے دیکھا ہے اور یہ روزانہ کا معمول تھا۔ اللہ کے فضل سے بڑی دعا گو، غریب پرور خاتون تھیں۔ آپ کو خلافت سے بڑا تعلق تھا۔ مجھے بھی بڑی عقیدت سے خط لکھا کرتی تھیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 10 اگست 2007ء)

مورخہ 7/اگست 2007ء کو دن کے پونے بارہ بجے فضلِ عمر ہسپتال ربوہ میں تقریباً 87 سال کی عمر میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملیں۔ آپ کی نماز جنازہ اگلے روز مسجد مبارک میں بعد نماز عصر محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے پڑھائی۔ بہشتی مقبرہ کی اندرونی چار دیواری میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

اے خدا بر تربت او ابر رحمت ہا ببار
داخلش کن از کمال فضل در بیت النعیم

(کمپوزڈ بائی: عائشہ منصور چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿34﴾ ﴿مشاہدات۔683﴾

محترم صاحبزادہ مرزا حمید احمد صاحب

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (التوبہ:112)

توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، (خدا کی راہ میں) سفر کرنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیک باتوں کا حکم دینے والے، اور بُری باتوں سے روکنے والے، اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے، (سب سچے مومن ہیں) اور تُو مومنوں کو بشارت دے دے۔

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے سیرت **"محترم صاحبزادہ مرزا حمید احمد صاحب"**

محترم صاحبزادہ مرزا حمید احمد صاحب 3 جنوری 1915 کو قادیان میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اور حضرت اُم مظفر سرور سلطان صاحبہؓ کے دوسرے بیٹے تھے۔

آپ نے قادیان میں ہی تعلیم الاسلام ہائی سکول سے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور لاہور سے گریجویشن کیا۔ آپ کی شادی 9 نومبر 1941ء میں صاحبزادی امۃ العزیز صاحبہ بنت حضرت مصلح موعودؓ، سیّدہ محمودہ بیگم صاحبہ کے ساتھ ہوئی۔ آپ کا نکاح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ایک ہزار روپیہ حق مہر پر پڑھایا۔ چونکہ اس دن حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آپ کے ساتھ ساتھ اپنی دوسری صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ کا نکاح میاں عبد الرحیم احمد صاحب کے ساتھ پڑھایا تھا تو ایجاب و قبول کے بعد جب مرزا حمید احمد صاحب اٹھے تو اُن کے گلے میں پھولوں کے بہت سے ہار تھے لیکن میاں عبد الرحیم صاحب کے گلے میں کوئی ہار نہ تھا۔ حضورؓ نے میاں حمید احمد صاحب کو مخاطب کر کے بزبان پنجابی فرمایا کہ میاں عبد الرحیم احمد کے گلے میں

بھی ہار ڈال دو اُن کے یہاں کوئی رشتہ دار نہیں ہیں جو اُن کو بھی ہار ڈالتے۔ اس فقرہ کا سننے والوں پر بہت اثر ہوا۔ میاں حمید احمد صاحب نے بھی اپنے ہار اُن کے گلے میں ڈال دیے۔

(خطبات محمود جلد 3 صفحہ 529)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین بیٹیوں سے نوازا جن میں محترمہ صاحبزادی امۃ المجیب صاحبہ، محترمہ امۃ الرقیب صاحبہ اور محترمہ صاحبزادی امۃ الغفور کوثر صاحبہ شامل ہیں۔

آپ کو اپنے والد حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سبز کوٹ تبرک کے طور پر ملا تھا۔ اس کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ 10 اگست 2007ء میں آپ کی اہلیہ کی وفات کے بعد اُن ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

”عالمی بیعت کے دنوں میں ایک سبز کوٹ پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ پہنا کرتے تھے اور اب مَیں پہنتا ہوں۔ یہ کوٹ حضرت مرزا بشیر احمد کی طرف سے اُن کے خاوند محترم صاحبزادہ مرزا حمید احمد صاحب کے حصے میں آیا تھا۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے یہاں ہجرت کی تو یہ کوٹ انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو دیا کہ آپ جب تک وہاں ہیں اس کوٹ کو آپ جب بھی پہنیں میرے لیے بھی دُعا کیا کریں۔ اس کے بعد مرزا حمید احمد صاحب کی وفات تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے زمانے میں ہو گئی تھی، صاحبزادی امۃ العزیز نے یہ کوٹ دے دیا۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی وفات کے بعد مَیں نے اُن کو کہا کہ یہ کوٹ آپ لوگوں نے امانتاً دیا ہوا تھا تو انہوں نے مجھے اپنی بیٹیوں سے پوچھ کر لکھ دیا کہ یہ کوٹ عالمی بیعت کی ایک نشانی بن چکا ہے اس لیے ہم اس کو خلافت کو ہبہ کرتے ہیں اور انہوں نے یہ تبرک خلافت کے لیے دے دیا۔ ان کے لیے بھی جماعت کو دعا کرنی چاہیے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک تبرک چھوٹا سا کپڑا ابھی کوئی نہیں دیتا، بڑی قربانی کرکے یہ کوٹ دیا ہوا ہے۔“

صاحبزادہ مرزا حمید احمد صاحب اپنے ذاتی کاروبار کے ساتھ ساتھ ہمیشہ سلسلہ کی آنریری خدمات میں پیش پیش رہتے تھے۔

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی لندن ہجرت کے وقت آپ کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ حضورؒ اور بیگم صاحبہؒ ربوہ میں آخری رات آپ کے گھر ٹھہرے نیز ان کا قیام آپ کے بیڈ روم میں ہی تھا۔

جس میں اے سی لگا ہوا تھا۔ مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب نے یہ بغیر بتلائے کہ کس نے ٹھہرنا ہے آپ سے اے سی والے کمرے کی درخواست کی تھی۔

سامعین! آپ کی وفات 28 جنوری 1988 ء کو ربوہ میں ہوئی اور عام قبرستان میں تدفین ہوئی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر تقریباً 73 سال تھی۔

(بدر قادیان مورخہ 4 فروری 1988ء)

نہ روک راہ میں مولا شتاب جانے دے
کھلا تو ہے تری "جنت کا باب" جانے دے

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

﴿35﴾ ﴿مشاہدات۔568﴾

محترمہ صاحبزادی امۃ الحکیم بیگم صاحبہ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (التوبہ:112)

اِن آیاتِ کریمہ کا ترجمہ یہ ہے کہ توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، (خدا کی راہ میں) سفر کرنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیک باتوں کا حکم دینے والے اور بُری باتوں سے روکنے والے اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے، (سب سچّے مومن ہیں) اور تُو مومنوں کو بشارت دے دے۔

سامعین! میری آج کی تقریر کا موضوع ہے سیرت **"محترمہ صاحبزادی امۃ الحکیم بیگم صاحبہ"**

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاکیزہ نسل میں ایسے کئی بابرکت وجود ہمیں نظر آتے ہیں جن کی شفیق اور محبت کرنے والی اداؤں نے ملنے والوں کو اپنا اسیر بنا رکھا تھا- ایسی ہی ایک دعا گو اور ہمہ وقت ذکرِ الٰہی میں مصروف رہتے ہوئے کمزوروں اور محتاجوں کی مدد پر آمادہ ہستی حضرت صاحبزادی امۃ الحکیم بیگم صاحبہ بھی تھیں۔ آپ مامور زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پوتی، حضرت مصلح موعودؓ جیسے عظیم الشان خلیفہ کی دُختر، حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہمشیرہ محترمہ اور ہمارے پیارے آقا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی خوشدامن تھیں۔ آپ 26مارچ 1926ء کو قادیان میں پیدا ہوئیں۔

صاحبزادی امۃ الحکیم بیگم صاحبہ کا نکاح حضرت مصلح موعودؓ 30مارچ 1945ء کو محترم سید داؤد مظفر شاہ صاحب جو کہ آپ کے ماموں زاد بھی تھے کے ساتھ ایک ہزار روپے حق مہر پر پڑھایا۔ تقریب رخصتی

10 نومبر 1946ء کو منعقد ہوئی۔ مکرم سیّد داؤد مظفر شاہ صاحب حضرت مصلح موعودؓ کی سندھ کی زمینوں کے نگران تھے۔ صاحبزادی امۃ الحکیم صاحبہ نے اپنے خاوند اور بچوں کے ساتھ ایک لمبا عرصہ سندھ میں گزارا اور وہاں خصوصاً لجنہ کی تنظیم کو فعال بنانے کے سلسلے میں آپ کو گرانقدر خدمات کی توفیق بھی ملی۔

آپ کو خدا تعالیٰ نے چھ بیٹوں اور تین بیٹیوں سے نوازا۔

آپ کے بیٹوں میں محترم سیّد مولود احمد صاحب مرحوم، محترم سیّد خالد احمد شاہ صاحب ناظرِ اعلیٰ و امیر مقامی ربوہ، محترم سیّد قاسم احمد شاہ صاحب ناظر زراعت، محترم سیّد طارق احمد شاہ صاحب، محترم سیّد صہیب احمد شاہ صاحب نائب ناظر ضیافت، محترم سیّد محمود احمد شاہ صاحب ناظر اصلاح و ارشاد مرکزیہ اور بیٹیوں میں محترمہ صاحبزادی امۃ السبوح صاحبہ (حرم محترم حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ)، محترمہ صاحبزادی امۃ الرؤف صاحبہ، محترمہ سیدہ امۃ العزیز زوبی صاحبہ شامل ہیں۔ آپ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ ان میں سے چار بیٹے واقفِ زندگی ہیں اور انہیں جماعت میں اعلیٰ خدمت کی توفیق مل رہی ہے اور تینوں بیٹیاں واقفین زندگی سے بیاہی گئی ہیں۔ آپ کے صاحبزادے محترم سید خالد احمد شاہ صاحب ناظر اعلیٰ کی شخصیت جن ظاہری اور باطنی خوبیوں سے لبریز نظر آتی ہے یا سب سے بڑی صاحبزادی حضرت سیدہ آپا جان محترمہ امۃ السبوح مدظلہا العالیٰ کو جن دینی خدمات کی سعادت عطا ہو رہی ہے ان پر نظر ڈالتے ہوئے واضح طور پر ان عاجزانہ دعاؤں کی قبولیت کا یقین ہو جاتا ہے جو ان کے بزرگ والدین نے سالہا سال اپنی اولاد کے لئے کی ہیں۔

سامعین! حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان کی تمام خواتین مبارکہ میں جو قدرِ مشترک ہے وہ حسنِ اخلاق، مہربانی و شفقت، بے ساختہ پن، خوبصورت اندازِ بیاں، نرم اور شُستہ زبان لیکن مضبوط لہجہ جو کہ مخاطب کا دل موہ لیتا ہے۔ صاحبزادی امۃ الحکیم صاحبہ بھی انہی خصوصیات کی مالک تھیں۔ آپ غریبوں کی ہمدرد، مستجاب الدعوات اور صاحبِ رؤیا و کشوف تھیں۔ دوسروں کو تکلیف میں دیکھ کر تڑپ اٹھتی تھیں۔ اگر کوئی آپ کو دعا کے لیے کہتا تو اُس کے لیے مسلسل دُعا کرتی رہتیں۔ بعض اوقات دس دس سال تک دُعاؤں کا سلسلہ چلتا رہتا۔ بعض دُعا کرانے والوں نے پانچ سال کے بعد آکر بتایا کہ ہمارا مسئلہ تو کب کا حل ہو گیا ہے۔ غریبوں اور مساکین کی باقاعدہ سرپرستی کرتی تھیں اور طرزِ زندگی میں فقیری اور درویشی

نمایاں تھی۔ جب کبھی بازار شاپنگ کے لیے جاتیں تو ایک ہی طرح کی کافی ساری چیزیں لے لیتیں بچوں کے چھوٹے چھوٹے کھلونے، جرابوں کے جوڑے وغیرہ اور غریبوں میں تحفے کے طور پر تقسیم کر دیا کرتیں تھیں۔ آپ کے صاحبزادے محترم سید خالد احمد شاہ صاحب نے بتایا کہ خادموں کے ساتھ بھی بہت حسنِ سلوک کرتی تھیں۔ آج تک ایسا نہیں ہوا کہ ہمارے گھر میں دو ہانڈیاں پکی ہوں۔ آپ نے اپنے بچوں کو نماز کا عادی بنایا اور انہیں خود قرآن کریم پڑھایا۔

سامعین! آپ صاحبِ ادب بھی تھیں اور شعر بھی کہہ لیتی تھیں۔ آپ کے رویأ و کشوف کا ذکر کرتے ہوئے۔ محترم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب مرحوم نے لکھا کہ محترمہ صاحبزادی صاحبہ نے انہیں بتایا تھا کہ 1984ء کے بعد جب جماعت پر ابتلاء کا ایک اور دَور آیا تو انہی دنوں میں خواب میں حضرت مسیح موعودؑ کا یہ شعر پڑھ رہی تھیں

دن چڑھا ہے دشمنانِ دیں کا ہم پر رات ہے
اے مرے سورج نکل باہر کہ مَیں ہوں بے قرار

اس دوران مَیں نے دیکھا کہ سارے ربوہ پر نور کی بارش ہو رہی ہے۔

(روزنامہ الفضل 20 جولائی 2001ء صفحہ 2)

آپ بہت سادہ اور محبت کرنے والی تھیں۔ بہت سی عورتیں آپ کے پاس آتیں اور آپ ہر ایک کی بات بڑے انہماک اور تسلی سے سنتیں۔ کسی نے کہا کہ ایسا کرنے سے آپ تھکتی نہیں ہیں؟ فرمایا کہ لوگ کہانیاں پڑھتے ہیں اور گھنٹوں اپنا وقت اُنہیں پڑھنے میں صرف کرتے ہیں۔ مَیں وہی لوگوں سے سنتی ہوں اور انہیں تسلی دیتی ہوں۔

آپ میں خلافت کا احترام اور اطاعت کا اعلیٰ مقام تھا۔ ہر روز ناشتے کے بعد حضورؒ کی خدمت میں دعائیہ خط لکھتی تھیں۔ آپ ہمیشہ موقع کی مناسبت سے بچوں کو نصیحت کرتیں اور بچے اس پر خوشی خوشی عمل کرتے۔ آپ پردے کی بہت پابند تھیں اور اس معاملے میں غیر معمولی احتیاط کرتی تھیں۔ آپ بہت کم کہیں آتی جاتی تھیں لیکن جب ضروری سمجھتیں تو ضرور جاتیں۔

ساڑھے سترہ سال کی عمر میں نظام وصیت میں شمولیت اختیار کی۔ آپ کے وصیت فارم پر گواہ کے طور پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستخط تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ آپ کی عائلی زندگی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"سید داؤد مظفر شاہ صاحب اور اُن کی اہلیہ سیدہ امۃ الحکیم بیگم صاحبہ، یہ بھی ایک خوب اللہ کی ملائی جوڑی تھی۔ نیکیوں کے بجالانے اور اعلیٰ اخلاق دکھانے میں یہ دونوں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرتے تھے۔ عام طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ گھروں میں میاں بیوی کی بعض دفعہ اس لئے اَن بَن ہو جاتی ہے کہ یہ خرچ کیوں ہو گیا؟ وہ خرچ کیوں ہو گیا؟ اِس جوڑے کی اِن دنیاوی خرچوں کی طرف تو سوچ ہی نہیں تھی۔ مَیں نے دیکھا ہے کہ اِن کی کوشش ہوتی تھی کس طرح کسی ضرورتمند کی مدد کی جائے۔ اگر میاں نے کوئی مدد کی ہے تو بیوی کہتی کہ اور کر دینی چاہئے تھی۔ اگر بیوی نے کی ہے تو میاں کہتا کہ اگر میرے پاس اور مال ہوتا تو مَیں مزید دے دیتا۔ حضرت سید داؤد مظفر شاہ صاحب نے خود بیان کیا کہ سیدہ امۃ الحکیم بیگم صاحبہ جن کی آٹھ نو سال پہلے وفات ہوئی ہے، وفات کے بعد وہ کئی دفعہ مجھے خواب میں آ کے کہتی ہیں کہ فلاں غریب کی اتنی مدد کر دو اور فلاں کو اتنا صدقہ دے دو اور شاہ صاحب فوراً اُس کو عملاً پورا کر دیتے تھے۔ جو بھی اُن کی آمد ہوتی تھی۔ اپنے پر تو کم ہی خرچ کرتے تھے دوسروں کو دے دیا کرتے تھے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 11ء مارچ 2011ء)

سامعین! آپ 1997ء کے آخر میں برین ہیمرج کی وجہ سے شدید علیل ہو گئیں۔ وقتاً فوقتاً طبیعت سنبھلتی تھی مگر پھر بیماری شدت اختیار کر لیتی تھی۔ 18ء جولائی 2001ء کو آپ اپنے مالک حقیقی سے جا ملیں۔ آپ کی عمر 75 سال تھی۔ 19 جولائی کو آپ کی نماز جنازہ بعد نماز عصر مسجد مبارک ربوہ میں حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ) جو کہ اُس وقت ناظرِ اعلیٰ و امیر مقامی تھے نے پڑھائی۔ آپ مرحومہ کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔

اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

مغفرت	بے	حساب	ہو	جائے
مرحمت	لا	جواب	ہو	جائے
قربِ	رحمت	مآب	حاصل	ہو
وصلِ	عالی	جناب	ہو	جائے

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

﴿36﴾ ﴿مشاہدات۔622﴾

محترم سیّد داؤد مظفر شاہ صاحب

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَکّٰہَا (الشمس:10)

یقیناً وہ کامیاب ہو گیا جس نے اُس (تقویٰ) کو پروان چڑھایا۔

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے سیرت **"محترم سیّد داؤد مظفر شاہ صاحب"**

محترم سیّد داؤد مظفر شاہ صاحب 24 نومبر 1920ء کو قادیان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حضرت سیّد محمود اللہ شاہ صاحب تھے۔ آپ کے دادا حضرت ڈاکٹر عبد الستار شاہ صاحبؓ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے جو تقویٰ، طہارت، عاجزی اور انکساری اور حقوق اللہ اور حقوقُ العباد کی ادائیگی میں بہت بڑھے ہوئے تھے اور اُن کے بارے میں ایک موقع پر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا تھا کہ ہم کو بھی اِن پر رشک آتا ہے۔ یہ بہشتی کُنبہ ہے۔ یہ الفاظ چند بار فرمائے۔

(سیرت المہدی جلد اول حصہ سوم صفحہ 545 روایت نمبر 563)

آپ کے آباء کا اصل وطن سہالہ ضلع راولپنڈی تھا لیکن لمبا عرصہ قادیان کے محلہ دارالانوار میں رہائش پذیر رہے۔ آپ کے نانا مکرم سیّد سرور شاہ صاحب ایک لمبا عرصہ مفتی سلسلہ رہے۔ آپ حضرت مصلح موعودؓ کے داماد، حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے بہنوئی اور ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے سُسر تھے۔ آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم قادیان سے حاصل کی اور بعد میں اسلامیہ کالج لاہور سے بی اے پاس کیا۔ گورنمنٹ کالج سے بی۔اے کرنے کے بعد آپ نے حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر 1944ء میں زندگی وقف کرنے کا خط لکھا۔ آپ نے حضرت مصلح موعودؓ کو لکھا کہ مَیں بار بار آپ کو خواب میں دیکھ رہا ہوں اِس لئے مَیں زندگی وقف کرتا ہوں اور اپنے بھائی سید مسعود مبارک شاہ

صاحب کو بھی تحریک کی کہ وہ بھی زندگی وقف کریں۔ لہذا دونوں بھائی واقفِ زندگی تھے۔ آپ کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایم این سنڈیکیٹ کے تحت ناصر آباد اور محمود آباد سندھ کی زمینوں پر بھیجا جہاں آپ 1960ء تک بطور مینیجر کام کرتے رہے۔ 1962 ء تا 1968ء نصرت آباد فضل بھنبھرو سندھ میں ٹھیکہ پر زمین لے کر کام کیا۔ پھر تقریباً گیارہ سال 1982ء سے 1993ء تک وکالتِ تبشیر میں بھی خدمات سرانجام دیں۔ وقت پر دفتر جاتے تھے۔ آپ کے ذمہ جو کام ہوتے وہ سرانجام دیتے کوئی زائد بات نہ کرتے تھے۔ بعض افسران آپ سے عمر میں چھوٹے بھی تھے اور بعض قریبی عزیز بھی تھے، لیکن کامل اطاعت اور عاجزی کے ساتھ اپنے افسران کے دیئے ہوئے کام کو سرانجام دیتے تھے اور کسی قسم کا شکوہ شکایت نہیں کرتے تھے۔ آپ دفتری امور کے ماہر اور خطوط کی ڈرافٹنگ میں آپ کو ملکہ حاصل تھا۔

مکرم سیّد داؤد مظفر شاہ صاحب کا نکاح حضرت صاحبزادی امۃ الحکیم صاحبہ بنت حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے 30 مارچ 1945ء کو ایک ہزار روپے حق مہر پر ہوا۔ تقریب رخصتی 10 نومبر 1946ء کو منعقد ہوئی۔ آپ کو خدا تعالیٰ نے چھ بیٹوں اور تین بیٹیوں سے نوازا۔ آپ کے بیٹوں میں محترم سیّد مولود احمد صاحب مرحوم، محترم سیّد خالد احمد شاہ صاحب ناظرِ اعلیٰ و امیر مقامی ربوہ، محترم سیّد قاسم احمد شاہ صاحب ناظر زراعت، محترم سیّد طارق احمد شاہ صاحب، محترم سیّد صہیب احمد شاہ صاحب نائب ناظر ضیافت، محترم سیّد محمود احمد شاہ صاحب ناظر اصلاح و ارشاد مرکزیہ اور بیٹیوں میں محترمہ صاحبزادی امۃ السبوح صاحبہ (حرم حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ)، محترمہ صاحبزادی امۃ الرؤف صاحبہ اہلیہ مکرم ڈاکٹر سید تاثیر مجتبیٰ صاحب مرحوم، محترمہ سیدہ امۃ العزیز صاحبہ شامل ہیں۔ آپ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ ان میں سے چار بیٹے واقفِ زندگی ہیں اور انہیں جماعت میں اعلیٰ خدمات کی توفیق مل رہی ہے۔

سامعین! آپ بہترین اخلاق اور گوناگوں خصوصیات کے مالک تھے۔ دعاؤں میں اور اخلاق میں اعلیٰ معیار سید داؤد مظفر شاہ صاحب کو اپنے نانا اور دادا کی طرف سے ورثہ میں ملا تھا۔ بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنا اور اُسے نبھانا بھی کسی کسی کا کام ہوتا ہے، ہر کوئی نہیں کر سکتا لیکن سید داؤد مظفر شاہ صاحب نے اِسے خوب نبھایا۔ دُعاؤں سے آپ کو بھی خاص شغف تھا۔ اگر کسی نے آپ کو دُعا کے لیے کہہ دیا تو سالہا سال اُس کے

لیے دُعا کرتے۔ کوئی ذرا سی بھی آپ کی خدمت کر دیتا تو اُس کے ممنونِ احسان ہو جاتے اور بڑی باقاعدگی سے پھر اُس کے لئے نام لے کر دعا کیا کرتے تھے۔

پنج وقتہ نماز اور تہجد کے بہت پابند تھے۔ آپ نے ساتویں کلاس سے تہجد پڑھنا شروع کی تھی اور تا وقتِ وفات اس پر کاربند رہے۔ 1984ء میں جب حالات خراب ہوئے، تو رات کو محلّے کی ڈیوٹیاں ہوتی تھیں۔ لڑکوں کو جاگنے کے لئے چائے کی عادت تھی، چائے پیا کرتے تھے تو آپ کا گھر ہر وقت کھلا رہتا تھا۔ لڑکے کچن میں آکر خود چائے بنا کر لے جاتے تھے۔ جب آپ نے یہ دیکھا کہ لڑکے ڈیوٹی دے رہے ہیں اور چائے بھی پیتے ہیں تو رات خود اڑھائی بجے چائے بنا کر کھانے کی میز پر رکھ دیا کرتے تھے تاکہ اُن کو تکلیف نہ ہو اور لڑکے آکر لے جائیں خود نہ بنانی پڑے۔ آپ کو رات کو جلدی سونے کی عادت تھی لیکن ڈیڑھ بجے تہجد کے لیے اُٹھ جایا کرتے تھے۔ اپنے لئے چائے بناتے تھے اور پھر اپنی بیگم صاحبزادی امۃ الحکیم صاحبہ کے لئے چائے بنا کے اُن کو تہجد کے لئے جگاتے۔ اسی طرح جب آپ کا چھوٹا بیٹا جامعہ میں داخل ہوا تو اس کو باقاعدہ تہجد کے لئے اُٹھاتے اور اُس کو کہتے تمہاری چائے تیار ہے۔ چائے پیو اور تہجد پڑھو۔ آپ کو قرآن کریم کی تلاوت کا بہت شوق تھا۔ آپ کے تلاوتِ قرآن کے بارے میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ میں بیان فرمایا کہ

”قرآنِ کریم سے بھی اُن کو ایک عشق تھا۔ روزانہ کئی سپارے پڑھ جاتے تھے۔ پانچ چھ سپارے کم از کم، بلکہ بعض دفعہ سات آٹھ اور اس وجہ سے ایک بڑا حصہ یاد بھی تھا۔ مجھے ایک دفعہ رمضان میں کہنے لگے کہ نظر کمزور ہو رہی ہے۔ آنکھوں پر بڑا بوجھ پڑتا ہے۔ اب مَیں زیادہ قرآنِ کریم پڑھ نہیں سکتا جس کی مجھے بڑی تکلیف ہے۔ تو مَیں نے اپنے خیال میں بڑی دُور کی چھلانگ لگا کر کہا۔ کیا فرق پڑتا ہے ایک دو سپارے تو آپ اب بھی پڑھ ہی لیتے ہوں گے۔ تو کہتے ہیں نہیں ابھی بھی، اس حالت میں بھی مَیں تین چار سپارے تو پڑھ ہی لیتا ہوں۔ تو یہ قرآنِ شریف سے اُن کا عشق تھا۔ جب مَیں نے کہا اتنا پڑھ لیتے ہیں تو پھر کیا حرج ہے۔ لیکن انہیں یہ بے چینی تھی کہ رمضان میں تو ہر وقت قرآنِ کریم مطالعہ میں رہنا چاہئے اور آخری عمر میں دو تین سال پہلے تک جیسا کہ مَیں نے کہا نظر کی کمزوری کی وجہ سے بالکل ہی نہیں پڑھ سکتے تھے تو پھر جو حصہ یاد ہوتا تھا وہ پڑھتے تھے بلکہ سارا ہی یاد تھا۔ لیکن اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ اپنے پیار

کا عجیب سلوک فرمایا۔ اپنے پوتے کو ایک دن کہنے لگے کہ قرآنِ کریم دیکھ کے تو مَیں پڑھ نہیں سکتا لیکن جب مَیں پڑھتا ہوں، یاد حصہ پڑھنا شروع کرتا ہوں اور جہاں بھول جاتا ہوں وہاں کوئی فرشتہ آ کے مجھے وہ حصہ یاد کرواجاتا ہے، پڑھا جاتا ہے۔ وہ دوہراتا ہے اور مَیں پیچھے دوہرادیتا ہوں۔"

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 11 مارچ 2011ء)

اپنے ہمراہ کام کرنے والوں کے ساتھ بڑی عاجزی اور بڑی عزت سے پیش آیا کرتے تھے۔ کبھی یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ مَیں حضرت مصلح موعودؓ کا داماد ہوں یا دو خلفاء کا بہنوئی ہوں۔ گفتار میں محتاط ایسے کہ کبھی بلاضرورت خوش گپیوں میں مصروف نہیں ہوتے بلکہ خاموش طبع اتنے تھے کہ سلام کے علاوہ بلاضرورت بات کرتے کبھی نظر نہ آئے۔ ایک خاموش دعاگو بزرگ، زیرِ لب دعائیں کرتے ہوئے دفتر میں آتے تھے اور اپنا دفتر کا کام کر کے چلے جاتے تھے۔ ایک فرشتہ سیرت انسان تھے۔ جس کا بھی آپ سے واسطہ پڑتا وہ آپ کا مداح ہو جاتا تھا۔ غریبوں کی عزت اور احترام بھی اس طرح کرتے جس طرح کسی امیر کا۔ کسی حق بات پر امیر کو غریب پر فوقیت نہیں دی۔ بعض لوگوں نے آپ کو نقصان پہنچانے کی بھی کوشش کی لیکن آپ نے ہمیشہ اپنا معاملہ خداتعالیٰ پر چھوڑا اور جب کبھی ایسے لوگوں کی گرفت ہوئی تو وہ حضرت شاہ صاحب کے پاس اُن کے دروازے پر آتے تھے اور معافیاں مانگتے تھے اور آپ ہمیشہ انہیں معاف فرمادیتے۔

سامعین! آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلافت سے بہت محبت اور عقیدت تھی۔ اپنی اہلیہ کے چھوٹے بھائیوں کی بھی غیر معمولی عزت اور احترام اس لئے کرتے تھے کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے ہیں۔ بعض دفعہ قریبی تعلقات میں اونچ نیچ ہو جاتی ہے لیکن جب بھی آپ سمجھتے کہ ماحول خراب ہو رہا ہے تو نہ صرف خاموش ہو جاتے بلکہ اِن چھوٹوں کے ساتھ بھی اس طرح عزت اور احترام کا سلوک کرتے کہ بات بڑی خوش اسلوبی سے ختم ہو جاتی یا وہاں سے اُٹھ کے چلے جاتے۔ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں آپؑ کی اولاد بلکہ اُن کی اولاد سے بھی عزت اور محبت سے پیش آتے صرف اس لئے کہ اُن کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خون کا رشتہ ہے۔ آپ دونوں

میاں بیوی غریبوں کے ہمدرد تھے اور کبھی مالی مدد سے گریز نہ کرتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی وفات کے بعد خطبہ جمعہ میں آپ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ

"سیّد داؤد مظفر شاہ صاحب اور اُن کی اہلیہ سیّدہ امۃ الحکیم بیگم صاحبہ، یہ بھی ایک خوب اللہ ملائی جوڑی تھی۔ نیکیوں کے بجالانے اور اعلیٰ اخلاق دکھانے میں یہ دونوں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرتے تھے۔ عام طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ گھروں میں میاں بیوی کی بعض دفعہ اس لئے اَن بَن ہو جاتی ہے کہ یہ خرچ کیوں ہو گیا؟ وہ خرچ کیوں ہو گیا؟ اِس جوڑے کی اِن دنیاوی خرچوں کی طرف تو سوچ ہی نہیں تھی۔ مَیں نے دیکھا ہے کہ اِن کی کوشش ہوتی تھی کس طرح کسی ضرورتمند کی مدد کی جائے۔ اگر میاں نے کوئی مدد کی ہے تو بیوی کہتی کہ اور کر دینی چاہیئے تھی۔ اگر بیوی نے کی ہے تو میاں کہتا کہ اگر میرے پاس اور مال ہوتا تو مَیں مزید دے دیتا۔ حضرت سید داؤد مظفر شاہ صاحب نے خود بیان کیا کہ سیّدہ امۃ الحکیم بیگم صاحبہ جن کی آٹھ نو سال پہلے وفات ہوئی ہے، وفات کے بعد وہ کئی دفعہ مجھے خواب میں آ کے کہتی ہیں کہ فلاں غریب کی اتنی مدد کر دو اور فلاں کو اتنا صدقہ دے دو اور شاہ صاحب فوراً اُس کو عملاً پورا کر دیتے تھے۔ جو بھی اُن کی آمد ہوتی تھی اپنے پر تو کم ہی خرچ کرتے تھے دوسروں کو دے دیا کرتے تھے۔ دونوں میاں بیوی کو مَیں نے دیکھا ہے اور بعض لوگوں نے بھی مجھے بتایا ہے کہ اُن کے پاس اگر ہزاروں بھی آتا تھا تو ہزاروں بانٹ دیا کرتے تھے۔ یہ پرواہ نہیں کی کہ ہمارے پاس کیا رہے گا؟"

(خطبہ جمعہ مؤرخہ 11 مارچ 2011ء)

سامعین! آپ کے دادا حضرت سید ڈاکٹر عبد الستار شاہ صاحب آخری عمر میں جب بہت زیادہ کمزور ہو گئے تو نمازوں کے لئے مسجد نہیں جا سکتے تھے لیکن گھر پر نماز باجماعت کا اہتمام فرماتے تھے اور سید داؤد مظفر شاہ صاحب سے امامت کروایا کرتے تھے۔ اُس وقت آپ کی عمر سترہ سال تھی۔ سید داؤد مظفر شاہ صاحب کے ساتھ خدا تعالیٰ کا ایک خاص سلوک تھا۔ کوئی غیر معمولی مالی کشائش تو بے شک نہیں تھی لیکن جو کچھ بھی ہوتا اُس پر صبر شکر کرتے اور اس میں سے بھی غریبوں اور ضرورتمندوں کی مدد اس حد تک کرتے تھے جو اکثر بڑی بڑی رقموں والے اور پیسے والے نہیں کرتے۔ آپ کی ایک بہو اہلیہ سیّد صہیب احمد صاحب ساتھ ہی رہتی تھیں وہ بیان کرتی ہیں کہ جب کوئی رقم آتی تو آخری عمر میں نظر کی زیادہ کمزوری کی وجہ سے

خود حساب کتاب نہیں لکھ سکتے تھے اس لئے مجھ سے حساب کرواتے اور فرماتے تھے کہ پہلے تو وصیت کا حصہ نکالو، پھر یتیموں کا کچھ حصہ نکالو، پھر غریب طلباء کا حصہ نکالو اور نادار مریضوں کے علاج کے لئے نکالو، اس کے بعد اگر کوئی رقم بچ گئی تو اپنی ضرورت کے لئے رکھتے تھے۔ جماعتی تحریکات میں، وقفِ جدید، تحریکِ جدید اور تحریکات میں بڑا بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے۔ آپ نے چار خلفاء کا زمانہ پایا۔

سامعین! محترم سیّد داؤد مظفر شاہ صاحب کافی عرصہ سے عارضہ دل کی وجہ سے علیل تھے۔ آپ کی وفات 8 مارچ 2011ء کو ربوہ کے طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ میں ہوئی۔ بوقت وفات آپ کی عمر 91 سال تھی۔ محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب نے اسی دن بعد نماز عصر آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ خدا تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ کی اندرونی چار دیواری میں کی گئی۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اعلیٰ علّیین میں جگہ عطا فرمائے اور کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ آمین

نہ روک راہ میں مولا شتاب جانے دے
کھلا تو ہے تری "جنت کا باب" جانے دے
مجھے تو دامن رحمت میں ڈھانپ لے یونہی
حساب مجھ سے نہ لے، بے حساب جانے دے

(کمپوزڈبائی: عائشہ منصور چوہدری۔ جرمنی)

﴿37﴾ ﴿مشاہدات۔582﴾

محترمہ صاحبزادی امۃ الباسط صاحبہ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ (العنکبوت:59)

وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے ہم ان کو جنت میں بالضرور ایسے بالاخانوں میں جگہ عطا کریں گے جن کے دامن میں نہریں بہتی ہوں گی۔ وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ کیا ہی عمدہ اجر ہے عمل کرنے والوں کا۔

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے سیرت ”محترمہ صاحبزادی امۃ الباسط صاحبہ“

محترمہ صاحبزادی امۃ الباسط صاحبہ 13 مئی 1927ء کو قادیان میں پیدا ہوئیں۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوتی، حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اور سیّدہ حضرت اُمِ طاہر مریم النساء بیگم صاحبہؓ کی بیٹی تھیں۔ آپ دو خلفاء حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی بہن اور خلیفہ وقت حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی خالہ محترمہ تھیں۔ اس کے علاوہ آپ شہید محترم صاحبزادہ غلام قادر صاحب جو کہ آپ کی چھوٹی بیٹی امۃ الناصر نصرت صاحبہ کے خاوند تھے، کی خوش دامن تھیں۔ آپ بی بی باچھی کے نام سے بھی جانی جاتی ہیں۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اسکول میں حاصل کی اور دینی تعلیم گھر میں پائی۔ بچپن میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی کلاسز میں شامل ہوا کرتی تھیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آپ کے نکاح کا اعلان مورخہ 30 مارچ 1945ء کو حضرت سیّد میر داؤد احمد صاحب ولد حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ کے ساتھ فرمایا جبکہ آپ کی شادی کی تقریب 24 اکتوبر 1948ء کو ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک بیٹے اور تین بیٹیوں سے نوازا جن میں محترم سیّد میر قمر سلیمان احمد

صاحب (وکیل وقفِ نو)، محترمہ امۃ المصور صاحبہ، محترمہ امۃ الواسع ندرت صاحبہ اور محترمہ امۃ الناصر نصرت صاحبہ شامل ہیں۔

سامعین! آپ ایک انتہائی نیک، خدا کی مخلوق کی ہمدرد اور صابر خاتون تھیں۔ آپ کی صاحبزادی امۃ الواسع ندرت صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ خدا تعالیٰ، اس کے رسولوں اور اس کی مخلوق سے محبت ہی آپ کی زندگی تھی۔ یہ محبت اُس وقت بھی آپ کے چہرے سے ٹپکتی تھی جب آپ صبح صبح پرندوں کو کھانا ڈالا کرتی تھیں۔ سب سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کی محبت جو آپ کی ساری زندگی پر محیط تھی۔ جو نہ صرف خوشیوں میں شکر گزاری کی صورت میں نظر آتی تھی بلکہ غم کی حالت میں تو اَور بھی مضبوطی سے اپنے ربّ کا دامن پکڑ لیتی تھیں۔ زندگی میں آپ نے بڑے بڑے صدمے دیکھے۔ سولہ سال کی عمر میں اپنی اُمّی کی وفات کا صدمہ، پھر تقریباً جوانی کی عمر میں ہی جبکہ ابھی کوئی بچہ بھی بیاہا نہیں گیا تھا ابّا (میر داؤد احمد صاحب) کی وفات۔ پھر اپنی بیٹی نصرت کے خاوند مرزا غلام قادر صاحب کی شہادت جبکہ ان کے بچے بہت ہی چھوٹے تھے۔ ان کے علاوہ بھی کئی آزمائشیں جن سے بڑے مضبوط لوگوں کی کمریں بھی ٹوٹ جاتی ہیں آپ نے نہ صرف برداشت کیں بلکہ اپنے ربّ کے ساتھ مکمل راضی رہ کر برداشت کیں۔ بظاہر ہنستی مسکراتی اور راتوں کو اٹھ کر نمازوں میں اپنے اللہ کے حضور اس کا رحم، مدد اور پیار مانگتی تھیں۔ ابّا کی وفات سے لے کر اپنی شادی تک مَیں ہی اُمّی کے ساتھ سوتی تھی۔ میں نے کوئی رات ایسی نہیں دیکھی جب وہ اٹھ کر اپنے اللہ کے حضور حاضر نہ ہوتی ہوں۔

آپ رمضان میں قرآن شریف کے تین دَور مکمل کرتی تھیں۔ قرآن شریف کے علاوہ جو کتاب سب سے زیادہ شوق اور باقاعدگی سے پڑھتی تھیں وہ ”تذکرہ“ تھا۔ جب آپ کے خاوند محترم سید میر داؤد احمد صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کے اقتباسات مختلف موضوعات کے تحت اکٹھے کئے اور وہ ”مرزا غلام احمد قادیانی اپنی تحریرات کی رو سے“ کے نام سے طبع ہوئے تو اس میں آپ نے اُن کا بہت ہاتھ بٹایا۔ اس بات کا ذکر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی خطبہ جمعہ 8 ستمبر 2006ء میں کیا۔

حضور انور نے فرمایا:

”لجنہ کا کام تو خیر آپ کرتی رہی ہیں اور بڑا لمبا عرصہ کیا ہے۔ لیکن جو سب سے زیادہ اہم کام ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے خاوند حضرت میر داؤد احمد صاحب کے ساتھ مل کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب میں سے مختلف عنوانات کے تحت حوالے نکالے اور انہیں یکجا کیا ہے جو کہ ”مرزا غلام احمد قادیانی اپنی تحریروں کی رو سے“ چھپی ہوئی کتاب ہے۔ یہ بہت بڑا کام ہے جو انہوں نے کیا اور ان دنوں میں مَیں خود بھی ان کو دیکھتا رہا ہوں۔ مَیں نے نوٹ میں رکھا بھی تھا لیکن کسی وجہ سے رہ گیا۔ بہرحال مَیں جب بھی ان کے گھر جاتا تھا دونوں میاں بیوی بیٹھے ہوئے حوالوں کو دیکھ رہے ہوتے تھے یا پروف ریڈنگ کر رہے ہوتے تھے اور بڑا لمبا عرصہ انہوں نے یہ کام کیا ہے۔ گھنٹوں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اب یہ ایسا کام ہے جس سے کافی حد تک کسی بھی موضوع پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فوری حوالہ بھی مل جاتا ہے اور جہاں یہ چیز ہوتی ہے وہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب پڑھنے کی طرف بھی توجہ ہو جاتی ہے۔ میر داؤد احمد صاحب نے جو پیش لفظ لکھا ہے اس میں صاحبزادی امۃ الباسط بیگم صاحبہ کے بارے میں یہ ذکر بھی کیا ہے کہ ”میرا دل اپنی رفیقۂ حیات کے لئے ممنونیت کے جذبات سے لبریز ہے جنہوں نے اقتباسات کی تلاش، نقل، تصحیح اور پھر کاپی پڑھنے میں مسلسل بڑے حوصلے اور محنت سے میرا ہاتھ بٹایا۔ “

(مرزا غلام احمد قادیانی اپنی تحریروں کی رو سے جلد اول پیش لفظ)

سامعین! آپ کی ایک بہت بڑی خوبی آپ کی مہمان نوازی تھی۔ اگر کھانے کا وقت ہے اور اچانک کچھ لوگ آ گئے ہیں تو ان کو پھر کھانا کھلائے بغیر نہیں جانے دیتی تھیں۔ خواہ گھر میں صرف دال بنی ہو اگر کھانا تھوڑا ہوتا اور کوئی کہتا کہ بالکل معمولی کھانا ہے اور تھوڑا سا ہے تو اس کے باوجود آپ کہتیں کہ کوئی بات نہیں ساتھ کوئی چٹنی اور اچار رکھ کر گزارہ کر لیں گے اور مہمانوں کو بھی بڑی بے تکلفی سے ساری بات بتا کر کھانے کی میز پر لے جاتی تھیں۔ ہر شخص کی گرمیوں میں کم از کم شربت سے آؤ بھگت کی جاتی۔ حتیٰ کہ ڈاکیا بھی روزانہ ٹھنڈے شربت کا ایک گلاس پیے بغیر نہ جاتا۔ اگر اس بارے میں گھر والوں سے کوئی کوتاہی ہو جاتی تو تنبیہ کرتیں۔ جلسہ سالانہ کے ایام میں گھر کے ہر کمرہ میں دس پندرہ مہمان ضرور ٹھہرے ہوتے تھے اور دوپہر کو تو کئی دوسرے لوگوں کو بھی آکر کھانے میں شامل ہونے کی دعوت دی گئی ہوتی

تھی۔ آپ یہ سارے انتظامات اکیلے ہی کرتی تھیں۔ جلسے پر آپ کی بھی سٹیج پر ڈیوٹی ہوتی تھی اس کے باوجود صبح ناشتہ سے لے کر رات کے کھانے تک کا سارا انتظام کر کے جاتیں۔ پھر ٹھہرے ہوئے مہمانوں کی ہر ضرورت کا خیال رکھتیں۔ ناشتہ تو سب کے کمروں میں ٹرالیاں لگا کر بھیجتی تھیں۔ کھانے بھی مردوں، عورتوں کے لئے علیحدہ علیحدہ انتظام، پھر اگر کوئی بیمار ہوتا تو اس کے لئے ڈاکٹر کو بلانا، پرہیزی کھانے وغیرہ کا خیال، چھوٹے بچوں کی ضرورتوں کا خیال لیکن آپ یہ سب کام انتہائی خوشی اور بشاشت سے کرتی تھیں بلکہ اگر کسی جلسہ پر مہمان کسی وجہ سے کچھ کم ہو جاتے تو اداس ہو جاتی تھیں۔ غریب پرور ہونے کی وجہ سے غرباء اور مساکین آپ سے محبت کرتے اور عزت سے یاد کیا کرتے تھے۔

سامعین! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے یتیم کی پرورش اچھے انداز میں کی وہ اور مَیں جنت میں (آپؐ نے اپنی دو انگلیوں کو ملا کر فرمایا) اس طرح ساتھ ساتھ ہوں گے۔ صاحبزادی امۃ الباسط صاحبہ اور آپ کے خاوند کو کئی یتیم بچوں کی پرورش کی توفیق ملی۔ اُن میں سے اب تو بعض کامیاب زندگی گزار رہے ہیں۔ آپ غریب بچیوں کی شادی کرانے کی غرض سے کچھ پرائز بانڈ بھی خرید کر رکھتی تھیں کہ ان پیسوں سے غریب اور یتیم بچیوں کی شادی کرواؤں گی اور ان میں ایسی برکت پڑتی کہ اکثر ہی انعام نکل آتا اور اس طرح کئی بچیوں کے جہیز اس رقم سے بنتے۔

آپ کی صاحبزادی امۃ الواسع ندرت صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ ایک اور عہد جو آپ کی اُمّی (حضرت سیدہ ام طاہر صاحبہؓ) نے وفات کے وقت آپ سے لیا کہ اپنے بھائی (حضرت مرزا طاہر احمدؒ) اور بہنوں (محترمہ بی بی امۃ الحکیم صاحبہ اور محترمہ بی بی امۃ الجمیل صاحبہ) کا خیال رکھنا۔ یہ عہد بھی آپ نے تادمِ وفات نبھایا۔ گو کہ محبت اُمّی نے سارے ہی بہن بھائیوں سے بے انتہا کی مگر ان تینوں کو تو اپنی ذمہ داری سمجھتی تھیں۔ بی بی جمیل کی بعض وقت طبیعت خراب ہو جاتی تھی تو رات کو دو تین بجے آدمی بلانے آجاتا تھا اور اُمّی اسی وقت اٹھ کر ان کے گھر چل پڑتی تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی وفات کے بعد ان کی بیٹیوں سے بہت ہی تعلق رکھا اور کہتی تھیں کہ اب تو میری سات بیٹیاں ہیں۔ ویسے حضرت مصلح موعودؓ کے ماشاءاللہ 13 بیٹے اور 9 بیٹیاں تھیں۔ ان سب کا اور اُن کے بچوں کا بھی اُمّی سے ایک خاص تعلق تھا۔ بہت سے لوگ اپنی باتیں اُمّی سے شیئر کرتے تھے اور ان کو انتہائی محبت اور دیانتداری سے مشورے دیتی تھیں

اور ان کی بات کو مکمل راز میں رکھتی تھیں۔ جن بچوں کے والدین یا کسی ایک کی وفات ہو جاتی تو ان کے لئے تو اُمّی کے پیار کا دامن اتنا وسیع ہو جاتا تھا کہ جیسا ایک حقیقی ماں کا۔

اپنی اولاد سے تو والدین محبت کرتے ہی ہیں مگر جس عورت کا خمیر ہی محبت سے اٹھا ہو اس کا اندازہ لگائیں کہ وہ اپنی اولاد سے کتنی محبت کرتی ہوں گی۔ ابّا کی وفات کے وقت ہم کافی چھوٹے تھے خاص طور پر مَیں اور نصرت۔ ہمارے لئے تو اُمّی دعاؤں کا خزانہ بن گئیں اور خدا کی مدد اور توکل سے ہماری ساری ذمہ داریاں، تعلیم کی ہوں یا پھر شادیوں کی ادا کیں۔ ہمارے لئے اُمّی کا پیار یہ تھا کہ ہر وقت یہ بیقراری ہوتی تھی کہ کہیں نمازوں میں تو کمزوری نہیں آ رہی؟ جماعت اور خلافت سے وابستگی تو ابّا، اُمّی نے ہمیں گھول کے پلا دی تھی۔ اخلاقی لحاظ سے بھی ہر چھوٹی سے چھوٹی بات پر نظر رکھتی تھیں۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 19 دسمبر 2011ء)

سامعین! آپ تہجد اور نمازوں کو بہت لگن کے ساتھ ادا کرتی تھیں۔ عموماً آپ رات دو اڑھائی بجے اُٹھ کر تہجد کی نماز شروع کرتیں اور فجر کی نماز پڑھ کر سو جاتیں۔ صبح نو بجے اُٹھ کر ناشتہ، ساتھ تلاوت اور الفضل کا مطالعہ ہوتا۔ پھر اشراق کے نوافل جو قریباً گیارہ بجے تک چلتے۔ رات کو مطالعہ ضرور کرتیں۔ زیادہ کمزور ہوئیں تو اپنی پوتی سے رسالہ پڑھوا کر سنتیں اور اگر ضرورت ہوتی تو تلفظ درست کرواتیں۔ آپ بتایا کرتیں کہ حضرت امّاں جانؓ اسی طرح ہم سے پڑھوا کر تلفّظ درست کرواتی تھیں۔ بہت پیار کرنے والی، خوش باش اور لوگوں کا دکھ درد دُور کرنے کی کوشش کرنے والی خاتون تھیں۔ اختلافات ہو بھی جاتے لیکن اس کو لمبا نہیں چلایا۔ کبھی اخلاقیات پر آنچ نہیں آنے دی اور کبھی انتقامی کارروائی نہیں کی۔

خدمت دین کی لمبا عرصہ توفیق ملتی رہی۔ 42 سال سیکرٹری ناصرات الاحمدیہ ربوہ کے فرائض بہترین انداز میں ادا کئے۔ زندگی کے ہر مرحلہ پر ہمیشہ خلفاء سلسلہ سے راہنمائی حاصل کی اور ان کے مشوروں سے ہی تمام کام اور فرائض انجام دیئے۔ لیکن کبھی یہ وہم بھی ہو جاتا کہ کہیں خلیفۂ وقت میرے سے ناراض تو نہیں تو پھر بے چینی اور بیقراری انتہا کو پہنچ جاتی۔ مگر جب تک آپ کو خود خلیفۂ وقت کی طرف سے تسلی نہیں ہو جاتی تھی کسی کل قرار نہ آتا تھا۔

سامعین! آپ کی صاحبزادی امۃ الواسع ندرت صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ ہمارے خاندان کے ایک بزرگ صبح صبح ہمارے گھر آئے۔ ان کے ہاتھ میں مٹھائی کا ایک ڈبہ تھا جس میں تین گلاب جامن اور دو بالوشاہیاں تھیں۔ انہوں نے اُمّی کو دیتے ہوئے کہا کہ رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک پلیٹ میں تین گلاب جامن اور دو بالوشاہیاں ہیں اور مجھے کہا گیا ہے کہ یہ مٹھائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھجوائی ہے اور یہ آپؐ، حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کی طرف سے باچھی کے لئے ہیں۔ تو میں صبح صبح یہ مٹھائی خرید کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ یہ خواب سن کر اُمّی کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ اس مٹھائی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے ہم سب کو کھلائے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا پیغام آیا کہ مجھے بھی اس میں سے کھلاؤ تو اُن کے لئے بھی لے کر گئیں۔ اسی طرح ماموں طاری (حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ) آئے اور اُن کے کہنے پر اُن کو بھی کھلائی۔

وفات سے کچھ عرصہ پہلے اُمّی نے خواب دیکھا کہ میں سڑک پر چلتے چلتے تھک کر کنارے پر بنی ہوئی چھوٹی دیوار پر بیٹھ گئی ہوں اتنے میں ایک کار آکر رکی ہے اس میں سے حضرت مصلح موعود اترے ہیں اور مجھے کہتے ہیں باچھی تھک گئی ہو؟ آؤ! میرے ساتھ کار میں چلو۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 19 دسمبر 2011ء)

آپ کو سیر وسیاحت کا بہت شوق تھا۔ ہر سال لندن اور کبھی امریکہ بھی جاتیں۔ پاکستان کے شمالی علاقوں میں بھی گئیں۔ ٹینٹ میں بھی رہیں۔ کئی کئی گھنٹے کا بس کا سفر کیا۔ ہر جگہ خوب لطف اٹھایا۔ آپ امریکہ سے واپس آتے ہوئے لندن میں تھیں کہ گلے کے عضلات پر فالج کا حملہ ہوا۔ پاکستان آکر مورخہ 29 اگست 2006ء کو فضلِ عمر ہسپتال ربوہ میں دوپہر ایک بجے 79 سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی۔ آپ کی نماز جنازہ 31 اگست کو پانچ بجے شام بعد نماز عصر مسجد مبارک میں ادا کی گئی۔

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ صاحبزادی امۃ الباسط صاحبہ کے بارے میں خطبہ جمعہ میں ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"خلافت سے بے انتہا محبت کا تعلق تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ ان کے چھوٹے بھائی تھے۔ خلافت کے بعد وہ احترام دیا جو خلافت کا حق ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے جو دوسرے بہن

بھائی ہیں انہوں نے ایک دفعہ باتوں میں اُن سے پوچھا کہ پہلے تو نام لیتے تھے اب ادب واحترام کے دائرے میں ان کو مخاطب کرنے یا اُن سے بات کرنے کے لیے آپ کس طرح اُن کو مخاطب کرتی ہیں۔ تو کہنے لگیں کہ اب وہ خلیفہ ٔوقت ہیں۔ مَیں تو خلیفہ وقت ہی کہتی ہوں تا کہ خلافت کا احترام قائم رہے اور ذاتی رشتوں پر خلافت کا رشتہ مقدم رہے۔ میرے بارے میں کسی نے پوچھا کہ اب کس طرح مخاطب کریں گی تو فرمانے لگیں کہ میرے نزدیک خلافت کا رشتہ سب سے مقدم ہے۔ جس طرح حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کو مخاطب کرتی تھی اسی طرح ان کو مخاطب کروں گی۔ خلافت کے بعد اپنی خالاؤں میں میری سب سے پہلی ملاقات شاید ان سے ہوئی اور ان کی آنکھوں میں، الفاظ میں، بات چیت میں جو فوری غیر معمولی احترام مَیں نے دیکھا وہ حیران کن تھا۔ گو کہ میرے جو باقی بڑے رشتے تھے انہوں نے بھی اسی طرح اظہار کیا ہے، لیکن ان کو اور میری ایک اور بزرگ ہیں ان کو مَیں نے فوری طور پر مل لیا تھا اور پہلا موقع تھا اس لئے فوری دل پر نقش ہو گیا.... خلافت سے محبت کے سلسلے میں ایک اور بات (بتادوں)۔ اب جب اس دفعہ جلسہ پہ آئی ہوئی تھیں۔ بڑی کمزور تھیں اور ہلکا ہلکا بیماری کا اثر بھی چل رہا تھا۔ کسی نے کہا کہ آپ اب گھر آرام سے رہیں، دوبارہ نہ آئیں آپ کی صحت ٹھیک نہیں ہے۔ کہنے لگیں کہ مَیں تو خلیفہ وقت سے ملنے کے لئے آتی ہوں۔ اور جب تک ہمت ہے آتی رہوں گی۔ خلافت سے انتہائی محبت تھی۔"

(خطبہ جمعہ یکم ستمبر 2006ء)

نہ روک راہ میں مولا شتاب جانے دے
کھلا تو ہے تری "جنت کا باب" جانے دے
مجھے تو دامن رحمت میں ڈھانپ لے یونہی
حساب مجھ سے نہ لے، بے حساب جانے دے

(کمپوزڈبائی: عائشہ منصور چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿38﴾ ﴿مشاہدات۔610﴾

محترم سید میر داؤد احمد صاحب

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

يٰۤاَيَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ۝ ارۡجِعِىۡۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرۡضِيَّةً ۝ فَادۡخُلِىۡ فِىۡ عِبٰدِىۡ ۝ وَادۡخُلِىۡ جَنَّتِىۡ ۝

(الفجر:28-31)

کہ اے نفسِ مطمئنہ! اپنے ربّ کی طرف لَوٹ جا، راضی رہتے ہوئے اور رضا پاتے ہوئے۔ پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

معزز سامعین! آج مجھے محترم سید میر داؤد احمد صاحب کی سیرت اور خصائص پر روشنی ڈالنی ہے۔

آپ کے خصائص اور شمائل بیان کرنے سے قبل مجھے ایک حدیث یاد آرہی ہے جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے بہترین لیڈرز اور امراء وہ ہیں جن سے تم محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت کرتے ہیں۔ تم اُن کے لئے دعا کرتے ہو اور وہ تمہارے لئے دُعا کرتے ہیں۔

اُستاد اُن شخصیات میں سے ایک ہے جن پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان پورا اُترتا دکھائی دیتا ہے۔ آج دنیا میں پھیلے محترم سیّد میر داؤد احمد صاحب کے سینکڑوں شاگرد آپ سے اب بھی جب کہ آپ کی وفات کو 50 سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے محبت کرتے ہیں اور آپ اور آپ کے فیملی ممبرز کے لئے دعاگو بھی رہتے ہیں کیونکہ مکرم میر صاحب مرحوم و مغفور نے ہم شاگردوں سے جہاں پل پل محبت کی وہاں اپنی شب و روز کی دعاؤں سے نہ صرف ہمیں سینچا بلکہ ہمیں دعاؤں کے آداب اور طریق بھی سکھلائے جیسے مجھے اب بھی یاد ہے کہ استاذی المحترم نے رمضان میں افطاری کے وقت دعائیں کرنے کی طرف ہم طلبہ کو

راغب کیا۔ آپ نے اپنی دعاؤں، اپنے اعمال اور تدریسی تعلیم سے ہم طلبہ کو ایسا سنوارا کہ ہم میں ہر ایک یہ کہنے پر مجبور ہے کہ

جہاں جہاں ہے مری دشمنی، سبب مَیں ہوں
جہاں جہاں ہے میرا احترام، تم سے ہے

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ابتدائی زمانہ کے الہام "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الصِّھْرَ وَالنَّسَبَ" کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اُس نے سُسرال اور باپ دادوں دونوں طرف سے تجھے (یعنی حضرت مسیح موعودؑ کو) نجیب الطرفین بنایا۔ کے مطابق حضرت سید میر داؤد احمد صاحب مرحوم، آپ علیہ السلام کے اِس صِہری شجرہ کی ایک شاخ تھے۔ آپ، حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ کے فرزندِ اکبر اور حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کے پوتے تھے جن کی دُخترِ نیک اختر حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ الٰہی بشارتوں کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عقد میں آئیں۔

آپ ایک صدی قبل 12 اگست 1924ء کو حضرت میر محمد اسماعیل صاحب کے مکان "الصفہ" قادیان میں پیدا ہوئے جہاں اُس وقت آپ کے والدِ محترم رہائش پذیر تھے۔ آپ کی پیدائش کی اطلاع حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو 1924ء کے تاریخی سفر یورپ کے دوران اُس وقت ملی جب آپؓ "بیتُ المقدس" میں مقیم تھے۔ حضورؓ نے جواب میں مبارکباد کا تار بھجوایا اور لکھا "بچے کا نام محمد داؤد رکھا جائے"

(الفضل 21 اگست 1924ء)

مکرمہ سیدہ نصیرہ بیگم صاحبہؓ دُختر حضرت میر محمد اسحاق صاحب فرماتی ہیں کہ حضورؓ نے آپ کا نام "محمد داؤد" رکھا جسے بدلنے کا سوال نہ تھا مگر میری خواہش تھی کہ نام "داؤد احمد" ہو۔ اللہ تعالیٰ نے میری خواہش یوں پوری کر دی کہ حضورؓ ایک سفر سے واپسی پر ہم سب کے لئے تحفے لائے اور داؤد احمد کے تحفہ پر لکھا ہوا تھا۔ "داؤد احمد کے لئے" پس اس کے بعد مَیں نے داؤد احمد کہنا شروع کر دیا۔

(سیرت داؤد صفحہ 19)

سامعین! مؤرخین نے لکھا ہے کہ آپ نے اپنی والدہ محترمہ کے علاوہ حضرت مریم بیگم صاحبہؓ اہلیہ حضرت پیر مظہر الحقؓ سے بھی دودھ پیا۔ آپ نے قرآن سادہ اور ترجمہ اپنے والدین سے پڑھا۔ حدیث کا علم اپنے والدِ مکرم حضرت میر محمد اسحاقؓ سے ورثہ میں ملا۔ گھر میں قرآن و احادیث کے درس، نمازوں کی باجماعت ادائیگی حتّٰی کہ بعض دفعہ نماز تراویح بھی ادا ہوتیں۔ یوں آپ کے علم میں اضافہ ہوا اور قرآن کا اکثر حصہ حفظ کر لیا۔ آپ کو قرآن کے ساتھ عشق کی حد تک پیار تھا۔ آپ صبح نماز فجر کے بعد قرآن کریم کی تلاوت باقاعدگی سے کرتے اور گھر میں بچوں سے بھی تلاوتِ قرآن کرواتے اور ان کی نگرانی بھی کیا کرتے۔ رمضان میں نماز ظہر کے بعد مسجد مبارک میں ایک پارے کا روزانہ درس ہوتا۔ آپ اُس میں سالہا سال باقاعدگی سے شامل ہوتے رہے۔ خاکسار نے خود دیکھا کہ آپ جہاں درس میں شامل ہوتے وہاں جامعہ کے طلبہ کی نگرانی بھی کرتے۔ اگر دورانِ درس کوئی سو رہا ہوتا یا باتیں کرتا تو خاموشی سے منع فرماتے حتّٰی کہ مَیں نے دیکھا کہ چھوٹے سے کاغذ پر ہدایت لکھ کر اُس متعلقہ طالب علم کی طرف بھجوا کر اُسے توجہ دلاتے۔

آپ نے صحابہؓ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا جیسے حضرت مولوی محمد دین صاحب، حضرت صوفی غلام محمد صاحب۔ آپ بہت ذہین و فطین اور محنتی طالبِ علم تھے۔ کھیلوں میں بیڈ منٹن کے شوقین تھے اور ایک اچھے کھلاڑی تھے۔ شکار کے بھی شوقین تھے۔ تیراکی اور کَشتی رانی کا بھی شوق تھا اور بڑے شوق سے دریا اور نہر پر پکنک منانے کے لئے جاتے۔

سامعین! آپ کو عین جوانی کے عالَم میں اپنے والدِ مکرم کی وفات کا صدقہ برداشت کرنا پڑا جس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنی کفالت میں لے لیا جس کا ذکر حضرت مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابعؒ) نے یوں فرمایا کہ:

”حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی کفالت اور توجہ کے باعث میر داؤد احمد صاحب میں ایک نمایاں تبدیلی واقع ہوئی اور آپ جماعتی کاموں کی طرف زیادہ متوجہ ہوئے۔“

(سیرت داؤد صفحہ 25)

سامعین! حضورؓ نے اپنی صاحبزادی امۃ الباسط بیگم صاحبہ کے نکاح کا اعلان 30 مارچ 1945ء کو مجلس مشاورت کے موقع پر بعد نماز جمعہ مسجد نور قادیان میں آپ کے ساتھ کیا۔ حضورؓ نے اِس بیٹی کے ساتھ اپنے تین بیٹوں کے بھی نکاح کا اعلان فرمایا۔ جس پر حضورؓ نے فرمایا کہ یوں مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِس قول کو پورا کرنے کے لئے کیا۔ کیونکہ ان میں سے تین کی والدہ وفات پا چکی ہیں۔

غموں کا ایک دن اور چار شادی

فسبحان الذی اخزی الاعادی

آپ کی، محترمہ صاحبزادی امۃ الباسط صاحبہ سے درج ذیل اولاد ہوئی۔

1۔ مکرمہ سیّدہ امۃ المصور احمد صاحبہ زوجہ مکرم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا مغفور احمد صاحب۔امیر جماعت احمدیہ امریکہ

2۔ مکرم سید میر قمر سلیمان احمد صاحب۔ وکیل وقفِ نو تحریک جدید ربوہ

3۔ مکرمہ سیّدہ امۃ الواسع ندرت صاحبہ زوجہ مکرم مرزا مظفر احمد صاحب

4۔ مکرمہ سیّدہ امۃ الناصر نصرت صاحبہ زوجہ مکرم صاحبزادہ مرزا غلام قادر صاحب شہید

پارٹیشن پر لاہور پہنچتے ہی حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد پر آپ نے تعلیم حاصل کرنا شروع کی۔ بعد ازاں فرقان فورس میں بڑے جذبے اور جوش سے حصہ لیا۔ آپ نے 20 سال کی عمر میں 22 مئی 1944ء کو زندگی وقف کی۔ وقفِ زندگی کے بعد عملی زندگی میں اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ کے تحت دینی تعلیم تدریس کے جوہر آپ پر کھلے۔ آپ جامعۃُ المبشرین کی ہر کلاس میں اعلیٰ نمبروں میں کامیاب ہوتے رہے۔ تقریر و تحریر بھی نمایاں تھی۔ آپ بہت زیرک، ہوشیار اور ذہین و فطین طالب علم تھے۔

جامعۃ المبشرین سے فارغ ہونے کے بعد تحریک جدید اور صدر انجمن احمدیہ کے مختلف شعبہ جات اور دفاتر میں خدمات کی توفیق ملی۔ آپ نہایت صائب الرائے اور آپ کے مشورے بڑے ٹھوس دلائل اور حقائق پر مبنی ہوتے۔ جامعۃُ المبشرین میں تعلیم کے دوران ہی آپ کو مجلس شوریٰ میں نمائندگی کا اعزاز حاصل ہو چکا تھا جو تادم وفات جاری رہا۔ اس دوران سب کمیٹیز کے ممبران اور بعض اوقات سیکرٹری کمیٹی کے

طور پر بھی خدمت کی توفیق ملتی رہی ۔ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے نام واقفین زندگی کی طرف سے ایک خط لکھا جس میں یہ شعر بھی درج تھا۔

اگر ہر بال ہو جائے سُخن ور
تو پھر بھی شکر ہے امکاں سے باہر

آپ مجلس افتاء کے بھی ممبر رہے۔ آپ کو اپریل 1955ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ہمراہ انگلستان جانے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے حضورؓ کے ارشاد پر ڈیڑھ سال کا عرصہ برطانیہ میں اعلیٰ تعلیم کے حصول اور دینی خدمات بجالانے میں گزارا۔ آپ وہاں اعزازی مبلغ کے طور خدمت بجالاتے رہے۔

سامعین! 1957ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے جامعۃُ المبشرین کا جامعہ احمدیہ کے ساتھ الحاق کر کے ایک ادارہ بنادیا تو آپ کو اِس کا پرنسپل مقرر فرمایا۔ جس کے تادم وفات آپ سربراہ رہے۔ یہ عرصہ 16 سال کا بنتا ہے۔ اِسی دوران جامعہ احمدیہ کی نئی عمارت تعمیر ہوئی اور جامعہ احمدیہ نے بہت ترقی کی۔ آپ ہی کے دَور میں ہوسٹل جامعہ احمدیہ اور مسجد حَسن اقبال کی تعمیر عمل میں آئی۔ نیز مجلہ الجامعہ کا اجراء بھی ہوا۔

خاکسار کو بھی عرصہ تین سال آپ کے دَورِ پرنسپل میں جامعہ میں تعلیم حاصل کرنے کا شرف حاصل رہا۔ گو خاکسار نے آپ سے کوئی تدریس تو حاصل نہ کی لیکن بہت باریک بینی کے ساتھ آپ کی سیرت و شمائل کا مطالعہ کیا۔ آپ، طلبہ کو اپنے بچے سمجھتے ہوئے شفقت اور پیار سے سلوک کرتے۔ آپ بظاہر سخت طبیعت کے لگتے تھے مگر آپ کی طبیعت، احسان اور شفقت سے گندھی ہوئی تھی۔ آپ طلبہ کو زبان سے کم ہی نصیحت کرتے تھے۔ ہم طلبہ آپ کی آنکھوں اور ہاتھ کے اشارے کو سمجھتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ آپ عام دنوں میں مسجد مبارک اور جمعہ کے روز مسجد اقصیٰ کا ایک چکر لگا کر طلبہ کو دیکھتے تھے۔ طلبہ کے لباس اور چال ڈھال پر نگاہ ہوتی۔ مسجد میں کسی طالب علم کو تہبند پہننے کی اجازت نہ تھی۔ پتلون پہننے کی صورت میں شرٹ، پتلون کے اندر کرنے کی اجازت نہ تھی۔ ایک دفعہ ایک طالب علم نے پتلون کے اندر شرٹ کر رکھی تھی۔ آپ نے اُس طالبِ علم کو شرٹ باہر نکالنے کو کہا مگر طالبِ علم اِس کے لئے تیار نہ تھا۔ جب آپ نے اُس طالبِ علم کو مجبور کیا تو کیا دیکھا کہ اُس نے لمباجُبّہ پہن کر پتلون کے اندر کر رکھا ہے۔ پوچھنے

پر بتایا کہ میر صاحب! دھوبی کپڑے نہ لایا تھا اور پروگرام میں شامل بھی ہونا ضروری تھا۔ اس لئے پہن آیا۔ میر صاحب نے اُسے واپس ہوسٹل بھجوادیا اور شام کو شلوار قمیض کا نیا جوڑا اُس طالبِ علم کو بھجوایا۔ ایک طالب علم تہبند کے ساتھ جب مسجد میں نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لئے آیا تھا تو آپ نے اُسے واپس بھجوادیا۔ جب جامعہ میں یونیفارم لاگو ہوا تو کالے جوتے تسمے والے مقرر ہوئے جسے ہم بوٹ کہتے ہیں۔ خاکسار کو میرے والدِ محترم نے گرگابی خرید کر ابھی دی ہی تھی۔ مَیں نے میر صاحب سے عرض کی کہ ابھی نئے جوتے خریدے ہیں اور دوبارہ خریدنے کی سکت نہیں تو آپ نے مکرم پی ٹی آئی صاحب کو بلوا کر خاکسار کو نئے بوٹ خریدنے کا ارشاد فرمایا اور مجھے فرمایا۔ ڈسپلن، ڈسپلن ہے جسے ہر صورت میں قائم رکھنا ہے۔

سامعین! آپ طلبہ کی بہت نرمی اور باریک بینی کے ساتھ تربیت فرماتے۔ مَیں پہلے کہہ آیا ہوں کہ آپ زبان سے کم، ہاتھ اور آنکھ کے اشاروں سے تربیت زیادہ کرتے تھے۔ قلم کے ذریعہ تربیت کرتے۔ ہمارے ایک مرحوم کلاس فیلو بازار میں ٹوپی ہاتھ میں پکڑے گھوم رہے تھے۔ آپ جب پیچھے سے گزرنے لگے تو اپنی سائیکل آہستہ کر کے اُس کی ٹوپی ہاتھ سے پکڑ سر پر ڈال کر چل دیئے۔ ایک طالبِ علم میں کسرِ نفس پیدا کرنے کے لئے سرزنش یوں کی کہ اسٹور سے تکاری اور کسّی اپنے ہاتھوں سے نکال کر اُس طالب علم کو یہ کہتے ہوئے دی کہ مَیں نے آتی دفعہ سڑک کے فلاح حصہ میں گھوڑے کی لِید پڑی دیکھی ہے۔ وہ اچھی نہیں لگ رہی اُسے اٹھادیں۔ طلبہ کے لئے بہترین سزا مسجد مبارک میں اعتکاف ہوا کرتا تھا۔ پھر کبھی کبھار اُن کے کھانے کا اہتمام بھی خود فرماتے۔

سامعین! طلبہ سے محبت اور نگرانی کا ایک واقعہ بیان کر کے آپ کی دیگر خدمات کی طرف بڑھتے ہیں۔ ایک سال پیدل سفر میں ہم 5 طلبہ پہلے ہی دن 70 میل کا سفر کر کے شاہ کوٹ پہنچ گئے۔ آپ کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ہم ایک دن میں اتنا لمبا فاصلہ طے کر لیں گے۔ ہم نے پورے 6 ماہ تیاری کر رکھی تھی۔ آپ اپنی گاڑی میں ہمیں تلاش کرتے رہے اور فکر مند بھی تھے۔ آپ نے شاہ کوٹ پہنچ کر مختلف جگہوں میں ہمیں تلاش کیا۔ گورنمنٹ کالج بھی گئے کیونکہ اُس رات جناب حنیف رامے وزیر اعلیٰ پنجاب کی آمد تھی۔ حتّٰی کہ ہمیں سینما گھر میں جا کر بھی چیک کیا۔ جب بسیار کوشش کے ہم نہ ملے تو واپس چلے گئے یہ کہتے

ہوئے کہ اِس سے آگے نہیں جاسکتے۔ جب تیسرے دن پنڈی بھٹیاں کے قریب ہم سے ملاقات ہوئی تو ہم نے اپنے ساتھ بیتاہوا واقعہ سنایا جس میں ہمیں دوسری بار زندگی ملی تھی تو بہت پریشانی کا اظہار کیا اور کنیوں اور کیلوں کے ساتھ ہماری تواضع کی۔

پڑھایا جس نے اُس پر بھی کرم کر
جزا دے دین اور دنیا میں بہتر
رہِ تعلیم اک تو نے بتا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

سامعین! آپ ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز بھی تھے۔ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ میں مختلف حیثیتوں سے خدمات سرانجام دیں جیسے مجلس خدام الاحمدیہ میں مہتمم مال، وقار عمل، خدمت خلق اور معتمد سے ترقی کرتے ہوئے 1960ء سے 1962 تک صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھی رہے۔ اپنی اِس صدارت کے دوران 1962ء میں مشرقی پاکستان حال بنگلہ دیش کا 10 دن کا دَورہ بھی فرمایا جو مجلس خدام احمدیہ کی مضبوطی اور بیداری کا موجب ہوا۔ آپ کی صدارت کا ایک اہم کارنامہ ایوانِ محمود کی بنیاد تھی۔ آپ کے سپرد جو اہم شعبے تھے اُن میں ایک افسر جلسہ سالانہ تھا۔ ہم نے آپ کو یہ خدمت بھی بجالاتے دیکھا ہے۔ نہایت مستعدی کے ساتھ اور جان جوکھوں میں ڈال کر اس خدمت میں رات دن مصروف رہتے تھے۔ اکرامِ ضیف اور مہمانوں کے آرام و دیکھ بھال کا خاص خیال رکھتے اور اپنے ماتحت خدمت بجالانے والے ناظمین و کارکنان کی بہت قدر کرتے اور پوری عزت دیتے تھے۔

سامعین! آپ کے ذمہ ایک خدمت ناظر خدمت درویشاں بھی رہی۔ قیام پاکستان کے بعد قادیان کے درویشان اور احمدیوں کی دیکھ بھال کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے صدر انجمن احمدیہ میں ایک نظارت کا اضافہ فرمایا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے 1966ء میں آپ کو ناظر خدمت درویشان مقرر فرمایا۔ آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کا دو بار پرائیویٹ سیکرٹری رہنے کا بھی اعزاز حاصل ہے۔ این سعادت بزور بازو نیست۔

ایک دفعہ آپ کو ایک خاص شعبہ کی سپردگی کی وجہ سے اضافی الاؤنس دینے کا فیصلہ ہوا۔ آپ نے فرمایا مجھے جو الاؤنس ملتا ہے وہ 24 گھنٹے یومیہ خدمت کا ہے۔ جو گزارہ مجھے مل رہا ہے یہ سلسلہ کا احسان ہے۔ اِس لئے میرے اضافی الاؤنس کا فیصلہ واپس لیا جائے۔

(سیرت داؤد صفحہ 125)

آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی وفات کا المناک صدمہ برداشت نہ کرسکے اور بیمار رہنے لگے۔ بلڈ پریشر کی تکلیف ہوگئی تھی۔ 1973ء کے آغاز پر یہ تکلیف اتنی بڑھ گئی جو جان لیوا ثابت ہوئی۔ آپ علاج کی غرض سے پشاور اور راولپنڈی بھی بھجوائے گئے۔ ہر طرح کا علاج کروایا گیا مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے آپ کی وفات سے دو تین روز قبل خطبہ جمعہ میں آپ کی بیماری کا ذکر کرکے آپ کے لیے احبابِ جماعت کو دُعا کی درخواست کی۔ حضور نے آپ کی خوبیوں کا تذکرہ یوں فرمایا:

”جو دوست کام کرتے ہوئے شہید ہو جاتے ہیں، وہ اپنے پیچھے نشان چھوڑ جاتے ہیں، جن کو خداتعالیٰ زندہ رکھتا ہے۔ وہ اس کام میں پورے انہماک میں آگے بڑھ جاتے ہیں۔ کام کی اہمیت اور جو فریضہ ان کے سپرد کیا گیا ہے، اس کو آخری انجام تک پہنچانے کا احساس توجہ کے ہر گوشے کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اس کی ان چیزوں یعنی بیماریوں اور اموات کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ یہی وہ اصل کام ہے، جسے یاد رکھنا اور جس کی خاطر ہر دکھ کو بھلا دینا چاہیئے۔“

بالآخر 24 اور 25 اپریل کی نصف شب اپنے مولیٰ سے جا ملے۔ 25 اپریل بروز بُدھ آپ کا جنازہ آپ کے گھر سے اُٹھایا گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے خود کندھا دیا اور بہشتی مقبرہ میں بعد نماز عصر حضور رحمہ اللہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور قطعہ خاص میں تدفین عمل میں آئی۔

خوبیاں بھر دی تھیں مولیٰ نے دلِ داؤد میں
خادمِ محمود پہنچا خدمتِ محمود میں
سونپا ہے تمہیں خالق و مالک کی اماں میں
سوئے ہو یہاں آنکھ کھُلے باغِ جناں میں

سامعین! حضرت مولانا ابو العطاء صاحب نے آپ کی وفات پر اِس امر کا اظہار فرمایا کہ میر صاحب مرحوم پر ان عربی اشعار کا پورا پورا اطلاق ہوتا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے وہ شخص! تیری ماں نے جب تجھے جنا تھا تو تُو رو رہا تھا اور لوگ تیرے ارد گرد ہنس رہے تھے۔ اب تیرے کوچ کرنے پر لوگ رو رہے ہیں اور تُو خوش و خرم خدا کی طرف جا رہا ہے۔

سامعین! مَیں اپنی تقریر کا اختتام آپ کے چند اوصاف حمیدہ پر کرنا چاہوں گا۔ عبادتِ الٰہی، ذکر و فکر اور دُعا کا پہلو آپ میں نمایاں تھا۔ مسجد میں پنجوقتہ نمازوں کی ادائیگی کرتے، تہجد کی ادائیگی زندگی کا حصہ تھی۔ تلاوتِ قرآن پاک بڑے درد سے کرتے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کو اللہ تعالیٰ سے محبت کا واحد زینہ کہتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بڑی محبت تھی۔ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ سے کرید کرید کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق باتیں سنا کرتے تھے۔ خلفاء سے انتہاء درجہ سے ادب سے پیش آتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی وفات کے بعد اکثر کہا کرتے تھے کہ اب یہاں دل نہیں لگتا۔ یتامیٰ، غرباء، بنی نوع انسان، مخلوقِ خدا، جامعہ کے طلبہ سے حد سے زیادہ پیار کرتے۔ آپ اپنے لئے یہ دُعا کیا کرتے تھے۔ ہم اللہ کے حضور یہ اُمید رکھتے ہیں کہ یہ دعا آپ کے حق میں پوری ہو چکی ہو گی۔

"اللہ تعالیٰ میرا انجام بخیر کرے۔ مجھے بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کی سعادت عطا فرمائے اور اُن 70 ہزار امتیوں میں شامل فرمائے جن کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ بے حساب بخشے جائیں گے۔"

(سیرت داؤد صفحہ 4)

اے خدا بر تربت او ابر رحمت ہا ببار
داخلش کن از کمال فضل در بیت النعیم

(کمپوزڈ بائی: منہاس محمود۔ جرمنی)

﴾39﴿ ﴾مشاہدات۔584﴿

محترمہ صاحبزادی امۃ النصیر صاحبہ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اَلتَّآئِبُوۡنَ الۡعٰبِدُوۡنَ الۡحٰمِدُوۡنَ السَّآئِحُوۡنَ الرّٰکِعُوۡنَ السّٰجِدُوۡنَ الۡاٰمِرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَالنَّاهُوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَالۡحٰفِظُوۡنَ لِحُدُوۡدِ اللّٰہِ ؕ وَبَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ (التوبہ:112)

اِن آیاتِ کریمہ کا ترجمہ یہ ہے کہ توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، (خدا کی راہ میں) سفر کرنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیک باتوں کا حکم دینے والے اور بُری باتوں سے روکنے والے اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے، (سب سچّے مومن ہیں) اور تُو مومنوں کو بشارت دے دے۔

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے سیرت **"محترمہ صاحبزادی امۃ النصیر صاحبہ"**

محترمہ صاحبزادی امۃ النصیر صاحبہ 13، اپریل 1929ء کو قادیان میں پیدا ہوئیں۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوتی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور حضرت سارہ بیگم صاحبہؓ کی بیٹی تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی بہن اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی خالہ محترمہ تھیں۔

آپ مڈل تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد دینیات کلاس میں دینی علوم سے بہرہ ور ہوئیں جب آپ کی والدہ فوت ہوئیں تو آپ بہت چھوٹی تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ آپ کی غم کی کیفیت اور صبر کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ امۃ النصیر جو تین ساڑھے تین سال کی عمر کی بچی ہے اور ہر وقت اپنی ماں کے پاس رہنے کے سبب اس سے بہت زیادہ مانوس تھی۔ اپنے بھائی کے سمجھانے کے بعد وہ خاموش سی ہو گئیں جیسے کوئی

حیران ہوتا ہے۔ وہ موت سے ناواقف تھیں۔ وہ موت کو صرف دوسروں سے سن کر سمجھ سکتی تھیں۔ نامعلوم اُس کے بھائی نے اُسے کیا سمجھایا کہ وہ نہ روئی، نہ چیخی، نہ چلاّئی، وہ خاموش پھرتی رہی اور جب سارہ بیگم کی لاش کو چارپائی پر رکھا گیا اور جماعت کی مستورات جو جمع ہو گئی تھیں، رونے لگیں تو (صاحبزادی امۃ النصیر) کہنے لگی کہ میری اُمی تو سو رہی ہیں یہ کیوں روتی ہیں؟ میری اُمی جب جاگیں گیں تو مَیں اُن سے کہوں گی کہ آپ سوئی تھیں اور عورتیں آپ کے سرہانے بیٹھ کر روتی تھیں۔ جب ان کی والدہ کی وفات ہوئی ہے تو حضرت مصلح موعودؓ سفر پر تھے اور پیچھے سے اُن کی تدفین ہوگئی تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ جب مَیں سفر سے واپس آیا اور امۃ النصیر کو پیار کیا تو اُس کی آنکھیں پُرنم تھیں لیکن وہ روئی نہیں۔ مَیں نے اُسے گلے لگا کر پیار کیا مگر وہ پھر بھی نہیں روئی۔ حتی کہ مجھے یقین ہو گیا کہ اُسے نہیں معلوم کہ موت کیا چیز ہے۔ مگر نہیں یہ میری غلطی تھی۔ یہ لڑکی مجھے ایک اور سبق دے رہی تھی۔ سارہ بیگم دارالانوار کے نئے مکان میں فوت ہوئیں۔ جب ہم اپنے اصلی گھر دارالمسیح میں واپس آئے تو معلوم ہوا اُس کے پاؤں میں بوٹ نہیں۔ ایک شخص کو بوٹ لانے کے لئے کہا گیا۔ وہ بوٹ لے کر دکھانے کے لئے لایا تو مَیں نے امۃ النصیر سے کہا تم پسند کر لو۔ جو بوٹ تمہیں پسند ہو وہ لے لو۔ وہ دو قدم تو بے دھیان چلی گئی پھر یکدم رکی اور ایک عجیب حیرت ناک چہرے سے ایک دفعہ اُس نے میری طرف دیکھا اور ایک دفعہ اپنی بڑی والدہ کی طرف (یعنی حضرت اُم ناصر کی طرف) جس کا یہ مفہوم تھا کہ تم تو کہتے ہو جو بوٹ پسند ہو وہ لے لو مگر میری ماں تو فوت ہو چکی ہے۔ مجھے بوٹ لے کر کون دے گا؟ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ اُس حالت میں وفورِ جذبات سے اُس وقت مجھے یقین تھا کہ مَیں نے بات کی، یہاں وہاں ٹھہرا رہا تو آنسو میری آنکھوں سے ٹپک پڑیں گے۔ اس لئے مَیں نے فوراً منہ پھیر لیا اور یہ کہتے ہوئے وہاں سے چل دیا کہ بوٹ اپنی اُمی جان کے پاس لے جاؤ۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ لکھتے ہیں کہ ہمارے گھر میں سب بچے اپنی ماؤں کو اُمی کہتے ہیں اور میری بڑی بیوی اُم ناصر کو اُمی جان کہتے ہیں تو مَیں نے جاتے ہوئے مڑ کر دیکھا تو امۃ النصیر اپنے جذبات پر قابو پا چکی تھیں۔ وہ نہایت استقلال سے بوٹ اُٹھائے اپنی امی جان کی طرف جا رہی تھی۔ بعد کے حالات نے اس امر کی تصدیق کر دی کہ وہ اپنی والدہ کے وفات کے حادثے کو باوجود چھوٹی عمر کے خوب سمجھتی ہے۔

(ماخوذ از میری سارہ از انوار العلوم جلد 13 صفحہ 186-187)

والدہ کی وفات کے بعد آپ کی پرورش حضرت اماں جانؓ نے کی اور بہت محبت دی۔ آپ کو بھی حضرت امّاں جان سے بہت محبت تھی۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر 13 سال کی عمر میں منتظمہ دارالمسیح کا فریضہ سرانجام دیا۔ سیکرٹری ناصرات قادیان بھی رہیں۔

26 دسمبر 1951ء کو حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کا نکاح ہمراہ محترم پیر معین الدین صاحب ولد محترم پیر اکبر علی صاحب ایک ہزار روپے حق مہر پر پڑھا۔ خطبہ نکاح میں حضورؓ نے فرمایا کہ احباب کو معلوم ہو گا کہ میں اپنی لڑکیوں کا نکاح صرف واقفین زندگی سے کر رہا ہوں اور اس رشتہ میں بھی میرے لئے یہی کشش تھی کہ لڑکا واقف زندگی ہے۔

(خطبات محمود جلد 3 صفحہ 615)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار بیٹیوں اور ایک بیٹے سے نوزا جن میں صاحبزادی امۃ الصبور صاحبہ، صاحبزادی امۃ الشکور صاحبہ، صاحبزادی امۃ الغفور صاحبہ، صاحبزادی امۃ النور صاحبہ اور پیر محی الدین طاہر احمد صاحب شامل ہیں۔

آپ کے خاوند محترم پیر معین الدین صاحب کے خاندان کی اکثریت غیر از جماعت تھی لیکن آپ نے اُن کے ساتھ بھی بڑا تعلق نبھایا۔ اُن کے آپ کا ساتھ سلوک بہت محبت اور پیار اور احترام کا تھا اور سب ان کی بہت قدر کرتے اور محبت سے ان کا ذکر کرتے ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کو مختلف مواقع پر آنے والی خوابوں اور رؤیا میں دیکھا۔ چنانچہ ''رؤیا و کشوف سیدنا محمود'' میں رؤیا نمبر 407، 507 اور 608 میں خاص طور پر آپ کا ذکر موجود ہے۔ 11 دسمبر 1954ء کے رؤیا کے بارہ میں حضور فرماتے ہیں کہ

''انہوں (حضرت سارہ بیگم صاحبہ۔ ناقل) نے کہا کہ آپ تو مجھ سے خفا ہو گئے ہیں۔ میں نے کہا تم نے تو مجھے چھیرو (امۃ النصیر) جیسی بیٹی دی ہے۔ میں خفا کیسے ہو سکتا ہوں''

1949ء میں حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت امّاں جانؓ کے ساتھ اُن کی گاڑی میں ربوہ آنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ آپ فرمایا کرتی تھیں کہ یہ میری زندگی کا یادگار واقعہ ہے۔ مسجد مبارک ربوہ کی سنگِ بنیاد کی

تقریب میں ایک اینٹ پر دعا کرنے والی خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی خواتین میں شامل تھیں۔ جب ربوہ آباد ہوا تو کچے مکان تھے۔ ان کو وہاں بھی ربوہ کے کچے مکانوں میں لجنہ کی خدمت کی توفیق ملی۔ پھر ان کو صدر لجنہ حلقہ دارالصدر شمالی بڑا لمبا عرصہ خدمت کی توفیق ملی۔ 1973ء سے 2007ء تک لجنہ کی مجلس عاملہ ربوہ میں خدمت کی توفیق پاتی رہیں۔ آپ کو ہجرت کے بعد رتن باغ لاہور میں بھی لجنہ کی خدمت کی توفیق ملی۔ آپ رتن باغ لاہور میں حضرت صالحہ بیگم اہلیہ حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ کے ساتھ رات کو دورہ کیا کرتی تھیں اور جن کے پاس اوڑھنے کو کپڑا نہیں ہوتا تھا اُن کو کمبل وغیرہ دیا کرتی تھیں۔

سامعین! آپ اس بات کا بہت خیال رکھتی تھیں کہ آپ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی ہیں اور یہ کہ آپ کی وجہ سے حضور رضی اللہ عنہ کی ذات پر کوئی حرف نہ آئے۔ ایک واقعہ جو آپ نے کئی اجلاسات میں بھی سنایا کہ ایک دفعہ آپ اپنے بھائی کے گھر جا رہی تھیں جو سڑک کے دوسری طرف تھا۔ یعنی ادھر ان کا گھر ہے اور سڑک کے پار بھائی کا گھر تھا کہ سامنے تو بھائی کا گھر ہے جہاں جانا ہے تو آپ نے بجائے اس کے کہ باقاعدہ برقعہ پہنیں اور نقاب باندھیں برقعہ کا نچلا حصہ سر پر ڈال لیا۔ برقعہ کا جو کوٹ ہوتا ہے وہ سر پر ڈال کے گھونگٹ نکال کے چل پڑیں۔ جب گھر سے باہر نکلیں اور سڑک کے درمیان میں پہنچیں تو دیکھا کہ حضرت مصلح موعودؓ بھی سڑک پر تشریف لا رہے ہیں۔ پرانے زمانے کی بات ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ قصرِ خلافت سے اس طرف آ رہے تھے۔ فرماتی ہیں کہ میرے پاس اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ چنانچہ مَیں اسی طرح اپنے گھر آ گئی۔ میرا خیال تھا کہ حضور کا دھیان میری طرف نہیں ہو گا۔ اگلے روز جب مَیں ناشتے کے وقت حضور سے ملنے گئیں تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا۔ دیکھو! تم ایک قدم آگے بڑھاؤ گی تو لوگ دس قدم آگے بڑھائیں گے۔ پس پردے کا خیال، لحاظ رکھو۔ اس طرح حضرت مصلح موعودؓ اپنے بچوں کی تربیت فرمایا کرتے تھے۔

آپ کا اپنے بھانجے بھانجیوں، بھتیجے بھتیجیوں سے بڑی بے تکلفی اور پیار کا تعلق تھا اور وہ سب ان سے راز داری بھی کر لیتے تھے اور اسی بے تکلفی کی وجہ سے اُن کی نصیحت کو سنتے بھی تھے اور بُرا نہیں مناتے تھے۔ ڈانٹ بھی اُن کی پیار اور ہنسی کے ساتھ ہوتی تھی۔ اگر نصیحت کرنی ہوتی تو ہمیشہ حضرت مسیح موعود علیہ

الصلوۃ والسلام، حضرت اماں جان (اُمّ المومنینؓ) اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعات سنا کر تنبیہ اور نصیحت فرمایا کرتی تھیں۔ اُن کی ایک بھانجی بیان کرتی ہیں کہ ایک موقع پر اُن سے اور ایک کزن سے غیر ارادی طور پر ایک ایسی غلطی ہوئی جس غلطی میں لطیفہ بھی تھا۔ دونوں بے چین تھیں کہ کسی بڑے کو بھی اس میں شامل کیا جائے لیکن جس طرف نظر دوڑاتے تھے یہی نظر آتا تھا کہ ڈانٹ پڑے گی۔ آخر دونوں ان کے پاس آئیں۔ انہوں نے بڑے تحمل سے ان کی بات سنی۔ لطیفہ بھی ایسا تھا کہ ہنسی بھی آئی اور پھر اُن کو پیار سے ڈانٹا بھی اور بتایا کہ ایسے موقع پر اسلامی تعلیم اس طرح کی ہے۔ تو کوئی موقع بھی اسلامی تعلیم کا، احمدیت کی روایات بیان کرنے کا ضائع نہیں کرتی تھیں۔ جب بھی موقع ملتا اس لحاظ سے سمجھانے کی کوشش کرتیں۔

سامعین! ایک مرتبہ جب حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا کی طبیعت خراب تھی تو حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی دو بیویوں کی رات کی ڈیوٹی حضرت اماں جانؓ کی دیکھ بھال کے لیے لگائی کہ باری باری جایا کریں تو حضرت امّاں جانؓ نے فرمایا کہ میرے لئے تو یہ بچی ٹھیک ہے۔ مجھے اسی کی عادت ہو گئی ہے۔ کسی اور کو میرے پاس بھیجنے کی ضرورت نہیں۔ حضرت اماں جانؓ بھی آپ سے بہت محبت اور پیار کا سلوک کرتی تھیں۔

آپ کا ملازموں کے ساتھ بھی بہت شفقت کا سلوک تھا۔ جو بچیاں گھر میں پل بڑھ کے جوان ہوئیں، اُن کا جہیز چھوٹی عمر سے ہی بنانا شروع کر دیا۔ شادیوں کے اخراجات بھی ادا کئے۔ بعض دفعہ دیکھنے میں آیا کہ کام کرنے والی خاتون اور اُن کی بیٹیوں نے انتہائی بدتمیزی کی۔ بعض نے مشورہ دیا کہ فوراً فارغ کر دینا چاہیے مگر فرماتی رہیں کہ ابھی تو مَیں نے ان کی شادیاں کرنی ہیں۔ شادی کے بعد اُن کے دکھ سکھ میں شامل ہوتی تھیں۔ احسان کرتے وقت طریق ایسا اختیار کرتیں کہ اگلے کو محسوس نہ ہو۔ عبادات اور چندوں میں غیر معمولی باقاعدگی تھی اور کوشش ہوتی تھی کہ اپنے اوپر اگر تکلیف بھی وارد کرنی پڑے تو زیادہ سے زیادہ کریں اور ان فرائض کو کبھی پَرے نہ کریں۔ 1944ء میں جب حضرت مصلح موعودؓ نے جائیدادیں وقف کرنے کی تحریک کی تو آپ نے اپنا تمام زیور اس میں پیش کر دیا۔ اُن کو ہر طرح مختلف موقعوں پر خدمت کا موقع ملا اور کبھی یہ نہیں ہوا کہ اُن کو کسی عہدے کی خواہش ہو۔ عہدہ رکھتے ہوئے بھی اگر ایک معمولی سا

کام کہا گیا تو فوراً اُس کے لئے تیار ہو جاتی تھیں۔ علمی اور انتظامی لحاظ سے، دینی تعلیم کے لحاظ سے بڑی باصلاحیت تھیں۔ آپ کی ایک صاحبزادی بیان کرتی ہیں کہ اُمی کی بیماری میں اگر کوئی آپ سے ملاقات کے لئے آتا اور ملاقات نہ ہو سکنے کی وجہ سے واپس چلا جاتا تو آپ کو بہت زیادہ افسوس ہوتا تھا۔ ہمیں بار بار سمجھاتی تھیں کہ کوئی بھی جو ملاقات کے لئے آئے اُسے نہ روکا کرو۔ کبھی منع نہ کیا کرو۔ حضرت مصلح موعودؓ کی ڈیوڑھی سب کے لئے کھلی رہتی تھی، ہر کوئی مل سکتا تھا تو پھر میری طرف سے کیسے انکار ہو سکتا ہے۔

سامعین! جیسا کہ بیان کیا ہے کہ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کی خالہ بھی تھیں، حضور انور نے آپ کی وفات کے بعد خطبہ جمعہ میں اُن کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے فرمایا کہ

”میری والدہ بتایا کرتی تھیں کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمہاری خالہ کو اُن کی والدہ کی وفات کے بعد حضرت اُمِ ناصر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سپرد کر دیا تھا اور اس کا ذکر حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی فرمایا ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اُس وقت میری والدہ کو یہ ہدایت فرمائی تھی کہ ان کا خیال رکھنا۔ میری والدہ ان سے تقریباً 19 سال بڑی تھیں اور بچوں والا تعلق تھا۔ جب میری والدہ کی شادی ہوئی ہے تو اُس وقت ہماری یہ خالہ سات آٹھ سال کی یا زیادہ سے زیادہ نو سال کی ہوں گی۔ جب میری والدہ کی رخصتی ہونے لگی تو خالہ نے ضد شروع کر دی کہ مَیں باجی جان کے بغیر نہیں رہ سکتی مَیں نے بھی ساتھ جانا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے پھر سمجھایا تو خیر سمجھ گئیں۔ خاموش تو ہو گئیں اور بڑی افسردہ رہنے لگیں لیکن وہی صبر اور حوصلہ جو ہمیشہ بچپن سے دکھاتی آئی تھیں اُس کا ہی مظاہرہ کیا۔“

اس کے علاوہ خلافت سے آپ کا جو تعلق اور اطاعت اور محبت تھی اُس کے بارے میں حضور انور فرماتے ہیں:

”مَیں پہلے بھی جب اُن کے گھر گیا ہوں تو ہمیشہ خوب خاطر مدارات کی جس طرح کہ بڑوں کی کی جاتی ہے اور خلافت کے بعد تو اُن کا تعلق پیار اور محبت کا اور بھی بڑھ گیا۔ اطاعت اور احترام بھی اُس میں شامل ہو گیا۔ باقاعدہ دعا کے لئے خط بھی لکھتی تھیں، پیغام بھی بھجواتی تھیں۔ خلافت کے ساتھ اظہار غیر معمولی

تھا۔ یہاں دو مرتبہ جلسے پر آئی ہیں۔ انتہائی ادب اور احترام اور خلافت کا انتہا درجے میں پاس جو کسی بھی احمدی میں ہونا چاہیئے وہ اُن میں اُس سے بڑھ کر تھا۔ اس حد تک کہ بعض دفعہ اُن کے سلوک سے شرمندگی ہوتی تھی۔ خلافت سے محبت اور وفا کے ضمن میں یہ بھی بتا دوں کہ وہ اس میں اس قدر بڑھی ہوئی تھیں کہ کسی بھی قریبی رشتے کی پرواہ نہیں کرتی تھیں اور اس وجہ سے بعض دفعہ اُن کو بعض پریشانیاں بھی اُٹھانی پڑیں لیکن ہمیشہ خلافت کے لئے وہ ایک ڈھال کی طرح کھڑی رہیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 18 نومبر 2011ء)

سامعین کرام! صاحبزادی امۃ النصیر بیگم صاحبہ کا انتقال 12 نومبر 2011ء کو ربوہ میں بعمر 82 سال ہوا۔ آپ عارضہ دل کی وجہ سے طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ میں زیر علاج تھیں۔ آپ کی نماز جنازہ 15 نومبر 2011ء کو بعد نماز ظہر مسجد مبارک میں محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظرِ اعلیٰ و امیر مقامی نے پڑھائی۔ آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ کی اندرونی چار دیواری میں ہوئی۔

مغفرت بے حساب ہو جائے
مرحمت لا جواب ہو جائے
قربِ رحمت مآب حاصل ہو
وصلِ عالی جناب ہو جائے

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

﴿40﴾ ﴿مشاہدات۔650﴾

محترم پیر معین الدین صاحب

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الانعام:163)

کہ میری عبادت اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے سیرت **"محترم پیر معین الدین صاحب"**

محترم پیر معین الدین صاحب مورخہ 25 دسمبر 1925ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد پیر اکبر علی صاحب اپنے علاقہ ضلع فیروز پور کے مشہور سیاست دان تھے۔ علاقہ بھر کے ہندو اور مسلمان آپ کی عزت کرتے تھے۔

آپ نے 26 اکتوبر 1944ء میں جب زندگی وقف کی تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آپ کو آگے تعلیم جاری رکھنے کی ہدایت فرمائی۔ آپ نے گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم ایس سی کیمسٹری کا امتحان پاس کیا۔ آپ دَورِ طالبِ علمی سے ہی سوئمنگ اور پولو کے ماہر کھلاڑی سمجھے جاتے تھے اور اپنے کالج کی سوئمنگ ٹیم کے کپتان بھی رہے۔

ایم ایس سی کرنے کے بعد آپ کا ابتدائی تقرر یکم ستمبر 1949ء میں فضلِ عمر انسٹیٹیوٹ میں ہوا۔ آپ 1957ء تک تحریک جدید کے تحت مختلف خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اس دوران آپ ٹریننگ کے لیے 31 مارچ 1951ء میں انگلینڈ میں بھی مقیم رہے۔ 1957ء میں آپ کا تقرر جامعہ احمدیہ ربوہ میں ہوا۔ اس کی منظوری دیتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا کہ پیر معین الدین صاحب کو جامعۃ المبشرین میں انگریزی پڑھانے پر لگایا جائے۔ آپ 1971ء تک انگریزی پڑھاتے رہے اور پھر یہاں سے یکم جولائی 1971ء میں ریٹائر ہوئے۔

سامعین! 26 دسمبر 1951ء کو حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کا نکاح ہمراہ مکرمہ صاحبزادی امۃ النصیر صاحب جو کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور حضرت سارہ بیگم صاحبہؓ کی بیٹی تھیں ایک ہزار روپے حق مہر پر پڑھا۔ خطبہ نکاح میں حضورؓ نے فرمایا کہ احباب کو معلوم ہو گا کہ مَیں اپنی لڑکیوں کا نکاح صرف واقفینِ زندگی سے کر رہا ہوں اور اس رشتہ میں بھی میرے لئے یہی کشش تھی کہ لڑکا واقفِ زندگی ہے۔

(خطبات محمود جلد 3 صفحہ 615)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار بیٹیوں اور ایک بیٹے سے نوازا جن میں صاحبزادی امۃ الصبور صاحبہ زوجہ پیر وحید احمد صاحب، صاحبزادی امۃ الشکور صاحبہ زوجہ اجمل امجد بیگ صاحب، صاحبزادی امۃ الغفور صاحبہ زوجہ سید قاسم احمد شاہ صاحب، صاحبزادی امۃ النور صاحبہ زوجہ مرزا طیب احمد صاحب اور بیٹا صاحبزادہ پیر محی الدین طاہر احمد صاحب شامل ہیں۔

سامعین! پیر صاحب علمی شخصیت کے مالک خادمِ سلسلہ تھے۔ آپ بہت علم دوست، مہمان نواز اور غریب پرور انسان تھے۔ آپ کو قرآن کریم سے بہت محبت تھی۔ اس کے مضامین پر بہت غور اور تدبر کیا کرتے تھے۔ آپ نے حضرت مصلح موعودؓ کی تفسیر کبیر کا خلاصہ چار جلدوں میں شائع فرمایا آپ کی خواہش تھی کہ "مخزنِ معارف" کی طرز پر سارے قرآن کریم کی تفسیر مکمل کریں۔ آپ کے پاس حضرت مصلح موعودؓ کا وہ قرآن مجید بھی موجود تھا جس کو حضرت مصلح موعودؓ درس کے موقع پر استعمال فرمایا کرتے تھے۔ اِس سے آپ کی قرآنِ کریم سے محبت دکھائی دیتی ہے۔ ہم طلبہ نے آپ کے اِس مجموعہ "مخزنِ معارف" سے بہت فائدہ اُٹھایا۔ بالخصوص امتحانات کے دنوں میں جب ساری تفسیر کبیر سے go through ہونا مشکل ہوتا تو ہم اِس خلاصہ سے فائدہ اُٹھایا کرتے۔

جیسا کہ ہم اوپر سن آئے ہیں کہ محترم پیر معین الدین صاحب کی ایک بڑی علمی خدمت "مخزن معارف" کا مرتب کرنا ہے۔

"مخزن معارف" کے بارے میں آپ بیان کرتے تھے کہ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بیمار ہوگئے اور تفسیر کبیر کی تالیف کا کام رک گیا۔ تو خاکسار نے حضورؓ کی خدمت میں عرض کی کہ مطبوعہ تفسیر کبیر کا خلاصہ تو مَیں شائع کر چکا ہوں۔ آگے تفسیر کبیر تو نہیں ہے مگر ہمارے لٹریچر میں تفسیر کا کافی مواد موجود

ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب و ملفوظات، حضرت خلیفہ اولؓ کے درس القرآن کے نوٹ اور خود حضورؓ کے مطبوعہ ارشادات اور غیر مطبوعہ قلمی نوٹ موجود ہیں ان سے تفسیر مرتب کی جاسکتی ہے۔ حضورؓ نے مجھے اس کام کی اجازت دی اور ازراہ شفقت اپنے بیش قیمت ''غیر مطبوعہ قلمی نوٹ'' بھی مرحمت فرمائے۔ اس سلسلہ میں آپ اپنا ایک خواب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک بات ہے جس کے بیان کرنے سے مجھے طبعاً حجاب محسوس ہوتا ہے مگر مَیں اِسے اس لئے بیان کر دیتا ہوں کہ اس میں سلسلہ کی صداقت کا ایک بڑا نشان ہے۔ جن دنوں میں ہماری شادی کے لئے استخارے ہو رہے تھے ان دنوں میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنی اس بیٹی کے متعلق جو بعد میں میرے عقد میں آئیں یہ رؤیا دیکھی تھی کہ انہوں نے ایک لونگ پہنا ہوا ہے جو ستارے کی شکل کا ہے اور اس کے چھ کونوں پر لگے ہوئے نگ عام نگوں سے بہت مختلف روشن اور چمکدار ہیں۔ پہلی دفعہ جب مَیں نے یہ رؤیا پڑھی تو اسی وقت میرے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ رؤیا میرے متعلق ہے اس کے کئی سال بعد شادی ہوئی مگر اس وقت کے بعد سے مجھے ہمیشہ یہ خیال رہتا تھا کہ خدا تعالیٰ مجھ سے کوئی اہم دینی خدمت لے گا۔ اس خواب کے آٹھ سال بعد ''مخزن معارف'' کا کام شروع ہوا اور اس کی پہلی جلد میں ہی مَیں نے یہ رؤیا لکھ کر عرض کی تھی کہ میرے خیال میں اس میں ''مخزن معارف'' کے کام کی توفیق ملنے کی طرف اشارہ تھا... خاکسار نے کام شروع کیا تو اس کے متعلق دعا کی تو خواب میں دیکھا کہ مبارک احمد نامی ایک عزیز دوست آئے ہیں اور مجھ سے گلے ملے ہیں۔ پھر ایک اور موقع پر مَیں نے سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کو خواب میں دیکھا۔ میرے دل میں حضور سے مصافحہ کی خواہش پیدا ہوئی۔ اِدھر یہ خواہش پیدا ہوئی اُدھر حضورؑ نے میرے بغیر کہنے کے میری طرف ہاتھ بڑھایا اور مَیں نے مصافحہ کا شرف حاصل کیا۔ پھر میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ کاش! مَیں نے حضورؑ کا ہاتھ چوما بھی ہوتا۔ اس وقت پھر بغیر میرے کچھ کہنے کے حضورؑ نے دوبارہ اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا۔ اس وقت میرے دل میں بڑی شدت سے یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ ہاتھ چونکہ حضورؑ کے ہاتھوں سے ملے ہیں اب جو میرے ہاتھوں سے ہاتھ ملائے گا وہ بھی برکت پائے گا۔ مجھے خدا تعالیٰ کے فضل سے کبھی اپنے متعلق غلط فہمی نہیں ہوئی اور مَیں نے بیداری میں کبھی اپنے متعلق ایسا خیال نہیں کیا۔ اس لئے یہ خواب نفس کا دھوکہ نہیں ہوسکتی... رؤیا کی یہی تعبیر تھی کہ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی برکت سے، باوجود میری نااہلی

کے خدا تعالیٰ محض اپنے فضل سے میرے ہاتھ سے یہ ایک ایسا کام لینا چاہتا تھا کہ جس سے فائدہ اٹھانے والے برکت پائیں گے۔

(دیباچہ مخزن معارف صفحہ الف ب مطبوعہ دسمبر 1962ء)

سامعین! محترم پیر معین الدین صاحب کو 10 ستمبر 2006ء کو دل کا حملہ ہوا اور آپ 12 ستمبر 2006ء کو نیشنل ہسپتال ڈیفنس لاہور میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر تقریباً 81 برس تھی۔ آپ کی نماز جنازہ 13 ستمبر 2006 مسجد مبارک ربوہ میں بعد نماز عصر مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب نے پڑھائی اور بہشتی مقبرہ کے قطعہ خاص میں آپ کی تدفین ہوئی۔ مَیں خود اِس بات کا گواہ ہوں کہ آپ کی وفات کے بعد یہ کہا جانے لگا کہ مسجد مبارک سُونی سُونی ہو گئی ہے۔ آپ کی وفات پر تعزیت پر آئے لوگوں میں مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب مرحوم بھی موجود تھے جو یہ کہہ رہے تھے کہ آپ مسجد مبارک کی رونق تھے۔ آپ اکثر اچکن زیب تن کئے ہوتے اور آپ کی ٹوپی کا ایک خاص اسٹائل تھا۔ آہستہ آہستہ آپ چلتے جس میں شرافت جھلکتی تھی۔ آپ کے لیکچرز اور درس بہت علمی اور حوالہ جات سے مزیّن ہوتے تھے۔ آپ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ اللہ تعالی مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ آمین

اے خدا بر تربت او ابر رحمت ہا ببار
داخلش کن از کمال فضل در بیت النعیم

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿41﴾ ﴿مشاہدات۔649﴾

محترمہ صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى (النساء:196)

پس اُن کے ربّ نے اُن کی دعا قبول کرلی (اور کہا) کہ مَیں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ہرگز ضائع نہیں کروں گا خواہ وہ مَرد ہو یا عورت۔

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے سیرت **"محترمہ صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ"**

محترمہ صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ کی 21؍دسمبر 1936ء کو قادیان دارالمسیح میں پیدائش ہوئی۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوتی، حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی بیٹی تھیں۔ آپ حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ کی اکلوتی اولاد تھیں اور حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نواسی تھیں۔ ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی خالہ تھیں۔

آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم قادیان میں حاصل کی اور بعد میں ربوہ سے انٹر میڈیٹ کا امتحان پاس کیا۔ آپ اپنی والدہ کے ساتھ لجنہ کی تعلیم و تربیت میں مدد کیا کرتی تھیں۔ 1965ء میں آپ سیکرٹری ضیافت لجنہ اماءاللہ مرکزیہ رہیں۔ لجنہ کی تربیتی کلاس میں بھی خدمت انجام دیا کرتی تھیں۔ آپ کو اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت کا بھی موقع ملا۔ حضرت مصلح موعودؓ اپنے دوسرے بچوں کے ساتھ ساتھ آپ سے بھی بہت پیار کرتے تھے۔ آپ کی والدہ حضرت مریم صدیقہ صاحبہ بیان فرماتی ہیں کہ "عزیزہ امۃ المتین چھوٹی سی تھی مَیں نے حضرت مصلح موعودؓ سے کہا آپ اس کے لیے کوئی بچوں والی

نظم کہہ دیں تو مَیں اِسے یاد کروادوں گی۔ آپؓ نے بالکل ہی بچوں کی نظم کہہ دی۔ عزیزہ کی عمر اُس وقت غالباً چار سال کی تھی۔ وہ نظم یہ تھی

چوں چوں کرتی چڑیا آئی
چونچ میں اپنی تنکا لائی
تنکوں سے اس نے گھونسلا بنایا
پتوں سے پھر اس کو سجایا
پھر اس میں انڈے دینے بیٹھی
انڈے دے کر سینے بیٹھی
کچھ انڈے تو کچے نکلے
باقی میں سے بچے نکلے
بچوں نے وہ شور مچایا
سارے گھر کو سر پہ اٹھایا
کوئی کہتا اماں کھانا
کوئی کہتا پانی پلانا
چڑیا بولی پیارے بچو
غل نہ مچاؤ صبر سے بیٹھو
ابا کام سے آتے ہوں گے
دانہ دنکا لاتے ہوں گے
تم سب بیٹھ کے کھانا کھانا
پھر سب مل کے سیر کو جانا

کہنے کو تو یہ بچوں کے اشعار ہیں اور ایک مصروف آدمی کے پاس اتنا وقت کہاں ہوتا ہے کہ اِن چھوٹی چھوٹی باتوں میں پڑے مگر یہ بالکل ہی بچگانہ نظم اس امر پر روشنی ڈالتی ہے کہ آپ کو بچوں کی خواہشات پورا کرنے کی طرف کتنی توجہ تھی۔ چڑیا والی نظم تو کھڑے کھڑے شاید پانچ منٹ میں آپؓ نے کہی تھی اور متین کو یاد کروا کے سنی تھی۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک دن آئے تو ایک کاغذ پر اپنے ہاتھ سے طوطے پر ایک نظم لکھی ہوئی تھی، کہنے لگے۔ لو! مَیں تمہارے لیے نظم لکھ کر لایا ہوں یاد کر لو۔ عزیزہ متین جب پانچ سال کی تھی تو مَیں نے کہا اسے کوئی دینی نظم لکھ کر دیں اس پر آپؓ نے وہ نظم لکھی جو کلامِ محمود میں اطفال الاحمدیہ کے ترانہ کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ یہ متین کو بنا کر دی تھی اور مَیں نے اُس کو یاد کروائی تھی۔ اس نظم کا پہلا شعر ہے

میری رات دن بس یہی اک صدا ہے
کہ اس عالمِ کون کا اک خدا ہے

شروع میں چھ سات شعر کہہ کر دیے تھے کہ اس کو یاد کرو اور پھر کچھ زائد کہہ کر اخبار میں شائع کروا دی۔"
(سوانح فضل عمر جلد پنجم صفحہ 396)

سامعین! وہ چھ اشعار کچھ یوں ہیں

مری رات دن بس یہی اک صدا ہے
کہ اس عالمِ کون کا اک خدا ہے
اسی نے ہے پیدا کیا اس جہاں کو
ستاروں کو سورج کو اور آسماں کو
وہ ہے ایک اس کا نہیں کوئی ہمسر
وہ مالک ہے سب کا وہ حاکم ہے سب پر
نہ ہے باپ اس کا نہ ہے کوئی بیٹا
ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا

نہیں اس کو حاجت کوئی بیویوں کی
ضروت نہیں اس کو کچھ ساتھیوں کی
ہر اک چیز پر اس کو قدرت ہے حاصل
ہر اک کام کی اس کو طاقت ہے حاصل

سامعین! 26 دسمبر 1955ء کو آپ کا نکاح حضرت مصلح موعودؓ نے محترم سیّد میر محمود احمد ناصر صاحب مدّ ظلہ العالی کے ساتھ پڑھایا۔ خطبہ نکاح میں حضورؓ نے فرمایا:

"یہ نکاح جو امۃ المتین کا سیّد محمود احمد صاحب سے قرار پایا ہے چونکہ سید محمود احمد صاحب انگلینڈ میں ہیں اور وہ عزیزم مرزا عزیز احمد صاحب کے سالے ہیں اس لیے اُن کی طرف سے اِن کو ایجاب و قبول کا اختیار ملا ہے۔ اپنی لڑکی کی طرف سے مَیں قبولیت کا اعلان کرتا ہوں کہ امۃ المتین جو میری لڑکی ہے اس کو اپنا نکاح ایک ہزار روپیہ حق مہر پر سید محمود احمد صاحب ابن میر محمد اسحاق صاحب مرحوم سے منظور ہے۔"

(خطبات محمود جلد سوم صفحہ 675)

آپ کو اللہ تعالیٰ نے چار بیٹوں اور ایک بیٹی سے نوازا جن میں مکرم سیّد شعیب احمد صاحب، مکرم ڈاکٹر سیّد ابراہیم منیب احمد صاحب، مکرم سیّد محمد احمد صاحب، مکرم ڈاکٹر سیّد غلام احمد فرخ صاحب اور مکرمہ سیّدہ عائشہ نصرت جہاں صاحبہ شامل ہیں۔ آپ کے دو بیٹے واقف زندگی ہیں ڈاکٹر سیّد غلام احمد فرخ صاحب جنہوں نے امریکہ سے کمپیوٹر سائنس میں پی ایچ ڈی کی تھی اور ربوہ میں صدر انجمن کے دفاتر میں کمپیوٹر سیکشن کے انچارج ہیں اور دوسرے واقفِ زندگی بیٹے سیّد محمد احمد صاحب امریکہ میں تھے اپنی ملازمت چھوڑ کر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کے ساتھ کام کرتے ہیں۔

صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ نے ہمیشہ اپنے خاوند محترم کے ساتھ ان کے وقف میں برابر کا ساتھ دیا۔ امریکہ میں، سپین اور جامعہ احمدیہ ربوہ میں محترم میر صاحب کی خدمات کے دوران آپ کے شانہ بشانہ بہت محنت کی اور گھر اور بچوں کے روزمرہ امور خود سنبھال کر خدماتِ سلسلہ اور علمی و تحقیقی کاموں میں اُن

کی بھرپور مدد کی۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اسپین تشریف لے گئے تو وہاں مسجد بشارت پیدرو آباد میں اپنے تاریخی خطبہ جمعہ میں آپ میاں بیوی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

”اس سلسلہ میں دُعا کی تحریک کرتا ہوں اپنے بھائی عزیزم میر محمود احمد صاحب اور اُن کی بیگم کے لئے بھی، اپنی ہمشیرہ عزیزہ امۃ المتین کے لیے۔ انہوں نے دن رات بے حد محنت کی۔ جب یہ آئے تو اس گھر کا صرف ایک ڈھانچہ سا کھڑا تھا اور بے حد محنت کی ضرورت تھی۔ بہت سے کاموں کی ضرورت تھی۔ میری ہمشیرہ نے مجھے بتایا کہ جس دن رات تین بجے مجھے سونے کا موقعہ ملتا تھا تو مَیں شکر کرتی تھی اللہ تعالیٰ کا اور سمجھتی تھی کہ جلدی سونا نصیب ہو گیا ہے۔ خاموشی کے ساتھ لمبی محنتیں کی ہیں ان لوگوں نے۔“

(روزنامہ الفضل 20 اکتوبر 1982ء)

سامعین! حضرت اماں جانؓ آپ سے بہت پیار کرتی تھیں۔ ان کی تربیت کے زیرِ سایہ آپ کا بچپن اور جوانی کا دور گزرا۔ حضرت اماں جانؓ آپ کی صحت کا بہت خیال رکھتی تھیں اور ایسی اشیاء کھانے کو دیتی تھیں جو آپ کی صحت کے لیے مفید ہوتیں۔ بچپن میں مختلف مواقع پر آپ کو باتوں باتوں میں مسائل کے حل اور ایسے امور سمجھاتیں جو عملی زندگی میں کار آمد ثابت ہوں۔ حضرت مصلح موعودؓ آپ کو اپنے ساتھ سفروں میں بھی لے جایا کرتے تھے۔ 1958ء میں حضورؓ جب ایک ماہ کے لیے سندھ تشریف لے گئے تھے تو آپ کے ساتھ دیگر احباب و خواتین کے علاوہ محترمہ صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ بھی تھیں۔

صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ کو جماعتی لٹریچر کے مطالعہ کا شوق تھا۔ آپ مطالعہ کے بعد مختلف علمی نکات بھی ڈسکس کیا کرتی تھیں۔ آپ کا حافظہ غیر معمولی تھا۔ آپ نمازوں کو بڑے الحاح اور توجہ سے ادا کرتی تھیں اور بڑی لمبی نمازیں پڑھا کرتی تھیں۔ آپ اپنے سارے کام خود انجام دیتی تھیں۔ جب سپین کی مسجد بشارت کی تعمیر ہوئی تو اُس وقت آپ وہیں تھیں اور آپ نے تیاری اور کھانا پکانے کے کاموں میں خود بھی حصہ لیا۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سپین تشریف لائے تو مہمانوں کا اور خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا کھانا بھی خود اپنی نگرانی میں پکواتی تھیں، کیونکہ باقاعدہ لنگر کا انتظام نہیں تھا۔ امریکہ میں کیلیفورنیا میں لمبا عرصہ رہیں، وہاں بھی اُس وقت جماعت کے حالات ایسے تھے کہ واشنگ مشین وغیرہ ایسی چیزیں کوئی نہیں تھیں

تو کپڑے وغیرہ دھونے، باقی گھر کے کام کرنے کے لیے اگر کوئی مدد گار مدد کے لئے offer کرتا تھا تو نہیں مانتی تھیں اور خود ہی سارے کام کرتی تھیں۔

سامعین! صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ کی وفات 14 اکتوبر 2013ء کو ربوہ کے طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ میں ہارٹ اٹیک کی وجہ سے ہوئی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر77سال تھی۔ آپ کی نماز جنازہ 16 اکتوبر 2013ء کو بعد نماز ظہر و عصر مسجد مبارک میں محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب نے پڑھائی۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ بہشتی مقبرہ کی اندرونی چار دیواری میں آپ کی تدفین ہوئی۔

(الفضل19 اکتوبر2013ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ فرمودہ 18 اکتوبر 2013ء میں آپ کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے فرمایا:

"خلافت سے بڑا وفا کا تعلق تھا۔ اور میری خالہ تھیں لیکن خلافت کے بعد جو ہمیشہ تعلق تھا، احترام اور محبت اور پیار اور عزت کا بہت بڑھ گیا تھا۔ بلکہ شروع میں جب پہلی دفعہ لندن آئی ہیں تو کسی کو کہا کہ مَیں تو اب کھل کے بات نہیں کر سکتی۔ اب بھی، پچھلے سال بھی جلسے پر آئی ہوئی تھیں، کافی بیمار تھیں لیکن پھر بھی جلسے پر لندن آئیں اور اُن سے ملاقات ہوئی۔"

اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند کرتا چلا جائے۔ آمین

نہ روک راہ میں مولا شتاب جانے دے
کھلا تو ہے تری "جنت کا باب" جانے دے

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

✡✡✡✡

﴿42﴾ ﴿مشاہدات۔569﴾

محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (التوبہ:112)

کہ توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، (خدا کی راہ میں) سفر کرنے والے، (لِلّٰہ) رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیک باتوں کا حکم دینے والے، اور بُری باتوں سے روکنے والے اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے، (سب سچّے مومن ہیں) اور تُو مومنوں کو بشارت دے دے۔

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے سیرت **"محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب"**

مکرم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب 9 مئی 1914ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ تھے۔ چونکہ آپ کی ولادت سے چند ماہ قبل ہی حضرت مرزا بشیر الدین محمودؓ خلافت کے مقام پر فائز ہوئے تھے اس لیے انہوں نے آپ کا نام مبارک احمد رکھا۔ آپ کی والدہ حضرت محمودہ بیگم تھیں جو حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعودؑ کی بڑی بیٹی تھیں۔ مرزا مبارک احمد صاحب کے نانا جان لاہور کے ایک امیر اور معزز خاندان کے فرد تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کرنے کے بعد ان کے خاندان نے ان سے قطع تعلق کر لیا تھا مگر آپ نے اس کی ذرہ بھر پرواہ نہ کی۔ اپنی آمد کا بیشتر حصہ حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں بھجوا دیتے۔

آپ کے نانا جان کی وفات کے بعد حضرت مصلح موعودؓ نے جلسہ سالانہ 1926ء کے دوسرے دن یعنی 27 دسمبر 1926ء کو اپنی تقریر میں ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''اس دفعہ ہمارے سلسلہ میں سے چند دوست ہم سے جدا ہو گئے جن کے ساتھ بعض خصوصیات وابستہ تھیں۔ ان میں سے ایک ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب تھے۔ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کو ایسے زمانہ میں قبول کیا جبکہ چاروں طرف مخالفت زوروں پر تھی اور پھر طالبِ علمی کے زمانہ میں قبول کیا اور مولویوں کے گھرانہ میں قبول کیا۔ آپ کا ایسے خاندان کے ساتھ تعلق تھا کہ جس کا یہ فرض سمجھا جاتا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دنیا کو روکیں اور اس وقت ساری دنیا آپ کی مخالفت پر تلی ہوئی تھی۔ پس ان کا ایسے حالات میں حضرت مسیح موعودؑ کو قبول کرنا ان کی بہت بڑی سعادت پر دلالت کرتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب پر مخالفت کا زمانہ ہی نہیں آیا۔ جب انہوں نے ایک دوست سے حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ سنا تو آپ نے سنتے ہی فرمایا کہ اتنے بڑے دعویٰ کا شخص جھوٹا نہیں ہو سکتا اور آپ نے بہت جلد حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کر لی۔ حضرت صاحب نے ان کا نام اپنے بارہ حواریوں میں لکھا ہے اور ان کی مالی قربانیاں اس حد تک بڑھی ہوئی تھیں کہ حضرت صاحب نے ان کو تحریری سند دی کہ آپ نے سلسلہ کے لئے اس قدر مالی قربانی کی ہے کہ آئندہ آپ کو قربانی کی ضرورت نہیں۔''

جب آپ کے والد حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کی شادی کا وقت آیا تو حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت محمودہ بیگم صاحبہؓ کا انتخاب فرمایا۔ اس طرح آپ حضرت مسیح موعودؑ کی بہو بن کر دارِ مسیح موعود میں رونق افروز ہوئیں۔

سامعین! حضرت مسیح موعودؑ کے وصال کے بعد حضرت اماں جانؓ بہت اداس رہنے لگی تھیں۔ آپؓ کی اولاد آپؓ کا دل بہلانے کی بہت کوشش کرتی مگر حضرت اماں جانؓ پر غم اور اداسی کی شدت کم نہ ہوئی۔ آخر حضرت مصلح موعودؓ نے اس کا علاج یوں فرمایا کہ ایک دن اپنے بڑے بیٹے حضرت مرزا ناصر احمدؒ کا ہاتھ پکڑ کر حضرت اماں جان کے پاس لے گئے اور عرض کیا کہ ناصر احمد آج سے آپ کا بیٹا ہے آپ کے پاس ہی رہے گا اس کی والدہ کو بھی میں نے کہہ دیا ہے کہ اب تم نے ناصر احمد سے تعلق نہیں رکھنا اب یہ اماں جان کا بیٹا ہے۔ اس کا فوری اثر یہ ہوا کہ حضرت اماں جان کی اداسی دور ہو گئی۔ مرزا مبارک احمد صاحب بیان

کرتے ہیں کہ یہ ایک ایسا واقعہ ہے جس سے میری زندگی کا بابرکت دور شروع ہوتا ہے۔ ابا جان کی ساری توجہ میری طرف ہوئی اور میری زندگی کا ہر لمحہ ان کے زیر سایہ تربیت کا موجب بنا۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان کا نتیجہ ہے۔ ابا جان نے ہر سفر میں مجھے ساتھ رکھا والدہ ہمراہ ہوں یا نہ ہوں میں ہر سفر میں ساتھ رہا ہوں۔

سامعین! آپ اپنی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"تعلیم کی ابتداء پرائمری سکول سے شروع ہوئی۔ پہلی کلاس سے ہی سکول کے لئے گھوڑے پر سوار ہو کر جاتا تھا۔ ایک دن اسی طرح گھوڑے پر سوار سکول جا رہا تھا۔ سکول سے چند گز کے فاصلہ پر ایک مکان زیر تعمیر تھا۔ جس کے لئے اینٹوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ لڑکوں نے گھوڑے کے سامنے اپنی تختیاں ہلا کر شور مچایا جس سے گھوڑا بِدک گیا اور سَرپَٹ دوڑا عین اس جگہ جہاں اینٹیں تھیں گھوڑے نے یکلخت راستہ بدلا اور میں کاٹھی سے پھسل کر اینٹوں کے ڈھیر پر جا گرا اور بے ہوش ہو گیا۔ سر پر شدید چوٹیں آئیں۔ آنکھوں کے آگے اندھیرا تھا کچھ نظر نہ آتا تھا۔ ابا جان نے بڑے ماموں جان حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیلؓ کو آدمی بھیج کر قادیان بلوایا۔ میں صحن میں ایک بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ کچھ نظر نہ آتا تھا۔ ابا جان نے ماموں جان سے پوچھا کہ کیا اس کی بینائی واپس آجائے گی۔ ان کا جواب تھا کہ ابھی کچھ کہہ نہیں سکتے چند روز دوائیاں دے کر دیکھ لیتے ہیں۔ جب یہ گفتگو ہو رہی تھی اس وقت مجھے کچھ ہوش آچکی تھی۔ یہ سن کر میں نے رونا شروع کر دیا۔ اس وقت ابا جان نے میرے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ گھبراؤ نہیں۔ شفا تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے چند دن بعد ہی میں صحتیاب ہو گیا۔ اس حادثہ کے بعد یہ نہیں ہوا کہ مجھے گھوڑے پر سوار ہو کر سکول جانے سے منع کر دیا ہو بلکہ پہلے کی طرح میں گھوڑے پر سوار ہو کر ہی سکول جاتا تھا تاکہ کسی قسم کی بزدلی پیدا نہ ہو۔"

ایک مرتبہ حضرت مصلح موعودؓ نے آپ سے پوچھا کہ تمہیں کون سی ناولیں پڑھنے کا شوق ہے۔ آپ نے کہا جاسوسی کی۔ یہ سن کر حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے ذاتی لائبریرین جن کا نام یحییٰ خان تھا کو بلایا اور ان سے کہا کہ مبارک آپ سے اپنی پسند کی کتابیں لے آیا کرے گا اور پڑھ کر واپس کر دیا کرے گا۔ آپؓ کی لائبریری میں سب علوم کی کتب موجود تھیں۔ صاحبزادہ صاحب جوں جوں انگریزی زبان میں ترقی کرتے

گئے آپ نے مختلف علوم کی کتب پڑھنی شروع کر دیں۔ آپ کے پسندیدہ مضمون تاریخ، پولیٹیکل سائنس اور فلاسفی تھے۔

سامعین! احمدیہ سکول کی آخری کلاس میں مولوی فاضل (انگریزی میں آنرز ان عربک کہا جاتا تھا) تھی۔ جو یونیورسٹی کا امتحان ہوتا تھا۔ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب اس امتحان میں یونیورسٹی میں اوّل نمبر پر کامیاب ہوئے تھے۔ آپ کے نتیجہ کے اعلان سے قبل حضرت مصلح موعودؓ پالم پور پہاڑ پر تشریف لے گئے تھے۔ انہوں نے ایک کارکن کو ہدایت دی ہوئی تھی کہ نتیجہ کا اعلان ہوتے ہی اس کی اطلاع آپؓ کو دی جائے۔ حضرت مصلح موعودؓ آپ کے یونیورسٹی میں اوّل آنے پر بہت خوش تھے۔ اس خوشی میں آپؓ نے فیصلہ کیا کہ اگلے دن ایک پکنک کی جائے جو پالم پور سے چند میل کے فاصلے پر دیان کنڈ جو پہاڑ کی چوٹی پر ہو اور صاحبزادہ کی طرف سے جملہ عملہ اور جو بھی مہمان آئے ہوئے ہوں دعوت میں شریک ہوں گے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کی اس کامیابی کی خوشی میں رات بھر پکنک کے لئے کھانے پکوانے اور نگرانی میں لگے رہے اور ایک میٹھا کھانا خود بھی پکایا۔ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کہتے ہیں کہ مجھے یہ سن کر بے حد خوشی ہوئی اور میں نے عہد کیا کہ ایسے باپ کی مرضی کے خلاف مَیں کبھی کوئی حرکت نہ کروں گا۔

آپ کو مختلف کھیلوں کا بھی شوق تھا اور حضرت مصلح موعودؓ نے کبھی آپ کو کسی کھیل میں حصہ لینے سے منع نہیں کیا تھا۔ آپ احمدیہ سکول کی ہاکی ٹیم کے کپتان تھے۔ قادیان کی ہاکی ٹیم کو پنجاب کی بہترین ٹیم سمجھا جاتا تھا۔ کھیلوں کے مقابلوں کے علاوہ گرمیوں میں نہر کا ٹرپ بھی ہوتا۔ آپ کو حضرت مصلح موعودؓ نے خود تیرنا سکھایا۔ نہر پر تیراکی کے مقابلے ہوتے۔ جن میں حضرت مصلح موعودؓ خود بھی شریک ہوتے۔ ان کھیلوں کا مقصد دراصل جماعت کے نوجوانوں کی جسمانی قوت کو مضبوط کرنا تھا تاوہ بڑے ہو کر ہر قسم کی سختی برداشت کرنے کے قابل ہوں جسمانی قوت اور دینی قوت کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی شادی محترمہ صاحبزادی آمنہ طیبہ صاحبہ کے ساتھ ہوئی تھی جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نواسی، حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ اور حضرت نواب محمد عبد اللہ خان صاحب کی صاحبزادی تھیں۔ صاحبزادی آمنہ طیبہ صاحبہ کی وفات 27 مارچ 1996ء میں ہوئی۔ آپ

کے بطن سے صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کے دو بیٹے صاحبزادہ مرزا مجیب احمد صاحب، صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا خالد تسلیم صاحب اور ایک بیٹی صاحبزادی امۃ الباقی عائشہ صاحبہ پیدا ہوئے۔

سامعین! صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب نہایت خوش خُلق، مہمان نواز اور شفیق انسان تھے۔ اپنے ماتحتوں کے ساتھ آپ کا رویّہ مشفقانہ اور ہمدردانہ ہوتا تھا۔ وقت کی پابندی آپ کا خاص وصف تھا۔ خلیفہ وقت کے ہر ارشاد کی تعمیل بڑی مستعدی سے فرماتے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ یوں تو حضرت مصلح موعودؓ میرے شفیق ابّا جان ہیں لیکن مَیں نے آپؓ کی اس حیثیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کبھی کوئی درخواست نہیں کی۔ میرے لیے آپؓ کا ہر دفتری اور ذاتی حکم، خلیفہ وقت کے حکم کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے گریجویشن کرنے کے بعد اپنی زندگی وقف کر دی تھی اور تحریک جدید سے اپنی گرانقدر خدمات کا آغاز کیا اور بطور وکیل الصنعت، وکیل زراعت، وکیل التبشیر والتجارت، وکیل الدیوان، وکیل اعلیٰ اور صدر مجلس تحریک جدید بھی خدمت کی توفیق پائی۔ لمبا عرصہ صدر مجلس انصاراللہ بھی رہے۔ بطور وکیل التبشیر آپ نے متعدد بیرونی ممالک کے دورہ جات کے دوران نظام جماعت مستحکم کیا اور مراکز تبلیغ اور مساجد کی تعمیر کے سلسلہ میں تاریخی امور سرانجام دیئے۔ جلسہ ہائے سالانہ ربوہ کے موقع پر خطابات بھی فرمائے۔ آپ کو فرقان فورس میں بھی خدمات کا اعزاز حاصل ہے۔ 1957ء میں آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ذاتی نمائندہ کے طور پر احمدیہ بیت الذکر ہمبرگ جرمنی کی افتتاحی تقریب میں شرکت فرمائی۔ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی معیت میں 1970ء میں بطور وکیل اعلیٰ و وکیل التبشیر دورہ مغربی افریقہ کے لیے بھی تشریف لے گئے۔

آپ کی شخصیت مسحور کُن تھی، گوراچٹّا رنگ، لمبا قد، نہایت خوش لباس اور گفتگو میں شائستگی کی وجہ سے جو بھی آپ سے ملتا تھا آپ کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔ آپ کی پنجوقتہ نمازوں کی سختی سے پابندی کرتے تھے آپ اس سلسلہ میں فرمایا کرتے تھے کہ بچپن سے حضرت مصلح موعودؓ نے ہماری تربیت ایسی کی ہے کہ خواہ کچھ بھی ہو جائے نماز قضا نہیں کرنی۔ حضورؓ اس بات کی خود نگرانی فرمایا کرتے تھے کہ بچے نماز باجماعت کے لیے پابندی سے جایا کریں اور اگر یہ معلوم ہو جاتا کہ کسی بچے نے جان بوجھ کر نماز باجماعت ادا نہیں کی تو

ناراضگی کے علاوہ سزا بھی دیا کرتے تھے۔ بارہا ایسا ہوا کہ آپؓ کا کوئی فرزند عشاء کی نماز باجماعت پڑھے بغیر سو جاتا، آپؓ نماز پڑھا کر تشریف لاتے تو ایسے بچے کو جگا کر نماز ادا کرنے کے لیے مسجد بھیجا کرتے تھے۔

محترم میاں صاحب کو قبولیتِ دعا پر پختہ ایمان تھا اور بعض اوقات اپنی ایسی خوابوں کا بھی ذکر فرماتے جو بعد میں بڑی شان سے پوری ہوئیں۔

سامعین کرام! حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کا انتقال 21/جون 2004ء کی رات 90 سال کی عمر میں ربوہ میں ہوا۔ آپ کی نماز جنازہ 23 جون کو بعد نماز فجر مسجد مبارک میں ادا کی گئی۔

اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

سونپا ہے تمہیں خالق و مالک کی اماں میں
سوئے ہو یہاں، آنکھ کھلے باغِ جناں میں

(کمپوزڈ بائی: عائشہ منصور چوہدری۔ جرمنی)

﴿43﴾ ﴿مشاہدات۔668﴾

محترمہ صاحبزادی آمنہ طیبہ صاحبہ

زوجہ محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُO ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةًO فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْO

(الفجر:28-30)

اے نفسِ مطمئنہ! اپنے ربّ کی طرف لَوٹ جا، راضی رہتے ہوئے اور رضا پاتے ہوئے۔ پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے سیرت **"محترمہ صاحبزادی آمنہ طیبہ صاحبہ زوجہ محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب"**

محترمہ صاحبزادی آمنہ طیبہ صاحبہ 18 مارچ 1919ء کو قادیان میں پیدا ہوئیں۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نواسی، حضرت نواب محمد عبد اللہ خان صاحبؓ اور حضرت سیّدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں۔

آپ کی شادی 22 جنوری 1939ء کو مکرم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب ولد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مرزا بشیر الدین محمود رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ آپ کی والدہ حضرت محمودہ بیگم صاحبہ تھیں۔ آپ کا نکاح حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے گیارہ سو روپے حق مہر پر پڑھایا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آپ کے خطبہ نکاح میں فرمایا کہ

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے افراد کو بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ساری عزتیں سلسلہ کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اپنی تمام استعدادوں اور قابلیتوں کو سلسلہ کی ترقی و بہبود کے لیے لگا دینا ہی ساری ترقیات

کا موجب ہے۔ جو اس بات کو بھولتا ہے خدا تعالیٰ اُسے بھی بھول جاتا ہے۔ پس بے شک اپنی دنیوی بہبودی کا خیال رکھو مگر اصل بہبودی اس میں سمجھو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو پیغام لائے ہیں اس کے ساتھ وابستگی قائم رہے اور ہم دوسروں کے لیے نیک نمونہ بنیں اور پھر جو لوگ ہمارے ذریعہ ہدایت حاصل کریں اُن کی خدمت کریں۔"

(خطبات محمود جلد 3 صفحہ 490)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بیٹوں اور ایک بیٹی سے نوازا جن میں صاحبزادہ مرزا مجیب احمد صاحب، صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا خالد تسلیم صاحب اور صاحبزادی امۃ الباقی عائشہ صاحبہ زوجہ ظفر نذیر احمد صاحب شامل ہیں۔

سامعین! صاحبزادی آمنہ صاحبہ نہایت متقی، عبادت گذار اور غریبوں کی ہمدردی رکھنے والی خاتون تھیں۔ آپ کو لجنہ اماء اللہ میں مختلف حیثیتوں سے خدمات سر انجام دینے کی توفیق ملی۔ آخری دنوں میں سیکرٹری امور خارجیہ لجنہ اماء اللہ پاکستان کے شعبہ میں خدمت بجالا رہی تھیں۔

آپ کی وفات 27 مارچ 1996ء کو بعمر 77 سال دل کا دورہ پڑنے کی وجہ سے ہوئی۔ آپ کو صبح ساڑھے نو بجے دل کا دورہ پڑا۔ فوری طور پر آپ کو فضل عمر ہسپتال پہنچایا گیا جہاں آکسیجن لگائی گئی اور طبی امداد باہم پہنچائی گئی لیکن ڈاکٹروں کی تمام تر کوششوں کے باوجود آپ جانبر نہ ہو سکیں۔ 28 مارچ 1996ء کو بعد نماز عصر مسجد مبارک میں صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ موصیہ تھیں۔ آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ کی اندرونی چار دیواری میں کی گئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بھی آپ کی نماز جنازہ غائب مسجد فضل لندن میں بعد نماز عصر پڑھائی۔

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے آپ کی وفات کے بعد خطبہ جمعہ میں آپ کے اوصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ

"ان کا رشتہ ازدواجی تقریباً 50 سال سے زیادہ عرصے پر پھیلا ہوا ہے اور مثالی رشتہ تھا یعنی سارے خاندان میں اگر کسی کو کوئی مثالی رشتہ پیش کرنا ہوتا تو ان کی طرف اشارہ ہوتا تھا۔ میاں بیوی کے آپس میں تعلقات بگڑتے بھی ہیں یعنی وقتی طور پر رنجشیں بھی پیدا ہوتی ہیں مگر ان کی رنجشیں کبھی دکھائی نہیں دیں۔ بہت ہی گہرے فہم کے ساتھ اور باہم افہام و تفہیم کے ساتھ کبھی کوئی آپس میں رنجش ہوئی ہے تو خود ہی اندر ہی

اندر طے کر لیا گیا۔ لیکن جہاں تک ایک مثال کا تعلق ہے مجھے آج تک کبھی یاد نہیں کبھی بھی مَیں نے ان کو ملتے ہوئے اس طرح دیکھا ہو یعنی دعوتوں میں یا باہر گھروں میں یا ہمارے وہاں جانے پر یا ان کے ہمارے ہاں آنے پر کہ ان کے چہروں پر کبھی بھی کوئی رنجش کے آثار ہوں۔ اس پہلو سے بہت مثالی رشتہ تھا اور ان کا نام آمنہ تھا اور طیبہ اور امر واقعہ یہ ہے کہ آمنہ حقیقی معنوں میں آمنہ تھیں۔ طیبہ حقیقی معنوں میں طیبہ تھیں۔ شاید ہی کوئی بیوی ایسی ہو جس کے متعلق انسان اس وثوق کے ساتھ کہہ سکے کہ اس نے اپنے خاوند کی ہر امانت کا حق ادا کیا ہے اور ہر طیب بات کسی بھی بات میں وہ چوکی ہوں۔ عقل کا مجسمہ، بہت ہی سلجھی ہوئی طبیعت اور حضرت چھوٹی پھوپھی جان کی تمام خوبیوں کی وارث اور حضرت چھوٹے پھوپھا جان نواب محمد عبد اللہ خان صاحب کی خوبیوں کی بھی وارث تھیں۔ آخری دنوں میں یعنی پچھلے عرصے سے یہ تشویش ناک خبر مل رہی تھی کہ ان میں کمزوری بہت پیدا ہو گئی ہے جس کی وجہ سے گرنے لگ گئی تھیں اور اس کی وجہ سے بہت تشویش تھی کہ خدانخواستہ کہیں ایسی حالت میں گریں کہ ہڈی ٹوٹ سکتی ہے تو جہاں تک زندگی کے ان لحات کا تعلق ہے آپ کے لیے تو یہ وقت خدا تعالیٰ نے جس وقت واپس بلایا ہے بہر حال رحمت کا ہی تھا اور خدا کا کوئی فیصلہ بھی ایسے لوگوں کے لیے رحمت کے بغیر نہیں ہوا کرتا۔ مگر جو پیچھے رہ گئے ہیں ان کے لیے بہت بڑا ابتلاء ہے۔ خاص طور پر ہمارے بھائی کے لیے۔ اُن کے لیے دعا کریں اُن کی مجھے بہت فکر ہے کیونکہ بے حد محبت کی بات نہیں تھی ایک دوسرے پر ایسا سہارا تھا کہ ناممکن تھا کہ ایک دوسرے کے بغیر رہ سکیں۔ یہی کیفیت اُن کی ہے وہ بے اختیار ہیں اس معاملے میں۔ بڑے صابر ہیں، حوصلے والے ہیں، صاحب عزم ہیں مگر وہی بات محبت کے اوپر بس کس کا ہے، بے اختیاری کے معاملات ہیں۔ ان کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں ان کے بچوں میں بھی اللہ تعالیٰ ساری خوبیاں جاری کرے اور ان کا خود رفیق ہو"

(خطبہ جمعہ 29 مارچ 1996ء)

اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند کرتا چلا جائے۔ آمین

قربِ	رحمت	مآب	حاصل	ہو
وصلِ	عالی	جناب	ہو	جائے

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

✡✡✡✡

﴿44﴾ ﴿مشاہدات۔620﴾

محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ(التوبہ:71)

کہ مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں وہ اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بُری باتوں سے روکتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہی ہیں جن پر اللہ ضرور رحم کرے گا۔ یقیناً اللہ کامل غلبہ والا (اور) بہت حکمت والا ہے۔

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے سیرت **"محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب"**

محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب یکم فروری 1918ء کو قادیان میں پیدا ہوئے۔ آپ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے، حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اور حضرت اُم ناصر سیدہ محمودہ بیگم صاحبہؓ کے بیٹے تھے۔ آپ حضرت حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے بھائی تھے۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد میں سب سے پہلے ڈاکٹر تھے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم قادیان میں حاصل کی۔ ایم بی بی ایس کرنے کے بعد ڈیڑھ سال تک امرتسر کے ایک میڈیکل کالج میں بطور ڈیمانسٹریٹر کام کرتے رہے۔ واقفِ زندگی تھے۔ آپ کا پہلا تقرر نُور ہسپتال قادیان میں بطور اسسٹنٹ انچارج یعنی میڈیکل آفیسر کے ہوا۔ پاکستان بننے کے بعد جب ربوہ کا قیام عمل میں آیا اور یہاں پر فضلِ عمر ہسپتال قائم ہوا تو آپ نے یہاں خدمات انجام دینی شروع کیں۔ 19 مارچ 1959ء کو آپ کو چیف میڈیکل آفیسر کے فرائض سونپے گئے۔ ربوہ میں ابتدائی بے سروسامانی کی حالت میں شروع ہونے والے اس ہسپتال کو آپ کے دور میں بڑی ترقی حاصل ہوئی۔ چیف میڈیکل آفیسر کے

عہدے پر آپ نے 1983ء تک کام کیا یعنی آپ 24 سال تک اس عہدہ پر فائز رہے۔ ہسپتال سے ریٹائرمنٹ کے بعد آپ گھر میں بھی پریکٹس کرتے رہے۔ پانچ سال تک مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے نائب صدر رہے اُن دنوں حضرت مصلح موعودؓ خود صدر مجلس ہوا کرتے تھے۔

جب 1955ء میں حضرت مصلح موعودؓ علاج کی غرض سے یورپ کے دورہ پر تشریف لے گئے تو آپ کو بھی حضورؓ کے ہمراہ جانے کا شرف حاصل ہوا۔ بعد ازاں آپ کی خصوصی توجہ اور کوشش سے اس سفر کا ایک یادگاری تصویری البم شائع ہوا جو ہمیشہ جماعتی لٹریچر میں یاد رکھا جائے گا۔ آپ ایک طویل عرصہ تک حضرت مصلح موعودؓ کے اور پھر بعد میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے معالج بھی رہے۔ روزنامہ الفضل میں جو خلفائے کرام کی صحت کے بارہ میں رپورٹس شائع ہوتی تھیں وہ آپ ہی کی بھیجی ہوئی ہوتی تھیں۔

جماعت احمدیہ ربوہ میں جب ٹاؤن کمیٹی کا قیام عمل میں آیا تو اُس کے پہلے چیرمین کے طور پر خدمت کی سعادت بھی محترم صاحبزادہ منور احمد صاحب کے حصہ میں آئی۔ بہت عمدہ منصوبہ بندی سے سڑکوں کے کنارے ایسے درخت لگوائے جو ربوہ کی شورزدہ زمین میں پنپ سکیں۔ اسی طرح پھول اور سبزیاں بھی خوب لگوائیں جن سے دوسروں نے بھی استفادہ کیا۔

آپ کی شادی 1940ء میں مکرمہ صاحبزادی محمودہ بیگم صاحبہ بنت حضرت نواب محمد علی صاحب سے ہوئی۔ آپ کی اولاد میں چار بیٹے صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب مرحوم، صاحبزادہ مرزا مظہر احمد صاحب مرحوم، صاحبزادہ مرزا عمر احمد صاحب مرحوم سابق نائب صدر عمومی ربوہ، صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب اور ایک بیٹی صاحبزادی امۃ الحیٔ درثمین صاحبہ مرحومہ جو کہ سابق صدر لجنہ اماء اللہ بھی تھیں شامل ہیں۔ آپ کو اپنی اولاد کو وقف کرنے کی شدید خواہش تھی اور آپ کی اسی خواہش کے نتیجہ میں آپ کے بڑے بیٹے مکرم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب نے اسی ہسپتال میں خدمت کی توفیق پائی جہاں ان کے جلیل القدر والد نے نقوش خدمت ثبت کئے تھے۔

سامعین! آپ نافع الناس وجود تھے۔ بہت ہنس مکھ، حلیم الطبع، ہمدرد اور باہمت انسان تھے۔ محترم میاں صاحب نہایت صاف اور خوبصورت لباس اور عمدہ خوشبو استعمال کرتے، جہاں سے گزرتے وہاں کی فضا دیر تک معطّر رہتی۔ آپ کو غریب لوگوں کی صحت کا بہت خیال رہتا تھا اس لیے آپ نے ہسپتال میں غریبوں

کے علاج معالجے کا مفت انتظام کر رکھا ہوا تھا۔ آپ اپنے مریضوں کے لیے ہمیشہ دعا کیا کرتے تھے اور آپ کا یقین تھا کہ دوا کے ساتھ ساتھ دعا بھی بہت ضروری ہوتی ہے۔ شکار کا بھی شوق تھا اور جب شکار پر جاتے تو جہاں جاتے وہاں میڈیکل کیمپ بھی لگ جاتا۔ بزرگوں سے بے انتہاء محبت تھی اور باوجود چیف میڈیکل افسر ہونے کے اکثر شام کو ہاتھ میں بلڈ پریشر کا آلہ تھامے کسی بزرگ کے ہاں خود تشریف لے جاتے۔

آپ نماز کی ادائیگی کے لیے باقاعدگی سے مسجد جایا کرتے تھے چاہے موسم کتنا ہی خراب کیوں نہ ہو۔ آپ اپنی نمازوں کو بہت جذب کے ساتھ ادا کیا کرتے تھے۔ مغرب کی نماز کے بعد حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں حاضری دیتے اور پھر قصرِ خلافت کے ایک نیم تاریک کمرے میں اتنی لمبی سنتیں ادا کرتے کہ عشاء کی نماز کا وقت ہو جاتا۔

سامعین! خاکسار کو بچپن سے ہی آپ کو ایک مخصوص لباس میں ربوہ کی گلیوں اور بازاروں میں گھومتے پھرتے دیکھا۔ فضلِ عمر ہسپتال میں مریضوں سے بڑے دھیمے مزاج سے گفتگو کرنی مجھے آج بھی یاد ہے۔ آپ کا چہرہ ایک بارعب چہرہ تھا اور لوگ آپ سے گفتگو کرتے ڈرتے تھے لیکن آپ کی طبیعت میں نرمی تھی اور مریضوں کی بات بڑے تحمل اور پیار سے سنتے اور دوائی تجویز فرماتے۔ مسجد مبارک میں نمازوں میں بہت دلجمعی سے دعائیں مانگا کرتے تھے۔ اپنے مریضوں کے لئے دعائیں کرنا آپ کا روزانہ کا معمول تھا۔ ایک اور بات جو مَیں نے محسوس کی وہ دینی علم پر عبور تھا۔ آپ کا دینی اور اسلامی مطالعہ بہت گہرا تھا اور استدلال بہت پختہ ہوتا تھا۔

آپ کو خلافت سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ خلافت کے ساتھ آپ کی وابستگی اور اطاعت ایک مثالی رنگ رکھتی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بارہ میں فرمایا کہ

”ایسی حیرت انگیز محبت اِن کو خلافت سے تھی اور اس کا احترام ملحوظ تھا کہ جب وہ ملتے تھے تو جس محبت اور خلوص سے ملتے تھے مَیں شرم سے پانی پانی ہو جاتا تھا۔ بعض دفعہ طبیعت پر بوجھ ہوتا تھا کہ اب یہ سب کے سامنے آکر اس طرح اظہار کریں گے تو میرا کیا حال ہو گا۔ بڑے بھائی تھے اور اس سے پہلے زندگی میں وہ ناراض بھی ہوا کرتے تھے۔ ان کا بالکل ایک اور رنگ کا تعلق تھا لیکن جب سے خدا تعالیٰ نے خلافت کا

منصب عطا کیا اُن کی کیفیت ہی بدل گئی اور سب بھائیوں میں مَیں نے اس پہلو سے سب سے زیادہ اُن میں امتیاز دیکھا ہے۔ ایک غیر معمولی امتیازی شان پائی ہے۔‘‘

(ہفت روزہ بدر قادیان 25 اکتوبر 1990ء)

پیارے حاضرین! آپ کو ایک شرف یہ حاصل رہا ہے کہ 1984ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے لندن ہجرت کرتے وقت ربوہ سے جو قافلہ اسلام آباد کے لئے روانہ ہوا تو حضورؒ کی کار میں محترم میاں صاحب ہی سوار تھے۔ جبکہ حضورؒ خود اِس قافلے کی روانگی سے قبل کراچی کو براستہ لالیاں روانہ ہوئے یوں اِس ہجرت کی مماثلت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرتِ مدینہ سے ملتی ہے۔

سامعین! حضرت صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کی 19 ستمبر 1990ء کو صبح پونے نو بجے اچانک دل کی حرکت بند ہو جانے سے وفات ہوئی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر 72 سال تھی۔ آپ بڑھاپے اور چند دیگر عوارض کی وجہ سے کئی سال سے علیل تھے۔ کچھ سال قبل آپ پر دل کا حملہ ہوا تھا مگر خدا تعالیٰ کے فضل سے معجزانہ طور پر شفایاب ہو گئے۔ 18 ستمبر کی شام کو سانس کی ہلکی سی تکلیف ہوئی تھی۔ 19 ستمبر کی صبح پونے نو بجے کے قریب گھر پر ہی آرام فرما رہے تھے کہ اچانک حرکتِ قلب بند ہو گئی اور آپ اپنے خالقِ حقیقی کو جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے آپ کی وفات کے بعد خطبہ جمعہ میں آپ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

’’برادرم مرزا منور احمد صاحب کا خط اُن کے وصال کے بعد ملا ہے یعنی جس دن اُن کے وصال کی اطلاع ملی اُسی دن اُن کا خط ملا جس میں انہوں نے ایک خواب لکھی ہے جو شائد پہلے ملتی تو مجھے سمجھ نہ آتی کہ اس کا کیا مفہوم ہے لیکن عین اُس وقت ملی جبکہ اس کا مفہوم ظاہر ہو چکا تھا۔ وہ لکھتے ہیں کہ کل خواب میں دیکھا کہ غالباً نماز تراویح پڑھا رہا ہوں اور تمام قرآن کریم اس وقت پڑھ کر ختم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ میرا انجام بخیر کرے۔

اس رؤیا سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کو محسوس ہو گیا تھا کہ وقت قریب آرہا ہے اور خدا کے فضل سے خوشخبری بھی ملی ہے کہ انجام بخیر ہے کیونکہ جس رنگ میں انجام کی خبر دی گئی ہے بہت ہی پیارا رنگ ہے۔ انہوں نے ساری عمر کبھی تراویح نہیں پڑھائیں اور نہ ہی کبھی ایسی خواب پہلے دیکھی ہو گی۔ میرے علم میں

تو کبھی نہیں ۔ پس رؤیا میں اس قسم کا انجام دکھایا جانا بہت ہی مبارک انجام ہے۔ جس دن ان کی وفات ہوئی ہے اس سے دو رات پہلے یہاں دو مختلف لوگوں نے خوابیں دیکھیں وہ بھی ایک جیسا رنگ پیش کرتی ہیں کہ اگر اس وقت وفات سے پہلے بتائی جاتیں تو سمجھ نہ آتی کہ کیا بات ہے۔ ایک ہماری خاتون جو خدا کے فضل سے کئی دفعہ بہت ہی اچھی سچی خوابیں دیکھنے والی ہیں انہوں نے عزیزم مرزا مبشر احمد کو جو بھائی منور احمد کے صاحبزادے ہیں ان کو دیکھا کہ بہت مغموم دکھائی دے رہے ہیں اور اسی رات میری اہلیہ نے خواب میں نواب محمد احمد خان صاحب مرحوم کو ان کی بیگم کے بھائی اور حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ اور سیدہ مبارکہ بیگم صاحبہؓ کے بڑے صاحبزادے تھے ان کو دیکھا کہ بہت ہی خوش کسی کا انتظار کر رہے ہیں۔ تو یہ دونوں خوابیں اکٹھی ہوں تو صاف نظر آجاتا ہے کہ کیا مراد ہے؟۔ مبشر کا مغموم ہونا رخصت کے نتیجے میں ہے اور ان کی بیگم کے بھائی کا خوش ہونا اُن کی آمد کے انتظار میں ہے تو اللہ تعالیٰ جماعت کو اپنے وجود کے رنگ دکھاتا ہے۔"

(ہفت روزہ بدر قادیان 25 اکتوبر 1990ء)

اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند کرتا چلا جائے۔ آمین

سونپا ہے تمہیں خالق و مالک کی اماں میں
سوئے ہو یہاں، آنکھ کھلے باغِ جناں میں

(کمپوزڈ بائی: عائشہ منصور چوہدری۔ جرمنی)

✡✡✡✡

﴿45﴾ ﴿مشاہدات۔621﴾

محترمہ صاحبزادی محمودہ بیگم صاحبہ

زوجہ محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَكُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ اَزۡوَاجًا لِّتَسۡكُنُوۡۤا اِلَيۡهَا وَجَعَلَ بَيۡنَكُمۡ مَّوَدَّةً وَّرَحۡمَةً ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ (الروم:22)

کہ اس کے نشانات میں سے (یہ بھی) ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس میں سے جوڑے بنائے تاکہ تم اُن کی طرف تسکین (حاصل کرنے) کے لئے جاؤ اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔ یقیناً اس میں ایسی قوم کے لئے جو غور و فکر کرتے ہیں بہت سے نشانات ہیں۔

لو جاؤ! تم کو سایۂ رحمت نصیب ہو
بڑھتی ہوئی خدا کی عنایت نصیب ہو
علم و عمل نصیب ہو، عرفان نصیب ہو
ذوقِ دُعا و حسنِ عبادت نصیب ہو

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے سیرت **"محترمہ صاحبزادی محمودہ بیگم صاحبہ زوجہ محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب"**

محترمہ صاحبزادی محمودہ بیگم صاحبہ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نواسی اور حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ اور حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی بیٹی تھیں۔ حضرت صاحبزادی منصورہ بیگم صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی ہمشیرہ اور ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی ممانی جان تھیں۔ آپ گھر میں مودی کے نام سے جانی جاتی تھیں۔

آپ کی شادی 1940ء میں ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب سے ہوئی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے، حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اور حضرت اُم ناصر سیدہ محمودہ بیگم صاحبہؓ کے بیٹے تھے۔ آپ کی شادی کے موقعہ پر آپ کی والدہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے ایک نظم کہی جس کے چند اشعار حاضرین کی خدمت میں پیش ہیں جو آپ کی سیرت کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں کہ ماں کی دعائیں کیسے پوری ہوئیں۔

لو جاؤ! تم کو سایۂ رحمت نصیب ہو
بڑھتی ہوئی خدا کی عنایت نصیب ہو
علم و عمل نصیب ہو، عرفان نصیب ہو
ذوقِ دُعا و حسنِ عبادت نصیب ہو
ہر وقت دل میں پیار سے یادِ خدا رہے
یہ لذت و سرور یہ جنت نصیب ہو
تسخیرِ خَلق ،خُلق و محبت سے تم کرو
ہر ایک سے خلوص و محبت نصیب ہو

آپ کی اولاد میں چار بیٹے صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب مرحوم، صاحبزادہ مرزا مظہر احمد صاحب مرحوم، صاحبزادہ مرزا عمر احمد صاحب مرحوم (سابق نائب صدر عمومی)، صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب اور ایک بیٹی صاحبزادی امۃ الحئی صاحبہ جو کہ سابق صدر لجنہ اماء اللہ بھی تھیں شامل ہیں۔ آپ بہت اچھی بیوی تھیں۔ صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب آپ کی بے انتہا خوبیوں کی وجہ سے بھی آپ سے مثالی محبت کرتے تھے۔ دونوں کا بے مثال محبت اور عزت کا رشتہ تھا۔ جب آپ کو پتّہ کی تکلیف ہوئی تو صاحبزادہ منور احمد صاحب آپ کے ساتھ گھر کے کاموں میں ہاتھ بھی بٹاتے رہے۔

سامعین! آپ کو اپنے والدین سے بہت محبت تھی۔ ان کی بزرگ شخصیت اور خوبیوں میں ہمیشہ رطب اللّسان رہتی تھیں۔ تمام بہن بھائیوں کے لیے دل محبت سے بھرا رہتا تھا۔ جب ربوہ آباد ہوا تو یہاں

آنے والا خاندان حضرت مسیح موعودؑ کا پہلا گھرانہ آپ کا ہی تھا۔ کچے گھروں والے ربوہ کا ابتدائی زمانہ، وہ غربت اور تنگدستی کا زمانہ آپ کو خوب یاد تھا اور اُس دَور کو بہت زیادہ یاد بھی کرتی تھیں۔ اگرچہ ہجرت سے قبل قادیان میں بڑے اچھے حالات تھے لیکن رتن باغ کے واقعات اور پھر ابتدائی ربوہ کے زمانے کو جب بجلی نہ تھی، پانی کی شدید دِقت تھی اور جو پانی تھا وہ انتہائی نمکین، کچی مٹی اور کچے گھر، سردیوں کی شدت اور گرمیوں کی تمازت۔ سب کچھ بہت اچھی طرح سے یاد تھے۔ اکثر آپ بتاتیں کہ وہ دن بہت مزے کے تھے۔

آپ، حضرت مصلح موعودؓ کا ذکر بہت محبت سے کرتی تھیں اور کہتی تھیں کہ زندگی کے سب رشتے وقت کے ساتھ کچھ نہ کچھ بھولتے جاتے ہیں لیکن ایک ایسی ہستی ہے جو کسی لمحے، کسی آن بھول نہیں پاتی یعنی حضرت مصلح موعودؓ۔ دونوں میاں بیوی ہمیشہ بڑوں کا تذکرہ انتہائی ادب اور محبت کے ساتھ احسن پیرائے میں کیا کرتے۔ آپ بیان کرتی تھیں کہ بچپن میں حضرت مصلح موعودؓ پیار سے اُن کو کہتے:

”تم بھی مُودی (محمودہ)، مَیں بھی مُودی (محمود)، تم میٹرک پاس۔ مَیں میٹرک فیل۔“

آپ جب یہ فقرہ سنتیں تو شرم سے حالت خراب ہو جاتی اور جب یہ بات کسی کے سامنے بیان کرتیں تو اُس وقت بھی آپ کا چہرہ شرم سے سرخ ہو جاتا۔

بحیثیت ماں آپ ایک بہت ہمدرد، شفیق اور مہربان والدہ تھیں۔ بچوں کے بغیر بتائے ان کی تکالیف کا چہروں سے اندازہ لگا کر بتا دینے والی ماں تھیں۔ دکھ، درد تکلیف میں سب سے زیادہ احساس کرنے والی ہستی تھیں۔ جہاں تربیت میں ایک ذرہ برابر کمی کوتاہی نہ کرتی تھیں وہاں لاڈ پیار میں ہر طرح کے ان کے ارمان پورے کرتیں۔ ذرا کسی بچے کو بخار ہے یا طبیعت خراب ہے تو اپنے پاس بلا کر لٹا لیتیں اور سارے ناز نخرے برداشت کرتیں۔ آپ کی بہو محترمہ امۃ الکافی صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ جب میرے بچے چھوٹے تھے اور ہمارے کمرے میں ٹی وی بھی نہ تھا تو کسی شرارت پر یا پڑھائی نہ کرنے پر میری ایک ہی سزا ہوتی تھی کہ اب تم T.V دیکھنے اُمی جان کے گھر نہیں جاؤ گے۔ تو بس اُسی دن یا چند گھنٹوں بعد مجھ سے پوچھتیں کہ ”تم یہ سزا بچوں کو نہیں بلکہ مجھے دیتی ہو۔ میرے گھر رونق نہیں رہتی۔“ اپنے بیٹوں اور پوتوں کو مسجد میں

نمازوں کے لیے آتے جاتے دیکھ کر ہمیشہ الحمدللہ کہا کرتیں اور بے حد خدا کا شکر ادا کیا کرتیں کہ بچے مسجد سے وابستہ ہیں۔

جب سے MTA پر لائیو خطبات کا سلسلہ شروع ہوا تو باقاعدگی سے اہتمام کرتیں۔ سموسے اور جلیبیاں منگواتیں اور چھوٹے بچے اس کے لالچ اور شوق میں باقاعدگی سے خطبہ سنتے۔ خلافت سے تعلق اور وفا تو آپ کے خون کا حصہ تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ جب منصبِ خلافت پر متمکن ہوئے تو کسی نے باتوں باتوں میں پوچھا کہ یہ تو آپ کی عمر کے لحاظ سے بہت ہی چھوٹے ہیں اب اِن کو خط میں کیسے مخاطب کریں گی؟ تو فرمانے لگیں کہ مَیں لکھوں گی:

"میرے پیارے سیدی بیٹے!"

سامعین! آپ کی بہو امۃ الکافی صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ لجنہ اماءاللہ کے زیر انتظام مختلف پروگراموں میں میری ڈیوٹی کے دوران مکمل طور پر میرے بچوں اور میاں کا اِس طرح خیال رکھتیں کہ مجھے دِنوں اِن کی خبر ہی نہ ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ تربیتی کلاس کے شام کے "ملاقات پروگرام" میں خالہ کو ہم نے مہمان کے طور پر بلایا ہوا تھا۔ ایک بچی نے اُن سے پوچھا کہ آپ کیسی ساس ہیں کہ سارا دن آپ کی بہو یہاں ہوتی ہیں اور آپ بُرا نہیں مناتیں۔ آپ نے یہ جواب دیا کہ

"اگر یہ دین کی خدمت نہ کر رہی ہوتی تو پھر بُرا محسوس کرتی۔ دین کی خدمت کر رہی ہے اس وجہ سے خوشی سے اس کے بچوں کا خیال رکھتی ہوں۔"

آپ مبلغین، واقفینِ زندگی اور اُن کی بیگمات کی بے حد عزت و قدر کرتی تھیں۔ خود بھی ایک واقف زندگی کی بیوی تھیں اور کافی مشکل وقت صبر اور سلیقہ سے گزارا ہوا تھا۔ حالانکہ بچپن سے شادی ہونے تک نوابی شان اور پُر آسائش زندگی کی عادی تھیں۔ آپ مہمان کا بے حد خوش اخلاقی سے ہمیشہ استقبال کرتیں اور فوراً خاطر مدارات شروع کر دیتیں۔ اپنے گھر کے ماحول کو بے حد سادہ اور کھلا رکھا تھا تاکہ خاندان کے بچے بِلا تکلّف آکر بیٹھ سکیں۔ جیسے کسی بڑے کا ایسا گھر ہو جس میں دُور و نزدیک کے سب رشتہ دار بے تکلفی سے آسکتے ہوں۔ خاندان کے گھروں کی بچیوں کو اجازت تھی کہ وہ آپ کے گھر سے گزر کر

اپنے سکول جائیں (سکول گھر کے بالکل سامنے تھا) بچیوں کو یہ Shortcut بے حد پسند تھا، کیونکہ راستے میں کھانے کو مزیدار چیزیں بھی ملتی تھیں۔ پراٹھے، چٹنی اور آلو کی ترکاری روزانہ صبح خاص طور پر پکوا کر ہاٹ پلیٹ (hot plate) پر رکھی جاتی تھیں تاکہ لڑکیاں کچھ کھا سکیں۔ آپ کے گھر کا نام ''بیت الاحسان'' تھا۔ آپ دونوں میاں بیوی دوسروں کے لیے سراپا احسان تھے۔ دونوں اللہ ملائی جوڑی، وسیع الحوصلہ، کریم الاخلاق اور طویل الایادی تھے جن کا دستر خوان کسی کے لیے ممنوع نہ تھا۔ کیا اپنے کیا پرائے حتّٰی کہ گھریلو ملازمین، پُرانے خدمتگار اور کچھ ریٹائرڈ ملازمین، بوڑھے بزرگ سبھی نے اُن کے دستر خوان سے فیض پایا۔

سامعین! آپ کی شفقت کا ہی اثر تھا کہ جس نے بھی آپ کا نمک کھایا اس نے خوب حق بھی ادا کیا۔ جو بچے گھر میں رکھ کر پڑھائے لکھائے یا جن سے خدمت بھی لی ان کی تربیت اور ان کے لیے خصوصی احساس کے ساتھ اِس قدر دعائیں کیں کہ آج اُن میں سے اکثریت کے اوپر ان کی تربیت اور دعا کا اثر نظر آتا ہے۔ ایک مرتبہ کشمیر سے ایک چھوٹی عمر کا لڑکا تلاش معاش کے سلسلہ میں پاکستان آیا۔ وہ کبھی چند ماہ ربوہ آکر رہ جاتا اور کبھی واپس چلا جاتا۔ چند سال یہ سلسلہ چلتا رہا پھر آپ نے اسے سمجھا بجھا کر اور کھانا پکانا وغیرہ سِکھایا اور آہستہ آہستہ وہ آپ کے گھر کا ایک فرد بن گیا۔ گھر کے تمام کام سنبھالنے شروع کر دیے اور خاص طور پر آپ کی زندگی کی آخری بیماری جو تقریباً تین سال پر محیط تھی اس میں بے لوث خدمت کی۔

آپ کا حافظہ بلا کا تھا۔ خوب واقعات سناتیں۔ ایک خوبی یہ بھی نمایاں تھی کہ کبھی کسی فوت شدہ کا خصوصاً یا کسی کا بھی ذکر بُرے رنگ میں نہ کرتیں۔ ہمیشہ اچھے پہلو یاد رکھتی تھیں اور حسِ مزاح بھی خوب تیز اور پُرلطف تھی جس کا اثر طبیعت کو فرحت و تازگی عطا کرتا تھا۔

جب 1984ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ہجرت فرمائی تو کراچی کے سفر میں پیش آنے والے واقعات ایک گھریلو مجلس میں کسی کو بیان کرتے سنا تو سخت ناراض ہوئیں کہ کوئی بات باہر نکل جائے۔ ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ بہت محتاط طبیعت تھیں خصوصاً جماعتی معاملات میں۔ آپ نے اپنی اولاد کو خلافت سے وابستہ رہنے اور اس کے ساتھ اخلاص، وفا اور محبت کا تعلق رکھنے کا درس دیا اور آپ اکثر جماعت کی خدمت پر زور دیتیں۔

سامعین! آپ تقریباً تین سال فالج کی وجہ سے صاحبِ فراش رہیں اور آخر 13مارچ2006ء کو دو بجے دوپہر کو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملیں۔ وفات کے وقت آپ کی عمر 88 سال تھی۔ آپ کی نماز جنازہ 14مارچ2006ء کو بعد نماز مغرب مسجد مبارک میں صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب نے پڑھائی۔ آپ خدا تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ بہشتی مقبرہ کی اندرونی چار دیواری میں آپ کی تدفین ہوئی۔

اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند کرتا چلا جائے۔ آمین

(کمپوزڈ بائی: عائشہ منصور چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿46﴾ ﴿مشاہدات۔676﴾

محترم صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب

اور

زوجہ محترمہ اسماء طاہرہ صاحبہ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ (النحل:123)

یعنی ہم نے اُسے دنیا میں حَسَنہ عطا کی اور آخرت میں وہ یقیناً صالحین میں سے ہو گا۔

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے سیرت "**محترم صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب اور زوجہ محترمہ اسماء طاہرہ صاحبہ**"

محترم صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب نومبر 1924ء میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے، حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت سیّدہ امۃ الحیٔ صاحبہؓ کے بیٹے اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے نواسے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے برادر اصغر تھے۔

تقسیمِ ملک سے قبل حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے قریباً ہم عمر صاحبزادوں مرزا خلیل احمد صاحب، مرزا رفیع احمد صاحب، مرزا حفیظ احمد صاحب اور مرزا وسیم احمد صاحب کو اکٹھا مدرسہ احمدیہ میں دینی تعلیم کے داخل کرایا تھا اور چاروں ایک ہی کلاس کے طالب علم رہے اور زمانہ طالبِ علمی میں نمایاں علمی قابلیت رکھتے تھے۔

صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب کی شادی 1964ء میں حضرت پروفیسر علی احمد صاحبؓ بھاگلپوری کے بھتیجے اور محترم میاں عبد الرحیم احمد صاحب کے چچازاد بھائی محترم مولوی عبد الباقی صاحب کی صاحبزادی محترمہ اسماء طاہرہ صاحبہ سے ہوئی تھی۔

آپ تقسیمِ برصغیر کے معاً بعد کچھ عرصہ قادیان میں بطور درویش مقیم رہے اور بطور ناظر دعوۃ و تبلیغ خدمات سر انجام دیں۔ ربوہ آکر بھی آپ کچھ عرصہ نائب ناظر خدمتِ درویشاں رہے۔

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ''داغِ ہجرت'' کی خبر دی گئی تھی جو تقسیم برصغیر کے وقت پوری ہوئی اور مجبوری حالات جماعت احمدیہ کو بھی قادیان کے مقدس مقام کو الوداع کہتے ہوئے پاکستان کی طرف ہجرت کرنا پڑی۔ ہجرت کے وقت پورے پنجاب میں خون اور آگ کی ہولی کھیلی جارہی تھی لیکن جماعت احمدیہ کے اُس وقت کے امام ہمام حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنی اولوالعزمی اور بصیرت کی وجہ سے فرمایا کہ تبلیغِ اسلام کا مرکز قادیان احمدی آبادی سے بکلّی خالی نہ ہونے پائے بلکہ تین سو تیرہ احمدی جماعت احمدیہ کی نمائندگی کرتے ہوئے اس خاکِ پا میں دھونی رما کر بیٹھ جائیں اور اِس نازک دَور میں جماعت احمدیہ کی حفاظت کے لیے بدرگاہ باری تعالیٰ سربسجود رہیں اور اگر اِس ہولناک زمانہ میں اتلاف جان کے ہمہ وقتی خطرہ سے محفوظ رہیں تو اعلائے کلمۃُ اللہ قادیان کے مقدس مقامات کی حفاظت و آبادی کا موجب بنیں۔ آپ نے رقم فرمایا تھا کہ

''اگر خدانخواستہ بیرونی جماعتوں پر کوئی آفت آئے تو قادیان کی جماعت کو یہ مدِّ نظر رکھنا چاہیے کہ احمدیت اور اسلام کا جھنڈا قائم رکھنا اُن کا فرض ہے تمام دنیا بھر میں احمدیہ لٹریچر کی حفاظت اور تبلیغ وہ اپنا کام سمجھے۔''

(مکتوبات 23 نومبر 1947ء)

ان روح فرسا اور حد درجہ نامساعد حالات میں ایسے افراتفری کے عالم میں ایک فعال مرکز کے قیام کی اساس رکھنے کا احساس کر کے اس کا انتظام کر پانا اور آپؓ کے اس عزم کا مثمر ثمرات حسنہ ہو جانا اس مظفر و منصور کی خلافت راشدہ کا ایک اعجاز ہے۔ اس منصوبہ کا ایک حصہ یہ بھی تھا کہ قرعہ سے دو نمائندوں کا انتخاب ہو گا۔ ایک خود حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی اولاد میں سے اور ایک باقی خاندان حضرت مسیح موعود

علیہ السلام اور خاندان حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے مجموعہ میں سے اور یہ دونوں بھی ان درویشوں میں شامل ہو کر قادیان میں قیام کریں گے۔ سلسلۂ احمدیہ کے اس نازک دَور کے آغاز میں یہ سعادت محترم صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب اور محترم صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب ابن حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ کے حصہ میں آئی کہ انہوں نے 14نومبر 1947ء سے 5مارچ 1948ء تک قادیان میں مقیم رہنے کا موقعہ پایا۔ صدر انجمن احمدیہ میں علی الترتیب ناظر تعلیم و تربیت و دعوۃ و تبلیغ اور ناظرِ اعلیٰ کے فرائض آپ کے سپرد رہے اور نمائندہ تحریک جدید کے قادیان سے منتقل ہو جانے پر آپ کو صدر انجمن تحریک جدید کی نمائندگی بھی تفویض ہوئی۔ ان صبر آزما حالات میں ہر دو کا قیام اور سلوک درویشوں کے لیے حوصلہ افزا، ایمان افروز اور باعث خیر و برکت ہوا۔

آپ کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی یہ بھی ہدایت تھی کہ آپ اپنی تعلیم کو جاری رکھیں اور خود مطالعہ کر کے اور علماء سے مدد لے کر اپنی پڑھائی میں حرج نہ ہونے دیں اور کچھ وقت دیہاتی مبلغین کو پڑھائیں۔

سامعین! ابھی صدر انجمن احمدیہ قادیان کا دائرہ کار مقامی نوعیت کا تھا لیکن تھا بے حد اہم اور نازک اور انجمن کی بکلّی توجہ کا طالب۔ ہندوستان کی جماعت ہائے احمدیہ سے انجمن کا رابطہ منقطع تھا لیکن از سرِ نو بتدریج رابطہ قائم کیا جا رہا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ایک ہدایت یہ بھی تھی کہ حضورؓ کے قصرِ خلافت میں کتب جمع کی جائیں کہ ان پر تاریخ سلسلہ کی بنیاد ہے اور اُن کی فہرستیں ادھر بھجوا کر آگاہ رکھا جائے۔

(مکتوب 12نومبر 1947ء)

اس ہدایت کی تکمیل آپ صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب کے سُپرد نظارت کے ذمہ تھی جس کا آغاز اور بہت حد تک تکمیل آپ کے ذریعہ ہوئی۔ کچھ عرصہ آپ نے ناظر خدمت درویشان قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے ساتھ بطور نائب ناظر بھی خدمتِ سلسلہ کا موقعہ پایا۔

(ہفت روزہ بدر قادیان 3اپریل 1975ء)

سامعین! 1971ء میں آپ نے مکہ مکرّمہ کی زیارت کرنے اور عمرہ کرنے کی سعادت پائی۔ آپ علم دوست اور خاموش طبع بزرگ تھے۔ آپ تقریباً 1969ء سے بعارضہ قلب بیمار تھے۔ اس دوران کئی بار

آپ کو دل کی تکلیف ہوئی اور ہر بار اللہ کے فضل سے صحتیاب ہوتے رہے۔ 9 فروری 1975ء کو پھر دل کا حملہ ہوا اور ساتھ ہی سینہ میں انفیکشن بھی ہوگئی۔ علاج جاری تھا کہ 24 فروری کو بیماری نے شدت اختیار کر لی۔ آخری دنوں میں وقفہ وقفہ سے بیماری کے تین شدید حملے ہوئے اور آخری حملہ 4 مارچ کو ہوا جس کی وجہ سے آپ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کرگئی اور آپ اپنے مولائے حقیقی سے جاملے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی عمر پانے والی اولاد میں سے آپ رحلت فرمانے والے پہلے فرزند تھے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر پچاس برس تھی۔ مورخہ 5 مارچ 1975ء کو صبح گیارہ بجے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے کثیر احباب کے ساتھ آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ موصی تھے۔ آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔

(ہفت روزہ البدر قادیان 13 مارچ 1975ء)

سامعین! جہاں تک آپ کی اہلیہ محترمہ اسماء طاہرہ صاحبہ کا تعلق ہے تو آپ جون 1935ء میں بھاگلپور میں پیدا ہوئیں۔ آپ کے والد مولوی عبد الباقی صاحب اور والدہ صفیہ خاتون صاحبہ تھیں۔ آپ کے والد لمبا عرصہ کنری (سندھ۔ پاکستان) جماعت کے صدر بھی رہے۔ آپ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہو تھیں اور پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی ممانی جان تھیں۔

آپ کے دادا حضرت علی احمد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تھی۔ ان کی بیعت کا واقعہ کچھ یوں ہے کہ جب آپ کے دادا قادیان آئے تو نویں کلاس میں زیر تعلیم تھے۔ قادیان جاتے ہوئے امرتسر ریلوے سٹیشن پر مولوی محمد حسین بٹالوی نے ان کو روکنے کی کوشش کی تو انہوں نے مولوی صاحب کو جواب دیا کہ میری والدہ نے سورج چاند گرہن کا نشان پورا ہونے پر مجھے تحقیق کے لئے قادیان بھجوایا ہے اور آپ کے اس عمل سے مجھے مرزا صاحب کی صداقت واضح ہوئی ہے کہ آپ جیسا بڑا مولوی کیوں کسی جھوٹے نبی کے دعویدار کے لئے اتنا وقت ضائع کرے گا۔ آپ کا یہ پھرنا اور وقت ضائع کرنا ہی بتاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب سچے ہیں۔

آپ کی اپنی اولاد کوئی نہیں تھی آپ نے اپنی بہن کی ایک بیٹی لے کر پالی تھی۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ

”مجھے بالکل اپنے بچوں کی طرح پالا اور شادی کے وقت بھی میرے پورے شادی کے لوازمات پورے کئے۔ میری تربیت میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ جب مَیں پریشان ہوتی مجھے دعا کے لئے کہتیں کہ دعا کرو ان شاء اللہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ دعاؤں پر بڑا یقین تھا۔ بچوں سے بڑا پیار تھا۔ ان کی تربیت کا خاص طور پر خیال رکھتی تھیں اور کہا کرتی تھیں کہ بچوں کو مسجد لے کر جایا کرو کیونکہ مسجد میں ان کو مصروف رکھو گی تو بچے کبھی بگڑیں گے نہیں اور ضائع نہیں ہوں گے۔ جماعت سے وابستہ رہنے کی ہمیشہ تلقین کرتی تھیں۔ یہ بچی کہتی ہے کہ مجھے وصیت کرنے کی بھی تلقین کی اور ہمیشہ اس کی تلقین کرتی رہیں کہ جماعت سے ہمیشہ وابستہ رہنا۔ ملازموں سے بھی نہایت نرمی کا سلوک تھا۔ گھر میں ان کی ملازمہ تھی اس کے بارے میں اپنی لے پالک بچی کو کہا تھا کہ میرے بعد اس کا خیال رکھنا اور اس کو جو کوارٹر مَیں نے گھر میں دیا ہوا ہے وہاں سے نکالنا نہیں ہے۔“

سامعین! محترمہ اسماء طاہرہ صاحبہ کو جنرل سیکرٹری لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے طور پر، پھر سیکرٹری ضیافت لجنہ مرکزیہ کے طور پر، پھر ممبر عالمگیر تبلیغ منصوبہ کمیٹی کے طور پر، پھر مقامی لجنہ میں بھی کام کرنے کی توفیق ملی۔

سسرال میں اور اپنی نندوں سے اور رشتہ داروں سے اور عزیزوں سے ان کا بہت پیار اور محبت کا تعلق تھا۔ خلافت سے محبت اور احترام کا تعلق تھا۔ آپ کی وفات 23؍دسمبر 2016ء کو کینیڈا میں ہوئی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر 79 برس تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے 6 جنوری 2017ء کے خطبہ جمعہ میں آپ کا ذکرِ خیر فرمایا اور نماز جنازہ غائب پڑھائی۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”بیماری کے دنوں میں مل کے آیا ہوں آجکل کینیڈا میں تھیں ان کی بیماری کی ایسی حالت تھی کہ جب مَیں گیا ہوں اور ملا ہوں تو ہل نہیں سکتی تھیں لیکن اس وقت بھی ان کی عاجزی کا یہ حال تھا کہ انہوں نے کہا کہ میرے کپڑے نکال کے رکھو۔ تیاری کرو اور میرا کہا کہ شاید وہ مجھے ملاقات کے لئے بلالیں۔ بجائے اس

کے کہ مجھے پیغام بھیجتیں کہ ملاقات کے لئے آؤ۔ یہ اس امید پہ تھیں کہ مَیں ان کو وہاں بلاؤں گا۔ بہرحال مَیں مل کے آیا۔ اس لحاظ سے بڑی خوش ہوئیں۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 6 جنوری 2017ء)

اللہ تعالیٰ آپ دونوں سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

نہ روک راہ میں مولا شتاب جانے دے
کھلا تو ہے تری ”جنت کا باب“ جانے دے

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿47﴾ ﴿مشاہدات۔684﴾

محترم صاحبزادہ مرزا حفیظ احمد صاحب

اور

زوجہ محترمہ سیدہ تنویر الاسلام صاحبہ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ أُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (التوبہ:71)

وہ اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بُری باتوں سے روکتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہی ہیں جن پر اللہ ضرور رحم کرے گا۔ یقیناً اللہ کامل غلبہ والا (اور) بہت حکمت والا ہے۔

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے سیرت **"محترم صاحبزادہ مرزا حفیظ احمد صاحب اور زوجہ محترمہ سیدہ تنویر الاسلام صاحبہ"**

محترم صاحبزادہ مرزا حفیظ احمد صاحب 13 نومبر 1925ء کو قادیان میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے اور حضرت مصلح موعودؓ و حضرت سیّدہ ام ناصر صاحبہؓ کے بیٹے، حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے بھائی اور ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے ماموں تھے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مولوی فاضل پاس کیا تھا۔

آپ کا نکاح 30مارچ 1945ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے سیّدہ تنویر الاسلام صاحبہ بنت مکرم سید عبد السلام صاحب آف سیالکوٹ کے ساتھ بعوض ایک ہزار روپے حق مہر پر پڑھایا۔ اُس دن حضورؓ نے اپنے دو بیٹوں اور دو بیٹیوں کے نکاح اکٹھے پڑھائے تھے۔ خطبہ جمعہ کے آخر پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا:

"مَیں آج چند نکاحوں کا اعلان کرنے لگا ہوں اِن میں سے چار میرے اپنے بچوں کے نکاح ہیں۔ مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس قول کو پورا کرنے کے لیے کہ

غموں کا ایک دن اور چار شادی
سُبۡحَانَ الَّذِیۡ اَخۡزَی الۡاَعَادِیۡ

یہ چار نکاح اکٹھے رکھے ہیں۔ یہ چار نکاح خلیل احمد، حفیظ احمد، امۃ الحکیم اور امۃ الباسط کے ہیں۔ ان میں سے تین کی والدہ فوت ہو چکی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور اُس کے قبضہ میں ہے کہ اُس نے جس طرح ہمیں غموں کا ایک دن اور چار شادیاں دکھائی ہیں وہ اُن روحوں کو بھی خوش اور مسحور کر دے۔ مَیں نے اپنے بچوں کے نکاحوں میں کبھی بھی اس بات کو مدِّ نظر نہیں رکھا کہ ان کے نکاح آسودہ حال اور مالدار لوگوں میں کیے جائیں اور مَیں نے جماعت کے لوگوں کو بھی یہی نصیحت کی ہے۔"

(خطبات محمود جلد سوم صفحہ 615)

سامعین! یہ نصیحت آج بھی اُن لوگوں کے لیے اہم ہے جو اپنے بچوں کے رشتے کرتے وقت اس بات کا خیال نہیں رکھتے۔

آپ کی شادی کی تقریب 1948ء میں منعقد ہوئی۔ 18 جنوری 1948ء کو بارات لاہور سے سیالکوٹ گئی جس میں حضرت ام ناصرؓ، حضرت چھوٹی آپا، حضرت مہر آپا، خاندان کی بعض صاحبزادیاں، حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے، حضرت مرزا عزیز احمد صاحبؓ اور ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب شامل تھے۔ بارات 19 جنوری 1948ء کو واپس لاہور آئی۔

(روزنامہ الفضل لاہور 21 جنوری 1948ء)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بیٹوں اور دو بیٹیوں سے نوازا جن میں مکرم ڈاکٹر مرزا لئیق احمد صاحب، مکرم مرزا زبیر احمد صاحب، مکرمہ امۃ الولی صاحبہ اہلیہ مکرم مرزا شکیل احمد مبرور صاحب اور مکرمہ امۃ الرافع صاحبہ اہلیہ مکرم ہدایت اللہ خان صاحب شامل ہیں۔

سامعین! صاحبزادہ مرزا حفیظ احمد صاحب نے ابتدائی تعلیم قادیان میں حاصل کی۔ اس کے بعد مولوی فاضل کیا۔ آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنی سندھ کی زمینوں کے ادارے ایم این سینڈیکیٹ میں خدمت پر مامور کیا تھا جہاں آپ 1955ء تا 1963ء تک خدمت کرتے رہے۔ اس کے بعد اپنا کاروبار کیا۔ آپ میں صبر و تحمل بہت زیادہ تھا۔ آپ چھوٹے بڑے یا ملازم سے ہمیشہ نرم اور نیچی آواز میں بات کرتے تھے۔ آپ کی آواز صرف تلاوتِ قرآن کریم کے وقت اونچی ہوا کرتی تھے۔ غریبوں کے ہمدرد تھے۔

آپ 2008ء سے ہارٹ اٹیک کے بعد صاحبِ فراش تھے۔ مورخہ 14 اور 15 جولائی 2012ء کی درمیانی شب طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ میں وفات پا گئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر 86 سال تھی۔

آپ کی نماز جنازہ مورخہ 15 جولائی 2012ء بعد نماز ظہر مسجد مبارک میں محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے پڑھائی۔ آپ کی تدفین عام قبرستان میں ہوئی۔

(روزنامہ الفضل 17 جولائی 2012ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ 20 جولائی 2012ء کو نماز جمعہ کے بعد آپ کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔ خطبہ جمعہ میں آپ کا ذکر خیر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا:

"دوسرا جنازہ مکرم صاحبزادہ مرزا حفیظ احمد صاحب کا ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے بیٹے تھے۔ چھیاسی سال کی عمر میں چودہ پندرہ جولائی کی درمیانی شب کو ان کی وفات ہوئی ہے۔ حضرت ام ناصر کے بطن سے یہ پیدا ہوئے تھے اور بڑے نرمی سے بات کرنے والے، غریبوں سے حسن سلوک کرنے والے تھے۔ انہوں نے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ اُس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے سنڈیکیٹ جو سندھ میں زمینوں کا اپنا ادارہ تھا وہاں ان کو بھیج دیا تھا۔ تو اُس کے بعد پھر وہی کام کرتے تھے۔ جب یہ بند ہو گیا تو پھر یہ اپنا ہی کاروبار کرتے رہے۔ خلافت سے بھی ان کا بڑا تعلق تھا۔ مجھے باقاعدگی سے خط بھی لکھا کرتے تھے

اور بڑے اخلاص ووفا کا تعلق انہوں نے ہمیشہ ظاہر کیا۔ میرے ماموں تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ ان سے مغفرت کا سلوک فرمائے۔"

سامعین! اب خاکسار کچھ مختصر ذکر آپ کی زوجہ **محترمہ سیدہ تنویر الاسلام صاحبہ** کا کرے گا۔

محترمہ سیدہ تنویر الاسلام صاحبہ 1926ء میں حضرت سید میر عبد السلام صاحب اور حضرت سیدہ فضیلت بیگم صاحبہ کے ہاں پیدا ہوئیں۔

حضرت سید میر عبد السلام صاحب رضی اللہ عنہ سیالکوٹ کے معروف صحابی حضرت حکیم سید میر حسام الدین صاحبؓ کے پوتے اور حضرت سید محمود شاہ صاحبؓ کے بیٹے تھے۔ آپ کا نکاح حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے قادیان میں 21 مئی 1905ء کو بعد نماز ظہر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی موجودگی میں حضرت سید خصیلت علی شاہ صاحبؓ کی بیٹی حضرت سیدہ فضیلت بیگم صاحبہ کے ساتھ پڑھا۔

(بدر 18 مئی 1905ء صفحہ 6)

حضرت سید میر عبد السلام صاحبؓ نے بطور امیر جماعت احمدیہ سیالکوٹ بھی خدمت کی توفیق پائی۔ آپ 1930ء کی دہائی میں انگلستان پہنچے اور پھر وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ 1936ء میں جب خلافت احمدیہ کے خلاف فتنہ اٹھا تو جماعت احمدیہ لندن نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سے اظہار عقیدت اور خلافت سے وابستگی کے لیے ایک جلسہ کیا جس میں حضرت سید میر عبد السلام صاحبؓ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

"خلافت فی حد ذاتہٖ اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم الشان فضل اور اس کی ایک بڑی نعمت ہے اور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا وجود ہمیں اس قدر محبوب ہے کہ ہم آپ کے خلاف کسی آواز کو خواہ وہ کس قدر دھیمی ہو فراموش نہیں کر سکتے"

(الفضل 22/اگست 1937ء صفحہ 2)

حضرت میر عبد السلام صاحبؓ اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے اور ہندوستان کی ٹیم میں بطور باؤلر کے شامل تھے۔ بعد میں آپؓ مستقلاً لندن مقیم ہو گئے۔ آپؓ کو انگریزی زبان پر زبردست عبور حاصل تھا۔ بہت عالم فاضل

شخصیت تھے۔ اتوار کو ہائیڈ پارک کارنر میں اسلام و احمدیت پر تقاریر کیا کرتے تھے۔ علم کا سمندر تھے۔ حضرت میر صاحبؓ کی وفات لندن میں واقع ہوئی اور بروک وڈ میں اُن کی تدفین ہوئی۔

(ماخوذ از چند خوشگوار یادیں)

حضرت سیدہ فضیلت بیگم صاحبہؓ نے 19/اپریل 1975ء کو وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں آپ کی تدفین ہوئی۔

سیدہ تنویر الاسلام صاحبہ 1948ء میں نظام وصیت میں بھی شامل ہوئیں۔ نہایت منکسرُ المزاج، دعا گو، نمازوں اور تہجد کی پابند تھیں۔ لمبا عرصہ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ میں خدمت کی توفیق ملی۔ 2012ء میں خاوند اور 2017ء میں بیٹے ڈاکٹر مرزا لئیق احمد صاحب کی وفات کا صدمہ بڑے صبر سے برداشت کیا۔

7 دسمبر 2019ء کو 93 سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین ہوئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ 13 دسمبر 2019ء کو نماز جمعہ کے بعد آپ کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔ خطبہ جمعہ کے آخر پر آپ کا ذکر خیر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا:

"پہلا (جنازہ) مکرمہ سیدہ تنویر الاسلام صاحبہ کا ہے جو مکرم مرزا حفیظ احمد صاحب مرحوم کی اہلیہ تھیں۔ 7 دسمبر کو 91 سال کی عمر میں یہ وفات پا گئی ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ ان کا خاندانی تعارف اس طرح ہے۔ ان کے والد کا نام میر عبد السلام تھا اور یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دیرینہ اور مخلص صحابی حضرت میر حسام الدین صاحبؓ کی پڑپوتی تھیں... حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہو تھیں۔ حضرت میر حسام الدین صاحبؓ بڑے مشہور صحابی ہیں۔ آپ 1839ء میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے تھے اور سیالکوٹ کے بڑے معروف حکیم تھے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام جب سیالکوٹ میں قیام پذیر تھے تو حکیم صاحب دوا سازی اور مطب کیا کرتے تھے۔ اس زمانے میں حضرت اقدسؑ کی رہائش ان کے مکان کے ایک حصہ میں بھی رہی ہے اور 1877ء میں حضرت اقدسؑ سیالکوٹ تشریف لائے تو حکیم صاحب کے مکان پر ایک دعوت کی تقریب میں تشریف لے گئے۔ حضرت اقدسؑ کی وہ پاکیزہ جوانی اور نمونہ تھا کہ جب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ کیا تو وہ لوگ جو نیک اور سعید فطرت تھے اور فہم و فراست کے نور سے حصہ پانے والوں میں سے

تھے انہوں نے آپؑ کو قبول کیا اور سیالکوٹ کے جن احباب نے آپؑ کو قبول کیا ان میں سے اخلاص و وفا میں یہ گھرانہ بھی سرفہرست تھا۔

(ماخوذ از احمد علیہ السلام سیرت و سوانح (غیر مطبوعہ) مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب جلد 2 صفحہ 468)

... بہر حال مکرمہ سیدہ تنویر الاسلام صاحبہ ان کی نسل میں سے تھیں اور یہ... سیالکوٹ میں پیدا ہوئیں اور پھر جنوری 1948ء میں ان کی شادی مرزا حفیظ احمد صاحب سے ہوئی اور اس طرح یہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی بہو بنیں۔ ان کو 1956ء سے لے کر 2008ء تک مختلف اوقات میں تقریباً اڑتالیس سال مرکزی لجنہ کی سیکرٹری نمائش کے طور پر خدمت بجالانے کی توفیق ملی۔ اسی طرح اَور بھی ان کی خدمات ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے ان کا بہت پیار کا تعلق تھا۔ تہجد کا بہت خیال رکھنے والی تھیں بلکہ ان کی ملازمہ نے بتایا کہ جس رات ان کی وفات ہوئی ہے اُس رات بھی تین بجے کے قریب تہجد ادا کی اور پھر سو گئیں اور اسی حالت میں ان کی وفات ہو گئی۔ ان کی بیٹی کہتی ہیں کہ مجھے بتاتی تھیں کہ جب مَیں بیاہ کر، حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بہو بن کے اس خاندان میں آئی تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور حضرت ام ناصرؓ نے مجھے اتنا پیار اور عزت اور محبت دی کہ میکے کی یاد مجھے بالکل بھول گئی۔ پھر انہوں نے بہت حوالے بھی دیے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے باتیں یاد تھیں اور اچھی یادداشت تھی۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور رحم فرمائے۔ درجات بلند کرے۔"

اللہ تعالیٰ آپ دونوں کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

مغفرت بے حساب ہو جائے

مرحمت لا جواب ہو جائے

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

﴿48﴾ ﴿مشاہدات۔681﴾

محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب

اور

زوجہ محترمہ سیّدہ امۃ السمیع صاحبہ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ

(آل عمران:16)

تُو کہہ دے کہ کیا مَیں تمہیں ان سے بہتر چیزوں کی خبر دوں؟ ان کے لئے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں ان کے ربّ کے پاس ایسے باغات ہیں جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور پاک کئے ہوئے جوڑے ہیں اور اللہ کی طرف سے رضوان ہے اور اللہ بندوں پر گہری نظر رکھنے والا ہے۔

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے۔ سیرت **"محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب اور زوجہ محترمہ سیّدہ امۃ السمیع صاحبہ"**

محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب 5مارچ 1927ء کو قادیان میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے اور حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت سارہ بیگم صاحبہؓ کے بیٹے تھے۔ ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے ماموں تھے۔

آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم کے بعد مولوی فاضل، بی اے اور شاہد کے امتحان پاس کئے۔ 1945ء میں اپنی زندگی وقف کی۔ آپ کی پہلی تقرری 1952ء میں وکالت تبشیر تحریک جدید میں ہوئی جہاں آپ دو سال

تک کام کرتے رہے۔ اس کے بعد کچھ عرصہ وکالت دیوان میں رہنے کے بعد 6 جون 1954ء کو انڈونیشیا بطور مبلغ سلسلہ بھجوائے گئے۔ 22 مارچ 1956ء کو وہاں سے واپسی ہوئی تو یکم مئی 1956ء تا 11 جون 1982ء جامعہ احمدیہ ربوہ میں درس تدریس کے فرائض سر انجام دیتے رہے۔ مَیں بھی آپ کے شاگردوں میں سے ایک ہوں۔ خاکسار نے آپ سے حدیث اور تصوّف پڑھی۔ آپ کا پڑھانے کا انداز بھی صوفیانہ تھا۔ آپ ہمیشہ سفید کپڑوں میں ملبوس اچکن اور عمامہ (پگڑی) پہنے ہاتھ میں گھونڈی لئے دکھائی دیتے۔ آپ اپنے گھر واقع احاطہ خاص سے پیدل جامعہ میں پڑھانے کے لئے تشریف لاتے تھے۔ آپ خوش الحان بھی تھے ایک لمبا عرصہ ریڈیو پاکستان سے علی الصبح آپ کی تلاوت سے نشریات کا آغاز ہوتا رہا۔ آپ کی شادی مکرمہ سیّدہ امۃ السمیع صاحبہ بنت حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ سے ہوئی۔ آپ کا نکاح 26 دسمبر 1952ء کو حضرت مصلح موعودؓ نے بعوض ایک ہزار روپے حق مہر کے پڑھایا۔ دسمبر 1953ء میں ان کا رخصتانہ کی تقریب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین بیٹوں اور چار بیٹیوں سے نوازا جن میں محترمہ سارہ امۃ الحفیظ صاحبہ اہلیہ محترم سیّد منور احمد صاحب لاہور، محترمہ حمیرا امۃ الحمید صاحبہ اہلیہ محترم سیّد محمود احمد صاحب، محترمہ شِبرہ امۃ اللطیف صاحبہ اہلیہ محترم طارق رشید احمد صاحب، محترمہ وردہ امۃ الملک صاحبہ اہلیہ محترم ڈاکٹر سیّد حمید اللہ نصرت پاشا صاحب اور بیٹوں میں مکرم مرزا طیب احمد صاحب (امیر، امارت گلشن اقبال، کراچی)، مکرم مرزا عبد الصمد احمد صاحب (ناظر خدمتِ درویشاں)، مکرم مرزا محمد احمد مصطفیٰ صاحب شامل ہیں۔

سامعین! آپ 1962ء تا 1966ء صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ بھی رہے۔ آپ نے 23 اکتوبر 1964ء کو ہونے والے خدام الاحمدیہ کے اجتماع میں خطاب کرتے ہوئے خدام کو ایک خوبصورت نصیحت کی کہ

”آج خدا اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ہم پر ہے کہ ہم آگے آئیں اور اسلام کو دنیا میں سر بلند کرنے کی خاطر اپنا تن من دھن سب کچھ لٹا دیں۔ ہم اُس سکول کی حیثیت رکھتے ہیں جس میں آکر دوسروں نے توحید باری تعالیٰ کا درس لینا ہے اور پھر عشقِ خدا اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سرشار ہو کر زندگی کے حقیقی مقصد کو پانا اور اس میں کماحقہ کامیاب ہونا ہے۔ یہ تبھی ہو سکتا ہے کہ ہم وہی جذبہ

اپنے اندر پیدا کریں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں تھا اور جس کا نمونہ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ نے دکھایا۔ خدمتِ دین کی اُسی تڑپ کا ہمارے سینوں میں موجزن ہونا ضروری ہے جو تڑپ صحابہ کے سینوں میں موجزن تھی۔ ایمان اور عمل کے لحاظ سے ہمارا اُسی معیار پر ہونا ضروری ہے جس معیار پر صحابہ پہنچے اور پھر اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔"

(روزنامہ الفضل ربوہ مورخہ 25 اکتوبر 1964ء صفحہ 8)

سامعین! قادیان سے ہجرت کے بعد سے ربوہ میں خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا دفتر بنانے کا معاملہ زیرِ غور تھا۔ اُس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے دفتر کے ساتھ ہال اور لائبریری بنانے کا ارشاد بھی فرمایا تھا۔ چنانچہ 20 اکتوبر 1962ء کو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے ہال کا سنگ بنیاد رکھا۔ بعض ناگریز وجوہات کی بناء پر تعمیر کا کام شروع نہ کیا جا سکا۔ 18 اپریل 1965ء کو صدر مجلس محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب نے خدا کے حضور دعاؤں کے ساتھ اینٹ رکھ کر تعمیر کا افتتاح کیا۔ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ازراہ کرم اس اینٹ پر دعا فرمائی اور تعمیر کے آغاز کا سن کر مسرت کا اظہار فرمایا۔

(تاریخ احمدیت جلد 23 صفحہ 38)

آپ اچھے مقرر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اچھے مصنف بھی تھے۔ آپ کی ایک کتاب "اسلام میں نبوت کا تصور" 1965ء میں شائع ہوئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 9 فروری 1966ء کو اپنے دورِ خلافت کی پہلی مجلس افتاء کمیٹی تشکیل فرمائی جس کے ایک ممبر آپ بھی تھے۔

محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب مورخہ 15 ، جنوری 2004ء کو حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر 77 برس تھی۔ آپ موصی تھے آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ ربوہ میں ہوئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی وفات کے بعد خطبہ جمعہ میں آپ کا ذکرِ خیر بیان کرتے ہوئے فرمایا:

”جب اللہ تعالیٰ نے مجھے خلافت پر متمکن فرمایا تو ان کی طرف سے انتہائی عاجزی اور اخلاص اور وفا کا خط مجھے ملا اور پھر اس کے بعد ہر خط میں یہ حال بڑھتا چلا گیا۔ باوجود اس کے کہ میرے ساتھ انتہائی قریبی رشتہ تھا، ماموں کا رشتہ تھا۔ ان کے اخلاص اور وفا کے الفاظ پڑھ کر دل اللہ تعالیٰ کی حمد سے بھر جاتا تھا۔ میرا خیال ہے کہ میرے چند ایک ایسے بڑے رشتہ دار ہیں جنہوں نے اس طرح وفا اور اطاعت کا اظہار کیا ہو گا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ باقی رشتہ داروں نے وفا کا اظہار نہیں کئے۔ ہر ایک کا اپنا اپنا انداز ہوتا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کے ہر فرد نے بڑے اخلاص اور وفا سے خلافت کی بیعت کی ہے۔ ان میں بہت سے مجھ سے عمر میں بھی بڑے ہیں، تجربے میں بھی بڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام خاندان کو خلافت سے محبت اور وفا میں ہمیشہ بڑھاتا رہے اور آئندہ آنے والی ہر خلافت کے ساتھ بھی سب لوگ اطاعت کا نمونہ دکھائیں۔ بہر حال یہاں ذکر میاں صاحب کا تھا۔ اپنا انجام بخیر ہونے کے بارہ میں مجھے باقاعدہ لکھتے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت کا سلوک فرمائے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23 جنوری 2004ء)

سامعین! جیسا کہ خاکسار پہلے بیان کر چکا ہے کہ آپ کی شادی مکرمہ سیّدہ امۃ السمیع صاحبہ بنت حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ سے ہوئی تھی۔ آپ 6 مارچ 1937ء کو پیدا ہوئیں اور ابتدائی تعلیم قادیان سے حاصل کی۔ پھر پاکستان ہجرت کرنے کے بعد یہاں سے میٹرک کیا۔ آپ کا بچپن حضرت اماں جانؓ کی نیک تربیت اور سایۂ شفقت میں بڑے دینی ماحول میں گزرا۔ آپ نے اپنے بیٹے کو اپنی شادی کے بارے میں بتایا کہ

”میری شادی عجیب حالت میں ہوئی ہے کہ جلسہ سالانہ کے دن تھے۔ 28ء دسمبر کو جلسہ کے آخری دن شادی ہوئی۔ جلسہ کے دنوں میں ادھر ہی ڈیوٹی لگی ہوئی تھی۔ کوئی پروگرام شادی کا نہیں تھا۔ ڈیوٹی دے کر آئیں تو ان کی امّاں نے کہا کہ صبح تمہاری شادی ہے۔ کہتی ہیں اُس وقت میرے ہاتھ کالے تھے کیونکہ

جلسہ کی ڈیوٹی کی وجہ سے دیگیں دھو کر آرہی تھیں۔ تو لڑکیوں نے مِل کے میرے ہاتھ دھوئے، سیاہی دور کی اور اگلے روز بغیر کسی مہندی وغیرہ کے شادی ہو گئی۔"

آپ بہت مہمان نواز خاتون تھیں۔ جلسہ سالانہ میں مہمانوں کی خاص طور پر بہت خدمت کیا کرتی تھیں۔ مہمانوں سے آپ کا گھر بھرا رہتا تھا۔ باوجود مہمانوں کے جلسہ کی ڈیوٹیاں باقاعدہ دیتی رہیں۔ ملازموں سے بڑے حسنِ سلوک سے پیش آتیں، کبھی کسی کو نہیں ڈانٹا۔ آپ کے بچے بتاتے ہیں کہ صدقہ وخیرات میں بھی ہمیں پتہ نہیں لگتا تھا، بڑی خاموشی سے دیا کرتی تھیں۔ چھوٹے سائز کا قرآن شریف تھا روزانہ جب موقع ملتا تھا اُس کو پڑھتی رہتی تھیں۔ وہ قرآن شریف ہم نے ان کے ہاتھ میں چالیس سال سے دیکھا ہے۔ آپ بہت دُعا گو خاتون تھیں۔

آپ کے خاوند چونکہ واقف زندگی تھے اس لیے جب حضرت مصلح موعودؓ نے اُن کو انڈونیشیا بھیجا تو آپ بھی اُن کے ساتھ وہاں تقریباً ڈیڑھ سال رہیں۔ آپ جماعتی کاموں میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتی تھیں۔ سادہ طبعیت، خوش اخلاق اور بہت ملنسار تھیں۔ مالی قربانی میں ہمیشہ پیش پیش رہتیں۔ رشتہ داریوں کا بھی بہت خیال رکھتی تھیں۔ 1966ء جب محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب نے حج کیا اور وہاں سے وہ دو کفن آبِ زم زم میں تَر کر کے ایک اپنے لئے اور ایک آپ کے لیے لائے۔ تو آپ کی نند محترمہ امۃ النصیر صاحبہ عرف چھیرو نے صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب سے کہا کہ بھائی! میرے لیے کیوں نہیں لائے تو محترمہ صاحبزادی امۃ السمیع صاحبہ نے اپنے کفن کی دو چادروں میں سے ایک چادر بغیر کچھ کہے اُن کو دے دی۔

(روزنامہ الفضل 5 اکتوبر 2012ء صفحہ 8)

1991ء میں لندن میں آپ کا بائی پاس آپریشن ہوا تھا۔ بڑی صابر تھیں جس ڈاکٹر نے آپریشن کیا تھا اُس نے بھی آپ کے صبر کو دیکھ کر کہا کہ مَیں نے اس وقت اپنا Best Patient دیکھا ہے۔ اس کا تمہیں ایوارڈ دیتا ہوں کہ اتنا صبر مَیں نے کسی Patient میں نہیں دیکھا۔ اس سے پہلے آپ کو کینسر بھی ہوا تھا۔ آپ نے ہر بیماری کو بڑے صبر اور ہمت اور حوصلے سے برداشت کیا۔

سامعین! آپ 3؍اکتوبر 2012ء کو صبح دس بجے ربوہ میں وفات پا گئیں۔ وفات کے وقت آپ کی عمر75 برس تھی۔ آپ کی نماز جنازہ مورخہ 3اکتوبر2012ء کو ہی بعد نماز عصر مسجد مبارک میں محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب نے پڑھائی۔ آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ دارالفضل میں ہوئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ 5اکتوبر2012ء کو لندن میں بعد نماز جمعہ آپ کی نماز جنازہ غائب پڑھائی اور آپ کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے فرمایا:

”خلافت کے ساتھ بھی بڑا وفا کا اور اخلاص کا تعلق تھا اور بچوں کو نصیحت کی کہ اِسی میں خیر وبرکت ہے، اِس کو جاری رکھنا۔ اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائے اور اِن کے بچوں کو اِن کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔“

اللہ تعالیٰ آپ دونوں کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

قربِ رحمت مآب حاصل ہو
وصلِ عالی جناب ہو جائے

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿49﴾ ﴿مشاہدات۔585﴾

محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا (النساء:123)

وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے ہم ضرور اُنہیں ایسی جنتوں میں داخل کریں گے جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں۔ وہ ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں۔ یہ اللہ کا سچّا وعدہ ہے۔

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے سیرت **"محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب"**

محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب یکم اگست 1927ء کو قادیان انڈیا پیدا ہوئے۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پوتے اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے فرزند تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام حضرت سیّدہ عزیزہ بیگم صاحبہ تھا جو کہ حضرت سیٹھ ابو بکر یوسف صاحب آف جدّہ کی بیٹی تھیں۔ ابتدائی تعلیم قادیان میں ہی حاصل کی۔ مدرسہ احمدیہ اور جامعہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کرنے کے علاوہ آپ نے بزرگ اساتذہ سے خاص اہتمام اور انتظام کے تحت دینی علوم حاصل کئے۔

آپ کی شادی محترمہ سیّدہ امۃ القدوس بیگم صاحبہ جو کہ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ کی بیٹی تھیں سے ہوئی۔ نکاح 26 دسمبر 1951ء کو ہوا۔ جب ان کی شادی ہوئی تو حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیگم صاحبہ کی درخواست پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ رخصتانہ کے وقت لڑکی والوں کی طرف سے شریک ہوئے تھے۔

(ماخوذ از روزنامہ الفضل لاہور 26۔ اکتوبر 1952ء صفحہ 3)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین بیٹیوں امۃ العلیم صاحبہ، امۃ الکریم صاحبہ، امۃ الرؤف صاحبہ اور ایک بیٹے مرزا کلیم احمد صاحب سے نوازا۔

سامعین! یہ آپ کی سعادت اور خوش نصیبی ہے کہ بہت کم عُمر میں آپ نے اپنے مقدّس خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بستی قادیان کو اپنا مسکن بنالیا۔ آپ نے بھی ایک فرمانبردار واطاعت گزار فرزندِ گرامی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرح یَا اَبَتِ اِفْعَلْ کا نمونہ پیش کیا۔ آپ نے 21 سال کی عمر میں درویشانہ زندگی کا آغاز کیا اور 5۔مارچ 1948ء کی شام پاکستان سے روانہ ہو کر 14 افراد کے ساتھ قادیان پہنچے۔ درویشان قادیان کے لئے وہ زمانہ انتہائی صبر آزما اور غایت درجہ ابتلاء کا زمانہ تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ایک جگہ آپ کے بارے میں فرمایا کہ مَیں نے اپنا ایک بیٹا اس وادی غیر زرعٍ میں بسادیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو کام کی توفیق دے۔ چنانچہ آپ نے تاوفات اپنے اس فرض کو خوش اسلوبی اور اولوالعزمی سے نبھایا۔ آپ کو صدر انجمن احمدیہ قادیان میں متعدد عہدوں پر خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔ آپ ناظر دعوت الی اللہ، ناظر تعلیم و تربیت سے ترقی کرتے ہوئے ناظر اعلیٰ کے عہدۂ جلیلہ پر پہنچے اور صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ (1948ء تا 1981ء) بھی رہے۔ نیز یکم مارچ 1958ء کو قادیان میں وقف جدید کے قیام پر آپ پہلے انچارج وقف جدید بھی مقرر ہوئے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک موقعے پر آپ کو فرمایا تھا جب آپ اپنی شادی کے سلسلے میں آئے ہوئے تھے اور شادی کو ابھی چند دن ہوئے تھے اور اپنی اہلیہ کو ساتھ لے جانے کیلئے کاغذات تیار کروا رہے تھے تو جیسا کہ پاکستان اور ہندوستان کے تعلقات میں اُتار چڑھاؤ آتا رہتا ہے، ان دنوں میں ایسی کھچاوٹ پیدا ہو گئی کہ حضرت مصلح موعودؓ نے انہیں کہا کہ بیوی کے کاغذات تو بنتے رہیں گے تم اس کو چھوڑو اور واپس فوری طور پر قادیان چلے جاؤ کیونکہ وہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کا کوئی فرد ہونا چاہئے۔

اور فوری طور پر سیٹ بک کرواؤ جہاز کی، اگر جہاز میں سیٹ نہیں بھی ملتی تو تمہارا فوری جانا ضروری ہے چاہے چارٹرڈ جہاز کرا کے جانا پڑے۔ آپؓ نے فرمایا کیونکہ اگر تم وہاں نہیں ہو گے اور اپنا نمونہ پیش نہ کیا اور قربانی نہ دی تو لوگ پھر کس طرح قربانی دیں گے۔ جہاں یہ قربانی مرزا وسیم احمد صاحب کی تھی وہاں صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ کی بھی قربانی تھی۔ جب حضرت مصلح موعودؓ میاں وسیم احمد صاحب کو روانہ کرنے کیلئے لاہور ایئرپورٹ پر آئے تھے تو ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب نے بتایا کہ جب تک جہاز نظروں سے اوجھل نہیں ہو گیا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ایئر پورٹ پر کھڑے مسلسل جہاز کو دیکھتے رہے اور دعائیں کرتے رہے۔

(ماخوذ از خطبات مسرور، جلد 5، صفحہ 180-181، 184-185)

پہلے یہ اصول طے ہوا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے افراد باری باری قادیان آ کر رہیں اور چند مہینے رہا کریں تا کہ ہر وقت کوئی نہ کوئی موجود رہے۔ لیکن پھر حالات ایسے ہوئے کہ یہ آنا جانا بند ہو گیا اور یہ فیصلہ ہوا کہ جو قادیان میں رہ گئے وہی بس وہیں رہ سکتے ہیں اور مزید کوئی نہیں آئے گا۔ تو میاں وسیم احمد صاحب نے ایک دفعہ بتایا کہ میری یہ دلی خواہش اور دعا تھی کہ مَیں قادیان میں ہی رہ کر خدمت بجالاؤں۔ چنانچہ اس کے لئے ایک دن مَیں نے اپنا جائے نماز لیا اور قصرِ خلافت قادیان کے بڑے کمرے میں چلا گیا اور وہاں جا کر مَیں نے نفل شروع کر دیئے اور مجھے اتنی الحاح کے ساتھ دعا کا موقع ملا کہ لگتا تھا کہ خدا تعالیٰ اس کو قبول فرمالے گا۔ مَیں نے خدا تعالیٰ سے کہا کہ مَیں نے قادیان سے نہیں جانا تُو کوئی ایسے سامان کر دے اور پھر قادیان کے غیر مسلموں نے حکومت کو شکایت کی کہ قافلے یہاں آتے جاتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ یہاں آتے ہیں تو یہاں کے وفادار بن جاتے ہیں اور پاکستان جاتے ہیں تو پاکستان کے وفادار بن جاتے ہیں۔ چنانچہ ان کی شکایت پر حکومت نے یہ پابندی لگادی کہ کوئی آجا نہیں سکتا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے وہاں مستقل رہنے کا انتظام کر دیا۔ ماں باپ نہ بہن بھائی کچھ بھی تو یاد نہ رہا۔ خدا نے دُعا سن لی تھی۔ مسیح زماں کی اولاد میں سے مصلح موعودؓ کے اس بیٹے کو اپنی تمام زندگی اس بستی میں رہنے کی سعادت عطا ہوئی۔ چند سال ہوئے ایک محفل میں کسی نے پوچھا کہ آپ اپنی والدہ کا ذکر بہت کم

کرتے ہیں، فرمانے لگے جب قادیان میں اکیلا تھا تو والدہ بہت یاد آتی تھیں۔ میں نے ذکر کرنا ہی چھوڑ دیا تاکہ اتنی یاد نہ آیا کریں۔ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہنے لگے کہ پھر یہ عادت سی ہو گئی۔

نومبر 1965ء میں آپ کو اپنے عظیم باپ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی وفات کی خبر ریڈیو پاکستان سے ملی۔ نہ کوئی بہن بھائی پاس اور نہ ہی کوئی اور رشتہ دار کہ غم بانٹ سکیں۔ گھر افسوس کے لئے آنے والوں سے بھر گیا۔ لوگوں سے فرمانے لگے کہ یہ وقت افسوس کا نہیں۔ جاؤ! اور جاکر دعائیں کرو کہ خدا تعالیٰ یہ وقت جماعت پر آسان کر دے۔

سامعین کرام! آپ 313 درویشان قادیان جنہیں شعائر اللہ کی حفاظت کی ذمہ داری تھی کی انتہائی ڈھارس کا موجب بنے اور آپ کے وجودِ بابرکت کی موجودگی سے درویشان قادیان نے بہت ہمت اور حوصلہ پایا۔ حضرت مُصلح موعودؓ نے آپ کو ناظر دعوت و تبلیغ مقرر فرمایا۔ تقسیم مُلک کے بعد بھارت کے مختلف صوبوں، شہروں، قصبوں اور دیہاتوں کی جماعتوں کو یکجا کرنا جوئے شیر لانے سے کچھ کم نہیں تھا۔ آپ نے کر دکھایا۔

ان جماعتوں کے قیام و استحکام کے لئے بہت کام کیا۔ اِن میں تنظیم سازی کو منظم کیا اور ان میں دعوتِ اِلَی اللہ کا شعور پیدا کیا اُنہیں فعال بنانے میں آپ کا کلیدی رول رہا۔ مبلغین کی بے حد کمی تھی بھارت کی جماعتوں کی ہر کانفرنس اور ہر جلسہ میں آپ کی شرکت لازمی تھی۔ قد آور شخصیت بُلند پایہ عالمِ دین، باکمال مقرر و خطیب، حلیم طبع، نرم مزاج اور مدبر شخصیت اور قائدانہ صلاحیت کے حامل بزرگ تھے۔ غیر مسلم و غیر احمدی بھی آپ کا بڑا احترام کرتے تھے اور بڑی عزت اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آپ کی بزرگی اور حسن خُلق کے مداح تھے۔ بھارت کی اکثر جماعتوں میں شاذ و نادر ہی کوئی ایسا احمدی خاندان ہو گا جن سے آپ کے ذاتی تعلقات نہ ہوں۔ ہر ایک کے تفصیلی حالات سے بخوبی واقف تھے۔ آپ کا وجود ایک نافع الناس وجود تھا۔ بھارت کی جماعتوں کے اکثر احمدی اور غیر مسلم و غیر احمدی احباب بھی اپنے ذاتی اور خاندانی اَمور میں آپ سے مشورہ اور رہنمائی حاصل کرتے۔ آپ کے مشورں اور دعاؤں سے اُن کو تسکین حاصل ہوتی تھی۔ بحیثیت ناظر دعوۃ و تبلیغ بھارت کے مرکزی وزراء اور صوبائی وزراء گورنر، ممبرانِ کونسل اور سرکاری احکام سے ملنے اور انہیں احمدیت کا تعارف کرانے اور سلسلہ کا

لٹریچر و قرآن مجید کے مختلف زبانوں میں تراجم کی پیش کرنے کی نمایاں خدمت آپ کے حصہ میں آئی۔ آپ کی خداداد صلاحیت سے پُر وقار، پُررُعب شخصیت کی وجہ سے ہندوستان کے صوبہ اُڑیسہ میں صوبائی حکومت نے آپ کی عزت واحترام کے پیشِ نظر آپ کو State Guest کا درجہ دے رکھا تھا۔ جب بھی آپ اُڑیسہ کی جماعتوں کا دورہ کرتے سرکاری اعزازات سے آپ کو نوازاجاتا اور آپ سرکاری مہمان ہوتے۔

سامعین! پھر جس وقت 1971ء میں دونوں ملکوں کے حالات خراب ہوئے تو بعض افسران نے قادیان پر قبضہ کرنے کی نیّت سے قادیان کی احمدی آبادی کو حفاظت کے بہانہ سے قادیان سے نکالنے کی کوشش کی۔ فیصلہ سے ایک دن پہلے حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے احمدی احباب کو مسجد مبارک میں جمع کیا اور ایک بڑی پُرسوز تقریر کی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ہمارا دائمی مرکز ہے ہم اس کو قطعاً نہیں چھوڑیں گے۔ آج کی ایک رات ہمارے پاس ہے، اپنی دعاؤں کے ذریعہ عرشِ الٰہی کو ہلادیں۔ اگر حکومت کا ہمارے بارہ میں یہی قطعی فیصلہ ہے تو یاد رکھو! ایک بچہ بھی خود سے قادیان سے باہر نہ جائے گا۔ ہم اپنی جانیں قربان کر دیں گے لیکن مقاماتِ مقدّسہ اور قادیان سے باہر نہیں نکلیں گے۔ مَیں بھی یہاں سے خود باہر نہیں جاؤں گا۔ اگر حکومت کے کارندے مجھے گھسیٹتے ہوئے باہر لے جائیں تو لے جائیں لیکن اپنے پیروں سے چل کر نہ جاؤں گا۔ ہو سکتا ہے کہ مجھے لے جائیں اور یہ کہیں کہ ہم تمہارے میاں صاحب کو لے گئے ہیں اس لئے تم بھی چلو۔ وہ مجھے لے جاتے ہیں تو لے جائیں آپ نہیں جائیں گے اور ہر فردِ جماعت کے منہ سے بس یہی آواز نکلنی چاہئے کہ ہم قادیان کو نہیں چھوڑیں گے۔ لکھنے والے کہتے ہیں کہ اس رات قادیان کے بچے بچے کی یہ حالت تھی کہ ہر شخص اُس رات جس طرح خدا تعالیٰ سے آدمی لپٹ جاتا ہے، لپٹا ہوا تھا۔ مسجد مبارک، مسجد اقصیٰ، بہشتی مقبرے میں ہر جگہ دعائیں ہو رہی تھیں اور ہر گھر کی دیواریں اس بات کی گواہ ہیں کہ درویشوں کے دلوں سے نکلی ہوئی یہ آہیں اور چیخیں آستانہ الٰہی پر دستک دینے لگیں۔ اُن کی سجدہ گاہیں تر ہو گئیں، اُن کی جبینیں اللہ تعالیٰ کے حضور جھکی رہیں۔ سینکڑوں ہاتھ خدا تعالیٰ کے حضور اٹھے رہے اور رات اور دن انہوں نے اسی طرح گزار دیا اور آخر اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاؤں کو

قبولیت کا درجہ دیا اور اگلے دن فوجی افسران خود قادیان آئے اور مقاماتِ مقدّسہ کا معائنہ کیا، احمدیہ محلہ کا معائنہ کیا اور پھر D.C صاحب وغیرہ کی سفارش پر یہ فیصلہ منسوخ ہو گیا۔

سامعین! محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے خلافت ثالثہ، خلافت رابعہ اور خلافت خامسہ کے انتخاب کے موقعوں پر ساری جماعتوں میں، اتفاق، اتحاد اور یکجہتی کو قائم رکھنے میں اور احباب جماعت کو خلافت سے جُڑے رہنے میں اہم رول ادا کیا ہے۔ آپ کا تعلق ایک مخیر خاندان سے تھا اس کے باوجود آپ نے درویشان قادیان کے ساتھ بہت تنگی و تُرشی میں دن گزارے۔ آپ سادگی پسند تھے۔ سادہ زندگی گزاری ہر وقت صبر و تحمل سے کام لیا اور درویشان کرام کو تلقین کرتے رہے۔ خدا کی ہزاروں ہزار رحمتیں اور برکتیں اس مقدس وجود پر ہوں جس نے اپنی ساری زندگی میں قربانی کا اعلیٰ معیار پیش کیا اور وقف کی روح پر قائم رہتے ہوئے اس کے تمام تقاضوں کو پورا کیا۔

اُس زمانہ میں درویشان کے لئے جماعتی فنڈ سے بہت معمولی سا گزارہ الاؤنس مقرر تھا۔ اس میں مشکل سے کھانا پینا ہوتا ہوگا لیکن حضرت میاں صاحب کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہدایت تھی کہ گزارہ تو اتنا ہی ملے گا لیکن جماعت کے فنڈ سے نہیں بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اپنی ذاتی امانت میں سے اُن کو یہ دیا کرتے تھے۔ ساری زندگی اس پر عمل کرتے رہے اور جماعت سے کوئی وظیفہ قبول نہیں کیا۔

آپ کو کھیل کا بھی شوق تھا بالخصوص والی بال بہت پسند تھا۔ درویشان قادیان کی والی بال ٹیم بہت فعال تھی۔ محلہ احمدیہ گراؤنڈ میں آپ اکثر والی بال دیکھنے کے لئے آتے۔ ٹیم کا حوصلہ بڑھانے کے لئے خود بھی کھیلنے لگے۔

سامعین! آپ کا اللہ تعالیٰ سے بڑا محبت کا تعلق تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعودؑ سے بہت عشق تھا اور وہی عشق آگے خلافت سے چل رہا تھا اور خلافت سے عقیدت اور اطاعت بہت زیادہ تھی۔ 1982ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات ہوئی تو اس موقع پر بھی آپ ربوہ نہیں جاسکتے تھے۔ آپ کی بیٹی امۃ الرؤف صاحبہ کا بیان ہے کہ ابّا کو خلافت سے بے انتہا عشق تھا اور حضور کی وفات کے اگلے روز ایک خط لے کر امّی کے اور میرے پاس لائے کہ اس کو پڑھ لو اور اس پر دستخط کردو۔ یعنی اپنی اہلیہ اور اپنی بیٹی کے پاس لائے کہ دستخط کردو۔ اس میں بغیر نام کے خلیفۃ المسیح الرابع کی

بیعت کرنے کے متعلق لکھا تھا۔ خلیفۃ المسیح الرابع لکھ کر بیعت تھی کہ یہ مَیں ابھی بھجوا رہا ہوں تو یہ بیٹی کہتی ہیں کہ مَیں نے اس پر کہا کہ ابّا ابھی تو خلافت کا انتخاب بھی نہیں ہوا، ہمیں پتہ نہیں کہ کون خلیفہ بنے گا۔ تو کہتے ہیں کہ مَیں نے خلیفہ کا چہرہ دیکھ کر بیعت نہیں کرنی بلکہ مَیں نے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خلافت کی بیعت کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو بھی خلیفہ بنائے اس کی مَیں نے بیعت کرنی ہے۔ اس لئے مَیں نے یہ خط لکھ دیا ہے اور مَیں اس کو روانہ کر رہا ہوں تا کہ خلافت کا انتخاب ہو تو میری بیعت کا خط وہاں پہنچ چکا ہو۔

آپ کو لوگوں سے بے لوث محبت تھی، خدمت کا جذبہ تھا۔ صحابہ کا بے انتہا احترام کیا کرتے تھے، درویشان سے آپ کو بڑی محبت تھی۔ ایک دفعہ کسی نے درویشان کے متعلق بعض ایسے الفاظ کہے جو آپ کو پسند نہیں آئے تو آپ نے بڑی ناپسندیدگی اور ناراضگی کا اظہار کیا۔ حالانکہ طبیعت ان کی ایسی تھی کہ لگتا نہیں تھا کہ کبھی ناراضگی کا اظہار کر سکیں گے۔ لیکن درویشان کی غیرت ایسی تھی کہ اس کو برداشت نہیں کر سکے۔ مہمان نوازی آپ کا بڑا خاصہ تھی۔ رات کے وقت بھی آپ کو کوئی ملنے آجاتا تو بڑی خوشی اور خندہ پیشانی سے ملتے۔ آپ کی بیگم صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ عیدین کے موقع پر مجھے خاص طور پر بیواؤں سے ملنے اور انہیں تحفہ پیش کرنے کے لئے بھجواتے تھے۔ اگر کوئی بیمار ہو جاتا تو اُس کی عیادت کے لئے جاتے اور اگر کوئی زیادہ بیمار ہوتا تو اس کو امرتسر ہسپتال بھجوانے کا انتظام کرتے تھے۔

سامعین! محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مالی تحریکات میں بھی حسب استطاعت خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ ہر تحریک جو خلیفہ وقت کی طرف سے ہوتی تھی پہلے خود حصہ لیتے، پھر جماعت کو توجہ دلاتے تھے۔ ابھی وفات سے چند دن پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کو خط لکھا کہ مَیں نے خلافت جوبلی کے لئے ایک لاکھ روپے کا وعدہ کیا تھا اور میرے ذہن سے اتر گیا کہ اس کی ادائیگی کرنی ہے۔ حضور انور فرماتے ہیں کہ بڑا معذرت خواہانہ خط تھا اور لکھا کہ الحمدللہ مجھے وقت پہ یاد آگیا اور مَیں نے آج اس کی ادائیگی کر دی ہے اور یہ بھی حساب وفات سے چند دن پہلے صاف کر کے گئے۔ وصیت کا حساب ساتھ ساتھ صاف ہوتا تھا۔ زندگی میں جائیداد کا حساب بھی اپنی زندگی میں صاف کر دیا اور 1/9 کی وصیت تھی۔

محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کا انتقال مورخہ 29 اپریل 2007ء کو امرتسر ہسپتال میں بعمر 80 سال ہوا۔ آپ کی وفات کے سوگ میں 30 اپریل کو میونسپل کارپوریشن قادیان نے عام تعطیل کا اعلان کیا۔ ہندو اور سکھ احباب نے دو منٹ کی خاموشی اختیار کر کے صدمہ کا اظہار کیا۔ جنازہ اور تدفین کی کارروائی میں جناب پرتاپ سنگھ اور سرکاری عمائدین بھی شامل ہوئے۔ مورخہ 2 مئی کو دوردرشن ٹی وی کے پنجابی چینل نے صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کے جنازہ اور تدفین کی خبر بھی نشر کی۔

آپ کی وفات پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ میں فرمایا:

"اللہ تعالیٰ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرزند اور آپؑ کی نشانی کے درجات بلند فرمائے جس نے اپنے درویشی کے عہد کو نبھایا اور خوب نبھایا۔ قدرتی طور پر ان کی وفات کے ساتھ مجھے فکرمندی بھی ہوئی کہ ایک کام کرنے والا بزرگ ہم سے جدا ہو گیا۔ وہ صرف میرے ماموں نہیں تھے بلکہ میرے دست راست تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں میرا سلطانِ نصیر بنایا ہوا تھا۔ تو فکرمندی تو بہرحال ہوئی لیکن پھر اللہ تعالیٰ کے سلوک اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کئے گئے اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو دیکھ کر تسلی ہوتی ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 4 مئی 2007ء)

(کمپوزڈ بائی: عائشہ منصور چوہدری۔ جرمنی)

﴿50﴾　﴿مشاہدات۔606﴾

محترمہ صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ

زوجہ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ(التوبہ:112)

توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، (خدا کی راہ میں) سفر کرنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیک باتوں کا حکم دینے والے اور بُری باتوں سے روکنے والے اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے، (سب سچّے مومن ہیں) اور تُو مومنوں کو بشارت دے دے۔

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے سیرت **"محترمہ صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ زوجہ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب"**

محترمہ صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ 16 اپریل 1927ء کو سونی پت ہریانہ ہندوستان میں پیدا ہوئیں۔ آپ کے والد حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور والدہ حضرت شوکت جہاں صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ آپ حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بھتیجی تھیں، اس لحاظ سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے پھوپھا لگتے تھے۔ نیز آپ، حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہو، حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی بھاوج اور ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ممانی تھیں۔ آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم قادیان سے حاصل کی۔ 1951ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کا نکاح اپنے بیٹے مکرم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم کے ساتھ

پڑھایا۔ ایک بہت بڑا اعزاز آپ کو یہ حاصل ہوا کہ آپ کی رخصتی کے موقع پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بیٹے کی بارات کی بجائے آپ کی طرف سے شامل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک بیٹے اور تین بیٹیوں سے نوازا جن میں مکرم صاحبزادہ مرزا کلیم احمد صاحب، محترمہ امۃ العلیم عصمت صاحبہ زوجہ نواب منصور احمد صاحب وکیل اعلیٰ ربوہ، محترمہ امۃ الکریم کوکب صاحبہ زوجہ کیپٹن ماجد احمد صاحب اور محترمہ امۃ الرؤوف صاحبہ زوجہ ڈاکٹر سید میر ابراہیم منیب احمد صاحب شامل ہیں۔

سامعین! جب صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب اپنی شادی کے سلسلہ میں آئے ہوئے تھے اور ابھی شادی کو چند روز ہی ہوئے تھے اور آپ اپنی اہلیہ کو ساتھ لے جانے کے لیے کاغذات وغیرہ تیار کروا رہے تھے ان دنوں میں پاکستان اور ہندوستان کے تعلقات میں کچھ تناؤ سا تھا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آپ سے فرمایا کہ بیوی کے کاغذات تو بنتے رہیں گے تم اس کو چھوڑو اور واپس فوری طور پر قادیان چلے جاؤ کیونکہ وہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کا کوئی فرد ہونا چاہئے اور فوری طور پر سیٹ بک کرواؤ جہاز کی، اگر جہاز میں سیٹ نہیں بھی ملتی تو تمہارا فوری جانا ضروری ہے چاہے چارٹرڈ جہاز کرا کے جانا پڑے۔ آپؓ نے فرمایا کیونکہ اگر تم وہاں نہیں ہوگے اور اپنا نمونہ پیش نہ کیا اور قربانی نہ دی تو لوگ پھر کس طرح قربانی دیں گے۔ جہاں یہ قربانی مرزا وسیم احمد صاحب کی تھی وہاں صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ کی بھی قربانی تھی کیونکہ یہ علم نہیں تھا کہ کب تک کاغذات مکمل ہوں گے۔ حالات کشیدہ ہیں اور کہیں حالات مزید خراب نہ ہوتے جائیں لیکن خلیفۂ وقت کا حکم تھا اس لیے بڑی خوشی سے اپنے خاوند کو رخصت کیا اور دین کو دنیا پر مقدّم رکھا۔ جب حضرت مصلح موعودؓ، میاں وسیم احمد صاحب کو روانہ کرنے کے لئے لاہور ایئرپورٹ پر آئے تھے تو ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب نے بتایا کہ جب تک جہاز نظروں سے اوجھل نہیں ہو گیا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ایئرپورٹ پر کھڑے مسلسل جہاز کو دیکھتے رہے اور دعائیں کرتے رہے پھر جب شادی کے ایک سال کے بعد ان کے کاغذات مکمل ہو گئے تو آپ بیان کرتی ہیں کہ مَیں قادیان جانے لگی تو حضرت مصلح موعودؓ نے خاص طور پر مجھے ہدایت کی تھی کہ اُمّ ناصر کے مکان میں رہنا جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کثرت سے قدم پڑے ہیں اور ان کے صحن میں حضورؑ نے درس بھی دیا ہوا ہے۔

(خطبات مسرور، جلد 5، صفحہ 180-185)

سامعین! شادی کے بعد آپ مکرم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کے پاس قادیان تشریف لے گئیں وہاں آپ نے جماعت کی خواتین کو آرگنائز اور متحد کرنے میں بڑا کردار ادا کیا۔ آپ کو لجنہ اماء اللہ میں بطور جنرل سیکرٹری قادیان، صدر لجنہ مقامی اور بعد ازاں ایک لمبا عرصہ بطور صدر لجنہ اماء اللہ بھارت خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔ اللہ کے فضل سے 1999ء تک اس خدمت پر فائز رہیں۔ اس کے بعد اعزازی ممبر رہیں۔ آپ نے اپنے دَورِ صدارت میں ہندوستان کی مجالس کے دورے کر کے لجنہ اماء اللہ کو متحد اور منظم کرنے کا کام کیا۔ لجنہ کے کام کو آرگنائز کرنے کے لئے آغاز میں بہت زیادہ مشکلات پیش آئیں۔ خط لکھتیں تاہم اس کا جواب نہ آتا۔ پھر صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کے نام سے ایک ایڈریس دیا گیا اس طرح آہستہ آہستہ آپ نے جماعتوں کو متحد کرنا شروع کیا۔ ہندوستان میں بہت ساری لوکل زبانیں ہیں، ایک دِقّت یہ بھی پیش آتی تھی کہ لوکل زبانوں میں خطوط موصول ہوتے تھے۔ چنانچہ معلمین سے ان کے تراجم کرائے جاتے پھر آہستہ آہستہ حضرت مرزا وسیم احمد صاحب کے ساتھ مل کر بیرونی جماعتوں کے دورے بھی شروع کیے اور اس طرح انہوں نے ان جماعتوں کو جن کو پارٹیشن کے بعد کافی زیادہ مدد کی ضرورت تھی آرگنائز کیا۔ آپ نے بہت محنت سے لجنہ کو کام سکھایا۔

آپ کی زیر صدارت لجنہ اماء اللہ بھارت نے خلفائے کرام کی ہر تحریک پر بھرپور طور پر لبیک کہا۔ بالخصوص مالی قربانی میں باوجود غریبی میں نہایت ولولہ اور جوش کے ساتھ بے مثل نمونے دکھائے۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے لندن پہنچنے کے بعد 4 مئی 1984ء کو اپنا پہلا خطبہ ارشاد فرمایا تو آپؒ نے دنیا کے احمدیوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللّٰهِ کہہ کر پکارا اور اشاعتِ اسلام کے لئے ایک وسیع پروگرام کا اعلان کیا اور یہ بھی فرمایا کہ ان اغراض کو پورا کرنے کے لئے ایک بڑے کمپلیکس کی ضرورت ہے۔ دو نئے مراکز یورپ کے لئے بنانے کا پروگرام ہے، ایک انگلستان میں اور ایک جرمنی میں۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ روپیہ اپنے فضل سے مہیا کرے گا۔ آپؒ نے اور لوگوں کو تحریک کی کہ اس میں شامل ہوں۔

(ماخوذ از خطباتِ طاہر، جلد 3، صفحہ 264 تا 266، خطبہ 18 مئی 1984ء)

قادیان کی لجنہ نے اس تحریک پر والہانہ لبیک کہا اور صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ جو اُس وقت صدر لجنہ بھارت تھیں انہوں نے اپنی رپورٹ میں تحریر کیا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے لجنہ اماء اللہ بھارت نے حضورؒ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے اور زیور اور نقدی، جس کے پاس جو کچھ تھا پیش کر دیا ہے۔ خود انہوں نے بھی اپنا سارے کا سارا زیور پیش کر دیا۔ لجنہ بھارت کی طرف سے پہلے قادیان کی لجنہ کے وعدہ جات حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمت میں بھجوائے گئے۔ اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 10ء اگست 1984ء کے خطبہ جمعہ میں قادیان کی لجنہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

”قادیان کی لجنات کے متعلق مجھے ایک رپورٹ ملی ہے اور اس کا مجھے انتظار تھا کیونکہ جب تحریکِ جدید کی قربانیوں کا آغاز ہوا تھا تو قادیان کی مستورات کو غیر معمولی قربانی کے مظاہرہ کی توفیق ملی تھی .... صدر لجنہ اماء اللہ بھارت اطلاع دیتی ہیں کہ مَیں نے قادیان کی لجنہ اور ناصرات کے وعدے نئے مراکز کے لئے حضور کی خدمت میں 16ء جولائی کو لکھے تھے۔ آپ کے خطبات نے ایک تڑپ یہاں کی عورتوں میں پیدا کر دی اور محض اللہ کے فضل سے جو کچھ ان کے پاس تھا انہوں نے پیش کر دیا ہے لیکن پیاس ہے کہ ابھی نہیں بجھی۔ اتنی شدید تڑپ ابھی ہے کہ اَور ہو تو خدا کے کاموں کے لئے اَور بھی پیش کر دیں۔“

(خطباتِ طاہر، جلد 3، صفحہ 434، خطبہ جمعہ 10ء اگست 1984ء)

سامعین! آپ کو قرآن کریم سے خاص لگاؤ تھا۔ آپ نے اڑھائی سو سے زائد بچیوں کو قرآن کریم پڑھایا۔ آپ ناصرات اور لجنہ کی تربیت کی طرف خاص توجہ دیتیں ۔ چھوٹی چھوٹی باتوں میں نہایت عمدہ رنگ میں ان کی تربیت کرتیں۔ انہیں سلیقہ شعاری سکھاتیں، نیز ایسی باتوں کی طرف توجہ دلاتیں، جو اِن کی آئندہ عائلی زندگی میں کام آنے والی ہوں۔ اول وقت میں نماز ادا کرنے اور تمام مالی تحریکات میں حصہ لینے کی نصیحت فرماتیں۔ جماعتی کام کرنے کی ترغیب دلاتیں۔ اکثر لجنہ اماء اللہ کے کام کرواتیں۔ خلافت سے تعلق کی واقعاتی رنگ میں تلقین کرتی تھیں اور جب واقعات بیان کرتی تھیں تو اس سے بچیوں کا، عورتوں کا خلافت سے تعلق بڑھتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے شمار اوصاف حمیدہ سے نوازا تھا۔ آپ حلیم الطبع، ملنسار، غریب پرور، صفائی پسند، سلیقہ شعار، نفیس، ہمدرد، خود اعتماد اور منظم شخصیت کی مالک نہایت شفیق خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے

دینی علوم کے ساتھ ساتھ انتظامی صلاحیتوں سے بھی نوازا تھا۔ بہت عمدگی سے انتظامی معاملات سرانجام دینے میں مہارت رکھتی تھیں۔ نہایت دیانت داری سے لوگوں کی امانتوں کا خیال رکھتیں۔

مہمان نوازی آپ کا نمایاں وصف تھا۔ مہمانوں کی مہمان نوازی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتیں۔ مہمان نوازی کے لئے آدھی آدھی رات تک خود کھڑے ہو کر مہمانوں کے کھانے پینے اور آرام کا خیال کرتیں۔ ہر چھوٹی چھوٹی چیز کا جائزہ لیتیں۔ کوئی مہمان آتا تو جو کچھ کھانے کے لئے میسر ہوتا، جو پکا ہوتا وہ بلا تکلف پیش کر دیتیں۔ جو مہمان آتا اس کو موسم کے اعتبار سے شربت اور چائے بھی پیش کیا کرتیں۔ بعد میں جب کشائش ہوئی تو اسی لحاظ سے کھانا پیش کرتیں۔ اور لوگ اپنا گھر سمجھ کر آپ کے پاس آیا کرتے تھے۔ جب آپ کے خاوند صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب اعتکاف بیٹھتے تو نہ صرف اُن کے لیے بلکہ غریب معتکفین کو بھی کھانا بھجواتیں۔ اسی طرح بورڈنگ میں موجود لڑکوں کو اور معلمین کیلئے بھی کھانا بھجواتیں۔ اسی طرح آپ کو لوگوں کا اتنا خیال تھا کہ چاہے بیمار ہوں، بخار ہو، کچھ بھی ہو کہیں کسی خوشی غمی میں جانا ہوتا تو ضرور جاتیں۔ قادیان کے سب احباب کی خبر گیری کرتیں، خصوصاً درویشان قادیان کی تعلیم و تربیت اور فلاح وبہبود کے بہت سے کام سرانجام دیئے۔ درویشان کی بیٹیوں کی شادیوں کے موقع پر نہایت فراخ دلی سے ازخود اپنا زیور انہیں استعمال کے لئے دے آتیں کہ جب تک دل کرے اسے پہنو۔ نہایت دیانت داری سے لوگوں کی امانتوں کا خیال رکھتیں۔ یتیم بچیوں کا خاص خیال رکھتیں۔ ان کو یہ احساس نہیں ہونے دیتی تھیں کہ وہ یتیم اور بے سہارا ہیں۔ بے یار و مددگار بچیوں کی مددگار تھیں۔ آپ نے کئی بچیاں پالیں۔ ان کی بہت اچھے رنگ میں پرورش کی، پہلے انہیں ناظرہ قرآن پڑھایا، پھر ترجمہ پڑھایا، پھر ان کی شادیاں بھی کروائیں۔ بہار رانچی سے ایک شخص اپنی بیٹی کے ساتھ احمدی ہوئے۔ بہت بوڑھے تھے۔ اپنی بیٹی کو صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ کے پاس لائے اور کہا کہ نامعلوم کتنا عرصہ میں زندہ رہوں۔ میرے بعد اس لڑکی کے بھائی اسے مار دیں گے اس لیے آپ پاس رکھیں۔ اس وقت لڑکی کی عمر تقریباً پچیس سال تھی۔ آپ نے اس عمر میں اسے قرآن ناظرہ پڑھایا پھر ترجمہ سے پڑھایا حالانکہ اسے زبان بھی نہیں آتی تھی اور اَن پڑھ تھی اور پھر بعد میں اس کی شادی بھی کروائی۔ آپ اہلِ قادیان کے لیے ایک شفیق ماں کا مقام رکھتی تھیں۔

سامعین! غریبانہ اور مشکل حالات میں آپ نے مکرم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کا غیر معمولی ساتھ دیا۔ کبھی کوئی مطالبہ نہیں کیا۔ جو بھی گزارہ ملتا، خوشی سے اسی میں گزارہ کرتیں اور اللہ تعالیٰ غیر معمولی برکت بھی اس میں ڈالتا۔ اپنے شوہر کے فرائض منصبی کی ادائیگی میں بھرپور اور غیر معمولی تعاون کیا۔ بھارت کے تبلیغی و تربیتی دوروں میں بھی ہمیشہ اپنے شوہر کے ساتھ رہیں۔ ایک طرف شوہر کے فرائض منصبی، جن میں تبلیغ اسلام اور احباب جماعت کی تعلیم و تربیت اور بہبود شامل تھی اور دوسری طرف لجنات کی تعلیم و تربیت کے حوالے سے آپ کی اپنی ذمہ داریاں تھیں جن کو آپ بخوبی نبھاتی تھیں۔

تہجد کی نماز کا بہت اہتمام کیا کرتیں۔ آخری بیماری میں جب زیادہ بیمار ہو گئیں تب بھی یہی خیال تھا کہ تہجد کے لئے مجھے جگانا ہے۔ جب تک روزے کی طاقت تھی روزہ رکھتی رہیں۔ قادیان میں باقی دنوں میں تو گھر میں نمازیں پڑھتی تھیں لیکن رمضان میں خاص طور پر نمازوں کے لئے مسجد جایا کرتی تھیں۔ خلافت سے بہت محبت تھی، خلیفہ وقت کو بڑی عقیدت سے خط لکھا کرتیں۔ خلیفہ وقت کی طرف سے خوشنودی کا اظہار ہوتا تو بڑی خوشی سے اس کا اظہار فرمایا کرتیں۔ خلیفۂ وقت کی طرف سے کوئی بھی تحریک ہوتی تو پہلا چندہ قادیان میں مرزا وسیم احمد صاحب کی طرف سے اور آپ کی طرف سے ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ آپ کے نواسے جو جامعہ احمدیہ کینیڈا میں پڑھتے تھے آپ کو کچھ نصیحت کرنے کا کہا تو آپ نے فرمایا کہ

نصیحت تو تم خلیفہ وقت کی طرف سے سن رہے ہو، نصیحت کرنے کی ضرورت نہیں ہے بس خلیفہ وقت کی باتوں کو غور سے سنو اور ان پر عمل کرو۔ رب کلّ شئیٍ والی دعا پڑھتے رہا کرو۔ کہا کرتیں کہ اپنے وقف کو پوری طرح نبھانا اور خلیفہ وقت کا سلطانِ نصیر بن کر رہنا۔

آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے 1/9 کی موصیہ تھیں اور آپ نے اپنی وصیت کا چندہ اور حصہ جائیداد اپنی زندگی میں ادا کر دیا اور اسی طرح تحریکِ جدید کے دفتر اوّل میں شامل تھیں۔

آپ کی ایک صاحبزادی بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ کسی نے آپ کے سامنے ذکر کیا کہ فلاں شخص نے ربوہ میں بڑا عالیشان گھر بنایا ہے تو آپ نے اس پہ کہا مَیں نے اللہ سے ایک بات کی ہے کہ مجھے قادیان میں یہ برکتوں والا گھر ملا ہے یعنی یہاں رہنے کی توفیق ملی اور یہاں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بہو بن کے آئی ہوں میرے لیے یہی بہت ہے۔ ہاں جنت میں مجھے ضرور ایک عالیشان گھر عطا کرنا۔

سامعین کرام! جیسا کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کو ارشاد فرمایا تھا کہ قادیان میں حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان کا کوئی فرد ہونا چاہیے۔ آپ نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی بہو اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فرد ہونے کے ناطے اس ارشاد پر مکمل طور پر عمل کیا۔ ہمسفر کی مستقل جدائی کے بعد تنہا زندگی بسر کرنا کس قدر کٹھن اور دشوار گزار مرحلہ تھا لیکن آپ نے اس وقت کو بڑے حوصلے سے گزارا۔ آپ کے تمام بچے پاکستان میں مقیم تھے اور آپ کی رہائش کے لیے تمام تر سہولتیں ہر کسی کے پاس موجود تھیں لیکن آپ کے لیے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ارشاد کا اہم تھا۔ اطاعت ضروری تھی چنانچہ قادیان میں رہائش کو ترجیح دی۔ جب شدید بیمار ہوئیں تو آپ کی بیٹیاں آپ کو اپنے پاس ربوہ لے آئیں، آپ کا ویزا بھی ایکسٹنڈ (extend) ہوتا رہا لیکن ہمیشہ یہ کہتی تھیں کہ مَیں نے قادیان سے باہر لمبا عرصہ نہیں رہنا اور جب تک خلیفۂ وقت کی اجازت نہیں ہوتی اس وقت تک مَیں یہاں چند مہینے سے زیادہ نہیں رہوں گی۔ پھر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی باقاعدہ اجازت سے ربوہ میں اپنی بیٹیوں کے ساتھ رہیں۔ آپ کی ایک صاحبزادی بیان کرتی ہیں کہ جب اُن کے والد مرزا وسیم احمد صاحب کی وفات ہوئی ہے تو آپ نے خواب دیکھا کہ گویا وہ آخری سفر پر جا رہی ہیں، وہ بھی تیاری کر رہی ہیں تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ آپ کے خواب میں آئے اور فرمایا ابھی تمہارا ویزہ نہیں لگا۔ چنانچہ اللہ کے فضل سے اس خواب کے بعد آپ نے لمبی زندگی پائی اور گزاری۔

سامعین! آپ کی ایک اور صاحبزادی بیان کرتی ہیں کہ میرے ابا کی وفات کے بعد امی نماز پڑھ رہی تھیں اور رو رہی تھیں اور وہی الفاظ کہہ رہی تھیں جو حضرت اماں جانؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے وقت کہے تھے کہ اے خدا! یہ تو ہمیں چھوڑے جا رہے ہیں، تُو نہ ہمیں چھوڑنا۔ وہ کہتی ہیں کہ میرا مشاہدہ ہے اور میرا یقین ہے کہ دعا قبول ہوئی کیونکہ اس کے بعد ہمیں ویزے ملے۔ بچیاں ساری کیونکہ بیاہ کے پاکستان میں آ گئی تھیں تو ملٹی پل (multiple) ویزے بھی مل گئے اور آنا جانا بھی رہا اور اس طرح آپ کو اکیلے پن کا احساس نہیں ہوا۔

سامعین! آپ کی وفات مورخہ 24 اگست 2023ء کو تقریباً 96 سال کی عمر میں ربوہ میں ہوئی۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ میں نہایت شاندار الفاظ میں آپ کا ذکر خیر فرمایا۔ حضور نے فرمایا:

''یہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ جو انسان بھی اس دنیامیں آیااس نے ایک وقت گزار کر اس دنیا سے رخصت ہو جانا ہے لیکن خوش قسمت ہوتے ہیں وہ لوگ جن کی صرف نیک یادیں ہوتی ہیں، جو نافع الناس ہوتے ہیں، جو دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عملی نمونہ ہوتے ہیں، جو اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکموں پر عمل کرنے کی کوشش کرنے والے ہوتے ہیں، جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کا حق ادا کرنے کی کوشش کرنے والے ہوتے ہیں، جو خلافتِ احمدیہ سے حقیقی وفا رکھنے والے ہوتے ہیں، جو حقوق العباد کی ادائیگی کی حتی المقدور کوشش کرنے والے ہوتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی ہمہ وقت کوشش کرنے والے ہوتے ہیں، جن کے لیے ہر زبان سے صرف تعریفی کلمات ہی نکلتے ہیں اور یوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ان پر جنت واجب ہو جاتی ہے۔''(صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ثناء الناس علی المیت حدیث 1367)

(خطبہ جمعہ فرمودہ 15 ستمبر 2023ء)

مغفرت بے حساب ہو جائے
مرحمت لا جواب ہو جائے

(کمپوزڈ بائی: عائشہ منصور چوہدری۔ جرمنی)

✡✡✡✡

﴿51﴾ ﴿مشاہدات۔680﴾

محترم صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب

اور

زوجہ محترمہ صاحبزادی صبیحہ امینہ بیگم صاحبہ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (التوبہ:112)

یعنی توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، (خدا کی راہ میں) سفر کرنے والے، (اللہ کو) رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیک باتوں کا حکم دینے والے اور بُری باتوں سے روکنے والے اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے، (سب سچے مومن ہیں) اور تُو مومنوں کو بشارت دے دے۔

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے۔ سیرت **"محترم صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب اور زوجہ محترمہ صاحبزادی صبیحہ امینہ بیگم صاحبہ"**

محترم صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب 3/ اکتوبر 1927ء کو قادیان میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے، حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت سیّدہ محمودہ بیگم اُم ناصر صاحبہؓ کے بیٹے اور ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے ماموں تھے۔

آپ نے 1944ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خواہش پر ایگریکلچر یونیورسٹی فیصل آباد میں داخلہ لیا اور وہاں سے اپنی تعلیم مکمل کی۔

آپ کی شادی محترمہ صاحبزادی صبیحہ امینہ بیگم صاحبہ بنت محترم مرزا رشید احمد صاحب ابن حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے ساتھ ہوئی۔ اپنے پوتوں کی شادی میں حضرت امّاں جان نے جو شرکت فرمائی ان میں سے آپ کی شادی آخری تھی جس میں حضرت امّاں جان شامل ہوئیں تھیں۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے تین بیٹیاں اور ایک بیٹے سے نوازا جن میں محترمہ امۃ الوحید صاحبہ زوجہ پیر محی الدین طاہر احمد، محترمہ امۃ الوکیل صاحبہ زوجہ مرزا محمود احمد، محترمہ امۃ العلیم عطیہ صاحبہ زوجہ عبد العلیم احمد اور مکرم مرزا احسن احمد صاحب شامل ہیں۔

آپ بہت ملنسار، مہمان نواز، پیار کرنے والے اور دوسروں کا احساس کرنے والے اور سلسلہ کے لیے بڑی غیرت رکھنے والی شخصیت تھے۔ ایک یہ بھی نمایاں خوبی تھی کہ حِسّ مزاح بہت تھا اور اپنی مجلس میں لوگوں سے مذاق کیا کرتے تھے اور کبھی پریشان مجلس میں بھی اپنے مزاح کی وجہ سے جان پیدا کر دیا کرتے تھے۔ ڈاکٹر نوری صاحب آپ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ غریب اور نادار مریضوں کی امداد کے لئے طاہر ہارٹ میں اکثر آتے تھے اور مجھے رقم دے کے جایا کرتے تھے۔

سامعین! دار الضیافت کی ابتدائی کچی عمارت مسجد مبارک ربوہ کے سامنے تعمیر کی گئی تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس کا انتظام آپ کے سپرد کیا تھا اور موجودہ دارالضیافت کی ابتدائی تعمیر بھی آپ کے ہی دَور میں ہوئی تھی۔ 1982-1983ء تک آپ افسر لنگر خانہ کی حیثیت سے خدمات بجالاتے رہے۔ آپ کو بطور نائب ناظر امور عامہ کام کرنے کی توفیق ملی۔ سندھ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی زمینوں کی نگرانی بھی آپ کے سپرد تھی۔

خاکسار کو لمبا عرصہ اسلام آباد پاکستان میں خدمات کی توفیق ملی۔ یہ صحت افزا مقام پر رخصت گزارنے آیا کرتے اور گھنٹوں بیٹھ کر علمی محفل سجایا کرتے تھے اور بہت سی پُرانی باتیں، قصے اور واقعات سنایا کرتے تھے۔ مکرم آر ڈی احمد صاحب کے ساتھ اِن کی رشتہ داری کے ساتھ دوستی یاری بھی تھی۔ چونکہ خاکسار نے اِن کے والد حضرت حافظ خلیفہ رشید الدین صاحب کی سیرت پر خاکسار نے ایک ضخیم کتاب تحریر کی تھی اِس ناطے بھی تعلق مضبوط ہوا اور کافی مواد بھی مہیا فرمایا۔ جب 2005ء میں مَیں نائب ناظر

اصلاح وارشاد مرکزیہ بن کر ربوہ آیا تو درس و تدریس اور مسجد اقصیٰ میں خطبات دینے کا سلسلہ شروع ہوا تو حوصلہ افزائی بھی کرتے تھے۔ ہر وقت چہرہ پر مسکراہٹ نظر آتی۔

آپ مورخہ 14 جولائی 2014ء کو اس دنیا فانی سے رخصت ہو گئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر 87 برس تھی۔ 14 جولائی کو ہی بعد نماز عصر محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب نے مسجدِ مبارک میں آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ دارالفضل قطعہ نمبر 12 میں ہوئی۔

آپ کی وفات کے بعد خطبہ جمعہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''ہماری والدہ کے بھائی تھے۔ ان کا خاص تعلق تھا۔ ویسے تو ہر بھائی کا ہوتا ہے لیکن ان کا خاص تھا۔ ہمارے گھر میں بہت زیادہ آنا جانا تھا اور اس تعلق کو قائم رکھا اور پھر خلافت کے بعد مجھ سے بھی انہوں نے بڑا تعلق رکھا۔ اکثر یہاں فون کر کے بھی اس تعلق کا اظہار کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے بھی مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔ ان کی اولاد کو بھی خلافت سے وفا کا تعلق قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 18 جولائی 2014ء)

سامعین! اب خاکسار کچھ مختصر ذکر آپ کی اہلیہ محترمہ **صاحبزادی صبیحہ امینہ بیگم صاحبہ** مرحومہ کا کرے گا۔

صاحبزادی صبیحہ امینہ بیگم صاحبہ فروری 1930ء میں پیدا ہوئیں۔ آپ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی سب سے بڑی بیٹی امۃ السلام بیگم صاحبہؓ اور مرزا رشید احمد صاحب ابن حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کی بڑی بیٹی تھیں۔ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی بیگم حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ کی بڑی بہن تھیں۔

آپ چونکہ اپنے والدین کی سب سے بڑی بیٹی تھیں اس لیے اکثر فیصلوں میں والدین آپ کی رائے کو بڑی اہمیت دیتے تھے کیونکہ بڑی سمجھدار بھی تھیں۔ آپ پر بڑا اعتماد کرتے تھے اور آپ بھی اپنے والدین کے

اعتماد پر ہمیشہ پورا اُتریں اور اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کی بھی پرورش اور اچھی طرح تربیت کرنے کی کوشش کی۔

آپ کی ہمشیرہ انیسہ فوزیہ صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ

''میرے لیے حضرت مصلح موعودؓ کے کسی بیٹے کے رشتے کے حوالے سے بات چلی تو حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ یہ اچھا خاندان ہے۔ اس گھرانے سے دو بہنیں میری بہوئیں ہیں یعنی ایک آپ اور ایک حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ علیہ کی بیگم۔ فرمایا کہ یہ دو بہنیں میری بہوئیں ہیں جو بہت پیار کرنے والی اور خاندان کو جوڑنے والی ہیں۔''

آپ نہایت سادہ، غریب پرور اور ہر کسی کے دکھ سکھ میں کام آنے والی تھیں۔ ضرورت مندوں کا دلی احساس کرتی تھیں۔ خیال رکھتی تھیں اور بڑی ہمدرد تھیں۔ غریبوں کی ہمدرد تھیں۔ ان کی باتیں سن کے آبدیدہ ہو جایا کرتی تھیں۔ جس حد تک مدد ہو سکتی تھی کیا کرتی تھیں۔

اپنے ملازمین کے ساتھ بھی بڑا اچھا سلوک کرتیں۔ انہیں اپنے بچوں کی طرح پالتیں۔ ایک ملازمہ کی جب شادی ہونے لگی تو اس نے کہا کہ مجھے ویسا ہی جہیز چاہیے جیسا آپ نے اپنی بیٹی کو دیا ہے اور پھر اس کے لیے اس کو جہیز بنا کے بھی دیا۔

آپ کی وفات 30؍اپریل 2019ء کو طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ میں ہوئی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر 90 سال تھی۔ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ میں ہوئی۔

حضور انور ایدہ اللہ نے اپنے خطبہ جمعہ میں آپ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''ایک جنازہ نماز جمعہ کے بعد پڑھاؤں گا جو مکرمہ صاحبزادی صبیحہ بیگم صاحبہ کا ہے جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی نواسی تھیں۔ آپؓ کی سب سے بڑی بیٹی کی بڑی بیٹی تھیں اور حضرت مرزا رشید احمد صاحب کی بیٹی تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے، حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امِّ ناصر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹے صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب کی اہلیہ تھیں۔ 30؍اپریل کو نوّے سال کی عمر میں، طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ میں ان کی وفات ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اور اس رشتے سے وہ میری ممانی بھی تھیں۔ حضرت مرزا رشید احمد صاحب حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے بیٹے تھے اور جیسا کہ میں نے بتایا کہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی سب سے بڑی بیٹی امۃ السلام بیگم صاحبہ کی یہ بیٹی تھیں۔ حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ربوہ میں اپنے خاندان کی جس آخری شادی میں شمولیت فرمائی وہ ان کی شادی تھی۔ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی بیگم حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ کی بڑی بہن تھیں۔ ان کے باقی ایک بہن اور تین بھائی ہیں۔ آپ کی ہمشیرہ انیسہ فوزیہ صاحبہ لکھتی ہیں کہ اپنے والدین کی سب سے بڑی بیٹی تھیں۔ اس لیے اکثر فیصلوں میں والدین ان کی رائے کو بڑی اہمیت دیتے تھے کیونکہ بڑی سمجھدار بھی تھیں۔ ان پہ بڑا اعتماد کرتے تھے اور یہ بھی اپنے والدین کے اعتماد پر ہمیشہ پورا اتریں اور اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کی بھی پرورش کی۔ اچھی طرح تربیت کرنے کی کوشش کی۔ یہ لکھتی ہیں کہ میرے لیے حضرت مصلح موعودؓ کے کسی بیٹے کے رشتے کے حوالے سے بات چلی تو حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ یہ اچھا خاندان ہے۔ اس گھرانے سے دو بہنیں میری بہوئیں ہیں یعنی ایک یہ جن کی وفات کا میں ذکر کر رہا ہوں اور ایک حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ علیہ کی بیگم۔ فرمایا کہ یہ دو بہنیں میری بہوئیں ہیں جو بہت پیار کرنے والی اور خاندان کو جوڑنے والی ہیں۔ ان کے بیٹے لکھتے ہیں کہ میری والدہ نہایت سادہ، غریب پرور اور ہر کسی کے دکھ سکھ میں کام آنے والی تھیں۔ ضرورت مندوں کا دلی احساس کرتی تھیں۔ خیال رکھتی تھیں اور بڑی ہمدرد تھیں۔ غریبوں کی ہمدرد تھیں۔ ان کی باتیں سن کے آبدیدہ ہو جایا کرتی تھیں۔ جس حد تک مدد ہو سکتی تھی کیا کرتی تھیں۔ اور کوئی مبالغہ نہیں کہ ان میں یہ خصوصیات تھیں۔ اپنے ملازمین کے ساتھ بھی بڑا اچھا سلوک کرتیں بلکہ ان کی ایک بیٹی نے لکھا کہ کس طرح (انہیں) بچوں کی طرح پالا کہ ایک ملازمہ کی جب شادی ہونے لگی تو اس نے کہا کہ مجھے ویسا ہی جہیز چاہیے جیسا آپ نے اپنی بیٹی کو جہیز دیا ہے اور پھر اس کے لیے ان کو جہیز بنا کے بھی دیا۔

ان کی تین بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ (کے فضل سے) یہ موصیہ بھی تھیں۔ کل ہی ان کا جنازہ ہوا ہے اور بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو بھی اپنی والدہ کی نیکیاں اپنانے کی توفیق عطا

فرمائے اور آپس میں بھی محبت اور پیار سے رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور جماعت سے اور خلافت سے ہمیشہ وابستہ رکھے۔"

(خطبہ جمعہ 3/ مئی 2019ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے 3 مئی 2019ء کو بعد نماز جمعہ آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔
اللہ تعالیٰ آپ دونوں کے درجات بلند کرے۔ آمین

سونپا ہے تمہیں خالق و مالک کی اماں میں
سوئے ہو یہاں، آنکھ کھلے باغِ جناں میں

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿52﴾ ﴿مشاہدات۔677﴾

محترم صاحبزادہ مرزا اظہر احمد صاحب

اور

زوجہ محترمہ قیصرہ خانم صاحبہ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰکِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ (التوبہ:112)

یعنی توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، (خدا کی راہ میں) سفر کرنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیک باتوں کا حکم دینے والے اور بُری باتوں سے روکنے والے اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے (سب سچّے مومن ہیں) اور تُو مومنوں کو بشارت دے دے۔

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے سیرت **"محترم صاحبزادہ مرزا اظہر احمد صاحب اور زوجہ محترمہ قیصرہ خانم صاحبہ"**

محترم صاحبزادہ مرزا اظہر احمد صاحب 17 اکتوبر 1930ء کو قادیان میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے، حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت سیّدہ محمودہ بیگم صاحبہؓ کے بیٹے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے بھائی اور ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے ماموں تھے۔

آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم قادیان سے ہی حاصل کی۔ پارٹیشن کے بعد احمد نگر سے اور پھر جامعہ احمدیہ ربوہ سے دینی تعلیم حاصل کی۔ آپ واقفِ زندگی تھے۔ جامعہ احمدیہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد ایک

سال کے لئے آپ نے تحریک جدید میں کام کیا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اکتوبر 1961ء میں آپ کو بطور نائب افسر خزانہ صدر انجمن احمدیہ ربوہ مقرر فرمایا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ مَیں چاہتا ہوں کہ میرا کوئی بیٹا جماعت کے مالی معاملات میں بھی معاونت کرے۔ اس لئے یہ کہا جاتا ہے کہ شاید اِسی وجہ سے حضرت مصلح موعودؓ نے خزانے میں آپ کا تقرر فرمایا تھا۔ ساری زندگی آپ کی دفتر خزانہ میں خدمت کرتے ہوئے گزری۔ آپ 31 اکتوبر 1992ء میں اِسی عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ اِس کے بعد بھی آپ نے کئی مرتبہ قائم مقام افسر خزانہ کے طور پر فرائض انجام دیے۔ آپ نے فرقان فورس میں بھی حصہ لیا۔

سامعین! آپ کا نکاح 1956ء میں محترمہ صاحبزادی قیصرہ خانم صاحبہ بنت خان سعید احمد خان صاحب آف لاہور سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ایک ہزار روپے حق مہر پر پڑھا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آپ کے خطبہ نکاح میں فرمایا تھا کہ

”آج جس نکاح کے اعلان کے لئے مَیں کھڑا ہوا ہوں وہ میرے لڑکے مرزا اظہر احمد کا ہے جو خان سعید احمد خان مرحوم کی لڑکی قیصرہ خانم سے قرار پایا ہے۔ قیصرہ خانم پہلے ہی ہماری دوہری رشتہ دار تھیں لیکن اب اس نکاح کی وجہ سے ان کا ہم سے تہرہ رشتہ ہو گیا ہے۔ ان کا ایک رشتہ تو یہ ہے کہ وہ کرنل اوصاف علی خان کی پوتی ہیں اور کرنل اوصاف علی خان صاحب، نواب محمد علی خان صاحب کے بہنوئی اور خالہ زاد بھائی تھے۔ گویا یہ اُس شخص کے بہنوئی کی پوتی ہیں جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی لڑکی کا رشتہ دیا بلکہ بعد میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے زمانے میں ان کے بیٹے کو آپ کی دوسری لڑکی کا رشتہ دے دیا گیا۔ دوسرا رشتہ جس کی بنا خدا تعالیٰ کے ایک الہام پر ہے یہ ہے کہ یہ خان محمد خان صاحب کپورتھلوی کے بیٹے عبدالمجید خان صاحب کی نواسی ہیں اور خان محمد خان صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بہت پُرانے صحابی تھے۔ افسوس ہے کہ ہماری جماعت اپنی تاریخ کے یاد رکھنے میں نہایت سست واقع ہوئی ہے۔ شاید ہی کوئی اور قوم ایسی ہو جو اپنی تاریخ کو یاد رکھنے میں اتنی سست ہو جتنی ہماری جماعت ہے۔ عیسائیوں کو لے لو انہوں نے اپنی تاریخ کے یاد رکھنے میں اتنی سستی سے کام نہیں لیا اور مسلمانوں نے تو صحابہ رضوان اللہ علیہم کے حالات کو اس تفصیل سے بیان کیا ہے کہ اس موضوع پر بعض کتابیں کئی

کئی ہزار صفحات پر مشتمل ہیں لیکن ہماری جماعت باوجود اس کے کہ ایک علمی زمانے میں پیدا ہوئی ہے اپنی تاریخ کے یاد رکھنے میں سخت غفلت سے کام لے رہی ہے۔ مَیں نے بتایا ہے کہ خان محمد خان صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پُرانے صحابی تھے اور آپ سلسلے سے اتنی محبت رکھتے تھے کہ جب وہ یکم جنوری 1904ء کو فوت ہوئے تو دوسرے دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد میں صبح کی نماز کے لئے تشریف لائے اور فرمایا "آج مجھے الہام ہوا ہے کہ اہل بیت میں سے کسی شخص کی وفات ہوئی ہے۔ "حاضرین مجلس نے کہا کہ حضور کے اہل بیت تو خدا تعالیٰ کے فضل سے خیریت سے ہیں۔ پھر یہ الہام کس شخص کے متعلق ہے؟ آپ نے فرمایا "خان محمد خان صاحب کپور تھلوی کل فوت ہو گئے ہیں اور یہ الہام مجھے انہی کے متعلق ہوا ہے۔ گویا خدا تعالیٰ نے الہام میں انہیں اہل بیت میں سے قرار دیا ہے۔" پھر ان کے متعلق یہ الہام بھی ہوا کہ اولاد کے ساتھ نرم سلوک کیا جائے گا۔ ان کی وفات پر اللہ تعالیٰ کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تعزیت کرنا اور یہ کہنا کہ اہل بیت میں سے کسی شخص کی وفات ہوئی ہے بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک روحانی رنگ میں اہل بیت میں ہی شامل تھے۔ پس قیصرہ خانم کا ہم سے یہ دوسرا رشتہ ہے کہ وہ اُس شخص کے ایک بیٹے کی نواسی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اہل بیت میں سے قرار دیا ہے۔"

(خطباتِ محمود جلد 3 صفحہ 677-678)

آپ کو اللہ تعالیٰ نے دو بیٹوں اور دو بیٹیوں سے نوازا جن میں مکرم مرزا اطہر احمد صاحب، مکرم مرزا ناصر محمود احمد صاحب، مکرمہ امۃ الحئی منورہ صاحبہ اہلیہ مکرم عامر احمد خان طارق صاحب اور مکرمہ امۃ النور صاحبہ اہلیہ مکرم سیّد ڈاکٹر عرفان احمد اجمل صاحب شامل ہیں۔ آپ ایک محبت کرنے والے شفیق باپ تھے۔ اکثر اپنے نواسے نواسیوں اور پوتوں کو قادیان سے متعلق اپنی یادیں اور ایمان افروز واقعات سنایا کرتے تھے۔

سامعین! آپ نہایت ہی رحم دل، خوش مزاج، نرم گفتار، خوش اخلاق اور خاموش طبع انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے والے تھے۔ اپنے فرائض منصبی بڑی سنجیدگی سے بجالاتے اور ہر ایک کا دل سے عزت واحترام کرتے تھے۔ آپ نے ہمیشہ اپنی اولاد میں خلافت سے محبت اور خلافت اور نظام جماعت کی اطاعت پیدا کرنے کی کوشش کی۔ آپ کا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے عقیدت اور حضرت خلیفۃ المسیح

الرابعؒ سے دوستی کا تعلق تھا۔ آپ شکار کے بھی شوقین تھے۔ اچھے ایتھلیٹ بھی تھے۔ مستحقین اور غرباء کی مالی امداد بھی کرتے تھے اور اُن کی ضروریات کا خیال رکھتے تھے۔ مہمان نواز تھے۔ ربوہ میں جلسہ سالانہ پر گھر میں آنے والے مہمانوں کا ہر طرح سے خیال رکھتے اور اُن کی مہمان نوازی کا پورا حق ادا کرتے تھے۔ آپ کو خود اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت تھی اور گھر میں اپنے کام خود ہی کیا کرتے تھے۔ دنیاوی معاملات میں بھی دین کو ہی پیش نظر رکھتے۔ ہر طرح کے معاملے کو ٹھنڈے مزاج، حوصلے اور عقلمندی سے حل کر لیا کرتے تھے۔

سامعین! آپ 2013ء میں جلسہ سالانہ یوکے میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے لیکن وہاں پر شدید بیمار ہوئے تب سے آپ صاحبِ فراش تھے۔ تاہم اپنے معاملات آخر وقت تک بجالاتے رہے۔ بالآخر تقدیر غالب آئی اور آپ مورخہ 14 اکتوبر 2015ء کو اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ آپ کی وفات طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ میں ہوئی اور اس وقت آپ کی عمر 85 برس تھی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ مورخہ 23 اکتوبر 2015ء میں آپ کا ذکر خیر فرمایا اور نماز جنازہ غائب پڑھائی۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بارے میں فرمایا:

”خلافت سے بھی بڑا گہرا تعلق تھا اور میرے ماموں تھے لیکن بڑا احترام کا تعلق انہوں نے رکھا۔ پہلے جلسے پر 2003ء میں مَیں نے دیکھا کہ لوگوں کے رَش میں کھڑے تھے اور جب میرے پر ان کی نظر پڑی یا میری اِن پر نظر پڑی ہے تو بڑے جذباتی انداز میں انہوں نے ہاتھ ہلایا اور ایک خالص وفا، تعلق اور خلوص اِن کے چہرے سے جھلک رہا تھا۔ غریب پروری کرنے والے بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے رحمت اور شفقت کا سلوک فرمائے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23 اکتوبر 2015ء)

سامعین! جہاں تک محترمہ صاحبزادی قیصرہ بیگم صاحبہ مرحومہ کا تعلق ہے۔ آپ کا خاندانی تعارف تو ہم اوپر سن آئے ہیں۔ آپ 2 جولائی 1945ء کو محترم خان سعید احمد خان صاحب کے ہاں پیدا ہوئیں۔ آپ کے والد صاحب نے پہلے بیعت کی تھی اور بعد میں آپ کے دادا نے۔ آپ کے والد صاحب کے پوچھنے پر

کہ آپ نے پہلے کیوں احمدیت قبول کر لی؟ تو بڑے لطف اور مزے لے کر یہ مصرع پڑھا کرتے تھے کہ ”پسند آیا ہمیں یہ دیں، ہم ایمان لے آئے۔“

سامعین! آپ نے لاہور سے ایف اے تک تعلیم حاصل کی۔ آپ بڑے عمدہ اوصاف اور اعلیٰ اخلاق کی مالک تھیں۔ بڑی ہنس مکھ، ملنسار خاتون تھیں۔ غریبوں کی بہت زیادہ ہمدرد تھیں۔ ہمیشہ اپنے غریب رشتہ داروں کا خیال رکھا، اُن کی عزت کی۔ ضرورتمندوں اور مستحقین کی خاموشی کے ساتھ مدد کیا کرتی تھیں۔ ملازموں کا بلکہ اُن کے رشتہ داروں کا بھی خیال رکھتی تھیں۔ جلسہ کے دنوں میں مہمانوں کی مہمان نوازی بہت کیا کرتی تھیں اور مہمانوں کے آرام و سکون کا ہر طرح سے خیال رکھتی تھیں۔ خلافتِ احمدیہ کے ساتھ آپ کا محبت و عقیدت کا تعلق تھا۔ آپ نے اپنی اولاد میں بھی نظامِ جماعت اور خلافت کی محبت کُوٹ کُوٹ کر بھر دی تھی۔

سامعین! آپ مورخہ 13 اپریل 2013ء کو صبح ساڑھے نو بجے طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ ربوہ میں وفات پا گئیں۔ آپ کچھ عرصہ سے پھیپھڑوں کی تکلیف میں مبتلا تھیں۔ آپ کی نماز جنازہ بعد نماز عصر مسجد مبارک میں محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب نے پڑھائی اور آپ کی تدفین عام قبرستان میں ہوئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی وفات کے بعد خطبہ جمعہ میں اس نکاح کے حوالہ سے ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

”اتفاق سے مَیں سپین میں ”تذکرہ“ کسی اور مقصد کے لئے دیکھ رہا تھا تو یہ الہامات بھی میری نظر کے سامنے سے گزرے۔ یہ دو الہامات ہیں جن میں ایک تو وفات کی خبر تھی، دوسرے ان کی اولاد سے نرم سلوک کیا جائے گا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی شان سے پورا ہوا۔ مکرمہ قیصرہ بیگم صاحبہ کے نانا جو خان محمد خان صاحب کے بیٹے تھے، انہوں نے ریاست کپورتھلہ میں ملازمت کے لئے درخواست دی تھی اور کافی کمپٹیشن (Competition) تھا۔ ان کو بگی خانہ کے لئے افسر بنایا گیا اور پھر وہ وہاں سے ترقی کرتے کرتے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے ان کو حضرت مسیح

موعود علیہ السلام کے اہلِ بیت میں سے قرار دیا اور پھر ان کی پڑنواسی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بہو بھی بنی۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 19 اپریل 2013ء)

اللہ تعالیٰ آپ دونوں کی مغفرت کرے اور آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

مغفرت	بے	حساب	ہو	جائے
مرحمت	لا	جواب	ہو	جائے

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿53﴾ ﴿مشاہدات۔665﴾

محترم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ(التوبہ:112)

توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، (خدا کی راہ میں) سفر کرنے والے، (اللہ کو) رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیک باتوں کا حکم دینے والے اور بُری باتوں سے روکنے والے اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے، (سب سچے مومن ہیں) اور تُو مومنوں کو بشارت دے دے۔

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے سیرت **"محترم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب"**

محترم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب 24مارچ1932ء کو پیدا ہوئے۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے، حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت سارہ بیگم صاحبہ کے بیٹے تھے۔ ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے ماموں تھے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے تمام بیٹوں کی طرح آپ کو بھی بچپن سے ہی وقف کر دیا تھا لہذا آپ کی تعلیم وتربیت ایک واقفِ زندگی کی طرز پر ہی ہوئی۔ آپ نے مدرسہ احمدیہ اور جامعۃ المبشرین قادیان میں دینی تعلیم حاصل کی۔ میٹرک پرائیویٹ پاس کیا۔ 1958ء میں آپ نے بی اے کا امتحان پاس کیا اور 1962ء میں لاہور کالج سے اس شرط پر ایل ایل بی کیا کہ اس کی پریکٹس نہیں کریں گے۔ 1962ء میں ہی آپ خدمات سلسلہ کے لیے بیرونِ ملک تشریف لے گئے اور 1962ء سے 1969ء تک بطور پرنسپل سیکنڈری سکول بو(BO) سیرالیون آپ کو خدمت کی توفیق ملی۔ جب بو (BO) شہر (جو ساؤتھرن پراونس کا سب سے بڑا شہر اور اِس کا دارالخلافہ ہے) میں پہلی مرتبہ جماعت کے کسی اسکول میں سائنس

بلاک کا قیام عمل میں آیا۔ تو آپ بہت محنت اور توجہ سے سارا سارا دن کھڑے ہو کر اس بلاک کی تعمیر کروایا کرتے تھے اور اِس بلاک کی پیشانی پر آج بھی ''حنیف بلاک'' کی تختی آویزاں ہے۔ خاکسار کو جب 80ء کی دہائی میں BO میں بطور مربّی انچارج ساؤتھرن پراونس خدمات کی توفیق ملی تو اسکول کی پیشانی پر لگی تختی دیکھ کر دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ بلاک مکرم مرزا حنیف احمد صاحب نے تعمیر کروایا تھا تو بتانے والے نے آپ مرحوم کی بے شمار خوبیوں کا تذکرہ بھی کیا جن میں سے ایک طلبہ اور اساتذہ کے ساتھ نرمی، پیار، محبت اور شفقت کا سلوک تھا اور اِس امر کا ذکر تھا کہ انگلش بہت معیاری اور فَر فَر بولتے تھے۔ 2019ء میں مجھے جب بطور نمائندہ حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ سیر الیون کا دورہ کرنے کی سعادت نصیب ہوئی تو جلسہ سالانہ کے موقع پر جماعتی نمائش کا اہتمام بھی اِسی بلاک میں کیا گیا تھا۔

سامعین! آپ کی شادی محترمہ طاہرہ حنیف صاحبہ بنت حضرت سیّد زین العابدین شاہ صاحب سے ہوئی جو کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ماموں تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹے اور تین بیٹیوں سے نوازا جن میں محترم صاحبزادہ مرزا سلمان احمد صاحب، محترمہ صاحبزادی امۃ المومن حنا صاحبہ اہلیہ مکرم ڈاکٹر مرزا خالد تسلیم صاحب، محترمہ صاحبزادی مبارکہ مینا صاحبہ اہلیہ مکرم مرزا احسن احمد صاحب اور محترمہ صاحبزادی امۃ السمیع صاحبہ زوجہ مکرم نواب فرخ احمد خان صاحب شامل ہیں۔ آپ ایک شفیق باپ اور محبت کرنے والے خاوند تھے۔ آپ نے اپنے بچوں کی بہت عمدہ رنگ میں تربیت کی اور ہمیشہ اُن کے دلوں میں خلافت سے محبت کا جذبہ اُبھارا۔

سامعین! آپ علمی شخصیت کے مالک تھے۔ آپ نے 20 سال کی محنت اور تحقیق کے بعد قرآن کریم کے حوالہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر و تفسیر کے بحرِ بیکراں کا احاطہ کرتے ہوئے قیمتی ارشادات، اردو فارسی، عربی اشعار کا چناؤ اور الہامات اکٹھے کر کے ''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمِ فہمِ قرآن'' کے نام سے ایک ضخیم کتاب مرتب کی جو دسمبر 2004ء میں شائع ہوئی۔

ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کے بارے میں محترم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرمایا کہ

”آپ کی کتاب تعلیم فہمِ قرآن ملی جس میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے علمِ قرآن کو اِس طرح یکجا کیا گیا ہے کہ پہلے اس طرح کی کوشش نہیں ہوئی۔ اس کے اور بھی رستے آئندہ زمانوں میں کھلتے رہیں گے۔ لیکن آپ کو اللہ نے اپنے فضل سے اس خدمت میں اوّلیت عطا فرما کر بڑے اعزاز سے نوازا ہے۔“

(تعلیم فہم قرآن صفحہ 5)

اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کے فارسی، عربی اور اردو ادب پر مشتمل دوسری کتاب ”ادب المسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام“ کے نام سے ترتیب دی۔ علمی اور ادبی ذوق رکھنے والوں کے لیے یہ دونوں کتابیں ایک قیمتی اثاثہ ہیں۔

(روزنامہ الفضل 19 فروری 2014ء)

سامعین! آپ بے شمار خوبیوں اور اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ محبت کرنے والے، ملنسار، سادہ زندگی بسر کرنے والے انسان تھے۔ خوش مزاجی اور خوش گفتاری آپ کی طبیعت کا خاصہ تھی۔ آپ بہت محنتی اور علم دوست شخصیت تھے۔ آپ عبادت گزار اور دعا گو انسان تھے، خلیفہ وقت کی اطاعت اور احترام کرنے والے تھے۔ ہمیشہ مالی قربانی میں پیش پیش رہے۔ غریبوں کے ہمدرد اور خیر خواہ تھے۔ یتیموں کی پرورش کا بھی خیال کرتے تھے۔ خاموشی سے اُن کی مدد کرتے رہتے تھے۔ اپنے دوستوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ دوستی خوب نبھاتے تھے۔ اپنے ایک بہت قریبی اور ہر دلعزیز دوست کی وفات کے بعد جس کی اولاد جو ابھی چھوٹی تھی، اُن کا بڑا خیال رکھا، اُن کی شادیاں کروائیں اور دوستی کے اس رشتے کو بڑی خوبی سے نبھایا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سب سے زیادہ فارسی زبان پر آپ کو عبور حاصل تھا۔۔ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کا بڑا گہرا مطالعہ تھا۔ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا بکثرت مطالعہ کر رکھا تھا۔ قادیان سے بھی بڑی غیر معمولی محبت تھی۔ دو چار سال سے جب کہ آپ کی صحت بھی کافی خراب تھی، پچھلے دو سال باقاعدگی سے قادیان جلسے پر جاتے رہے۔ دعا پر بھی آپ کو بڑا یقین تھا۔

آپ کی بیٹی نے بتایا کہ انہوں نے کسی صحابی کا قصہ بیان کیا کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ان کے درجات بلند ہوتے جارہے ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ میرے تو ایسے اعمال نہ تھے۔ اس پر اُنہیں بتایا گیا کہ تم نے جو اپنی نیک اولاد چھوڑی ہے وہ ہر وقت تیرے لئے دعا کرتی ہے اور اُس سے ہر روز تیرے درجے میں اضافہ ہوتا ہے۔ اِس لیے اپنے بچوں کو نصیحت کرتے تھے کہ میرے لئے دعا کرتے رہنا۔

سامعین! آپ کی وفات 17 فروری 2014ء کو رات ساڑھے نو بجے طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ ربوہ میں ہوئی۔ آپ کچھ عرصہ سے مختلف بیماریوں کی وجہ سے علیل تھے اور صاحبِ فراش تھے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر 82 برس تھی۔ آپ کی نماز جنازہ 19 فروری 2014ء کو بعد نماز ظہر مسجد مبارک میں مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب نے پڑھائی۔ آپ خدا تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ میں ہوئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی وفات پر خطبہ جمعہ میں آپ کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے فرمایا:

”حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی اولاد اور اپنی جماعت کے لئے جو دعائیں کی ہیں اس دعا کے مصداق اور ان کے بچے بھی اور باقی افرادِ خاندان بھی اور جماعت بھی بنے۔ حضرت مصلح موعود نے بچوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ ان کی اولادیں اور اُن کی اولادیں ابد تک تیری امانت ہوں جس میں شیطان خیانت نہ کر سکے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے والی ہوں۔

(میری سارہ، انوارالعلوم جلد 13 صفحہ 189)

اللہ تعالیٰ محترم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب سے مغفرت کا سلوک فرمائے، رحم کا سلوک فرمائے، آپ کے درجات بلند فرمائے۔ ان کے بچوں کو بھی حقیقت میں اُس خون کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے جس کی طرف وہ منسوب ہوتے ہیں۔ مجھ سے بھی ان کا بہت گہرا تعلق تھا۔ خلافت سے پہلے بھی تھا اور خلافت کے بعد تو پیار کا یہ تعلق بہت بڑھ گیا تھا۔ لیکن اس میں عاجزی اور اخلاص اور وفا کا بے انتہا

اظہار تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرماتا رہے اور ان کی اولاد کو بھی خلافت سے خاص تعلق رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 21 فروری 2014ء)

اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے قربِ خاص میں جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے۔ آمین

اے خدا بر تربت او ابر رحمت ہا ببار
داخلش کن از کمال فضل در بیت النعیم

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

✡✡✡✡

﴿54﴾ ﴿مشاہدات۔666﴾

محترمہ طاہرہ حنیف صاحبہ

زوجہ محترم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

رَّضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ وَاَعَدَّ لَہُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ تَحۡتَہَا الۡاَنۡہٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِکَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ

(التوبہ:100)

کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کے لئے ایسی جنتیں تیار کی ہیں جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں۔ وہ ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں۔ یہ بہت عظیم کامیابی ہے۔

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے سیرت **"محترمہ طاہرہ حنیف صاحبہ زوجہ محترم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب"**

محترمہ طاہرہ حنیف صاحبہ 1936ء میں قادیان میں پیدا ہوئیں۔ آپ مکرم زین العابدین سید ولی اللہ شاہ صاحب کی صاحبزادی تھیں جو بزرگ عالمِ دین تھے اور حدیث کے ماہر تھے۔ والدہ کا نام سیّدہ سیارہ حکمت صاحبہ تھا۔ ان کا تعلق دمشق سے تھا۔ آپ کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی بہو بننے کا شرف حاصل ہوا اس کے علاوہ آپ ہمارے پیارے حضور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی ممانی جان بھی تھیں۔

آپ کے دادا حضرت ڈاکٹر سید عبد الستار شاہ صاحبؓ کے ذریعہ خاندان میں احمدیت کا نفوذ ہوا جنہوں نے 1901ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تھی اور اس کے لیے بھی اللہ تعالیٰ پورے خاندان کو جن میں بچے اور بڑے شامل تھے خوابوں کے ذریعہ سے راہنمائی کرتا رہا اور ان کے ایمانوں کو مضبوط کرتا رہا۔ حضرت ڈاکٹر سید عبد الستار شاہ صاحبؓ، حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے نانا تھے۔ اس

طرح آپ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ماموں زاد بھی تھیں۔ آپ کے والد نے صحیح بخاری کی کافی جلدوں کی شرح بھی لکھی ہوئی ہے۔ جن کو اب از سرِ نو طبع کروانے کا سلسلہ جاری ہے۔ ہم طلبہ جامعہ احمدیہ نے دورانِ تعلیم اور بعد میں دورانِ فیلڈ اِس مجموعہ سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور اِن میں بیان باریک نکات کو اپنے درس و تدریس میں خوب استعمال کیا۔ ہمارے دور میں اِس مجموعہ کی پندرہ جلدیں تھی جو طبع ہو کر مارکیٹ میں دستیاب تھیں۔

سامعین! آپ کی شادی مکرم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب ابن حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سے ہوئی جو کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ماموں تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹے اور تین بیٹیوں سے نوازا جن میں محترم صاحبزادہ مرزا سلمان احمد صاحب، محترمہ صاحبزادی امۃ المومن حنا صاحبہ اہلیہ مکرم ڈاکٹر مرزا خالد تسلیم صاحب، محترمہ صاحبزادی مبارکہ مینا صاحبہ اہلیہ مکرم مرزا احسن احمد صاحب اور محترمہ صاحبزادی امۃ السمیع صاحبہ زوجہ مکرم نواب فرخ احمد خان صاحب شامل ہیں۔ آپ ایک شفیق والدہ اور محبت کرنے والی بیوی تھیں۔ آپ نے اپنے بچوں کی بہت عمدہ رنگ میں تربیت کی اور ہمیشہ اُن کے دلوں میں خلافت سے محبت کا جذبہ اُبھارا۔

سامعین! محترمہ طاہرہ حنیف صاحبہ کو بھی خدمت دین کی توفیق نصیب ہوئی اور 1972ء سے 1990ء تک لجنہ اماءاللہ ربوہ میں بطور سیکرٹری اصلاح و ارشاد فرائض ادا کرنے کرتی رہیں۔ پھر سیر الیون میں اپنے واقف زندگی شوہر محترم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب کے ساتھ خدمت کی توفیق پائی۔ جہاں آپ نے ممبراتِ لجنہ اور ناصرات کی تعلیم و تربیت کی طرف اپنی توجہ مرکوز رکھی۔

آپ عبادت گزار، تقویٰ شعار اور خلافت سے کامل وفا اور اخلاص کا تعلق رکھنے والی خاتون تھیں۔ عبادت لگن اور اللہ سے محبت سے کرتیں۔ لجنہ اماءاللہ پاکستان کو ہمیشہ آپ کا تعاون حاصل رہا۔ جب بھی کسی پروگرام میں مدعو کیا جاتا تو بڑی دلچسپی سے شامل ہوتیں۔ لجنہ اماءاللہ کی ممبرات و کارکنات سے بہت محبت سے ملا کرتیں۔ ہمیشہ اعتراض کی باتوں سے پرہیز کرتیں اور ان باتوں کو سلسلہ کے لیے نقصان کا باعث سمجھتیں۔ آپ کا ایک نمایاں وصف غریب پروری تھا۔ ضرورت مند گھرانوں کی مدد کرتیں اور اپنے بچوں کی طرح خیال رکھتیں۔ ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ ہمارے والد نے جب ہماری والدہ سے قطع تعلق

کر لیا تو آپ مرحومہ نے اپنے گھر میں ہمیں جگہ دی اور اپنے بچوں کی طرح ہمارا خیال رکھا۔ کھانے پینے کا، لباس کا، پڑھائی کا اور کبھی ہمیں محسوس نہیں ہونے دیا۔ آپ نے کئی غریب بچیوں کی شادیاں بھی کروائیں۔

آپ کی بڑی صاحبزادی مکرمہ امۃ المومن صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ

”ہم نے امی کو ہمیشہ پنجوقتہ نمازوں کے علاوہ نماز تہجد، روزوں اور قرآن مجید کی تلاوت میں باقاعدگی سے مصروف دیکھا۔ بلکہ اشراق وغیرہ کی نمازیں بھی پڑھا کرتی تھیں۔ کبھی بھی یہ روٹین سے نہیں ہٹتی دیکھیں۔ سب کچھ آپ بہت محبت اور لگن سے کرتی تھیں۔ عبادت بھی بڑی محبت اور لگن سے ہوتی تھی۔ مجھے بہت حیرت ہوتی تھی کہ اس کے ساتھ باقی دنیاداری کے کام کیسے نبھاتی ہیں۔ سسرال کے حقوق، ہمسائیگی کا حق، میرے ابا کا خیال رکھنا، ہم سب کے کھانے پینے کی فکر، مہمان نوازی کا بھی بے حد شوق تھا۔“

جماعت کے ساتھ محبت اور اطاعت کا تعلق تھا، خلفاء جو آپ کی زندگی میں آئے ان سب کے ساتھ بہت اخلاص کا تعلق تھا اور خلافت کی وفادار تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ وصیت کی ہمیشہ فکر رہتی تھی۔ خلیفۂ وقت کو خط لکھنے کی تلقین کرتی تھیں اور کہا کرتیں تھیں کہ خط لکھ کر تسلی ہو جاتی ہے۔

آپ کی وفات نومبر 2022ء میں ہوئی۔ بہشتی مقبرہ میں آپ کی تدفین ہوئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی وفات کے بعد خطبہ جمعہ میں آپ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

”مجھے بھی بڑی باقاعدگی سے یہ خط لکھا کرتی تھیں اور بلکہ ہر خطبہ کے بعد اکثر ان کے خط آتے تھے اور اس پر مختلف قسم کے تبصرے بھی ہوتے تھے۔ بعض باتیں جو ان کو اچھی لگتی تھیں ان میں خاص طور پہ ان کا ذکر ہوتا تھا... اللہ تعالیٰ ان سے ہمیشہ مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ بزرگوں کے قدموں میں جگہ دے اور ان کے بچوں کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔“

(خطبہ جمعہ 18 نومبر 2022ء)

نہ روک راہ میں مولا شتاب جانے دے
کھلا تو ہے تری "جنت کا باب" جانے دے

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

﴿55﴾ ﴿مشاہدات۔674﴾

محترم صاحبزادہ مرزا نعیم احمد صاحب

اور

زوجہ محترمہ صاحبزادی امۃ المومن صاحبہ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰکِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (التوبہ:112)

یعنی توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، (خدا کی راہ میں) سفر کرنے والے، (اللہ کو) رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیک باتوں کا حکم دینے والے اور بُری باتوں سے روکنے والے اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے، (سب سچے مومن ہیں) اور تُو مومنوں کو بشارت دے دے۔

معزز سامعین! مجھے آج آپ حاضرین کے سامنے "**محترم صاحبزادہ مرزا نعیم احمد صاحب اور زوجہ محترمہ صاحبزادی امۃ المومن صاحبہ**" کی سیرت بیان کرنی ہے۔

محترم صاحبزادہ مرزا نعیم احمد صاحب 17 جولائی 1932ء کو قادیان میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے، حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور حضرت اُم وسیم عزیزہ بیگم صاحبہؓ کے بیٹے تھے۔ آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم قادیان میں ہی حاصل کی۔ آپ نے مولوی فاضل کے علاوہ شاہد اور بی اے کی ڈگری بھی حاصل کی۔ بطور ایک واقفِ زندگی کارکن آپ کی ابتدائی تقرری 30 اپریل 1960 کو وکالتِ تبشیر تحریک جدید میں ہوئی۔ 1962ء میں آپ کو نائب افسر امانت مقرر کیا گیا اور اس سے اگلے

سال 30 اپریل 1963ء کو آپ افسر امانت تحریک جدید مقرر ہوئے۔ اس عہدے پر آپ نے 12 سال کام کیا اور مئی 1975ء میں آپ نے نائب وکیل المال کے عہدے پر تعنیات ہو کر تادمِ وفات اسی عہدے پر خدمات انجام دیں۔ اس لحاظ سے آپ کو لگ بھگ 31 سال خدماتِ دین بجالانے کی توفیق ملی۔

آپ کا نکاح مورخہ 29 مارچ 1964ء کو صاحبزادی امۃ المومن صاحبہ بنت صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب کے ساتھ ہوا اور آپ کی تقریبِ رخصتانہ 7 دسمبر 1964ء کو ربوہ میں مکرم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی کوٹھی پر عمل میں آئی۔ آپ کی اہلیہ حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کی پوتی اور حضرت مرزا عزیز احمد صاحبؓ کی نواسی تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین بیٹوں مکرم مرزا فہیم احمد صاحب، مکرم مرزا شمیم احمد صاحب اور مکرم مرزا عبد الکریم صاحب سے نوازا۔

صاحبزادہ مرزا نعیم احمد صاحب ذہین و فہیم اور زیرک انسان تھے۔ کوئی پریشان اور مغموم ہوتا تو چہرے سے بھانپ جاتے اور بہت پیار بھرے انداز میں اُسے تسلی دیتے۔ لوگوں سے نہایت خلوص، پیار اور محبت سے ملتے۔ سُلجھا ہوا مذاق کرتے اور خود بھی ہنستے اور دوسروں کو بھی ہنساتے۔ آپ بہت منکسر المزاج تھے ہر ایک سے خندہ پیشانی اور حلیمی سے ملتے تھے۔

سامعین! آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر اپنی گفتگو میں اکثر و بیشتر کرتے اور آپؑ کے واقعات سناتے جو لوگوں کے ازدیادِ ایمان اور اخلاص کا موجب بنتے۔ درویشِ قادیان مکرم مولوی منظور احمد صاحب آف گھنوکے ججہ آپ کے بارے میں ایک مضمون میں بیان کرتے ہیں کہ صاحبزادہ مرزا نعیم احمد صاحب کہتے تھے کہ ”ہماری کمزوری ہے کہ ہم حضورؑ کے بتائے ہوئے اصولوں اور گُروں سے فائدہ نہیں اٹھاتے ورنہ حضور کا ایک ہی ہتھیار دُعا جو حضورؑ نے ہمارے ہاتھوں میں دیا ہے ایک قیمتی خزانہ ہے۔ مَیں نے ہزار بار آزمایا ہے جب بھی مجھے کوئی مشکل پڑتی ہے یا دقّت پیش آتی ہے مَیں دُعا میں لگ جاتا ہوں اور وہ مشکل دُور ہو جاتی ہے۔ آپ کہتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہم پر اتنے احسانات ہیں

کہ اگر ہم اپنی پیشانیوں سے سجدے کرتے کرتے خون بھی نکال لیں تب بھی اُن کے احسانات کا قرض نہیں چُکا سکتے۔“

آپ کی یہ باتیں آپ کے یقین، نور، ایمان اور فدائیت کو ظاہر کرتی ہیں۔ آپ کے ایک بچے کی بینائی کمزور تھی اس کے بارے میں آپ نے بتایا کہ اُسے تعلیم حاصل کرنے کے لیے ایک اچھے سکول میں ڈال دیا ہے اور کہا ہے کہ وہ اعلیٰ سے اعلیٰ تعیلم حاصل کرے تا کہ یہ بچہ کسی احساسِ کمتری میں مبتلاء نہ ہو اور دوسرے افرادِ خانہ کے ساتھ شانہ بشانہ چلے۔ اپنی اولاد کے روشن مستقبل اور دینی و دنیاوی ترقیات کے لیے آپ کا ذہن مہماتِ دینی تدابیر اختیار کرتا تھا۔ آپ دعاؤں پر بہت زور دیتے اور دعاؤں کے ساتھ ظاہری اسباب کو بھی اختیار کرتے تھے۔ آپ نے اپنے ایک بیٹے کا نام عبد الکریم رکھا تھا۔ آپ بیان کرتے تھے کہ مَیں نے اپنے ایک بچے کا نام عبد الکریم رکھا ہے اور یہ نام مَیں نے تفاؤل کے طور پر رکھا ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک الہام ”مسلمانوں کے لیڈر عبد الکریم سے کہہ دو“ تھا تو مَیں نے اس غرض سے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی برکت سے اور الہامِ مبارک کی برکت سے میرا بیٹا بھی مسلمانوں کا لیڈر بن جائے۔ اس غرض سے اس کا نام عبد الکریم تجویز کیا ہے۔

(ہفت روزہ بدر قادیان 3 اکتوبر 1991ء صفحہ 12)

صاحبزادہ مرزا نعیم احمد صاحب کو اپنی والدہ سیّدہ عزیزہ بیگم صاحبہ کی بیماری کے دوران بہت خدمت کا موقع بھی ملا۔ آپ محترم دل کے عارضے سے علیل رہتے تھے اور باوجود دل کے عارضے کے آپ باہمت، صابر، جفاکش اور مہمان نواز انسان تھے۔ آپ کو پہلا ہارٹ اٹیک 1983ء میں ہوا اس کے بعد 1985ء اور پھر 1987ء میں دوبارہ دل کی تکلیف ہوئی۔ آخری دفعہ 4 اگست 1991ء کی رات دس بجے دل کا دورہ پڑا۔ فوری طور پر آپ کو طبی امداد دی گئی لیکن اٹیک بہت شدید تھا۔ آپ کو آخری لمحات میں فضلِ عمر ہسپتال لایا گیا، الیکٹرک شاک کے ذریعہ دل کی دھڑکن جاری رکھنے کی کوشش کی گئی لیکن سب حربے ناکام ہوئے اور گیارہ بجے کے قریب آپ نے جان، جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔

(النور۔ امریکہ ستمبر اکتوبر 1991ء صفحہ 10)

سامعین! اب خاکسار آپ کی زوجہ **محترمہ صاحبزادی امۃ المومن صاحبہ** کی مختصر سیرت بیان کرنا چاہے گا۔
محترمہ صاحبزادی امۃ المومن صاحبہ 2 فروری 1941ء کو مظفر گڑھ میں پیدا ہوئیں۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پڑپوتی، حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ کی پوتی، حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب کی نواسی اور محترم صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب و محترمہ صاحبزادی نصیرہ بیگم صاحبہ کی بیٹی تھیں۔
آپ نے شادی سے قبل ایک لمبا عرصہ ایسٹ پاکستان میں گزارا۔ آپ بہت صابر اور حوصلہ مند اور حلیم الطبع خاتون تھیں۔ آپ کے والدین فوت ہوئے، خاوند فوت ہوئے بڑے حوصلہ اور صبر سے یہ سارے صدمے برداشت کئے۔ کبھی آپ کی زبان پہ شکوہ نہیں آیا تھا۔ ہمیشہ مسکراتی رہتیں اور ہر ایک سے خوشی اور بشاشت سے ملتیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی وفات کے بعد خطبہ جمعہ میں آپ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:
’’مَیں نے دیکھا ہے ہمیشہ مسکراتی رہتیں۔ بشاشت سے ملتیں اور انہوں نے بڑی لمبی بیماری کاٹی ہے۔ بڑی تکلیف دہ بیماری کاٹی ہے۔ لیکن ہمیشہ صبر اور تحمل سے یہی کہتی رہتی تھیں کہ ٹھیک ہوں اور اللہ کا شکر ادا کرتی تھیں حالانکہ وہ ڈاکٹر صاحب کے نزدیک انتہائی تکلیف دہ بیماری تھی۔ کبھی احساس نہیں ہونے دیا کہ مجھے اتنی تکلیف ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے بھی درجات بلند کرے ان سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور ان کے بچوں کو ہمیشہ نیکیوں پر قائم رکھے۔‘‘
سامعین ! آپ کی وفات مورخہ 14 جولائی 2009ء کو صبح ساڑھے گیارہ بجے طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ میں ہوئی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر 68 برس تھی۔ آپ کی نماز جنازہ اُسی دن بعد نماز مغرب مسجد مبارک میں محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب نے پڑھائی۔ آپ کی تدفین بہشتی مقبرہ میں ہوئی۔
(الفضل 16 جولائی 2009ء)
حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے 17 جولائی 2009ء کو مسجد بیت الفضل لندن میں آپ کی نماز جنازہ غائب پڑھائی۔

اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند کرتا چلا جائے۔ آمین

مغفرت بے حساب ہو جائے

مرحمت لا جواب ہو جائے

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

﴿56﴾ ﴿مشاہدات۔682﴾

محترم صاحبزادہ مرزا رفیق احمد صاحب

اور

زوجہ محترمہ سیّدہ فریدہ بیگم صاحبہ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الانعام:163)

ترجمہ: تو کہہ دے کہ میری عبادت اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مَرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے سیرت **"محترم صاحبزادہ مرزا رفیق احمد صاحب اور زوجہ محترمہ سیّدہ فریدہ بیگم صاحبہ"**

محترم صاحبزادہ مرزا رفیق احمد صاحب 28 جولائی 1935 ء کو قادیان میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے اور حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت سیّدہ رشیدہ بیگم المعروف اُم ناصرؓ کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔

آپ کی شادی 22 جنوری 1962ء کو محترمہ سیّدہ فریدہ بیگم صاحبہ بنت سیّد عبد الجلیل شاہ صاحب کے ساتھ ہوئی اور 23 جنوری 1962 ء کو حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کے ولیمے کا اہتمام فرمایا۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے تین بیٹوں اور ایک بیٹی سے نوازجن میں مکرم مرزا توفیق احمد صاحب، مکرم مرزا توصیف احمد صاحب، مکرم مرزا توقیر احمد صاحب اور مکرمہ محمودہ رحمٰن صاحبہ اہلیہ مکرم نفیس الرحمان صاحب شامل ہیں۔

سامعین! صاحبزادہ مرزا رفیق احمد صاحب پاکستان کے سابقہ صدر محمد ایوب خان کے ساتھ اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں جس سے ہمیں خلیفۂ وقت کی خداداد صلاحیت کا پتہ چلتا ہے جس سے غیر بھی مرعوب ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ

"1962ء کا ذکر ہے کہ مجھے گردہ کی شدید تکلیف ہوئی اور میرے بڑے بھائی ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب نے کہا کہ ربوہ میں گرمی بہت ہے آپ مری چلے جاؤ کیونکہ گرمی کا اثر بھی گردہ پر ہوتا ہے۔ مَیں اِس ڈاکٹری مشورہ کے بعد مری چلا گیا۔ ان دنوں سابق صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان مرحوم بھی مری آئے ہوئے تھے۔ مَیں نے اُن کو خط لکھا کہ مَیں ملنا چاہتا ہوں۔ مَیں نے اپنا تعارف بھی کروایا اور یہ بھی لکھا کہ یہ ملاقات جماعتی طور پر نہیں بلکہ میری ذاتی خواہش کے پیشِ نظر ہے۔ چند دنوں کے بعد اُن کا جواب آیا کہ آکر مل لیں۔ ان کے دیے ہوئے دن اور وقت مَیں پریذیڈنٹ ہاؤس پہنچا۔ میری اُن سے تقریباً سوا گھنٹہ ملاقات رہی، مَیں نے اِسی دوران میں اُنہیں حضور کی تصنیف "دیباچہ تفسیر القرآن" پیش کی جسے انہوں نے بڑے احترام سے قبول کیا اور چند منٹ اُسے پڑھا اور پھر کہنے لگے: "مَیں آپ کو حضور کا ایک واقعہ سناتا ہوں۔ 1950ء میں اپنے کوئٹہ کے قیام کے دوران حضرت صاحب نے سٹاف کالج کے تمام افسران کی دعوت کی مَیں بھی مدعو تھا، چائے ختم ہوئی تو حضور تقریر کے لیے کھڑے ہوئے اور ابتداء اس طرح کی کہ پاکستان کو جغرافیائی اور فوجی نقطہ نظر سے کہاں کہاں سے اور کس طرح خطرہ ہو سکتا ہے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اب تو وقت کا ضیاع ہو گا کیونکہ ایک مذہبی رہنما کو فوج کے نقطہ نظر کی کیا خبر اور خطرات کی نشاندہی سے کیا کام؟ دراصل مَیں اپنے آپ کو اس علم کا ماہر سمجھتا تھا اس لیے طبیعت میں اکتاہٹ محسوس ہوئی لیکن جب اُنہوں نے مضمون ختم کیا اور اپنی تقریر ختم کی تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ

آج پہلے دن مَیں نے سٹاف کالج میں داخلہ لیا ہے۔ جس شخص کو خدا نے ایسا زبردست دماغ دیا ہو اور غیر متعلقہ علوم میں اس کی دسترس اس غضب کی ہو دینی علوم میں اُس کے ادراک کا کیا عالم ہو گا"

(تاریخ احمدیت جلد 23 صفحہ 220)

سامعین! آپ کی وفات 2 اگست 2011ء کو ہوئی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر 76 برس تھی۔

مورخہ 5 اگست 2011ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی نماز جنازہ غائب ادا کی اور فرمایا:

"یہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے، ان کی بھی چار پانچ دن پہلے وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ... اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کے تین بیٹے اور ایک بیٹی ہیں۔ اللہ کے فضل سے ان سب کا خلافت سے بڑا وفا کا تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ ان بچوں کو بھی صبر دے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے مقصد کو پورا کرنے والے ہوں۔"

سامعین! اب خاکسار کچھ آپ کی اہلیہ کے بارے میں بیان کرے گا۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا کہ آپ کی شادی محترمہ سیّدہ فریدہ بیگم صاحبہ کے ساتھ ہوئی۔ محترمہ سیّدہ فریدہ بیگم صاحبہ 23 نومبر 1943ء کو محترمہ سیّدہ رضیہ بیگم صاحبہ اور مکرم سیّد جلیل شاہ صاحب کے گھر پیدا ہوئیں۔ آپ حضرت میر حامد شاہ صاحب کی پوتی اور میر حسام الدین صاحب کی پڑپوتی تھیں اور حضرت سید حبیب اللہ شاہ صاحب کی نواسی، حضرت ڈاکٹر عبد الستار شاہ صاحب کی پڑنواسی یعنی حضرت اُمّ طاہر کی بھتیجی کی بیٹی تھیں۔ میر حسام الدین شاہ صاحب وہ ہیں جن کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے خاص تعلق تھا اور جب شروع میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے والد نے آپؑ کو سیالکوٹ بھیجا ہے تو انہی کے گھر میں رہے تھے اور حضرت مصلح موعود نے بھی ذکر کیا کہ ان کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک خاص تعلق تھا۔ اسی طرح سید حبیب اللہ شاہ صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ماموں تھے۔

آپ نہایت ہی سادہ، غریب اور مُنکسرُ المزاج خاتون تھیں۔ کبھی کسی سوالی کو خالی ہاتھ گھر سے نہ جانے دیتی تھیں۔ چندوں کو بڑی باقاعدگی سے ادا کرتی تھیں اور اپنی بہوؤں کو بھی یہی عادت ڈالی۔

آپ کی ایک بہو بیان کرتی ہیں کہ آپ کو دینی مطالعہ کا بہت شوق تھا خاص طور پر آخری عمر میں تو انہوں نے بہت زیادہ مطالعہ کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تمام کتب پڑھیں بلکہ تین دفعہ پڑھیں۔ ملفوظات پڑھی۔ تفسیر کبیر مکمل کی۔ آپ باقاعدگی سے خطبات سُنتی اور خلافت سے آپ کا عقیدت اور محبت کا رشتہ تھا۔

سامعین! محترمہ سیّدہ فریدہ بیگم صاحبہ مورخہ 25 اگست 2015ء کو بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ وفات کے وقت آپ کی عمر 72 برس تھی۔ مورخہ 27 اگست کو محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب نے احاطہ دفاتر صدر انجمن احمدیہ میں آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کی تدفین عام قبرستان میں ہوئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ 28 اگست 2015ء کو بعد نماز جمعہ آپ کی نماز جنازہ غائب پڑھائی اور آپ کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ مرحومہ سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کے بچوں کا بھی حافظ و ناصر ہو۔ ان کا ایک پوتا جامعہ احمدیہ ربوہ میں اور ایک نواسہ ان کا جامعہ احمدیہ کینیڈا میں پڑھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان بچوں کو بھی صحیح رنگ میں جماعت کا خادم بنائے۔“

اللہ تعالیٰ آپ دونوں میاں بیوی سے مغفرت اور بخشش کا سلوک فرمائے اور آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

نہ روک راہ میں مولا شتاب جانے دے
کھلا تو ہے تری ”جنت کا باب“ جانے دے

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

﴿57﴾ ﴿مشاہدات۔686﴾

محترم چوہدری ناصر محمد سیال صاحب

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰکِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (التوبہ:112)

توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، (خدا کی راہ میں) سفر کرنے والے، (لِلّٰہ) رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیک باتوں کا حکم دینے والے اور بُری باتوں سے روکنے والے اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے، (سب سچّے مومن ہیں) اور تُو مومنوں کو بشارت دیدے۔

سامعین! میری تقریر کا عنوان ہے سیرت **"محترم چوہدری ناصر محمد سیال صاحب"**

محترم چوہدری ناصر محمد سیال صاحب 16 جون 1924ء کو قادیان میں حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب رضی اللہ عنہ اور حضرت ہاجرہ بیگم صاحبہ کے گھر پیدا ہوئے۔ حضرت ہاجرہ بیگم صاحبہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی نواسی تھیں۔ محترم ناصر سیال صاحب 4 سال کے تھے جب ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ آپ کے 4 بھائی اور 7 بہنیں تھیں۔ آپ سب بہن بھائیوں سے بہت پیار اور محبت کرتے تھے۔

ابتدائی تعلیم کے بعد ایف سی کالج لاہور میں زیر تعلیم رہے۔ بعد ازاں گورنمنٹ کالج لاہور سے آپ نے ایم ایس سی کیمسٹری کیا۔ مزید تعلیم کی غرض سے امریکہ تشریف لے گئے اور IOWA اسٹیٹ یونیورسٹی سے ایم ایس سی کیمیکل انجینئرنگ کی۔

سامعین! آپ نے اپنی زندگی وقف کی ہوئی تھی اس لئے امریکہ سے واپس تشریف لائے اور فضل عمر ریسرچ انسٹیٹیوٹ میں بطور ریسرچ انچارج خدمات کا آغاز کیا۔ جب تک یہ ریسرچ انسٹیٹیوٹ قائم رہا آپ خدمات بجالاتے رہے۔ جب یہ انسٹیٹیوٹ ختم ہو گیا تو جماعت نے ان سے کہا کہ آپ اب اپنا کام کرلیں جو

بھی آپ کرنا چاہیں۔ جب ضرورت ہوگی ہم آپ کو بلوالیں گے۔ اس کے بعد آپ نے شوگر ملز کا کام کیا۔ اپنی فیلڈ میں وہ ماسٹر مائنڈ اور جینئیس تھے۔

شوگر ملز کے ٹیکنیکل امور سے آگاہی اور مزید تعلیم کے لئے آپ کینیا تشریف لے گئے۔ ٹریننگ مکمل کرنے بعد تجربہ کے حصول کے لئے کریسنٹ شوگر ملز فیصل آباد سے منسلک ہو گئے۔ بعد ازاں میرپور خاص شوگر ملز میں بطور چیف کیمسٹ باقاعدہ ملازمت کا آغاز کیا۔ جہاں آپ کا عرصہ قیام 1965ء تا 1970ء ہے۔

آپ کی اپنے کام میں مہارت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ایک پوری فیکٹری آپ کی نگرانی میں تیار ہوئی۔

آپ کی بیٹی صوفیہ احمد صاحبہ بتاتی ہیں کہ

”میرا خیال ہے کہ چوہدری نبی احمد صاحب کی یا فوجی فاؤنڈیشن کی فیکٹری تھی سانگلہ ہل میں۔ اب وہ فیکٹری فوجی فاؤنڈیشن کے نام سے مشہور ہے۔ ابا نے وہ ساری فیکٹری اپنی نگرانی میں بنوائی تھی۔ شاہ تاج شوگر ملز میں آنے سے پہلے کی بات ہے۔“

1971ء تا 1978ء شاہ تاج شوگر ملز منڈی بہاؤالدین میں کام کرتے رہے۔ 1978ء میں سوڈان تشریف لے گئے جہاں دنیا کی سب سے بڑی شوگر ملز ”کنانہ“ میں 1985ء تک بطور پروڈکشن مینیجر کام کیا۔

سامعین! 1985ء میں آپ نے ریسرچ کے کام میں آپ نے ایک فیول یعنی ایندھن پر تحقیق کا کام شروع کیا اور ایک ایسا فیول بنانے میں کامیاب ہو گئے جو بائیوماس (Bio Mass) فیول کہلاتا ہے۔ اس کی کارکردگی نارمل فیول کی طرح ہے لیکن یہ اس سے سستا ہے اور اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے استعمال سے دیگر فیولز کی طرح فضائی آلودگی نہیں پھیلتی اور کمرشل استعمال سے اوزون کو بھی نقصان نہیں پہنچتا۔ چنانچہ آپ نے اسے ”سیال فیول“ کے نام سے ہر اہم ملک میں رجسٹرڈ کروایا۔

ایک لمبی تحقیق کے بعد اس فیول کو بنانے کی بڑی وجہ یہ بات ثابت کرنا تھی کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جو ریسرچ انسٹیٹیوٹ بنانے کا خواب دیکھا تھا وہ سچا ہے۔ احمدی سائنسدان تحقیق کے بعد بہت سی چیزیں ایجاد کرسکتے ہیں۔

سامعین! آپ کی شادی محترمہ صاحبزادی امۃ الجمیل صاحبہ بنت حضرت مصلح موعود و حضرت ام طاہر سے 1956ء میں ہوئی۔ محترمہ صاحبزادی امۃ الجمیل صاحبہ حضرت مصلح موعود کی سب سے چھوٹی بیٹی ہیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ باوجود بیمار ہونے کے خود شادی میں شریک ہوئے اور دعا کروائی۔

آپ کی بیٹی مکرمہ سعدیہ احمد صاحبہ بیان کرتیں ہیں کہ

"میرے والد نے حضرت مصلح موعود سے وعدہ کیا شادی کے وقت کہ وہ ان کی بیٹی امۃ الجمیل بیگم کو ہمیشہ خوش رکھنے کی کوشش کریں گے۔ میرے والد نے ساری زندگی یہ وعدہ نبھایا اور اللہ تعالیٰ کی نظر میں سرخرو ہوئے۔"

آپ کی بیٹی مکرمہ صوفیہ احمد صاحبہ کہتی ہیں کہ

"مجھے یاد ہے کہ ہمیشہ ابا کو یہ خیال ہوتا تھا کہ حضرت مصلح موعود کی بیٹی ہیں۔ اس بات کا بہت احترام اور عزت کرتے تھے۔ جب بیمار تھے آخری دنوں میں تو مجھے کہنے لگے کہ میں تو اب جارہا ہوں لیکن تم نے میرے جانے کے بعد اپنی امی کا بہت خیال رکھنا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک بیٹے اور تین بیٹیوں سے نوازا۔

1۔ مکرم ظاہر مصطفیٰ احمد صاحب المعروف بٹّو۔ آپ نے اپنے بیٹے کو مکرمہ صاحبزادی امۃ القیوم بیگم صاحبہ اور مکرم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کو دے دیا تھا جن کے ہاں اولاد نہ تھی۔

2۔ مکرمہ یاسمین احمد صاحبہ اہلیہ مکرم سلطان مامون ملک صاحب

3۔ مکرمہ سعدیہ احمد صاحبہ اہلیہ مکرم منیر احمد رفیق صاحب

4- صوفیہ احمد صاحبہ اہلیہ مکرم صاحبزادہ مرزا عبد الصمد احمد صاحب۔ ناظر خدمتِ درویشاں ربوہ

سامعین! محترم ناصر محمد سیال صاحب ایک فرشتہ سیرت شریف النفس انسان تھے۔ آپ انسان دوست، متقی، قانع، خوش طبع، جماعت اور خلافت سے بے پناہ محبت کرنے والے تھے۔ آپ کثرت سے مطالعہ کرتے اور ہر قسم کے ماہرین سے بلا تکلف گفتگو کرسکتے تھے۔ آپ کی لائبریری میں قیمتی اور نادر کتب موجود تھیں۔

آپ کی بیٹی مکرمہ صوفیہ احمد صاحبہ بیان کرتیں ہیں کہ

”لائق اور جینئس وہ تھے ہی لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان میں بہت عاجزی تھی۔ مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ بہت زیادہ پڑھتے تھے۔ کئی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ میرا خیال ہے 12، 13 زبانیں انہوں نے خود پڑھ پڑھ کر سیکھی تھیں۔ زبانیں سیکھ کر پھر اگر کوئی سڑک پر عرب مل جاتا یا فرانسیسی مل جاتا تو اس سے بات بھی کرتے تھے۔ مزاج میں مزاح بھی بہت تھا۔“

خلفاء اور جماعتی عہدیداروں اور خاندان مسیح موعود علیہ السلام کے افراد سے بہت محبت تھی۔

آپ کی بیٹی مکرمہ صوفیہ احمد صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ

”ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو غلط شکایت کی کسی نے میرے والد کی کہ وہ جماعت کی بات نہیں مان رہے۔ حالانکہ جو لوگ انہیں جانتے ہیں وہ اس بات کی گواہی دیں گے کہ وہ اطاعت کرنے والے لوگوں میں سے تھے اور ایسی اطاعت کرنے والوں میں سے تھے جس کی مثال نہیں ملتی۔ تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ناراضگی کا اظہار کیا کیونکہ حضورؒ بالکل یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ ان کے قریبی جو ہیں وہ اطاعت نہ کریں۔ کوئی بھی خلیفہ یہ بات نہیں پسند کرے گا۔ میں نے ابا سے کہا کہ آپ جا کر حضور کو بتائیں کہ یہ بات غلط ہے۔ ایسا نہیں ہوا۔ انہوں نے کہا کہ میں حضور سے کہہ کر آیا ہوں کہ حضور مجھے معاف کر دیں۔ تو میں نے کہا کہ ابا آپ کی تو غلطی بھی نہیں تھی تو آپ نے کیوں نہیں اپنی صفائی پیش کی؟ تو کہنے لگے کہ نہیں اگر خلیفۂ وقت میرے سے ناراض ہوئے ہیں یا خفگی کا اظہار کیا ہے۔ تو میرا یہ نہیں بنتا کہ میں اپنی صفائی پیش کروں۔ میں ان سے صرف معافی مانگوں گا۔

یہ معیار تھا ان کا کہ میں غلط ہوں یا صحیح ہوں یہ بات اللہ اور میرے درمیان ہے لیکن میں خلیفۂ وقت سے ہر صورت معافی مانگوں گا کہ انہیں میری وجہ سے تکلیف ہوئی ہے یا میری بات ان کو پہنچی ہے۔ تو بہت محبت تھی خلیفۂ وقت سے۔“

مزید بیان کرتیں ہیں کہ

”جب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ ربوہ میں ناظر اعلیٰ تھے اور آپ کو گرفتار کیا گیا تھا تو ان دنوں اتفاق سے ابا میرے پاس آئے ہوئے تھے۔ اس وقت میں نے ابا کی حالت دیکھی کہ وہ جس طرح گھبراتے

تھے اور جس طرح ٹہلتے تھے اور اتنے بے چین اور اتنے تکلیف میں تھے اور مجھے بار بار کہتے تھے باجی صبوحی کا کہ تم ان کے پاس جاؤ وہ پریشان ہوں گی۔ پھر حضور کو ملنے جیل میں بھی گئے جہاں تک میری یادداشت میں ہے۔ واپس آکر پر سکون تھے۔ کوئی بھی عہدیدار ہو اس کی بہت زیادہ عزت اور احترام کرتے تھے۔"

آپ بتاتی ہیں کہ

"خاندان کے بچہ بچہ کی عزت کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ میرا خاندان میں سے ایک رشتہ آیا تو حضور سے ملنے جارہے تھے انکار کے لئے۔ تو وضو کر رہے تھے۔ میں نے کہا ابا اس وقت تو نماز کا ٹائم نہیں ہے آپ وضو کیوں کر رہے ہیں؟ تو کہنے لگے کہ میں حضور کو انکار کرنے جارہا ہوں خاندان مسیح موعودؑ کے ایک بچے کا اور میں نفل پڑھ کر اور دعا کر کے جارہا ہوں۔ ہر بات میں خاندان سے عزت اور محبت بہت زیادہ تھی۔"

سامعین! محترم چوہدری ناصر محمد سیال صاحب کو خلافت سے کس قدر محبت تھی اور خلفاء کی منشاء کو وہ کس بشاشت سے قبول کرتے تھے اس کا اندازہ کوئی بھی صاحبِ دل ذیل کے واقعہ سے لگا سکتا ہے۔ آپ کے بیٹے مکرم ظاہر مصطفیٰ احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ

"میری پیدائش سے پہلے میری والدہ نے یہ طے کر لیا تھا کہ وہ اپنے پہلے بچے کو اپنی بہن صاحبزادی امۃ القیوم صاحبہ اور صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کو دے دیں گی کیونکہ ان کی اپنی کوئی اولاد نہیں تھی۔ اس خیال کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے نہ صرف پسند فرمایا بلکہ حوصلہ افزائی بھی فرمائی۔

ابا نے مجھے بتایا کہ انہیں اس بات کا علم نہیں تھا اور اپنے پہلے بچے کو کسی کو دے دینا ان کے لئے آسان نہیں تھا۔ جب انہیں اس بات کا علم ہوا کہ یہ بات ان کے محبوب خلیفہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی بھی خواہش ہے تو ان کے دل و دماغ سے سب خیالات جاتے رہے اور انہوں نے پورے شرح صدر سے اس بات کو قبول کر لیا۔

ابا نے ساری زندگی اس بات کی کوشش کی ان کے بھائی جان اور باجی جان یعنی صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب اور صاحبزادی امۃ القیوم صاحبہ اس بات کو محسوس کریں کہ وہی میرے والدین ہیں اور ابا نے کبھی والد ہونے کا حق نہیں جتایا۔ اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔ صرف ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں۔

میرے بیٹے محمد احمد کی آمین کی تقریب تھی۔ محمد احمد، مولانا شیخ مبارک احمد صاحب اور اپنے دادا صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے دو باتیں نوٹ کیں ایک تو یہ کہ محمد احمد قرآن کریم کو دیکھے بغیر آیات پڑھ رہا تھا اور دوسرا ابا نظر نہیں آرہے تھے۔ آخر کار وہ مجھے ایک دیوار کے کونے سے جھانکتے نظر آگئے۔

تقریب کے بعد میں نے ان سے پوچھا کی وہ مین صوفے پر کیوں تشریف فرما نہیں ہوئے وہ بھی تو محمد احمد کے دادا ہیں۔

ابا کا جواب میرے دل میں اتر گیا کہ کس طرح انہیں حضرت مصلح موعود اور میری والدہ کی خواہش کا پاس تھا اور کس طرح وہ صاحبزادی امۃ القیوم صاحبہ اور صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کے جذبات کا خیال رکھتے تھے۔

ابا نے مجھے کہا کہ یہ بھائی اور باجی کے لئے ایک بڑا دن تھا اور میں اس دن کو اپنی موجودگی سے گہنانا نہیں چاہتا تھا۔

اسی شام ہم تقریب کی ویڈیو دیکھ رہے تھے۔ میرے ساتھ میری اہلیہ تزین، بیٹی مریم، بیٹا محمد احمد اور ابا تھے۔ میں نے دوبارہ نوٹ کیا کہ محمد احمد قرآن کریم کو دیکھ کر نہیں پڑھ رہا۔ جب میں نے اس بات کا اظہار کیا تو تزین اور ابا ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرائے جس سے مجھے لگا کہ کوئی بات ہے جو انہیں تو معلوم ہے لیکن میں اس سے لاعلم ہوں۔ ابا کہنے لگے کہ بھائی اس بات کو لے کر تشویش میں مبتلا تھے کہ محمد احمد تقریب میں اتنے مہمانوں کو دیکھ کر پریشر میں ایک دو آیات بھول نہ جائے تو میں نے اسے وہ حصہ زبانی یاد کروادیا جو اس نے تقریب میں پڑھنا تھا تا کہ ایسا کچھ رونما نہ ہو۔"

سامعین! آپ نے اپنے بچوں کی تربیت بھی بہت محبت سے کی۔ آپ کی بیٹی مکرمہ سعدیہ احمد صاحبہ بیان کرتیں ہیں کہ

"ابا ہم سب سے بہت محبت کرتے تھے اور بہت نرمی اور پیار سے ہماری تربیت کرتے تھے۔ میں نے بچپن سے ہی دیکھا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بے حد محبت کرتے تھے۔ مجھے بہت چھوٹی عمر سے یاد ہے جب میں تقریباً 4 سال کی تھی کہ ابا ہمیشہ ہمیں اللہ تعالیٰ سے محبت اور عقیدت کا سبق دیتے

تھے۔ میں ابا سے بہت سوال کرتے تھی اللہ تعالیٰ کے متعلق وہ ہمیشہ بہت حوصلہ سے جواب دیتے تھے اور کئی طریقہ سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور وجود کے لئے مثالیں دیتے تھے۔ وہ ہم سب کو باقاعدہ ترجمہ کے ساتھ قرآن شریف پڑھنے کے لئے کہتے تھے۔ ہم جب بھی اکٹھے بیٹھتے تھے تو ہمیں ہمیشہ بڑے پیارے اور دلچسپ طریقے سے اسلام اور احمدیت کی تعلیم دیتے تھے۔ ان کا حافظہ بہت اچھا تھا ان کی یادداشت بہت اچھی تھی۔ ان کو قرآن شریف تقریباً سارازبانی یاد تھا۔

ابا میں مَیں نے ایک سچے، پکے، پُرخلوص اور کامل احمدی مسلمان کا روپ پایا تھا وہ ہر بات میں، ہر کام میں اللہ تعالیٰ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کو سامنے رکھتے اور اس پر خود بھی عمل کرتے اور ہمیں بھی عمل کرنے کو کہتے۔ ابا ایک انتہائی سچے پُرخلوص احمدی مسلمان تھے۔ اللہ تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بے حد محبت اور عقیدت رکھتے تھے اور ان کا ذکر کرتے ہوئے آبدیدہ ہو جاتے ہیں۔

احمدیت اور خلافت سے شدید محبت کرتے تھے اور خلیفۂ وقت کا بے حد احترام کرتے اور اطاعت کرتے تھے اور ہمیں بھی اطاعت کی تعلیم دیتے تھے۔

یوں تو ابا بہت نرم طبیعت کے تھے۔ نرم گفتار تھے کبھی کسی کو ڈانٹتے نہ تھے لیکن جہاں دین کا معاملہ ہو وہاں سختی سے اور پابندی سے دین پر قائم رہتے تھے۔“

آپ کی بیٹی مکرمہ یاسمین احمد صاحبہ بیان کرتیں ہیں کہ

”نہایت عاجز، تقویٰ شعار، اللہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت کرنے والے اور خلافت کا بہت زیادہ احترام کرنے والے تھے۔ کبھی اس بات کا اظہار نہیں کیا کہ میرے پاس کتنا علم ہے۔ لیکن ہر قسم کی جماعتی کتابیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کا بہت علم تھا۔ اوٹوا (Ottawa) میں رہے جو بھی ان کی وفات کے بعد ملا اس نے اس بات کا اظہار کہ ہم نے ان کو بہت عاجز اور عالم انسان پایا۔ وقف بھی رہے اور دنیاوی لحاظ سے بہت تعلیم یافتہ تھے۔ باوجود اس کہ وہ موجد بھی تھے انہوں نے اینڈھن بنایا لیکن لوگوں کو کبھی ان کی لحاظ والی طبیعت اور عاجزی کی وجہ سے احساس ہی نہیں ہوا کہ وہ کس قدر قابل انسان تھے۔

خلافت سے بہت زیادہ تعلق تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اور ان کے صحابہ سے اور خاندان مسیح موعودؑ سے بہت احترام کا تعلق تھا۔ چاہے خاندان مسیح موعودؑ کا کوئی بڑا ہو یا بچہ ہو ہر ایک سے پیار، محبت اور عزت سے پیش آتے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے ان کی وفات پر بہت اچھے کلمات کہے۔ بطور باپ مجھے یاد نہیں کہ کبھی ڈانٹا ہو۔ جب بھی کوئی بات کرنی ہو ابا کے پاس بیٹھ کر کر لیا کرتے تھے۔ بعض دفعہ مشورہ بھی دیتے تھے اور بعض دفعہ خاموشی سے بات سن بھی لیا کرتے تھے۔ ہمیشہ حوصلہ افزائی کرتے تھے کہ تم ہر کام کر سکتی ہو۔ اگر میں یہ اظہار کروں کہ میں کوئی کام نہیں کر سکتی تو وہ کہتے تھے کہ اگر تم صحیح رنگ میں کوشش کرو تو یہ کام کر سکتی ہو۔ اللہ نے اتنی صلاحیت دی ہوتی ہے۔

وہ ہمیشہ یہ بات سمجھاتے تھے کہ ہم خالی ہاتھ اس دنیا میں آئے ہیں اور سوائے اپنے اعمال کے کوئی اور چیز یہاں سے لے کر نہیں جائیں گے۔ اپنے والد کی جائیداد میں سے حصہ نہ ملنے پر بھی انہوں نے کوئی صدائے احتجاج بلند نہیں کی کیونکہ دنیاوی چیزوں سے انہیں دلچسپی نہیں تھی اور انہیں اس بات کی کبھی نہ فکر ہوئی اور نہ افسوس ہوا کہ میرے پاس کچھ رہا یا نہیں یا مجھ سے کسی نے انصاف کیا یا نہیں۔ کیونکہ جب اللہ کے پاس جانا ہے تو اس نے اعمال ہی دیکھنے ہیں۔ یہ دولت اور جائیدادیں اس دنیا میں ہی رہ جاتی ہیں۔

ابا کچھ عرصہ ہمارے ساتھ رہے۔ میں نے ٹیبل سے پلیٹ اٹھانے کے لئے اپنے میاں سے کہا تو ابا خاموشی سے اٹھ کر چلے گئے اور بعد میں مَیں کمرے میں گئی اور میرے پوچھنے پر کہ ابا آپ اٹھ کر کیوں آ گئے؟ کہنے لگے کہ مجھے اچھا نہیں لگا کہ تم مامون کو کہو کہ وہ اپنی پلیٹ اٹھائے۔ وہ بن باپ کا بچہ ہے۔ اسے نہ کہا کرو۔ اس حد تک جذبات کا خیال تھا۔"

آپ کی بیٹی مکرمہ صوفیہ احمد صاحبہ بتاتی ہیں کہ

"ایک دن کسی کی بات پر میں ہنسی تو کہنے لگے کہ یہ اچھی بات نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ میں تو ویسے مذاق سے ہنس رہی ہوں۔ کہنے لگے نہیں۔ مجھے نہیں پسند کہ میرے بچے کسی کا مذاق اڑائیں۔"

سامعین! والدین کو کس طرح اپنی بیٹیوں خاص طور پر نو بیاہتا بیٹیوں کی تربیت کرنی چاہیے۔ اس کی ایک بہت عمدہ مثال محترمہ صاحبزادی امۃ الجمیل صاحبہ اور محترم ناصر سیال صاحب نے قائم کی۔ اس مثال پر قائم ہو کر بہت سے خانگی جھگڑے ختم ہو جاتے ہیں۔ آپ کی بیٹی مکرمہ صوفیہ احمد صاحبہ بتاتی ہیں کہ

"میری شادی کے شروع کی بات ہے۔ ایک ہفتہ ہوا تھا میرا خیال ہے۔ میں امی کے گھر گئی تو میں نے مذاق میں کچھ کہا تو امی نے کہا کہ آج تو کہہ دیا ہے نا آئندہ تم نے صمد کے بارے میں بات کرنی ہے تو میرے گھر نہ آنا"

آپ ہی بیان کرتیں ہیں کہ

"ایک دفعہ ابا ربوہ آئے ہوئے تھے۔ تو میں نے ابا سے اپنے صمد کی شکایتیں کیں۔ ایسے ہی مذاق میں۔ کوئی خاص سیریئس بات نہیں تھی۔ کچھ دیر بعد میں نے دیکھا کہ ابا بیگ میں سامان رکھ رہے تھے۔ تو میں نے ابا سے کہا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ تو کہنے لگے کہ آج تم نے صمد کے متعلق مجھ سے فضول باتیں کیں ہیں تو میں اپنا سامان باندھ کر جا رہا ہوں۔ تو میں نے کہا کہ ابا کہاں جا رہے ہیں؟ کیا مطلب؟ میں تو مذاق کر رہی تھی۔ تو کہنے لگے کہ آئندہ مذاق میں بھی تم نے اس کے خلاف بات نہیں کرنی۔

تو ان کا یہ تھا کہ بچے اپنے خاوند کے متعلق ایسے بات نہ کریں اور باقاعدہ سیریئس ناراض ہو کر جا رہے تھے اور پھر کہا کہ چلو تم وعدہ کرو کہ آئندہ تم ایسے نہیں کرو گی۔ اس طرح تربیت کرتے تھے۔"

سامعین! اپنی اولاد کی اولاد سے بھی نہایت شفقت کا سلوک تھا۔ آپ کی نواسی نصرت جہاں صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ

"میرے نانا باوجود نہایت درجہ ذہین ہونے کے بے حد عاجز انسان تھے۔ آپ سائنسدان بھی تھے۔ آپ نے سوڈان میں گنے سے توانائی پیدا کرنے کا طریقہ دریافت کیا۔

بطور نانا وہ بے حد محبت کرنے والے اور ہمارا بہت خیال رکھنے والے تھے۔ خاص طور پر انہیں ہماری تعلیم کی بہت فکر ہوتی تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ ہم مطالعہ کریں بلکہ جب ہم چھوٹے تھے وہ ہمیں پڑھ کر کئی چیزیں سنایا کرتے تھے۔ جب ہم کچھ بڑے ہوئے تو وہ اخبارات پڑھنے پر ہماری حوصلہ افزائی فرماتے۔ ان کے مزاج میں مزاح تھا۔ ان کی خوبصورت مسکراہٹ آج بھی وہ یاد ہے جو ان کی وفات کو دو دہائیاں گزرنے پر

بھی ماند نہیں ہوئی۔ انہوں نے اپنی بیماری میں بھی اپنی متانت اور متحمّل مزاجی کو برقرار رکھا۔ ان کے دل میں خلافت سے بے پناہ محبت اور احترام تھا۔“

مکرم شاہد احمد طور صاحب جو ایک لمبا عرصہ محترم ناصر سیال صاحب کے ساتھ شاہ تاج شوگر ملز رہے ہیں اور 1972ء تا 1978ء انہیں نہ صرف اپنے گھر میں رکھا بلکہ اپنے بچوں کی طرح محبت بھی دی، کہتے ہیں کہ ”مکرم سیال صاحب بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ انسانی ہمدردی ان میں بے انتہا تھی... ورکروں کے ساتھ بڑی ہمدردی سے پیش آتے تھے۔ ان کے غم اور خوشی میں ضرور شامل ہوتے تھے۔ خاکسار نے کبھی بھی ان کو سختی سے یا غصہ میں بات کرتے نہیں دیکھا۔ اگر کسی سے کام خراب ہوجاتا تو بڑے پیار سے سمجھاتے۔ ملز کے تمام ورکروں کو پتہ تھا کہ اگر کسی نے مشکل وقت میں کام آنا ہے تو وہ مکرم سیال صاحب ہیں۔

جس کسی ورکر کو وقتی طور پر رقم کی ضرورت ہوتی یا گاڑی کی ضرورت ہوتی وہ ورکر سیال صاحب کے پاس آتا اپنی ضرورت کو بیان کرتا مکرم سیال صاحب نے کبھی کسی کو خالی ہاتھ نہیں جانے دیا... جس ورکر کو رقم کی ضرورت ہوتی وہ سیال صاحب سے لے جاتا اگر وہ واپس کر دیتا تو ٹھیک ۔ کبھی کسی کو یاد نہیں کرواتے تھے۔“

آپ کی بیٹی مکرمہ صوفیہ احمد صاحبہ بیان کرتیں ہیں کہ

” ابا کی وفات کے بعد کی بات ہے۔ ان کا کچھ سامان میرے پاس پڑا ہوا تھا تو میں چیزیں الگ الگ کر رہی تھی۔ ان کی بہت ساری کتب تھیں جو ہم نے پھر لائبریری میں دے دیں۔ میں نے ان کے رجسٹر کھولے تو اس میں کئی جگہوں پر لکھا ہوا تھا۔ فلاں کے گھر کا خرچ۔ فلاں کے گھر کا خرچ۔ ہمیں تو پتہ بھی نہیں تھا۔ خاموشی سے لوگوں کے گھر میں خرچ دے رہے تھے۔“

سامعین! آپ جماعت کے لئے ہر قربانی کرنے کے لئے بھی ہر وقت تیار رہتے تھے۔ آپ کی بیٹی مکرمہ سعدیہ احمد صاحبہ بیان کرتیں ہیں کہ

” ابا کو کام کے سلسلہ میں بہت سفر کرنا پڑتا تھا لیکن وہ اپنے ضروری سامان کے علاوہ کسی کا فالتو سامان نہیں لے کر جاتے تھے۔ اگر ہم بہنوں نے بھی کوئی چیز ایک دوسرے کو بھیجنی ہو تو ابا وہ لے کر نہیں جاتے

تھے۔ لیکن اگر جماعت کا کوئی سامان ہو۔ کاغذ ہوں۔ کتابیں ہوں تو وہ خوشی سے لے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ پاکستان سے لندن جارہے تھے۔ تو جماعت نے کافی ساری ڈاک ان کو دی کہ وہ لندن لے جائیں۔ انہوں نے وہ ساری ڈاک، کتابیں، سی ڈیز، ایس اللّٰہ کی انگوٹھیاں وغیرہ سب سامان میں رکھ لیں۔ میں بہت حیران ہوئی کیونکہ 1984ء کے آرڈیننس کے بعد ان سب چیزوں پر پابندی تھی اور ابا یہ سب سامان 1990ء میں لے کر جارہے تھے۔ میں نے حیران ہو کر ابا سے پوچھا کہ آپ تو کبھی کسی کی چیز نہیں لے کر جاتے تو یہ سب سامان کیسے لے کر جارہے ہیں؟ اگر حکومت نے ائیرپورٹ پر پکڑ لیا تو وہ گرفتار کرلیں گے اور پھر بڑا ظلم کریں گے جیل میں۔ اس پر ابا نے کہا کہ یہ جماعت کا ضروری سامان ہے اگر گرفتار ہو بھی گیا تو کوئی بات نہیں جماعت کے لئے اتنی قربانی تو کر ہی سکتا ہوں۔ اس سے مجھے اندازہ ہوا کہ ابا بڑی عمر میں بھی جماعت کے لئے قربانی کرنے کو تیار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ سب سامان حفاظت سے لندن پہنچ گیا۔“

سامعین! محترم ناصر سیال صاحب میں شکر گزاری کا مادہ بھی بہت تھا۔ آپ کی بیٹی مکرمہ صوفیہ احمد صاحبہ بیان کرتیں ہیں کہ

”اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری بہت زیادہ تھی۔ اتنی زیادہ شکر گزاری تھی کہ مجھے یاد ہے ان کو لیور کینسر تھا تو ایک دن ساری رات وہ درد سے تڑپتے رہے۔ صبح ہم ان کو لے کر ہسپتال جارہے تھے تو کار میں بیٹھے۔ ظاہر ہے کہ اولاد کو تکلیف ہوتی ہے ماں باپ کو تکلیف میں دیکھ کر۔ تو کار میں بیلٹ لگا رہے تھے تو کہتے ہیں اللہ تیرا شکر ہے۔ تو مجھے دل میں ہوا کہ یہ اتنی تکلیف میں ہیں اور شکر کررہے ہیں۔ پھر ہسپتال جا کر بستر پر لیٹے تو چھت کی طرف دیکھتے ہوئے کہتے ہیں اللہ تیرا شکر ہے۔ تو میں نے کہا کہ ابا آپ اتنی تکلیف میں ہیں اور پھر بھی شکر ادا کررہے ہیں۔ کہنے لگے کہ دیکھو اللہ نے مجھے اچھا بیٹا دیا جو مجھے ہسپتال لے کر جارہا ہے، اچھی کار دی جس میں مَیں آرام سے جارہا ہوں اور اتنا اچھا کمرہ دیا تو میں کیوں نہ خدا کا شکر ادا کروں۔ اس کے کچھ دن کے بعد ان کی وفات ہوگئی۔“

سامعین! آپ کو اپنی وفات کا پہلے سے علم ایک خواب کی بنا پر ہو گیا تھا۔ آپ کی بیٹی مکرمہ سعدیہ احمد صاحبہ بیان کرتیں ہیں کہ

"ابا کو سچی خوابیں آتی تھیں۔ 1998ء-1999ء میں مجھے انہوں نے ایک خواب سنائی کہ انہوں نے خواب میں دیکھا ہے کہ بہت بڑا میدان ہے اور اس کے سامنے ایک گیٹ لگا ہوا ہے اس میدان میں خاندان کے وہ بزرگ ہیں جن کی وفات ہو چکی ہے۔ اس میدان میں حضرت اماں جان اور حضرت مصلح موعودؓ گیٹ کے پاس کھڑے ہیں اور میرے ابا کا استقبال کرتے ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ میرے ابا کو خواب میں کہتے ہیں "آؤ ناصر آؤ" اور اس کے بعد میرے ابا اس گیٹ میں سے حضرت مصلح موعود کے پاس چلے جاتے ہیں۔ پھر حضرت مصلح موعود ابا کے ہاتھ پر کوئی لوشن لگاتے ہیں۔ لوشن ہاتھ پر ملتے ہیں جس کی بہت اچھی خوشبو ہے وہ خوشبو عطر کی طرح ہے جو ہوا میں پھیل جاتی ہے۔ پھر ابا حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت اماں جان کے ساتھ چلے جاتے ہیں۔

ابا نے اس خواب کی یہ تعبیر کی کہ 2 سال کے عرصہ میں ان کی وفات ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ ان کو بخش دے گا اور حضرت مصلح موعود کے ساتھ جنت میں جگہ عطا فرمائے گا۔ (ان شاءاللہ)

یہ خواب سناتے وقت ابا بہت مسکرا رہے تھے اور چہرے پر بہت اطمینان تھا۔ یہ خواب اس طرح پوری ہوئی کہ اس کے پورے 2 سال بعد ابا کی وفات ہوئی۔"

سامعین! چوہدری ناصر محمد سیال صاحب کچھ عرصہ بیمار رہنے کے بعد 19 نومبر 2001ء کو واشنگٹن کے ہسپتال میں وفات پا گئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر 77 سال تھی۔

مورخہ 22 نومبر 2001ء کو مکرم سید شمشاد احمد ناصر صاحب نے واشنگٹن میں آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اس کے بعد آپ کا جنازہ نیویارک سے اسلام آباد پاکستان پہنچا جہاں 25 نومبر 2001ء کو بیت الفضل میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ اسی دن آپ کا جسدِ خاکی ربوہ لایا گیا۔

مورخہ 26 نومبر 2001ء کو بعد نماز ظہر بیت المبارک میں محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے آپ کا جنازہ پڑھایا۔ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے اور 1944ء میں نظام وصیت میں شامل ہوئے۔ بہشتی مقبرہ میں تدفین ہونے پر محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب

نے ہی دعا کروائی۔ جنازہ اور تدفین میں ربوہ کے علاوہ پاکستان کے کئی اضلاع سے احباب جماعت نے شرکت کی۔

آپ کی بیٹی مکرمہ یاسمین احمد صاحبہ بیان کرتیں ہیں کہ

"ابا ہمیشہ سادہ لباس پہنتے تھے اور ہر ایک سے محبت اور خلوص سے ملتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد احساس ہوا کہ کم از کم ابا سے میرا ایسا تعلق تھا کہ ہر بات کے لئے میں ان سے کہتی تھی کہ ابا دعا کریں۔ ان کی وفات سے یہ کنکشن ختم ہونے کا احساس ہوا اور اب بھی سوچوں تو تکلیف ہی ہوتی ہے لیکن ہم اللہ کی رضا پر راضی ہیں۔ اللہ ان سے بے حد محبت کا سلوک کرے۔ آمین"

آپ کے بیٹے مکرم ظاہر مصطفیٰ احمد صاحب اپنے ابا محترم چوہدری ناصر محمد سیال صاحب کی زندگی کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

"آپ کی زندگی کا خلاصہ محبت، قربانی، عاجزی اور استقامت ہے۔"

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے آپ کی وفات پر ایک خط میں تحریر فرمایا:

"مرحوم ان گنت خوبیوں کے مالک تھے، اپنی میٹھی طبیعت اور نیک مزاج کی وجہ سے ہر دلعزیز تھے اور دعا گو شخصیت کے مالک تھے اور فرشتہ سیرت انسان تھے۔"

اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

سونپا ہے تمہیں خالق و مالک کی اماں میں
سوئے ہو یہاں، آنکھ کھلے باغِ جناں میں

(تیار کردہ: زاہد محمود)

﴿58﴾ ﴿مشاہدات۔583﴾

محترم صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ o الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ o لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ o (یونس:63-65)

سنو کہ یقیناً اللہ کے دوست ہی ہیں جن پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ تقویٰ پر عمل پیرا تھے۔ اُن کے لئے دنیا کی زندگی میں بھی خوشخبری ہے اور آخرت میں بھی۔

میری ہر پیشگوئی خود بنادی

تریٰ نَسْلًا بَعِیْدًا بھی دکھادی

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے سیرت **"محترم صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب"**

محترم صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب 17 اپریل 1937ء کو پیدا ہوئے۔ آپ، حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پڑپوتے، حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سب سے بڑے پوتے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ اسی طرح آپ حضرت نواب محمد علی خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نواسے تھے اور ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے ماموں زاد بھائی تھے۔

آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم قادیان میں حاصل کی۔ بعد میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے فلسفہ میں ایم۔اے کیا اور 23؍ اکتوبر 1962ء کو تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں بطور لیکچرار خدمت کا آغاز کیا۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے آکسفورڈ چلے گئے۔ جہاں سے ماسٹرز کی ڈگری حاصل کی۔ 1955ء میں آپ نے زندگی وقف کی۔ 14؍ اکتوبر 1955ء کو خطبہ جمعہ میں حضرت مصلح موعودؓ نے وقف کی ایک خاص تحریک

فرمائی۔ جس پر مکرم صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب نے اپنے آپ کو وقف کے لئے پیش کیا۔
14؍اکتوبر 1955ء کے خطبہ جمعہ میں وقف کی تحریک کے حوالہ سے حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ:

”میں نے جماعت میں جو وقف کی تحریک شروع کی ہے۔ اس کے بعد میرے پاس تین درخواستیں آئی ہیں۔ ایک تو میرے پوتے مرزا انس احمد کی ہے جو عزیزم مرزا ناصر احمد کا لڑکا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی نیت کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ انس احمد نے لکھا ہے کہ میرا ارادہ تھا کہ مَیں قانون پڑھ کر اپنی زندگی وقف کروں لیکن اب آپ جہاں چاہیں مجھے لگا دیں۔ میں ہر طرح تیار ہوں۔“

(روزنامہ الفضل 25 نومبر 1955ء)

چنانچہ آکسفورڈ سے واپس آنے کے بعد یکم اپریل 1975ء سے آپ کا تقرر بطور نائب ناظر اصلاح وارشاد ہوا۔ 21 جنوری 1983ء کو ایڈیشنل ناظر اصلاح و ارشاد مقامی مقرر ہوئے۔ 1986-1987ء میں ناظر تعلیم کے عہدہ پر فائز رہے۔ بعد ازیں یکم ستمبر 1995ء کو وکیل التصنیف تحریک جدید مقرر ہوئے اور 14 مارچ 1999ء کو وکیل الاشاعت تحریک جدید مقرر ہوئے۔ تادم واپسیں آپ اسی عہدہ پر خدمت کی توفیق پاتے رہے۔

علاوہ ازیں آپ نے بطور پرائیویٹ سیکرٹری، ممبر مجلس افتاء، ممبر نور فاؤنڈیشن، صدر ناصر فاؤنڈیشن اور خدام الاحمدیہ مرکزیہ میں خدمت کی توفیق پائی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے پہلے دورۂ یورپ کے دوران پرائیویٹ سیکرٹری بھی رہے۔ جامعہ احمدیہ کے ایڈمنسٹریٹر کے طور پر بھی ان کو خدمت کی توفیق ملی۔ پہلے وکیل التصنیف بھی تھے۔

سامعین! آپ ایک علمی شخصیت تھے، حصول علم کا خاص ذوق تھا۔ آپ خود بیان کرتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے مطالعہ کا پہلا دور انہوں نے میٹرک کے امتحان کے بعد فراغت کے عرصہ میں مکمل کر لیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق تھے اور اسی مناسبت سے علم حدیث سے بھی خاص ذوق اور لگاؤ بلکہ محبت تھی۔ جس کے لئے آپ نے ذاتی محبت اور مطالعہ سے عربی زبان میں اتنی قابلیت اور مہارت پیدا کر لی کہ احادیث کے علاوہ ان کی عربی شروح وغیرہ بھی زیر مطالعہ رکھتے تھے۔ میٹرک کے بعد صحیح بخاری آپ نے حکیم خورشید احمد صاحب سے پڑھی تھی۔ اس کے بعد صحاح ستّہ اور

دیگر کتب حدیث کا ذاتی شوق سے مطالعہ کیا اور آخر دم تک ایک طالب علم ہی رہے۔ کتب حدیث کا ایک بہت عمدہ اور قیمتی ذخیرہ انہوں نے ایک زرِ کثیر سے اپنی لائبریری میں جمع کیا جس میں بہت مفید نایاب کتب موجود ہیں اور اس لحاظ سے ان کی ذاتی لائبریری بے نظیر اور اپنی مثال آپ ہے۔ علم حدیث سے اتنا شغف تھا کہ اس کے دیگر موضوعات علم الرّجال اور علمِ اصولِ حدیث پر بھی دستیاب کتب اپنے پاس جمع کر رکھی تھیں اور ان کا گہرا مطالعہ فرما کر یہ امور زیر بحث لاتے رہتے تھے۔۔ ذاتی طور پر مسند احمد بن حنبل کے اردو ترجمہ کا کام کر رہے تھے اور تقریباً نصف سے زائد کا ترجمہ کر چکے تھے۔ نیز آپ کو براہین احمدیہ اور محمود کی آمین کا انگریزی ترجمہ مکمل کرنے کی توفیق بھی ملی۔ اسی طرح آخری دنوں میں حضرت مسیح موعودؑ کی دیگر کتب کے تراجم پر کام کر رہے تھے۔ وفات سے چند دن قبل حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ کے انگریزی ترجمہ قرآن مجید کے علاوہ انگریزی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ تیار کرنے کی تجویز آئی تھی۔ اس پر غور کرنے کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی گئی تھی۔ آپ بھی اس کمیٹی کے ممبر تھے۔ آپ بوجہ علالت میٹنگ میں تو نہ آسکے لیکن اپنا تحریری مشورہ بھجوایا جو کمیٹی میں پیش کیا گیا۔

آپ کی نگرانی میں وکالت اشاعت نے متعدد زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کو تیار کر کے اشاعت کے لئے لندن بھجوایا۔ آپ کو علم اللسان کا بھی خاص شوق تھا۔ مختلف زبانوں کو سیکھنا پسند کرتے تھے۔ کوئی بھی نئی چیز معلوم کرنے اور کچھ نیا جاننے کا موقع ہرگز ضائع نہیں کرتے تھے۔

سامعین! خدا ترسی، محبتِ الٰہی، عشقِ قرآن، عشقِ رسول، سادگی، تواضع اور رحمت و شفقت آپ کے نمایاں اوصاف تھے۔ حقوقُ اللہ کے ساتھ حقوقُ العباد کا بھی خیال رکھتے۔ غرباء اور مساکین کا بہت احساس تھا۔ کسی ضرورتمند کو خالی ہاتھ واپس نہ کرتے۔ رمضان المبارک میں آپ درس حدیث دیا کرتے تھے اور بڑے اہتمام اور محنت سے آپ یہ درس دیا کرتے جو بالعموم سیرۃ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف موضوعات پر ہوتے تھے اور اس میں نادر اور قیمتی مواد جمع کر کے پیش فرماتے۔ آپ کی آواز میں بھی خاص سوز و گداز تھا۔ ایک خاص جذبۂ عشق اور ایسے دلنشین انداز سے درس دیتے تھے کہ انسان کچھ لمحات کے لئے لگتا تھا کہ قرون اولیٰ کے دَور میں چلا گیا ہے۔

سامعین! حضور انور نے اپنے خطبہ جمعہ 21 دسمبر 2018ء میں آپ کے داماد کے حوالے بیان فرمایا کہ
”ان کے داماد مرزا وحید احمد صاحب لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اپنے سفر پر بخارا اور سمرقند جارہا تھا تو مرزا انس احمد صاحب نے مجھے کہا کہ وہاں تم جارہے ہو تو امام بخاریؒ کی قبر پر بھی جانا اور میری طرف سے بھی دعا کرنا اور سلام کہنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی محبت کی وجہ سے یہ تھا کہ اس شخص نے جس نے سینکڑوں سال پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور واقعات کا خزانہ جمع کر کے ہم تک پہنچایا ہے اس کا حق بنتا ہے کہ ہم اس کے لئے دعا کریں اور اسے سلام پہنچائیں۔“
حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے محبت اور خلافت کی محبت اور اطاعت آپ میں خوب بھری ہوئی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام کے ساتھ اکثر آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ آپ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا ترجمہ بڑے شوق سے کرتے اس لئے ترجمہ کے دوران جو مشکل مقامات اور ان کے حل ہوتے ان کے بارے میں بھی بتاتے اور اپنا تجربہ بھی شیئر کرتے تھے۔ ایک بات جو خاص طور پر آپ کہا کرتے وہ یہ تھی کہ ترجمہ کرتے وقت صرف لفظی ترجمہ ڈکشنری سے لگا دینا کافی نہیں ہے۔ یہ بھی دیکھنا ضروری ہے کہ وہ لفظ کسی لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان کو کم کرنے والا تو نہیں اور اگر کوئی لفظی ترجمہ ٹھیک نہیں ہے تو اصل مضمون کو convey کرنے والا کوئی لفظ ہونا چاہئے۔ اور پھر ترجمہ کے کام سے اتنی محبت تھی کہ بیماری میں بھی رکے نہیں۔
سامعین! آپ پر جب بھی خلیفہء وقت، خلیفۃ المسیح کی طرف سے کسی کام کی کوئی ذمہ داری ڈالی جاتی تو متعلقہ کارکنان کے ساتھ میٹنگ کر کے طریقہ کار طے کر لیتے اور جو سب سے مشکل کام ہوتا اپنے ذمہ لے لیتے اور بیماری کے باوجود گھر میں رہتے ہوئے بھی وہ مکمل کرنے کی کوشش کرتے۔ دفتر آنے میں مشکل محسوس کرتے تو کارکنان کو گھر بلا لیتے اور وہیں دفتر لگا لیتے۔ آرام اور چھٹی کا کوئی تصور نہیں تھا۔ بستر پر لیٹے لیٹے ترجمہ کر رہے ہوتے تھے۔ آپ خلافت کے شیدائی تھے۔ جب کبھی حضور انور کو فیکس لکھنی ہوتی تو خاص جذباتی کیفیت طاری ہو جاتی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”مختلف لوگوں نے خلافت سے تعلق میں جو لکھا ہے اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہے بلکہ اس سے بڑھ کر ان کا تعلق تھا اور انہوں نے اپنے ہر عمل سے اور اپنے ہر نمونے سے اس تعلق کا اظہار کیا۔ اور بلکہ جب خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مجھے امیر مقامی اور ناظر اعلیٰ مقرر کیا ہے تو اس وقت بھی خلافت کی اطاعت کی وجہ سے انہوں نے کامل اطاعت امیر کی بھی کی اور بڑا لحاظ رکھا باوجود اس کے کہ میں عمر میں ان سے کم از کم تیرہ چودہ سال چھوٹا تھا اور اس وقت بھی کامل اطاعت کی اور ہمیشہ انتہائی وفا کا نمونہ خلافت کے بعد بھی انہوں نے دکھایا۔ کامل اطاعت کا نمونہ دکھایا۔“

(خطبہ جمعہ 21دسمبر 2018ء)

آپ کارکنان کے ساتھ ہمیشہ مؤدبانہ طریق سے پیش آتے تھے۔ جب بھی اپنے پاس کسی کام سے بلاتے تو کہتے کہ کرسی پر بیٹھ جائیں پھر بات شروع کرتے۔ جب کبھی آپ کی طرف سے کسی کارکن پر ناراضگی کا اظہار ہوتا تو اس کے بعد جلد ہی مشفقانہ انداز اختیار کر لیتے۔ اگر کسی کو ایک دن ڈانٹ دیا تو دو دن اتنی دلجوئی فرماتے رہتے تھے کہ بعض اوقات شرمندگی محسوس ہوتی تھی۔ حالانکہ ڈانٹ کیا ہوتی تھی؟ اونچی آواز ہو جاتی تھی اور بس۔ نہ کوئی سخت لفظ نہ کوئی دل آزاری کا کلمہ۔ اگر کسی کو دفتر میں سختی کرتے دیکھتے تو اس رویے سے بیزاری کا اظہار کرتے۔ آپ غریب طالب علموں، بے روزگاروں اور بیوگان کا خاص خیال رکھتے تھے۔ طالب علموں کو کتب اور سکول یونیفارم خرید کر دیا کرتے تھے۔ بیروزگاروں کی نوکریوں کے لئے سفارشی خطوط دیا کرتے تھے۔ انتہائی سادہ لیکن نفیس شخصیت تھے۔ آپ علی الصبح سائیکل پر تشریف لاتے جس کی ٹوکری کتابوں سے بھری ہوئی ہوتی اور تمام دن تصنیف و تحریر میں مشغول رہتے۔ اگر کوئی ملنے آتا تو نہایت خندہ پیشانی سے ملتے لیکن غیر ضروری محفلوں اور مجلسوں سے آپ کی طبیعت کلیۃً بیزار تھی۔

سامعین کرام! حضور انور نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 21دسمبر 2018ء میں آپ کی وفات کے بعد بہت تفصیل سے آپ کے اوصاف کا ذکر کیا اور مختلف لوگوں کے تاثرات بیان فرمائے اُن میں سے چند ایک خاکسار یہاں بیان کر دیتا ہے۔

جنرل ڈاکٹر محمد مسعود الحسن نوری صاحب لکھتے ہیں کہ ہر قسم کے مشکل حالات میں آپ نے ہمیشہ صبر اور ہمت کا مظاہرہ کیا۔ حوصلے کے ساتھ ہر تنگی کو برداشت کرتے۔ اپنی علالت کی وجہ سے آپ ایک پیالی چائے کی نہیں اٹھا سکتے اور نہ ہی بستر پر پہلو بدل سکتے تھے لیکن اس کے باوجود آپ نے ہمیشہ اپنا کام جاری رکھا اور بڑی جانفشانی سے اپنی ذمہ داری نبھائی اور کبھی کوئی شکایت کا موقع نہ دیا بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہے۔ نوری صاحب کہتے ہیں کہ ہر آنے والے کو خوشی سے اور مسکرا کر ملتے یہ آپ کا ایک بہت بڑا خلق تھا۔ طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ میں داخلے سے ایک دن قبل آپ مجھے ملنے آئے۔ بیماری کی وجہ سے آپ کے چہرے پر شدید درد محسوس ہو رہی تھی اس کے باوجود آپ نے مسکراتے ہوئے کہا کہ میرا خیال ہے کہ میرا خاتمہ قریب ہے اور مَیں اپنے رب سے ملنے جا رہا ہوں۔ یہ بات آپ نے بڑے مسکراتے چہرے سے کی۔

حضور انور نے فرمایا کہ منیر الدین شمس صاحب ایڈیشنل وکیل التصنیف کہتے ہیں کہ ان کی میرے ساتھ کئی سٹنگز (sittings) ہوتی رہیں۔ ہمیشہ انہیں ہمدرد اور شفیق پایا۔ باوجودیکہ عمر میں مجھ سے کافی بڑے تھے کبھی انہوں نے نہ اپنی عمر کی اور نہ اپنے علم کی برتری کا اظہار کیا۔ جب سے میاں صاحب کے ساتھ تصنیف میں کام کے سلسلہ میں واسطہ پڑا ہمیشہ انہیں بہت مددگار، رہنما اور تعاون کرنے والا پایا۔ جب بھی انہیں کوئی کام دیا گیا انہوں نے بہت محنت اور لگن کے ساتھ اسے نبھایا بلکہ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ مزید کام دیں تا کہ بیماری میں جتنا زیادہ کام کر سکوں بہتر ہے۔ خلافت سے بے پناہ اخلاص اور وفا کا تعلق تھا اور اکثر جب بھی کام کے سلسلہ میں بات ہوتی تو یہی کہتے کہ میرا سلام کہنا اور مجھے سلام بھجواتے تھے اور ہر مرتبہ پوچھتے تھے کہ میرے کام کی وجہ سے کوئی ناراضگی تو نہیں۔ ہر وقت فکر رہتی تھی کہ خلیفہ وقت کہیں ناراض نہ ہو جائے۔ باوجود بیماری کے جب بھی میری طرف سے انہیں کوئی کام دیا جاتا تو بڑی خوشی کے ساتھ جلد از جلد مکمل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض کتب کا انگریزی میں ترجمہ کرنے کے سلسلہ میں انہوں نے بہت قابلِ قدر خدمات سرانجام دینے کی توفیق پائی۔ براہین احمدیہ کے بعض حصوں کا انہوں نے بہت عمدہ ترجمہ کرنے کی توفیق پائی۔ ترجمہ کو فائنل کرتے ہوئے ہماری جو ٹیم تھی وہ بھی ان کی رائے کو مدّ نظر رکھتی تھی۔ جب کبھی کوئی ہدایات دی جاتیں اور میری

طرف سے جب ہدایات جاتیں، وکالت تصنیف ان کو دیتی کہ یہ خلیفۂ وقت نے کہا ہے اور اس بارے میں اپنی رائے دیں تو بڑی مدلّل رائے بھجوایا کرتے تھے۔ بہر حال ایک عالم تھے اور ان کا علم بڑا گہرا تھا۔ اس سے جماعت اب محروم ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اَور علماء پیدا کرے۔

شمیم پرویز صاحب نائب وکیل وقف نَو لکھتے ہیں کہ ان کی خلافت سے والہانہ محبت کا ایک واقعہ میرے دل پر نقش ہے۔ کہتے ہیں جب خلافت رابعہ کا انتخاب ہوا تو اُس وقت خاکسار قائد ضلع جھنگ تھا اور ڈیوٹی مسجد مبارک کے محراب کے باہر تھی۔ جونہی اندر سے حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کے خلیفہ منتخب ہونے کی اطلاع آئی تو شمیم صاحب کہتے ہیں میں نے مرزا انس احمد صاحب کو دیکھا جو کہ جون کی شدید گرمی کے باوجود اینٹوں کے تپتے ہوئے فرش پر سجدہ شکر کرتے ہوئے گر گئے۔

سامعین! ایاز محمود خان صاحب مربی وکالت تصنیف یوکے کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے ایک مشکل لفظ کے انگریزی ترجمہ کے بارے میں پوچھا کہ آپ کے خیال میں لفظ کا ترجمہ کیا ہونا چاہئے؟ میاں صاحب ذرا سوچ میں پڑ گئے۔ پھر دو تین الفاظ بھی بتائے۔ میں نے میاں صاحب کو بتایا کہ حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے ایک جگہ اس لفظ کا انگریزی میں اس طرح ترجمہ کیا ہے۔ اس پر وہ بڑے خوش ہوئے اور کہا کہ یہ بالکل ٹھیک ہے۔ یہی اس کا صحیح ترجمہ ہے اور حضرت چوہدری صاحب کے لئے بڑی عزت اور عقیدت سے کہنے لگے کہ ان کی زبان بڑی اچھی تھی۔ تم یہی الفاظ استعمال کرو۔ پھر یہ ایاز صاحب کہتے ہیں کہ میں نے ہمیشہ دیکھا کہ میاں صاحب اپنی عقل اور سمجھ اور علم کو خلیفہ وقت کے سامنے بالکل نہ ہونے کے برابر جانتے تھے۔ پہلے اگر اپنی کوئی رائے ہوتی بھی تو جب مَیں بتاتا کہ خلیفہ وقت نے یوں کہا ہے تو فوراً کہتے کہ ہاں بس ٹھیک ہے۔ میں غلط تھا جو حضور نے کہا ہے وہی ٹھیک ہے اور اس طرح بار بار مجھے سبق دیا کہ خلیفہ وقت کے سامنے باقی سب باتیں فضول ہیں۔ وہی رائے درست ہے جو خلیفہ وقت کہیں اور ہمارے لئے ضروری ہے اس پر عمل کریں۔

سامعین! آپ کی وفات 18 دسمبر 2018ء کو قبل از نماز فجر تقریباً 81 سال کی عمر میں ہوئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی وفات پر آپ کا ذکر خیر کرتے ہوئے اِن الفاظ میں دعا دی کہ

"اللہ تعالیٰ ان سے رحم اور مغفرت کا سلوک فرمائے۔ اپنے قرب اور پیاروں میں ان کو جگہ دے۔ ان کی اولادیں بھی نیک اور صالح ہوں اور ان کی اولاد کو بھی خلافت سے وفا کا تعلق رکھنے والا بنائے۔ آمین"

(کمپوزڈ بائی: عائشہ منصور چوہدری۔ جرمنی)

﴿59﴾ ﴿مشاہدات۔685﴾

محترمہ صاحبزادی امۃ الشکور صاحبہ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

فَاِنَّ اللّٰہَ اَعَدَّ لِلۡمُحۡسِنٰتِ مِنۡکُنَّ اَجۡرًا عَظِیۡمًا (الاحزاب:30)

یقیناً اللہ نے تم میں سے حُسنِ عمل کرنے والیوں کے لئے بہت بڑا اجر تیار کیا ہے۔

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے سیرت **"محترمہ صاحبزادی امۃ الشکور صاحبہ"**

محترمہ صاحبزادی امۃ الشکور صاحبہ 27 اپریل 1940ء کو قادیان میں پیدا ہوئیں۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پڑپوتی، حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پوتی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ مرحومہ کی بڑی بیٹی تھیں۔ ننھیال کی طرف سے حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ اور حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کی نواسی تھیں۔

آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم قادیان سے حاصل کی۔ پھر بی ایڈ لاہور سے کیا۔ آپ کی دو شادیاں ہوئی تھیں۔ پہلی شادی نواب عبد اللہ خان صاحب کے بیٹے مکرم شاہد احمد خان صاحب سے 1962ء میں ہوئی تھی اور آپ کا نکاح حضرت مصلح موعودؓ کی بیماری کی وجہ سے مولانا جلال الدین صاحب شمس نے پڑھا تھا۔ مکرم شاہد احمد خان صاحب سے آپ کے دو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ ایک بیٹے عامر احمد طارق خان واقفِ زندگی ہیں اور تحریک جدید میں خدمت انجام دیتے ہیں۔ اِن کے علاوہ ایک بیٹا مکرم علی باسل احمد ہیں اور تین بیٹیوں کی ترتیب یہ ہے۔

1۔ مکرمہ امۃ الاعلیٰ ماہم صاحبہ زوجہ مکرم حبیب احمد خان صاحب (یوکے)

2۔ مکرمہ امۃ الاکبر ماریہ صاحبہ زوجہ مکرم مرزا توصیف احمد صاحب ربوہ

3۔ مکرمہ امۃ المعطی خرّم صاحبہ زوجہ مکرم مرزا توفیق احمد صاحب ربوہ

آپ کی دوسری شادی 1991ء میں اپنے کزن مکرم ڈاکٹر مرزا لئیق احمد صاحب ابن مکرم مرزا حفیظ احمد صاحب ابن حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے ہوئی جن سے آپ کی کوئی اولاد نہیں ہے۔

سامعین! آپ کو جماعتی خدمات میں عمومی طور پر مختلف رنگ میں مختلف جماعتی اداروں یا لجنہ کے شعبوں میں کام کرنے کی توفیق ملی۔ آپ بڑے تعاون اور بڑی عاجزی کے ساتھ جماعتی خدمات سرانجام دیتی رہیں۔ آپ ایک علمی مزاج رکھنے والی شخصیت تھیں۔ لکھنے پڑھنے کا بہت شوق تھا، نثر اور شاعری دونوں کا شوق تھا جو کہ آپ کو وراثت میں اپنی نانی جان حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ سے ملا تھا۔

آپ کی صاحبزادی امۃ المعطی خرم صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ آپ اکثر اپنے جذبات کا اظہار نظم و نثر کی صورت میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے خطوط میں کیا کرتی تھیں۔ آپ کے کسی ایسے ہی خط کے جواب میں حضورؒ تحریر فرماتے ہیں

”تمہاری تو نثر بھی شعر ہوتی ہے، تمہیں شعر کہنے کی کیا ضرورت ہے، جن جذبات کا تم نے نظم و نثر میں اظہار کیا ہے وہ نہایت لطیف اور مترنّم ہیں اور درد میں ڈوبے ہوئے ہیں۔“

پھر ایک اور مکتوب میں حضورؒ تحریر فرماتے ہیں:

”تمہارا محبت اور پیار اور فصاحت اور بلاغت کا مرقع خط ملا جذبات کی تو تم شہزادی ہو اگر اس موضوع پہ کتابیں لکھتیں تو وہ بقائے دوام پا جاتیں۔“

آپ کی والدہ سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ کو بھی شعر و شاعری سے شغف تھا۔ آپ نے تین بہت اہم کتب رقم فرمائیں۔ آپ نے حضرت اماں جانؓ کی سیرت بھی لکھی۔ اس کے علاوہ ایک کتاب حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کے بارے میں بھی تحریر کی جس کا نام ”مبارکہ کی کہانی مبارکہ کی زبانی“ ہے اور آپ نے تیسری کتاب حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیگم حضرت بوزینب صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سیرت اور سوانح پر لکھی جس کا مسودہ مکمل ہو گیا تھا لیکن حالات کی وجہ سے اشاعت نہیں ہو سکی۔ آپ کی یہ تین کتابیں لجنہ کے لیے ایک اچھا لٹریچر ہے۔ یہ ادب اور تحریر کا مادہ آگے اولاد میں بھی منتقل ہوا اور مکرمہ امۃ المعطی خرّم اور مکرم عامر احمد طارق اِس میدان کے شہسوار ہیں۔

محترمہ صاحبزادی امۃ الشکور بہت سی خوبیوں کی مالک خاتون تھیں۔ آپ میں خلافت سے محبت اور اطاعت کا جذبہ بہت کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ آپ بہت ہی صابر خاتون تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ آپ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”یہ بڑی دُعا گو بچی ہے اور بڑی صابرہ۔ وہی بچی ہے جس کا پہلا بچہ ولادت کے وقت فوت ہوا اور اُسی وقت آدھے گھنٹے کے بعد جب ڈاکٹر نے فارغ کیا مَیں اُس سے ملنے گیا تو مسکراتے ہوئے چہرہ کے ساتھ وہ مجھے ملی۔ بچی نے نو مہینے تکلیف اٹھائی ہو لیکن پیدائش کے وقت پر بچہ فوت ہو جائے کچھ تو گھبراہٹ ہونی چاہیے تھی چہرہ پر؟ لیکن اِس قدر خوش مَیں نے اُس کا چہرہ دیکھا کہ مَیں خود حیران رہ گیا اور میرے دل نے اُس وقت کہا کہ اللہ تعالیٰ اس کو جلد ہی اس کا اجر بھی دے گا۔ چنانچہ اپنے وقت پر جب دوسرا بچہ پیدا ہوا تو وہ بھی لڑکا تھا اور پہلے جو بچہ پیدا ہوا وہ بھی لڑکا تھا۔“

(خطباتِ ناصر جلد اوّل صفحہ 844)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ آپ کے بارے میں ایک اور واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ایک دن خدام الاحمدیہ کے کسی پروگرام کے مطابق مجھے عصر کے بعد اپنے گھر سے دُور کسی محلے میں خدام کے کسی پروگرام میں شرکت کے لیے جانا تھا۔ میری بچی امۃ الشکور اُس دن بڑی سخت بیمار ہو گئی اور اُسے اسہال شروع ہوئے اور دیکھتے دیکھتے اُس کا وزن آدھا ہو گیا یعنی جسم کا پانی نُچڑ گیا۔ میری طبیعت نے یہ گوارا نہیں کیا کہ مَیں پروگرام کینسل کر دوں اور بچی کے پاس ٹھہروں، مَیں نے ہومیوپیتھک کی ایک دوا لے کر اُس کے منہ میں ڈالی اور منصورہ بیگم سے کہا کہ شفا دینا اور زندگی دینا تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ مَیں یہاں رہوں نہ رہوں کوئی فرق نہیں پڑتا اس لیے السلام علیکم۔ مَیں جا رہا ہوں ... خدا تعالیٰ کی یہ شان ہم دونوں نے دیکھی کہ جب مَیں واپس آیا تو بچی صحت یاب ہو چکی تھی۔“

(خطباتِ ناصر جلد نہم صفحہ 327 خطبہ جمعہ 4 دسمبر 1981ء)

سامعین! آپ کی نواسی مکرمہ ملاحت بیان کرتی ہیں کہ

''میری نانی ہمیشہ یہ کہا کرتی تھیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا تھا کہ مُسکراتے رہا کرو کیونکہ یہ صدقہ ہوتا ہے۔ مَیں نے ان کو آخری بیماری میں بھی دیکھا کہ مُسکرا کر دیکھتی تھیں اور تکلیف میں بھی مُسکراتی رہتی تھیں۔''

آپ کی صاحبزادی امۃ المعطی خرم صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ

''اگر مجھے اپنی والدہ کی سیرت کو دو الفاظ میں بیان کرنا ہو تو مَیں کہوں گی ''**صابر اور قول سدید**''۔ جھوٹ سے اس قدر نفرت تھی کہ ہمیشہ کہا کرتی تھیں کہ گُھما پھرا کے بات کرنا بھی جھوٹ ہوتا ہے ہمیشہ سیدھی بات کرنی چاہیے۔ ہم چھوٹے تھے جب ہماری والدہ اور والد کے درمیان علیحدگی ہوگئی تھی۔ ہم پانچوں بہن بھائی اپنی والدہ کے ساتھ رہتے تھے۔ بہت محدود وسائل میں ہماری پرورش کی لیکن کبھی ہم نے ان کو اپنے حالات کا روناروتے نہیں دیکھا۔ اپنے حالات کا کسی کو علم نہیں ہونے دیتی تھیں یہاں تک کہ ہم بچوں کو بھی کبھی کچھ نہیں بتایا۔ ہماری دادی کو ان کے مزاج کا علم تھا اور آپ کو ہر وقت فکر لگی رہتی تھی۔ ہماری دادی ہم بچوں کو بُلا کر پوچھا کرتی تھیں کہ امی پریشان تو نہیں ہیں۔ وہ تو نہ کچھ مانگے گی نا کچھ کہے گی مجھے اُس کی فکر رہتی ہے۔''

آپ کبھی بھی کسی کے بارے میں کوئی غلط بات نہ کرتی تھیں، اپنے آپ میں ہی مگن رہتیں۔ آپ نے بڑی تحمل مزاجی کے ساتھ زندگی گزاری۔ آپ چندہ وصیت اور دیگر لازمی چندوں کی باقاعدہ حساب کرکے ادائیگی کرتیں۔ کوئی بھی آمدنی ہوتی اس پر سب سے پہلے حصہ وصیت ادا کرتیں۔ چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی جس پر چندہ لازمی ہوتا اس کا چندہ ادا کرتیں۔ ایک دفعہ گھر کا پُرانا فریج فروخت ہونے پر سب سے پہلے چندے کی ادائیگی کی۔

آپ کی صاحبزادی بیان کرتی ہیں کہ

''امی کی وفات کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا ایک خط ملا جس میں حضورؒ نے کسی مسجد کی تحریک میں زیور پیش کرنے پر امی کو بہت دُعاؤں سے نوازا تھا۔ اس بات کا ذکر کبھی امی نے ہمارے سامنے نہیں کیا۔ حضورؒ کے خط سے ہمیں امی کی وفات کے بعد پتہ چلا۔''

نمازوں کا التزام بڑے اہتمام سے کیا کرتی تھیں۔ آپ کو کچھ عرصہ نصرت جہاں اکیڈمی ربوہ میں ملازمت کرنے کا بھی موقع ملا۔ بعض دفعہ سواری نہ ملنے کی صورت میں پیدل گھر آتیں اور آتے ہی پہلے وضو کر کے نماز ادا کرتیں پھر کھانا کھاتی تھیں۔ اپنی بیماری کے آخری ایام میں بھی جب بہت زیادہ غنودی رہتی تھی تو اُس وقت بھی جب آنکھ کھلتی نماز کا پوچھ کر نماز شروع کر دیتیں۔

آپ کے بیٹے مکرم عامر احمد طارق خان صاحب کہتے ہیں:

”اُمی ایک مجسّم صبر و صلوٰۃ تھیں اور ایسے الصابرین والعابدین بندوں کی صف اول میں کھڑی تھیں۔ اپنے عظیم باپ کی راہوں پر چلتے ہوئے ساری عمر مسکراتی رہیں اور مسکراتے ہوئے ہی اپنے مولا کے حضور حاضر ہوئیں۔ جو چہرہ دیکھنے آتا یہی کہتا کہ لگتا ہے سوتے ہوئے مسکرا رہی ہیں۔

ایک زبردست مصنفہ اور شاعرہ تھیں۔ کبھی جماعتی مشاعروں میں سنا دیا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اُمی کو فرمایا کہ آج صبح جب میں سو کر اٹھا تو میری اس زبان پر یہ مصرعہ جاری تھا کہ

”صحرائے حیات میں تنہا کھڑا ہوں مَیں“

تم اس پر نظم کہو۔ یہ ہماری نانی حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ کی وفات کے بعد کی بات ہے۔ چند ماہ کے بعد حضورؒ کی وفات ہو گئی تو یہی مصرع اُمی کا حال اور جذبات بن گیا اور اُمی نے طرح مصرع کے ساتھ ایک زبردست نظم کہی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نافلہ موعود تھے۔ آپ نے شروع خلافت میں قبولیتِ دعا کا نشان مانگا جو عطا کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کثرت سے آپ کو الہام کیا کرتا تھا جس کا حضورؒ نے کئی دفعہ ذکر فرمایا لیکن حضورؒ بھی انبیاء کی سنت پر عمل کرتے ہوئے ضروری امور یا بوقتِ پریشانی جب چند لوگوں کو دعا کا کہتے تو اُمی کو بھی خاص اور توجہ سے دعا کرنے کا کہتے ہیں۔ 1967ء میں جب حضورؒ بعد خلافت پہلے دورہ پر تشریف لے گئے تو واپسی پر یکم ستمبر 1967ء کے خطبہ میں اُمی کی سفر سے متعلق خواب کا ذکر کیا اور فرمایا

”یہ بڑی دعا گو بچی ہے اور بڑی صابرہ“

خلافت کی عاشق تھیں اور خلیفۂ وقت کے لیے انتہائی جذباتی اور ہر حکم پر لبیک کہنے والی تھیں۔ اپنی زندگی کے جو اہم فیصلے کئے۔ چاہے وہ اپنے لیے تھے یا اپنی اولاد کے لیے۔ سب خلیفۂ وقت کی دعا سے اور حکم کے تابع لے کر کئے۔

مَیں دو سال یا اس سے بھی چھوٹا تھا جب دو منزلہ عمارت، جو ہمارا گھر ہے کی چھت سے گر گیا اور معجزۃً بچ گیا۔ حضورؒ نے بہت دعا کے بعد فرمایا کہ بچے کو نئی زندگی دی گئی ہے اور اس کی زندگی کی مصلحت یہ بتائی گئی ہے کہ اسے اللہ کی راہ میں وقف کر دیا جائے۔ میرا یوں وقف ہونا امی کے لیے بہت خوشی لیکن بہت ہی جذباتی معاملہ تھا۔ ہر وقت یہی نصیحت ہوتی کہ تمہیں ابا نے بڑی دعاؤں سے وقف کیا ہے اور اتنی نصیحت اور اس واقعہ کا ذکر کرتی تھیں اور جب مَیں نے وقف کے لیے پیش کیا اور اللہ کے فضل سے قبول ہوا تو خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا اور بہت جذباتی ہو گئیں۔ (ضمناً ذکر کر دوں کہ حضورؒ نے اپنی وفات کے قریب خاکسار کو یہی وصیت کی تھی جو میرے مضامین میں چھپ چکی ہے)۔ بہر حال یہ اُمی کی دعا اور تربیت تھی کہ وقف کرنے کی راہ کے علاوہ کسی دوسری طرف دیکھنے بھی نہ دیا۔ الحمدللہ و جزاھا اللہ خیراً"

سامعین! آپ کافی عرصہ بیمار رہیں۔ آپ کی بیماری کافی تکلیف دہ تھی۔ بڑے حوصلے اور صبر سے آپ نے اس تکلیف کو برداشت کیا۔ آپ مورخہ 3 ستمبر 2019ء کو دوپہر تین بجے اپنے گھر میں بعمر 79 سال وفات پا گئیں۔ دو ہفتے پہلے آپ کو کینسر تشخیص ہوا تھا علاج کے لئے لاہور بھی لے جایا گیا اور ہر ممکن علاج ہوتا رہا لیکن تقدیر غالب آئی اور اپنے اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

مورخہ 4 ستمبر 2019ء کو آپ کی نماز جنازہ بعد نماز ظہر مسجد مبارک ربوہ میں محترم سید خالد احمد شاہ ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے پڑھائی۔ بہشتی مقبرہ دارالفضل میں قبر تیار ہونے پر آپ ہی نے دعا کرائی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے فرمایا:

"ان کی بیماری کافی تکلیف دہ تھی۔ آخر میں پتا لگا کہ کینسر ہے لیکن بڑے حوصلے اور صبر سے انہوں نے برداشت کیا۔ یہ حضرت خلیفہ ثالثؒ بھی ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ انہوں نے ہر تکلیف بڑی صبر سے برداشت کی ہے۔

اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کے بچوں اور ان کی اگلی نسل کو بھی خلافت اور جماعت سے ہمیشہ وفا کے ساتھ تعلق قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 6 ستمبر 2019ء)

نہ روک راہ میں مولا شتاب جانے دے
کھلا تو ہے تری "جنت کا باب" جانے دے

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿60﴾ ﴿مشاہدات۔673﴾

محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَاٰتَيۡنٰهُ فِى الدُّنۡيَا حَسَنَةً ‌ؕ وَاِنَّهٗ فِى الۡاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيۡنَ (النحل:123)

یعنی ہم نے اُسے دنیا میں حَسَنہ عطا کی اور آخرت میں وہ یقیناً صالحین میں سے ہو گا۔

معزز سامعین! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے سیرت **"محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب"**

محترم صاحبزادہ مرزا مبشر احمد صاحب 28 دسمبر 1943 ء کو قادیان میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پڑپوتے، حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے پوتے، حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ اور حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کے نواسے اور محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب و صاحبزادی محمودہ بیگم صاحبہ کے بیٹے تھے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم کے مراحل تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ اور تعلیم الاسلام کالج سے مکمل کیے۔ 1968ء میں کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور سے ایم بی بی ایس کی ڈگری حاصل کی۔

سامعین! آپ نے 30 نومبر 1968ء کو فضل عمر ہسپتال ربوہ میں بطور ڈپٹی چیف میڈیکل آفیسر ایک واقفِ زندگی کی حیثیت سے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ کچھ عرصہ یہاں کام کرنے کے بعد مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے برطانیہ تشریف لے گئے۔ حصول تعلیم کے لیے برطانیہ روانہ ہونے سے قبل آپ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضورؒ نے ازراہ شفقت اُس وقت اپنی اوڑھی ہوئی چادر آپ کو پہنا دی اور بوقتِ رخصت دعاؤں اور بعض نصائح سے نوازا۔

آپ نے رائل کالج آف سرجنز ایڈنبرا میں ایف آر سی ایس (فیلوشپ آف رائل کالج آف سرجنز) کرنے کے لیے داخلہ لیا۔ اس دوران کچھ عرصہ کے لیے ربوہ تشریف لائے اور پھر تعلیم کا سلسلہ جاری

رکھنے کے واسطے واپس چلے گئے۔ جنرل سرجری میں ایف آر سی ایس کی ڈگری مکمل کرنے کے بعد برطانیہ میں مختلف شہروں کے علاوہ High Wycombe میں بھی عملی تجربہ حاصل کرنے کی غرض سے ایک سال تک رُکے رہے اور دسمبر 1977ء میں ربوہ تشریف لے آئے۔ اُن دنوں فضل عمر ہسپتال کے چیف میڈیکل آفیسر آپ کے والد محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب تھے۔ اُن کی سربراہی میں آپ نے سرجری کا شعبہ سنبھالا اور 45 سال تک اسی شعبہ میں کامیابی کے ساتھ ایسی فقید المثال خدمات سرانجام دیں کہ ایک زمانہ آپ کا قائل ہو گیا۔ آپ ہسپتال کے شعبہ سرجری کے سربراہ ہونے کے ساتھ ساتھ 1999ء سے انتظامیہ کمیٹی فضل عمر ہسپتال کے رُکن تھے اور ڈائریکٹر پروفیشنل سروسز کے فرائض بھی سرانجام دے رہے تھے۔ ہسپتال کی ڈویلپمنٹ کے لیے حضرت خلیفۃ المسیح کی طرف سے جو بھی کمیٹیاں بنائی گئیں اُن کے آپ ممبر رہے۔ بوقتِ وفات صدر کمیٹی بورڈ کے طور پر بھی خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ 1983ء سے تاحیات آپ وقفِ جدید انجمن احمدیہ کے ممبر رہے۔ بوقت وفات آپ وقف جدید کے سینئر ترین ممبر تھے اور مجلسِ مشاورت میں وقفِ جدید انجمن کے نمائندگان میں نمایاں نظر آتے تھے۔ آپ کو مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی مجلسِ عاملہ میں بطور مہتمم خدمتِ خلق اور مہتمم مجالس بیرون جبکہ مجلس انصاراللہ پاکستان کی مجلس عاملہ میں قائد ایثار کے طور پر خدمات کا موقع ملا۔

آپ کی شادی 14 اپریل 1968ء کو محترمہ صاحبزادی امۃ الرقیب بیگم صاحبہ بنت مکرم صاحبزادہ مرزا حمید احمد صاحب جو کہ حضرت مصلح موعودؓ کی نواسی اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی پوتی تھیں کے ساتھ عمل میں آئی۔ آپ کا نکاح حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے پڑھایا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بیٹوں اور ایک بیٹی سے نوازا جن میں محترم مرزا بشیر الدین فخر احمد صاحب (ہالینڈ)، محترم مرزا محمود احمد صاحب (یوکے) اور ایک بیٹی محترمہ امۃ العلی زینوبیہ صاحبہ اہلیہ محترم مرزا محمود احمد صاحب (یوکے) شامل ہیں۔

آپ کی اہلیہ بیان کرتی ہیں کہ

"رشتوں کو بہت نبھانے والے تھے۔ بہت خیال رکھنے والے تھے۔ ماں باپ، بہن بھائی، عزیز رشتہ داروں، میرے ماں باپ اور رشتہ داروں سب کے ساتھ مجھے نہیں یاد کہ کوئی موقع خوشی یا غمی کا کبھی چھوڑا ہو اور

ذمہ داری اپنے اوپر لے لیتے تھے کبھی رشتوں کو نبھانے میں سستی نہیں دکھائی اور گھر کے جتنے بڑے بزرگ تھے اُن کے علاج کی بھی آپ کو توفیق ملی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی بیگم کی جو آخری بیماری تھی اُس میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا فون آیا کہ ڈاکٹر مبشر کو فوری بھجوائیں تو راتوں رات ہی یہ پیغام سُن کر نکل گئے اور اُن کی وفات تک پھر وہیں موجود رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مکرمہ آصفہ بیگم صاحبہ کی وفات پر فرمایا تھا کہ مبشر مجھے لفٹ کے قریب لینے آیا تو مَیں مبشر کو دیکھتے ہی سمجھ گیا کہ اہلیہ کی وفات ہو گئی ہے کیونکہ یہ مجھے پتا ہے کہ ان کی طبیعت خراب ہوتی تو پھر مبشر ان کو کبھی اکیلا نہ چھوڑتا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی بیماری میں بھی آپ علاج کے لیے یوکے آجاتے رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بھی ایک جگہ اپنی بیماری کے دوران میں آپ کی خدمات کا ذکر فرمایا ہے۔“

سامعین! آپ بہت غریب پرور اور محبت و شفقت کرنے والی شخصیت تھے۔ غریب مریضوں کی مالی امداد خود کر دیتے حتیٰ کہ ہسپتال کی پرچی کے پیسے بھی خود ادا کرتے۔ بعض اوقات مہنگے آپریشنز کے اخراجات بھی خود اٹھالیتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ میں بہت شفاء رکھی تھی۔ اسی وجہ سے پاکستان بھر کے دُور و نزدیک کے شہروں سے مریض آپ سے علاج کرانے کے لیے آتے اور شفایاب ہو کر واپس جاتے۔ آپ کا مریض کو دیکھنے اور علاج کرنے کا ایک خاص انداز تھا۔ تفصیلی چیک اپ کر کے اور ٹیسٹوں کو دیکھ کر آپریشن یا ادویات دینے کا فیصلہ کرتے۔ چنیوٹ اور ارد گرد کے علاقے سے بعض مخالفین بھی چھپ کر گھر آکر علاج کروایا کرتے تھے اور بہت سارے غیر احمدی آپ کے مریض تھے۔ علاقے کے بے شمار لوگوں کا آپ نے علاج کیا اور اس کی وجہ سے ربوہ کا بھی، ہسپتال کا بھی علاقے میں بہت تعارف تھا۔

گھر میں کام کرنے والوں کو کبھی سخت الفاظ میں مخاطب نہیں کیا۔ غریب بچیوں کی شادیاں ذاتی خرچ پر کرائیں۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ ان کے سسرال جانے کے بعد بھی عیدوں اور خوشی کے مواقع پر ان کا خیال رکھا کرتے اور اگر بچیوں کا کوئی مسئلہ ہوتا تو اس کو بھی حل کرا دیتے۔

آپ کا دوسروں کو سمجھانے کا اپنا انداز تھا۔ آپ کے گھر اکثر مرض سے شفا پانے والوں اور دوسرے مختلف کاموں کے سلسلہ میں آنے والوں کا تانتہ بندھا رہتا آپ ان لوگوں سے ہمیشہ خوش دلی اور شفقت سے ملتے اور اُن کے مسائل حل کرتے۔ بعض دفعہ آپ کے گھر والے اگر شکایت کرتے تو آپ انہیں پیار سے

سمجھاتے کہ غریبوں اور مسکینوں سے ہمیشہ شفقت کا سلوک رکھنا چاہیے۔ بعض طلبہ کی تعلیمی امداد جاری کر رکھی تھی اور بڑی کلاسوں کے طالب علموں کی فیسوں کی ادائیگی بھی خود کر دیتے۔ آپ ہمیشہ اس نیت سے بھی جیب میں پیسے رکھتے تا کہ کسی مستحق کی بروقت امداد کی جا سکے۔

آپ کو زمینداری کے معاملات کا خوب علم تھا۔ جب کبھی اپنی زمینوں پر جاتے تو فصلوں کا تفصیلی جائزہ لیتے اور موقع محل کی مناسبت سے ہدایات دیتے۔ اکثر زمیندار اچھی فصل حاصل کرنے کے لیے آپ سے راہنمائی لیا کرتے تھے۔ آپ کو پھولوں کا بہت شوق تھا۔ بیرون ممالک سے بیج منگواتے اور گھر کے سبزہ زار میں ان کی کاشت کرتے اور مختلف کامیاب تجربات کے ذریعہ اپنا مطلوبہ ہدف حاصل کرتے۔ ربوہ سمیت لاہور کی نرسریوں کو ان پھولوں کی پنیری اور پودے تحفہ کے طور پر دیتے۔ آپ کو فوٹو گرافی کا بھی بہت شوق تھا۔ آپ کے پاس خلفائے سلسلہ اور جماعت کی بہت سی اہم تاریخی اور نایاب تصاویر کا ذخیرہ موجود تھا۔

سامعین! آپ کی صفات آپ کے کردار سے عیاں ہوتی تھیں۔ یہ بات صحیح ہے کہ آپ احمدیت کی تعلیمات کا چلتا پھرتا نمونہ تھے جن کے کردار سے ایک مخلص احمدی کے اوصاف جھلکتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی آخری بیماری میں دوائی پینے کے لیے جو چمچ استعمال کیا کرتے تھے وہ چمچہ چھوٹا سا چائے کا چمچ تھا۔ حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ حضرت اُمّ ناصر کو یہ کہتے ہوئے دیا تھا کہ جو بیٹا ڈاکٹر بنے اس کو دے دینا تو وہ چمچ آپ کے والد ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کو ملا اور اُس کے بعد وہ چمچ آپ کے پاس تھا۔ بعض دفعہ برکت کی خاطر ڈاکٹر مبشر صاحب اپنے مریضوں کو بھی اس سے دوائی پلا دیا کرتے تھے۔ آپ کو جماعت میں سب سے زیادہ سروس کرنے والے ڈاکٹر کا اعزاز حاصل ہے۔ جس زمانے میں آپ نے کام شروع کیا۔ اُس زمانے میں کوئی مددگار کمپاؤنڈر وغیرہ یا ہیلپر وغیرہ نہیں ہوتا تھا۔ خود ہی کنڈی لگانی ہوتی تھی، کھولنا ہوتا تھا، مریض کو بلانا ہوتا تھا، دیگر کام بھی خود کرنے ہوتے تھے۔ اکیلے ہی آپریشن تھیٹر کو بھی مینیج (manage) کرنا ہوتا تھا۔ انیستیزیا (Anaesthesia) دینے والا کوئی نہیں تھا وہ کام بھی خود ہی کرنا پڑتا تھا۔ آپ نے آہستہ آہستہ سٹاف کو ٹریننگ دی۔ مریضوں کی اکثریت کامیاب علاج کے بعد ہسپتال سے رخصت ہوتی تھی۔

پیارے دوستو! مَیں بھی آپ کی سیرتِ حسنہ پر گواہ ہوں۔ ہم بہن بھائی آپ کو اپنا فیملی ڈاکٹر سمجھتے تھے۔ میرے ابا محترم چوہدری نذیر احمد سیالکوٹی صاحب مرحوم اور میری اہلیہ محترمہ زکیہ فردوس کومل صاحبہ کے کینسر مرض کا نہ صرف آپ نے علاج کیا بلکہ مسز کا تو آپریشن بھی آپ نے ہی کیا اور بقیہ علاج کے لئے اَنمول لاہور میں ریفر کرنے کے بعد نگرانی بھی کی اور گاہے بگاہے مسجدِ مبارک میں جب بھی ملتے علاج کا پوچھتے اور رہنمائی کرتے۔ آپ ابا محترم کے آپریشن کے حق میں نہ تھے لیکن تکلیف اِتنی زیادہ تھی کہ ہم نے لاہور سے آپریشن کروالیا۔ جب آپ کے علم میں لایا گیا تو مجھے مخاطب ہر کر کہنے لگے کہ گو بیاپسی میں کینسر کی علامات نظر نہیں آرہی تھیں لیکن میری انگلی مجھے کہتی تھی۔ There is something wrong۔ یہ آپ کی ذہانت، فراست اور زیرکی کی علامت تھی۔ آپ کو دینی علم بھی بہت تھا اور بات کو ٹھوس دلائل کے ساتھ پیش فرمایا کرتے۔ قادیان اور ربوہ کی متبرّک جگہوں اور مقامات کا علم بھی بہت تھا۔ ایک دفعہ آپ نے ربوہ میں اوائل کی مسجد مبارک اور قصرِ خلافت اور ہسپتال کا ذکر مجھ سے اِس لئے کرنا شروع کر دیا کہ پہلی مسجد مبارک اور قصرِ خلافت کا کچھ حصہ ہمارے آبائی گھر "بیتُ الحبیب" میں آتا تھا اور قلم کاغذ لے کر نقشہ بنا کر دکھایا کہ فلاں گھر کہاں پہ اور فلاں کا کہاں پہ تھا اور حضرت خلیفۃُ المسیح الثانیؓ کہاں سے نماز پڑھانے کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ جیسا کہ اوپر سن آئے ہیں کہ آپ کو فوٹو گرافی کا بہت شوق تھا۔ ایک دفعہ آپ نے مجھے فرمایا تھا کہ مَیں آپ کو چند یادگار فوٹو دکھلاؤں گا جو نادر اور نایاب ہیں اور شاید ہی اور کسی کے پاس ہوں۔ مگر باوجود دو تین بار کی یاددہانیوں کے آپ اپنی مصروفیات کی وجہ سے اِس پر عمل نہ کر پائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے۔ آمین

سامعین! پاکستان کے یہ معروف اور ماہر سرجن اور تقریباً نصف صدی تک فضل عمر ہسپتال ربوہ میں طبی خدمات اور خدمتِ انسانیت بجالانے والے واقف زندگی محترم ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا مبشر احمد صاحب مورخہ 29 مئی 2023ء بروز سوموار علی الصبح ایک بجے طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ ربوہ میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر 79 برس تھی۔ آپ کچھ عرصہ سے جگر اور گردوں میں کینسر کے موذی مرض میں مبتلا تھے۔ آپ 14، اپریل 2023ء تک فضل عمر ہسپتال میں طبی خدمات بجالاتے رہے۔ 15 اپریل کو کمزوری اور طبیعت خراب ہونے کے باعث ہسپتال لے جایا گیا، جہاں مختلف ٹیسٹوں

کے بعد کینسر کی تشخیص ہوئی۔ یہ کینسر ایسی قسم سے تعلق رکھتا تھا جو زیادہ پھیلنے والا اور جس کا علاج مشکل ہوتا ہے۔ آپ کے کئی ٹیسٹ کیے گئے اور ادویات دی جاتی رہیں۔ آپ کو خون کی منتقلی کے لیے مورخہ 11 مئی 2023ء کو طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ میں داخل کرایا گیا لیکن طبیعت دن بدن خراب ہوتی گئی اور سنبھل نہ سکی۔ آپ کی صحت کو بحال کرنے کے لیے جملہ انسانی کوششیں کی گئیں لیکن اللہ تعالیٰ کی تقدیر غالب آئی اور آپ اپنے رب کے حضور حاضر ہو گئے۔ آپ کو آخر وقت تک اللہ تعالیٰ پر توکل رہا اور زیرِ لب دعائیں کرتے رہے۔

آپ کی نماز جنازہ اسی دن شام چھ بجے احاطہ بہشتی مقبرہ دارالفضل میں ادا کی گئی۔ آپ کو بہشتی مقبرہ کی اندرونی چار دیواری میں آپ کی والدہ محترمہ صاحبزادی محمودہ بیگم صاحبہ کے بالکل ساتھ دائیں طرف سپردِ خاک کیا گیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ میں آپ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

”خلفاء کے ساتھ بہت گہرا تعلق تھا۔ ایک تو یہ بھی تھا کہ اب تک جتنی بھی خلافتیں آئی ہیں ان کے ساتھ رشتہ داری کا بھی تعلق تھا دوسرا ادب اور احترام کا بھی بہت زیادہ تعلق تھا اور بچوں کو بھی اسی کا کہتے رہتے تھے اور خود بھی عمل کر کے دکھایا۔

میرے سے چھ سات سال بڑے تھے لیکن خلافت کے بعد ہمیشہ ادب اور احترام مَیں نے دیکھا ہے بلکہ اس سے پہلے بھی جب مَیں ناظر اعلیٰ تھا تو بہت ادب اور احترام والا ان کا رویہ ہوتا تھا...... ان کی خصوصیات خدمات اور مریضوں کے جذبات کے اتنے خطوط ہیں کہ میرے لیے وہ بیان کرنا تو ممکن نہیں۔ خلافت سے بھی غیر معمولی وفا کا تعلق تھا جیسا کہ پہلے بھی مَیں نے کہا۔ اللہ تعالیٰ ان سے بے انتہا مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور اپنے پیاروں کے قرب میں جگہ عطا فرمائے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 2 جون 2023ء)

واہمہ ہر شخص کو ہوتا تھا، ہیں اس پر فدا
خوش مزاجی زندگی بھر وصف اک ان کا رہا
ڈاکٹر مرزا مبشر، نام سے واقف تھے سب
نصف سے زائد صدی خدمت کا تھا جو سلسلہ
کام تھا فضلِ عمر میں روز و شب، صبح و مسا
خدمتِ خلق ان کا شیوہ تھا بنا، سب نے کہا
سرجری میں تھا تخصّص ان کا، ہر شعبے میں
پر فائدہ اُن سے اٹھاتے تھے جو لیتے مشورہ
خوبصورت خندہ چہرہ، نرم خُو دھیما مزاج
جو ملا ان سے ہمیشہ ان کا گرویدہ رہا
خاندانی تھی وجاہت، مسکراہٹ مستزاد
سیکھنے والوں کو ملتا خوب اُن سے حوصلہ
علم کی تکمیل کر کے، تجربہ حاصل کیا
کامیابی کی ضمانت، ساتھ ان کے تھی دُعا
اپنے والد کی دعاؤں سے ہوئے وہ کامیاب
وقف کر کے ساتھ ان کے کام کا موقع ملا
پھر نبھایا وقف اپنا آخری سانسوں تلک
اور خلافت کی دعا کا سائباں سر پر رہا
لوٹ کر تیری طرف آیا ہے وہ مولیٰ کریم
اے خدا!تُو کر رِدائے مغفرت اُن کو عطا

اُن کے استقبال کو آئیں فرشتے خُلد میں
آخری دم تک ترے بندوں کا جو خادم رہا

(ڈاکٹر طارق انور باجوہ۔ لندن)

(کمپوزڈ بائی: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)